www.besturdubooks.net

فضائلِ تجارت

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریّا صاحب کاندھلویؒ

مسنون اصولِ تجارت

مفتی محمّد ابوبکر جابر قاسمی

مفتی رفیع الدّین حنیف قاسمی

ناشر

فیصل انٹرنیشنل

www.besturdubooks.net

جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ

نامِ کتاب : فضائل تجارت
مصنف : شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ
نامِ کتاب : مسنون اصولِ تجارت
مصنّفین : مفتی ابوبکر جابر قاسمی 09885052592
مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی 09550081116
صفحات : 444
سنِ طباعت : پہلا ایڈیشن: ۱۴۳۷ھ م ۲۰۱۶ء
کمپوزنگ : حافظ محمد حسام الدین حنیف، فون: 07386561390
تزئین : قبا گرافکس، حیدرآباد فون: 09704172672

ملنے کے پتے

- مدرسہ خیر المدارس، بورابنڈہ، حیدرآباد، فون: 23836868 - 040
- دکن ٹریڈرس، پانی کی ٹانکی، مغلپورہ، حیدرآباد، فون: 66710230 - 040
- فضل بک ڈپو، جامع مسجد ملے پلی، حیدرآباد، فون: 9440039231 - 40 91+
- ہندوستان پیپر ایمپوریم، مچھلی کمان، حیدرآباد، فون: 66714341 - 040
- ہُدیٰ بک ڈسٹری بیوٹرس، پرانی حویلی، حیدرآباد، فون: 24514892 - 040
- مکتبہ کلیمیہ، یوسفین ویڈنگ مال، ناملی، حیدرآباد

www.besturdubooks.net

فہرستِ مضامین

فضائلِ تجارت

مسنون اصول تجارت

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

www.besturdubooks.net

حضرت مولانا مفتی جمال الدین صاحب قاسمی دامت برکاتہم
صدر مفتی دار العلوم حیدر آباد

تجارت اور سرمایہ کاری ایک بہترین اور اختیار کرنے کے قابل عمل ہے، خدائے ذو الجلال کی رضا وخوشنودی کا سبب ہے، مالی لحاظ سے خوشحالی اور فراخی کی ضامن ہے، تجارت اور سرمایہ کاری انسان کے اندر خودداری اور خود اعتمادی پیدا کرتی ہے، پیہم کوشش اور مسلسل جدو جہد کرنے کا صالح جذبہ بیدار کرتی ہے، اعلی سے اعلی کی طلب اور خوب سے خوب تر کی جستجو میں رواں اور دواں رکھتی ہے، انسان کو ہر دم متحرک اور فعال رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے، یہ تجارت اور سرمایہ کاری ہی ہے جو انسان کو معاشی لحاظ سے خود کفیل بناتی ہے، غیر کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے محفوظ رکھتی ہے، افراد خاندان کی پرورش اور ان کی مالی نگہداشت رکھنے میں ممد ومعاون ثابت ہوتی ہے، جو قوم تجارت وسرمایہ کاری، صنعت وحرفت اور معیشت وکاروبار میں ممتاز اور ترقی یافتہ ہوتی ہے وہی قوم دنیا میں برسر اقتدار ہوتی ہے؛ لیکن جو قوم معیشت وکاروبار اور صنعت وحرفت میں مفلوج اور ناکارہ ہوتی ہے، وہ قوم دوسروں کے دست نگر ہو کر محکومانہ حیثیت سے زندگی بسر کرتی ہے، ذلت وپستی اور شکستہ پائی وزبوں طالعی اس کا مقدر ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ تجارت اور کسب معاش کے لئے تگ ودو اسلام میں مطلوب ہے، یہ تمام انبیائے کرام کی مشترکہ سنت رہی ہے، صحابہ کرام، تابعین عظام اور جلیل القدر فقہاء ومحدثین نے

www.besturdubooks.net

بھی تجارت اور مختلف پیشوں کو ذریعہ معاش بنایا۔

تجارت اور سرمایہ کاری جہاں انسان کو مالی لحاظ سے خوش حال اور فراخ دست بناتی ہے، وہیں اخروی زندگی کو سنوارنے اور اللہ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے میں معین ومددگار ثابت ہوتی ہے، آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

" التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين والشهداء" (ترمذی: حدیث نمبر:۱۲۰۹)

''سچا امانت دار تاجر (قیامت کے دن) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ اٹھایا جائے گا''

ایک روایت میں آتا ہے:

" من الذنوب ذنوب لا يكفرها إلا الهم فی طلب المعيشة" (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد : حدیث نمبر ۳۷۲۵)

''بعض گناہ ایسے ہیں جو طلب معاش کی فکر سے مٹتے ہیں''

ایک حدیث میں آتا ہے:

"إن الله يحب المؤمن المحترف"

(المعجم الاوسط، حدیث نمبر:۸۹۳۴)

''اللہ پیشہ ور محنتی کو محبوب رکھتا ہے''

صرف یہی نہیں، بلکہ معاشی لحاظ سے خوش حال انسان کے لئے یہ بات بھی باعث شرف وافتخار ہے کہ اس کو بہت سی عبادتیں مثلاً زکاۃ، حج، قربانی، صدقہ فطر وغیرہ ادا کرنے کے مواقع میسر آتے ہیں، مال ودولت کے ذریعہ وہ غریبوں کا تعاون اور یتیموں اور بیواؤں کی دست گیری جو شریعت اسلامیہ میں خاص ثواب اور فضیلت کے حامل ہیں، کرتا ہے اور اس طرح اپنے نامہ اعمال میں بہت سے اعمال صالحہ کو اکھٹا کر لیتا ہے۔

آج کے اس پرفتن اور مہیب دور میں جہاں دین کے دیگر شعبے انحطاط اور زوال کے شکار ہیں وہیں تجارت کے شعبہ میں بھی بہت سی خرابیاں در آئی ہیں، اس کا ایک سبب

www.besturdubooks.net

تو یہ ہے کہ عالمی منڈی پر ایسے حریص اور زر پرست لوگ چھائے ہوئے ہیں جو ایک طرف سرمایہ دارنہ ذہنیت کی وجہ سے محنت کش اور مزدور طبقہ پر ظلم وزیادتی اوران کا معاشی استحصال کرنے کے روادار ہیں تو دوسری طرف اسلام اور مسلمانوں سے عداوت ونفرت کی وجہ سے اسلام کے معاشی واقتصادی نظام کو از رکارِرفتہ ثابت کرنے پر آمادہ ہیں، جس کی وجہ سے آئے دن کاروبار کی نت نئی شکلیں سامنے آتی ہیں جو شرعی نقطہ نظر سے بہت سے مفاسد پر مشتمل ہوتی ہیں، دوسرا سبب یہ ہے کہ خود مسلم سماج میں دین بیزاری اور شرعی احکام سے غفلت بڑھتی جارہی ہے، سیم وزر اکھٹا کرنے اور عیش وعشرت کے وسائل جمع کرنے کا رجحان روز افزوں ہے، جس کی وجہ سے جھوٹ، دروغ گوئی فریب، دھوکہ دہی اور خیانت تجارت کا جزءلاینفک بن چکے ہیں اور یہ تصور عام ہوتا جارہا ہے کہ اسلامی بنیادوں پر کی جانے والی تجارت وسرمایہ کاری کے ذریعہ مالی ترقی اور معاشی استحکام ناممکن ہے، ظاہر ہے کہ ہمارے معاشرے کی یہ صورت حال کافی افسوسناک اور غم انگیز ہے اور مصلحین قوم وملت کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے، ضرورت تھی اس تعلق سے کہ ایک جامع تحریر مرتب کی جائے جس میں تجارت کی فضیلت واہمیت اور اس کے بارے میں اسلامی ہدایات کو تفصیل سے ذکر کیا جائے۔

بڑی خوشی ومسرت کی بات ہے کہ مفتی ابوبکر جابر قاسمی اور مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی .....جن کے خامہ زرنگار نے گلستان علم وادب میں بہت سے پھول کھلائے ہیں اوران کی کئی علمی واصلاحی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور عوام وخواص کے حلقہ میں استحسان اور پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے گئے ہیں... نے اس جانب اپنی توجہ مبذول کی اوراس موضوع پر ایک مبسوط اور مفصل کتاب ترتیب دی جس میں اولا: حلال کمائی کی فضیلت واہمیت، پھر قرآن وحدیث کی روشنی میں تجارت کی اہمیت اوراس کے فضائل کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے، انبیاء کرام اور صحابہ وتابعین نے کسب معاش کے لئے جو مختلف پیشے اختیار کئے ان کا بھی ذکر ہے، نیز تجارت کی بابت اسلام نے جو ہدایات دی ہیں ان کو بھی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، زبان وبیان سادہ اور عام فہم ہے، ہر بات

www.besturdubooks.net

باحوالہ اور مستند کتابوں سے مراجعت کر کے لکھی گئی ہے، جس کی وجہ سے اس کی افادیت ونافعیت دوچند ہوگئی ہے، امید ہے کہ یہ اسلامی لائبریری میں حسین اور خوش گوار اضافہ ہوگا اور اس کی جانب دستِ شوق بڑھے گا اور تجارت میں جو خرابیاں در آئی ہیں اس کے سد باب میں یہ کتاب معین اور رہنما ثابت ہوگی۔

اللہ تبارک وتعالی سے دعاء ہے کہ اس رسالہ کو قبولیت عامہ نصیب فرمائے اور مؤلف کے لئے ذخیرہ آخرت اور باقیات صالحات بنائے مؤلف کے زبان وبیان کو دلنوازی اور ان کی تحریر کو شگفتگی اور رعنائی بخشے اور آئندہ بھی اس طرح کی تالیفات کی توفیق ارزانی نصیب فرمائے۔ آمین۔

www.besturdubooks.net

پہلی بات

بہت عرصے سے خواہش تھی کہ تجارت کے موضوع پر جامع کتاب منظرِ عام پر آئی اور اس سلسلے کی شرعی ہدایات اہلِ علم اور عوام کے سامنے ہوں، دین سے دوری ہی ہماری پس ماندگی کی وجہ ہے، جیسا کہ شیخ الحدیث صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: خود حضرت مولانا الیاسؒ کی خواہش تھی کہ ''فضائل اعمال'' اور'' فضائل صدقات'' کی طرح ''فضائل تجارت'' پر بھی امت کے سامنے آجائے، حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے تعمیلِ ارشاد میں لکھ دیا، لیکن آپ کی مشغولیات اور امراض کے ہجوم کی وجہ سے اپنی عادت کے خلاف مختصر کر دیا اور عجیب بات یہ ہے کہ لوگ بلکہ بہت سے اہلِ علم بھی حضرت شیخ الحدیثؒ کی ''فضائل تجارت'' کو نہیں جانتے ہیں۔

۱- یہ کیا گیا کہ فضائل تجارت کی مکمل تخریج کر دی گئی، اگر چہ ہم سے پہلے ادارۂ دینیات ممبئی والوں نے فضائل تجارت کو خوبصورت انداز میں چھاپا ہے۔

۲- حضرت مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب قاسمی بھاگلپوری ثم لکھنوی، استاذ حدیث وتفسیر مدرسہ ریاض العلوم گورینی جونپوری کی کتاب ''تاجر وجنت میں کیسے جاؤ گے؟'' کی کتاب سے کافی استفادہ کیا گیا، جا بجا بعینہٖ ان کی ہی تحریر کو نقل کیا گیا، حوالہ وہاں پر نقل کرنے میں بڑی مشقت تھی؛ اس لئے نقل نہیں کیا گیا۔

۳- مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا مناظر احسن گیلانی اور مولانا عبدالباری ندوی رحمہم اللہ کی تحریروں سے بھرپور استفادہ کیا گیا، کوشش کی گئی کہ ان حضرات کی تحریروں کی تسہیل کی جائے، لیکن زبان وبیان کی چاشنی کے متاثر ہونے اور تسلسل میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ تھا، اس لئے بقدرِ ضرورت ہی تسہیل کی

www.besturdubooks.net

جاسکی ہے،کوشش کی گئی کہ تجارت وملازمت کے کامیاب راہنمایانہ اصول امت کے سامنے متقدمین ومتاخرین کی تحریروں کی روشنی میں سامنے آئیں،فضائل کی چاشنی اورضروری مسائل کی وضاحت بھی آجائے،صحابہ کی زندگیوں کے تجارتی شعبے کی جھلک بھی ہمیں معلوم ہواورعلماء کی تجارت کے ڈھنگ سے بھی ہم واقف ہوں،شیخ الحدیثؒ کی فضائل تجارت کے ساتھ اس کو جوڑکراس لئے چھاپا جارہا ہے کہ یہ سب بھی اکابر کے افادات ہی ہیں،شاید کسی قدراس کا تکملہ بھی اس امید سے کہ اس چاول کے ساتھ یہ کنکربھی تُل جائیں گےاور بِک جائیں گے اور طالبین کومواد یکجا فراہم ہوجائے گا،کوشش کی گئی کہ مواد کے جمع کرنے میں تکرار نہ ہو،باربارنظر ثانی بھی ہوئی،اسے شخصی تصنیف یا تالیف کہتے ہوئے شرم آرہی ہے ، ہماری ساری کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی اکابر کے نقول اورملفوظات اور انہیں کے اقتباسات پر مشتمل ہے ، بس ہم نے یکجا کردیا اورکوشش کی ہے کہ متعلقہ موضوع پر سارا مواد اکٹھا ہوجائے ،اللہ تعالی قبول فرمائے،دنیاوآخرت کی کامیابی کاہمارے ذریعہ فرمائے۔

ابوبکر جابر قاسمی

۱۷؍صفرالمظفر ؍۱۴۳۷ھ

مطابق ۳۰؍۱۱؍۲۰۱۵ء

www.besturdubooks.net

فضائلِ تجارت

www.besturdubooks.net

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضائلِ تجارت

نحمده ونصلي علي رسوله الكريم

حامدا ومصليا ومسلما أما بعد! چچا جان، مجدد تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہ کے تعمیل ارشاد میں اس ناپاک ونا کارہ کے قلم سے فضائل اعمال کے سلسلہ میں چند رسائل شائع ہو چکے ہیں، اور میری ناپاکی کے باوجود ان کے ارشاد کی برکت سے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مفید بھی ہوئے اور بہت کثرت سے شائع ہو رہے ہیں۔

اللهم لك الحمد كله ولك الشكر كله، اللهم لا أحصي ثناء عليك أنت كما أثنيت على نفسك.

انہوں نے اپنی حیات کے آخر میں دو رسالوں کے لکھنے کا بہت زور سے حکم فرمایا تھا، ایک انفاق فی سبیل اللہ، اور دوسرا فضائل تجارت، ان دونوں میں سے فضائل انفاق تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے عرصہ ہوا لکھا جا چکا، اور فضائل صدقات کے نام سے شائع ہوا، لیکن تجارت کے بارے میں باوجود ان کے تاکیدی حکم کے اب تک نہ لکھا جا سکا، وہ زمانہ ان کی شدتِ علالت کا تھا، جس کی وجہ سے مجھے نظام الدین دہلی بار بار حاضر ہونا پڑتا تھا، اور مدرسہ مظاہر العلوم کے تعلیمی سال کے اختتام کی وجہ سے اور بالخصوص بخاری شریف کے اختتام کی وجہ سے بار بار سہارنپور بھی آنا ہوتا تھا کہ نہ یہاں قیام کر سکتا تھا، نہ وہاں، اس لئے ہر ہفتہ دو تین دن سہارنپور گذارتا، اور دو تین دن دہلی، جیسا کہ میں فضائل حج اور فضائل صدقات کے مقدمہ میں مختصرً الکھ بھی چکا ہوں، ان کے تاکید کی وجہ

www.besturdubooks.net

سے تجارت کے فضائل میں ایک رسالہ ان کی حیات ہی میں شروع بھی کر دیا تھا، اور ایک خاکہ بھی لکھ دیا تھا، جس میں اپنے طرز کے موافق چند ابواب، چند فصول اور خاتمہ میں چند قصص کا اجمال لکھ کر ان کی خدمت میں پیش بھی کر دیا تھا، مگر وہ اپنی علالت کی وجہ سے اسے سن نہ سکے، میرا دل چاہتا تھا کہ وہ حیات میں سُن لیں اور جو کوتاہی یا کمی ہو اس پر تنبیہ کر دیں؛ تاکہ میں اس کے مطابق تکمیل کر سکوں، لیکن اپنی شدت علالت کی وجہ سے وہ خود تو سن نہ سکے، انہوں نے فرما دیا تھا کہ اس مسودہ کو میرے دوستوں کی جماعت کو دے دو کہ وہ اپنے علمی مذاکرہ میں اس پر غور کر لیں اور جو کمی زیادتی اس میں ہو اس پر متنبہ کر دیں، میرا تو دل چاہتا تھا کہ وہ خود سن لیتے تو زیادہ اچھا تھا، مگر ان کی شدید عدالت اور میری مسلسل دہلی میں عدم حاضری کی وجہ سے میں اس رسالہ کو چچا جان کو تو نہ سنا سکا، ان کی تعمیل حکم میں ان کی جماعت کے افراد کو دے آیا تھا، اور ایک آدھ پھیرے میں میں نے ان سے مطالبہ اور تقاضا بھی کیا؛ مگر وہ بھی اپنے مشاغل اور چچا جان کی بیماری کی وجہ سے کہتے رہے کہ ابھی پورا نہیں ہوسکا، اسی میں چچا جان کا انتقال ہو گیا، نوّر اللہ تعالیٰ مرقدہ واعلی اللہ مراتبہ، اور یہ ناکارہ ابتداءً اپنے مشاغل کی کثرت بالخصوص مظاہر العلوم کے تعلیمی اور انتظامی امور اور اپنے تالیفی سلسلہ کے بالخصوص احادیث کی شروح وغیرہ میں جو کام کر رہا تھا اس میں اس حکم کی تعمیل نہ کر سکا، جس کا بہت افسوس ہے، اب مدینہ منورہ کے چند سالہ قیام میں مدرسہ کی مشغولیت تو نہ رہی، مگر اس کے بجائے امراض نے گھیر لیا اور پانچ چھ سال میں روز افزوں امراض کا شکار رہا، مگر جب چچا جان کے تاکیدی حکم کا خیال آتا ہے تو اپنی عدم تعمیل پر بہت قلق ہوتا ہے، چند ماہ سے بہت ہی امراض نے گھیر رکھا ہے، کوئی علمی کام تو ہو نہیں سکا، بار بار اس رسالہ کی یاد ستاتی رہی کہ آج ۱۷ر ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ شب چہار شنبہ میں مسجد نبوی میں اس کی بسم اللہ تو کرا دی اور اپنے مخلص دوست صوفی اقبال صاحب جن کی کئی تصانیف میرے ہی کہنے سے لکھی جا چکی ہیں اور شائع ہو چکی ہیں، ان سے درخواست کی ہے کہ اپنے پورا کرنے کی تو امید نہیں ہے وہ پورا کر دیں، مگر چچا جان کی توجہ سے خود ہی لکھ دیا، اگرچہ اس وقت جو مضمون ذہن میں تھا وہ تو

www.besturdubooks.net

یاد رہا نہیں اور وہ مسودہ بھی نہیں ملا اور چچا جان کے زمانہ کے علماء بھی جا چکے، اللہ تعالیٰ اس مبارک کام کو پورا کرادے؛ تاکہ چچا جان کے اعمال حسنہ میں یہ بھی داخل ہو جائے، میرا سابقہ مقدمہ تو باوجود تحقیقات کے نہ مل سکا اور نہ یہ معلوم ہو سکا کہ اب کہاں ہے؟ اس لئے از سر نو اب بسم اللہ کرائی اور تبرکاً ابتداء میں حضرت حکیم الامت اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کی بہشتی زیور کا ایک مضمون نقل کروا رہا ہوں جس کو حضرت نے بہشتی زیور ۵ کے ضمیمہ میں کسب حلال کے عنوان سے درج فرمایا ہے۔

حصول مال طلب کرنے کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱- حدیث میں ہے کہ حلال مال کا طلب کرنا فرض ہے بعد اور فرض کے، مطلب یہ ہے کہ حلال مال کا حاصل کرنا فرض ہے، بعد اور فرضوں کے (۱) یعنی ان فرضوں کے بعد جو ارکان اسلام ہیں جیسے نماز روزہ وغیرہ یعنی مال حلال کی طلب فرض تو ہے؛ مگر اس فرض کا رتبہ دوسرے فرضوں سے کم ہے، جو کہ ارکان اسلام ہیں اور یہ فرض اس شخص کے ذمہ ہے جو مال کا ضروری خرچ کے لئے محتاج ہو، خواہ اپنی ضرورت رفع کرنے کو یا اپنے اہل وعیال کی ضرورت رفع کرنے کو اور جس شخص کے پاس بقدر ضرورت موجود ہے، مثلاً صاحب جائیداد ہے یا اور کسی طرح سے اس کو مال مل گیا تو اس کے ذمہ یہ فرض نہیں رہتا، اس لئے کہ مال کو حق تعالیٰ شانہ نے حاجتوں کے رفع کرنے کے لئے پیدا کیا ہے؛ تاکہ بندہ ضروری حاجتیں پوری کر کے اللہ تعالیٰ شانہ کی عبادت میں مشغول ہو؛ کیوں کہ بغیر کھائے پیئے عبادت نہیں ہوسکتی، پس مال مقصود لذاتہ نہیں؛ بلکہ مطلوب لغیرہ ہے، سو جب ضرورت کے قابل میسر ہو گیا تو خواہ مخواہ حرص کی وجہ سے اس کو طلب کرنا اور بڑھانا نہیں چاہئے، پس جس کے پاس بقدرِ ضرورت موجود ہو اس پر بڑھانا فرض نہیں؛ بلکہ مال کی حرص خدا تعالیٰ سے غافل کرنے والی اور اس کی کثرت

---

(۱) المعجم الکبیر، عبداللہ بن مسعود الہذلی، حدیث: ۹۹۹۳، علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اس میں عباد بن کثیر ثقفی متروک ہے۔

www.besturdubooks.net

گناہوں میں مبتلا کرنے والی ہے، خوب سمجھ لو۔

اوراس بات کا لحاظ رہے کہ مال حلال میسر آوے، حرام کی طرف مسلمان کی بالکل توجہ نہیں ہونی چاہئے ، اس لئے کہ وہ مال بے برکت ہوتا ہے ، اور ایسا شخص جو کہ حرام خور ہو، دین ودنیا میں ذلت اور خدا تعالی کی پھٹکار میں مبتلا رہتا ہے، اور بعضے جاہلوں کا یہ خیال کہ آج کل حلال مال کمانا غیر ممکن ہے اور حلال مال ملنے سے مایوسی ہے، سراسر غلط اور شیطان کا دھوکہ ہے، خوب یاد رکھو کہ شریعت پر عمل کرنے والے کی غیب سے مدد ہوتی ہے جس کی نیت حلال کھانے اور حرام سے بچنے کی ہوتی ہے، حق تعالیٰ اس کو ایسا ہی مال مرحمت فرماتے ہیں اور یہ امر مشاہدہ سے ثابت ہے اور قرآن وحدیث میں تو جابجا یہ وعدہ آیا ہے، اس نازک زمانہ میں جن خدا کے بندوں نے حرام اور شبہ کے مال سے اپنے نفس کو روک لیا ہے ان کو حق تعالیٰ شانہ عمدہ حلال مال مرحمت فرماتے ہیں اور وہ لوگ حرام خوروں سے زیادہ راحت وعزت سے رہتے ہیں ، جو شخص اپنے ساتھ اور دوسرے حضرات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ دیکھتا ہے اور جابجا قرآن وحدیث میں یہ مضمون پاتا ہے وہ ایسے جاہلوں کے کہنے کی کچھ پرواہ نہیں کرسکتا اور اگر کسی معتبر کتاب میں ایسی باتیں نظر سے گذریں، تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے جو جاہلوں نے سمجھ رکھا ہے، پس جب وہ مضمون دیکھو تو کسی پکے دیندار عالم سے اس کا مطلب دریافت کرو، انشاء اللہ تعالی تمہاری تسلی ہوجائے گی اور ایسی بیہودہ باتوں کا وسوسہ دل سے نکل جائے گا، خوب سمجھ لو۔

لوگ مال کے باب میں بہت کم احتیاط کرتے ہیں، ناجائز نوکریاں کرتے ہیں، دوسروں کی حق تلفی کرتے ہیں، یہ سب حرام ہے اور خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی بات کی کمی نہیں جس قدر تقدیر میں لکھا ہے وہ ضرور مل کر رہے گا، پھر بدنیتی کرنا، اور دوزخ میں جانے کی تیاری کرنا، کونسی عقل کی بات ہے؟ چونکہ لوگوں کو مال حلال کی طرف توجہ بہت کم ہے؛ اس لئے بار بار تاکید سے یہ مضمون بیان کیا گیا۔ دنیا میں اصل مقصود انسان اور جن کی پیدائش سے یہ ہے کہ انسان اور جن حق تعالیٰ کی عبادت کریں؛ لہٰذا اس بات کا ہر معاملہ میں خیال رکھو، اور کھانا پینا اس لئے ہے کہ قوت پیدا ہو جس سے خدا کا نام

www.besturdubooks.net

لے سکے، یہ مطلب نہیں ہے کہ شب و روز لذتوں میں مشغول رہے اور اللہ میاں کو بھول جاوے اور ان کی نافرمانی کرے، بعضے جاہلوں کا یہ خیال کہ دنیا میں فقط کھانے پہننے اور لذتیں اڑانے کے لئے آئے ہیں، سخت بددینی کی بات ہے، اللہ تعالیٰ جہالت کا ناس کرے کیسی بری بلا ہے۔

۲- حدیث میں ہے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی نے نہیں کھایا کوئی کھانا کبھی بہتر اس کھانے سے جو اپنے دونوں ہاتھوں کے عمل سے ہو۔(۱)

اور بیشک خدا کے نبی حضرت داؤد علیہ الصلاۃ والسلام اپنے ہاتھوں کے عمل سے کھاتے تھے، دوسرا مطلب یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کی کمائی بہت عمدہ چیز ہے، مثلاً کوئی پیشہ کرنا یا تجارت کرنا وغیرہ، خواہ مخواہ کسی پر بوجھ ڈالنا نہ چاہئے، اور پیشے کو حقیر نہ سمجھنا چاہئے، جب اس قسم کے کام حضراتِ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام نے کئے ہیں تو اور کون ایسا شخص ہے جس کی آبرو ان حضرات سے بڑھ کر ہے؛ بلکہ کسی کی ان حضرات کے برابر بھی نہیں، ان سے بڑھ کر تو کیا ہوتی؟ ایک حدیث میں آیا ہے کہ کوئی نبی ایسے نہیں ہوئے جنہوں نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔(۲)

خوب سمجھ لو اور جہالت سے بچو، اور بعضے لوگوں کا خیال ہے کہ اگر کسی کے پاس مال حلال ہو؛ مگر اپنے ہاتھ کا کمایا ہوا نہ ہو؛ بلکہ میراث میں ملا یا اور کسی حلال ذریعہ سے میسر آیا ہو تو خواہ مخواہ اپنے کمانے کی فکر کرتے ہیں اور اس کو عبادت میں مشغول ہونے سے بہتر جانتے سمجھتے ہیں، یہ سخت غلطی ہے؛ بلکہ ایسے شخص کے لئے عبادت میں مشغول ہونا بہتر ہے، جب اللہ تعالیٰ نے اطمینان دیا اور رزق کی فکر سے فارغ البال کیا تو پھر بڑی ناشکری ہے کہ اس کا نام اچھی طرح نہ لیوے اور مال ہی کو بڑھائے جاوے؛ بلکہ مال حلال تو جس طرح سے میسر آوے بشرطیکہ کوئی ذلت نہ اٹھانی پڑے، وہ سب عمدہ

---

(۱) بخاری: باب کسب الرجل وعمله بیده، حدیث:۱۹۶۶

(۲) بخاری: باب رعی الغنم علی قراریط، حدیث:۲۱۴۳۔

www.besturdubooks.net

ہے، اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، اس کی بڑی قدر کرنی چاہئے، اور انتظام سے خرچ کرنا چاہئے، فضول نہ اڑانا چاہئے، اور حدیث کا مطلب تو یہ ہے کہ لوگ اپنا بار کسی پر نہ ڈالیں اور لوگوں سے بھیک نہ مانگیں جب تک کوئی خاص ایسی مجبوری نہ ہو جس کو شریعت نے مجبوری قرار دیا ہو، اور پیشہ کو حقیر نہ سمجھے اور حلال مال طلب کرے، کمائی کو عیب نہ سمجھیں سو اس وجہ سے یہ مضمون مبالغہ کے طور پر بیان فرمایا گیا؛ تاکہ لوگ اپنے ہاتھ سے کمانے کو برا نہ سمجھیں اور کمائیں اور کھائیں اور کھلائیں اور خیرات کریں، حدیث کی یہ غرض نہیں ہے کہ سوائے اپنے ہاتھ کی کمائی کے اور کسی طرح سے جو حلال مال ملا ہو وہ حلال نہیں، یا ہاتھ کی کمائی کے برابر نہیں؛ بلکہ بعض مال اپنے ہاتھ کی کمائی سے بڑھ کر ہوتا ہے اور بعضے ناواقف سچے خاصان خدا پر جو متوکل ہیں طعن کرتے ہیں اور دلیل میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں، جو مذکور ہوئی کہ ان کو اپنے ہاتھ سے کمانا چاہئے، محض توکل پر بیٹھنا اور نذرانوں سے گذر کرنا اچھا نہیں، یہ ان کی سخت نادانی ہے اور یہ اعتراض جناب رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہے، ڈرنا چاہئے، سخت اندیشہ ہے کہ ان بزرگوں کی بے ادبی اور ان پر لعن طعن سے دارین میں بلا نازل ہو اور طعن کرنے والوں کو ہلاک کر دے؛ بلکہ اولیاء اللہ کی بے ادبی سے ایمان جاتے رہنے اور برا خاتمہ ہونے کا اندیشہ ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس دن سے پہلے ناپید کر دے جس دن بزرگوں پر اعتراض کرے کہ اس کے حق میں یہی بہتر ہے، میں کہتا ہوں قرآن اور حدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے بشرطیکہ انصاف سے اور طلب حق کے لئے تامل کیا جاوے کہ جس شخص میں توکل کی شرطیں پائی جاویں تو اس کیلئے توکل کرنا کمانے سے بدرجہا افضل ہے اور یہ اعلیٰ مقام ہے مقامات ولایت سے، جناب رسول اللہ ﷺ خود متوکل تھے اور جو آمدنی متوکل کو ہوتی ہے وہ ہاتھ کی کمائی سے بہت بہتر ہے اور اس میں خاص برکت اور خاص نور ہے جسے اللہ تعالیٰ نے یہ رتبہ مرحمت فرمایا ہے اور بصیرت اور فہم اور نور عطا فرمایا ہے وہ کھلی آنکھوں اس کی برکت دیکھتا ہے اور اس کا تفصیلی بیان کسی خاص موقع پر کیا جاوے گا، چونکہ یہ مختصر رسالہ ہے، اس لئے طوالت کی گنجائش نہیں، اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ یہ قول سراسر غلط ہے

www.besturdubooks.net

جیسا کہ بیان ہوا اور بڑی بے انصافی کی بات ہے کہ ایک تو خود نیک کام سے محروم ہوا اور دوسرا کرے تو اس پر لعن طعن کرو، بھلا حق تعالیٰ کو کیا منہ دکھاؤ گے جب کہ اس کے دوستوں کے درپے ہوتے ہو، اور علاوہ فائدہ مذکورہ کے توکل اختیار کرنے میں بہت سے دینی فائدے ہیں اور وہ متوکلین جو مخلوق کی تعلیم کرتے ہیں ان کی خدمت کرنا تو بقدر ان کے ضروری خرچ پورا ہونے کے فرض ہے، سو اپنا حق نذرانہ سے لینا کیوں برا سمجھا گیا؟ جب کہ غیر متوکلین بھی اپنے حقوق مار دھاڑ سے لڑائی لڑ کر وصول کرتے ہیں؛ حالاں کہ متوکلین تو بہت تہذیب اور لوگوں کی بڑی آرزو کرنے سے اپنا حق قبول کرتے ہیں اور نذرانہ قبول کرنے میں جب کہ ذلت نہ ہو اور استغنا اور بے پروائی سے لیا جاوے خصوصاً جب کہ اس کے واپس کرنے میں دینے والے کی سخت دل شکنی ہو تو ظاہر ہے کہ اس میں بھلائی ہے یا برائی ہے، حقیقت یہ ہے کہ ایسے حضرات جو سچے متوکل ہیں ان کو بڑی عزت سے روزی میسر ہوتی ہے؛ مگر ان کی نیت اور توجہ محض خدا کے بھروسہ پر ہوتی ہے، مخلوق کی طرف نگاہ نہیں ہوتی اور جو طمع رکھے مخلوق سے اور نگاہ کرے ان کے مال پر وہ دغا باز ہے، وہ ہمارے اس کلام سے خارج ہے، ہم نے تو سچے توکل والے کی حالت بیان کی ہے، کسی کو حقیر سمجھنا خصوصا خاصانِ خدا کو بڑا سخت گناہ ہے، اوران حضرات کا اس میں کوئی ضرر نہیں؛ بلکہ نفع ہے کہ برا کہنے والوں کی نیکیاں قیامت کے روز ان کو ملیں گی، تباہی تو ان کی ہے جو برا کہتے ہیں کہ دین و دنیا تباہ ہوتی ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ توکل کی اجازت ہر شخص کو شریعت نے نہیں دی ہے، اس کی ہمت کرنا اور اس کی شرطوں کو پورا کرنا بہت دشوار ہے، اسی وجہ سے ایسے حضرات بہت کم پائے جاتے ہیں گویا کہ معدوم ہیں اور بہت اچھی چیز ہمیشہ کم ہی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا بیحد شکر ہے کہ یہ مقام محض معمولی توجہ سے بہت عمدہ تحریر ہو گیا، اللہ تعالی ہم کو اور آپ کو عمل کی توفیق دے، آمین۔

۳۔ حدیث میں ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ طیب ہے، یعنی کمالات کے ساتھ موصوف اور تمام عیبوں سے پاک ہے، نہیں قبول کرتا ہے مگر طیب کو۔(۱)

(۱) السنن الکبری للبیهقی، باب الخروج من المظالم والتقرب إلی الله، حدیث:۶۱۸۷

www.besturdubooks.net

یعنی اللہ تعالیٰ طیب مال، یعنی حلال مال قبول فرماتا ہے، حرام مال وہاں مقبول نہیں، بلکہ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ حرام مال خیرات کرکے ثواب کی امید رکھنا کفر ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ نے حکم کیا مؤمنوں کو اس چیز کا جس کا کہ حکم فرمایا مرسلین یعنی رسولوں کو، پس فرمایا: اے رسولو! کھاؤ پاک چیزیں یعنی حلال، اور عمل کرو اچھے (۱) اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے: اے ایمان والو! کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تم کو دی ہیں (۲) پھر ذکر فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی کا جو لمبا سفر کرتا ہے، حج کرنے، علم طلب کرنے وغیرہ کو اس حال میں کہ پراگندہ حال اور گرد آلودہ ہوتا ہے، سفر کی مشقت سے اور ہاتھ بڑھاتا ہے، آسمان کی طرف اور کہتا ہے: اے میرے پروردگار! اے میرے پروردگار! یعنی اللہ پاک سے بار بار سوال کرتا ہے کہ رحم فرما کر مقصود عطا کردے، حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے اور اس کا پہننا حرام ہے۔(۳)

اور اس کا لباس حرام ہے! یعنی خورد ونوش اور لباس مال حرام سے حاصل کرتا ہے یعنی مال حرام سے گذر کرتا ہے، اسی سے پرورش پاتا ہے، ہاں جس کو والدین نے نابالغی کی حالت میں مال حرام سے پرورش کیا ہو اور بالغ ہو کر اس نے حلال مال حاصل کیا اور اس کو اپنی خورد ونوش اور لباس میں صرف کیا تو وہ شخص اس حکم سے خارج ہے، نابالغ ہونے کی حالت کا گناہ فقط والدین پر ہے، پس کیوں کر قبول کی جاوے گی، وہ دعا اس کے لئے، یعنی باوجود اتنی مشقتوں کے مال حرام کے استعمال کی وجہ سے ہرگز دعا مقبول نہ ہوگی اور اگر کبھی مقصود حاصل بھی ہوگیا تو وہ دعاء کے سبب سے نہیں؛ بلکہ اس کا حاصل ہونا تقدیر الٰہی کی وجہ سے ہے جیسے کہ کافروں کے مقصود پورے ہو جاتے ہیں اور دعا کے مقبول ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حق تعالیٰ بندہ پر نظر رحمت فرمائیں اور اس رحمت کی وجہ سے اس کو اس کا مطلوب عطا فرمائیں، اور اس طلب پر ثواب عنایت ہو، سو یہ بات اسی کو میسر ہوتی

---

(۱) المؤمنون:۵۱

(۲) حوالہ سابق

(۳) مسلم: باب قبول الصدقة من الكسب الطيب، حديث:۱۰۱۵

www.besturdubooks.net

ہے جو شریعت کا پابند ہے اور اللہ پاک سے مقصود طلب کرے، یہاں سے معلوم ہوا کہ حلال کھانے میں بڑی برکت ہے اور واقعی اس کی خاص تاثیر ہے اور ایسا مال کھانے سے نیکی کی قوت پیدا ہوتی ہے، اعضاء عقل کی تابعداری کرتے ہیں، حضرت سیدنا ومولانا ابو حامد محمد غزالی نور اللہ تعالیٰ مرقدہ ایک بہت بڑے درویش سے یعنی حضرت سہیلؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ جو حرام کھاتا ہے، اعضاء اس کی عقل کی اطاعت چھوڑ دیتے ہیں، یعنی عقل نیکی کا حکم کرتی ہے اور وہ اس کی اطاعت نہیں کرتے؛ مگر یہ بات ان ہی حضرات کو معلوم ہوتی ہے جن کے دل کی آنکھیں روشن ہیں، ورنہ جن کا دل سیاہ ہے وہ تو شب و روز اس میں مشغول رہتے ہیں اور خوب لذّت اڑاتے ہیں اور ان کو کچھ بھی اثر نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ قلب کے حسن اور دل کی بینائی اور بصیرت کو قائم رکھے، آمین۔

۴- حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارکؒ جو بڑے عالم اور زاہد اور حضرت امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں، فرماتے ہیں کہ: مجھے ایک درہم مشتبہ مال کا لوٹا دینا جو مجھے ملے خواہ ہدیہ کے ذریعہ سے یا اور کسی طرح، زیادہ محبوب ہے چھ لاکھ درہم خیرات کرنے سے یہاں سے اندازہ کرنا چاہئے کہ مشتبہ مال کی کیا قدر ہے، افسوس کہ لوگ صریح حرام بھی نہیں چھوڑتے، روپیہ ملے، کسی طرح ملے اور حضرات بزرگان دین مشتبہ مال کو اس قدر برا سمجھتے تھے حرام مال سے بچنا سب کے ذمہ ضروری ہے، اس سے بہت بڑی احتیاط لازم ہے برا مال کھانے سے بیحد خرابیاں نفس میں پیدا ہوتی ہیں، یہ انسان کو ہلاک کرنے والا ہے۔

۵- حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے حلال ظاہر ہے، اور حرام ظاہر ہے، اور ان دونوں کے درمیان شبہ کی چیزیں ہیں یعنی ان کے حلال اور حرام ہونے میں شبہ ہے، بعضے اعتبار سے ان کا حلال ہونا معلوم ہوتا ہے اور بعضے اعتبار سے ان کا حرام ہونا معلوم نہیں ہوتا جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے اور کم ہیں ایسے لوگ جو ان کو جانتے ہیں اور وہ بڑے بڑے عالم متقی ہیں جو اپنے علم پر اچھی طرح عمل کرتے ہیں۔

پس جس شخص نے پرہیز کیا ہے، شبہ کی چیزوں سے بچالیا ہے اس نے اپنے دین

www.besturdubooks.net

کو، یعنی عذاب دوزخ سے پناہ مل گئی اور اپنی آبرو، یعنی طعنہ دینے والوں سے اپنی آبرو بچالی، اس لئے کہ خلاف شرع شخصوں کو لوگ طعن دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ دین و دنیا کی بے عزتی سے بچنا ہر ذی عقل پر ضروری ہے اور جو شخص واقع ہوا شبہ کی چیزوں میں وہ واقع ہوگا حرام میں یعنی جو شخص شبہ کی باتوں سے پرہیز نہیں کرتا، وہ رفتہ رفتہ صریح حرام باتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے جہاں نفس کو ذرا گنجائش دی گئی وہ رفتہ رفتہ اس قدر خرابی برپا کرتا ہے کہ خدا کی پناہ ہلاک ہی کر دیتا ہے، سو جو شخص مال کے بارے میں احتیاط نہ کرے جو ملے قبول کر لے، کسی شبہ کی پرواہ ہی نہ کرے وہ عنقریب حرام کھانے لگے گا، نفس کو ہمیشہ شریعت کا قیدی بنا کر رکھنا چاہئے، کبھی آزادی نہ دے، اور گو ایسے شبہ کا مال کھانا جس کا یہ حال معلوم نہ ہو کہ اس میں کتنا حلال ملا ہے اور کتنا حرام، جائز ہے؛ لیکن مکروہ ہے، اور رفتہ رفتہ شبہ سے صریح حرام میں مبتلا ہونے کا سخت اندیشہ ہے؛ لہٰذا چاہئے کہ شبہ کی باتوں سے بھی بچے کہ اصل مقصود اور ہمت کی بات یہی ہے، خوب سمجھ لو، مثل اس چرواہے کے جو چراتا ہے گرد اس چراگاہ کے جس کو بادشاہ نے اپنے جانور چرانے کے لئے خاص کر لیا ہے، قریب ہے یہ چرادے اس چراگاہ میں، یعنی جو ایسی چراگاہ کے گرد چراتا ہے، وہ عنقریب خاص چراگاہ میں چرانے لگے گا، یا تو اس طرح کہ جانوروں کا اس طریق پر چرنا کہ اس حد سے آگے نہ بڑھیں دشوار ہے، یا اس طرح کہ خود چرواہے ہی کو عنقریب ایسی دلیری ہو جائے گی کہ وہ اس قدر احتیاط نہ کرے گا، اسی طرح نفس کو احتیاط نہیں ہوتی اور کبھی تو ابتداء ہی سے جہاں شبہ کے درجہ پر پہنچا حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے اور کبھی کچھ دنوں کے بعد یہ حالت ہوتی ہے اور یاد رکھنا چاہئے کہ خودرو گھاس کی چراگاہ کو صرف اپنے لئے خاص کر لینا اور اس میں دوسروں کو اس میں چرانے سے روکنا زمینداروں کو جائز نہیں اور یہاں تو فقط مثال بیان کرنا مقصود ہے، آگاہ رہو کہ ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہے اور آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کی چراگاہ جس کی حفاظت کی گئی ہے، اس کے محارم ہیں، یعنی جن چیزوں کو اس نے حرام فرما دیا ہے تو جو شخص ان حرام چیزوں میں واقع ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کی خیانت کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ بادشاہ کی خیانت کرنا بغاوت ہے اور حق

www.besturdubooks.net

تعالیٰ شانہ چونکہ اعلیٰ درجہ کے بادشاہ ہیں؛ لہٰذا ان کی خیانت اعلیٰ درجہ کی بغاوت ہے جس کی سزا بھی بہت بڑی ہے، آگاہ رہو کہ انسان کے بدن میں ایک بوٹی ہے جب کہ وہ درست ہوگی اور اس میں باطنی یا ظاہری خرابی نہ پیدا ہوگی، کل بدن درست ہوگا جب کہ وہ فاسد اور خراب ہوگی تو خراب ہوگا تمام بدن، آگاہ رہو کہ وہ بوٹی دل ہے(۱) یعنی دل سلطان البدن ہے، قلب کی درستی سے تمام اعضاء درست رہتے ہیں، اطاعتِ الٰہی پر، گناہ کرنے سے دل اندھا ہو جاتا ہے، حاصل یہ ہوا کہ نیکیوں کا وجود موقوف ہے قلب کی درستی اور صفائی پر اور قلب کی صفائی میں اکل حلال کو خاص دخل ہے، پس اس سے ترغیب ہوئی اہتمام اکل حلال پر۔

۶- حدیث میں فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے ہلاک کرے اللہ تعالیٰ یہود کو، حرام کی گئیں ان پر چربیاں، پس انہوں نے چربی (چربیاں یعنی گائے اور بکری کی چربی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے) کو گلایا پھر انہوں نے اس کو فروخت کیا یعنی حیلہ یہ کیا کہ خود چربی نہیں کھائی؛ بلکہ اس کے دام کھائے اور اس کو یہ سمجھے کہ یہ چربی کھانا نہیں ہوا(۲) حالانکہ اس حکم کا حاصل یہ تھا کہ چربی سے بالکل منتفع مت ہو، اس میں بیچ کر دام کھانا بھی داخل تھا، آج کل بعضے سود خوروں نے اسی قسم کے حیلے پیدا کر لئے ہیں؛ تا کہ ظاہر میں سود کھاویں؛ لیکن حق تعالیٰ عالم الغیب ہے نیت کو خوب جانتا ہے ہرگز ہرگز ایسے حیلے نکالنا روا نہیں۔

۷- حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے نہیں ہے یہ بات کہ کمائے بندہ مال حرام کو پس صدقہ دے اس میں سے سو اس سے قبول کیا جائے اور نہ یہ کہ خرچ کرے اس میں سے پس برکت دی جائے، اس کے لئے اس مال میں اور نہ یہ کہ چھوڑے اپنے پیچھے مگر ہو وہ چھوڑنا توشہ اس کے لئے پہنچانے والا دوزخ کی طرف یعنی مال حرام کما کر اگر صدقہ کرے مقبول نہ ہوگا اور خاک ثواب نہ ملے گا؛ بلکہ بعض علماء نے

---

(۱) بخاری: باب فضل من استبرأ لدينه ،حدیث:۵۲

(۲) مسلم : باب تحريم بيع الخمر والميتة، حدیث:۱۵۸۲

www.besturdubooks.net

فرمایا ہے کہ حرام مال خیرات کر کے ثواب کی امید رکھنا کفر ہے اور فقیر جس کو مال حرام دیا گیا ہے اس نیت سے کہ دینے والے کو ثواب ہو اگر جانتا ہے کہ یہ مال اسطرح کا مجھے دیا گیا ہے، اور وہ باوجود جاننے کے خیرات دینے والے کو دعا دے تو وہ بھی ان علماء کے قول پر کافر ہو جائے گا اور اگر ایسا مال کسی اور خرچ میں لگایا جائے تو بھی کچھ برکت نہ ہوگی اور اگر اپنے بعد ایسا مال چھوڑے گا تو اس کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوگا، کھاویں گے وارث اور عذاب میں یہ مبتلا ہوگا، غرض مال حرام میں بجز ضرر کے کوئی نفع نہیں، بیشک اللہ تعالیٰ نہیں دور کرتا ہے برائی کو برائی کے ذریعہ سے پس چونکہ حرام مال خیرات کرنا فسق ہے اور گناہ ہے سو اس گناہ کے ذریعہ سے اور گناہ نہیں معاف ہو سکتے؛ لیکن دور کرتا ہے برائی کو بھلائی سے، پس حلال مال صدقہ کرنا گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے؛ جب کہ با قاعدہ اور شریعت کے موافق خیرات کرے، تحقیق خبیث یعنی مال حرام نہیں دور کرتا ہے خبیث کو یعنی گناہ کو۔

۸- حدیث میں ہے جنت میں وہ گوشت نہ داخل ہوگا جو پلا ہے اور بڑھا ہے مال حرام سے اور ہر ایسا گوشت جو پلا بڑھا ہے مالِ حرام سے جہنم ہی اس کے لائق ہے (۱) یعنی حرام خور جنت میں بغیر سزا بھگتے داخل نہ ہوگا۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ کفار کی طرح کبھی داخل جنت نہ ہوگا۔؛ بلکہ اگر وہ اسلام پر مرا اور تھا حرام خور تو اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں داخل ہو جاوے گا اور اگر حرام کھانے سے توبہ کرے مرنے سے پہلے اور جس کا حق اس کے ذمہ ہو وہ ادا کردے تو البتہ حق تعالیٰ اس کا یہ گناہ معاف فرمائیں گے اور اس حدیث میں جو عذاب مذکور ہے اس سے محفوظ رہے گا۔

۹- حدیث میں ہے کہ بندہ نہیں ہوتا ہے پورے پرہیزگاروں میں سے یہاں تک کہ چھوڑ دے اس چیز کو جس میں کچھ ڈر نہیں بسبب اس چیز کے جس میں اندیشہ ہے، (مسند احمد، حدیث الحسن بن علی، حدیث: ۱۷۲۷، محقق شعیب الارنوط نے اس کی

---

(۱) مسند احمد: مسند جابر بن عبد الله، حدیث: ۱۴۴۸۱، منذری کہتے ہیں کہ: اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے،، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں، مجمع الزوائد، حدیث: ۹۲۶۳۔

www.besturdubooks.net

سند کو صحیح کہا ہے) یعنی کوئی چیز بالکل حلال ہے اور کوئی کام مباح اور جائز ہے؛ مگر اس میں متوجہ ہونے سے اور ایسے مال کے کھانے سے کسی گناہ ہو جانے کا ڈر اور احتمال ہے تو اس حلال مال کو بھی نہ کھاوے اور ایسے جائز کام کو بھی نہ کرے؛ اس لئے کہ اگر چہ یہ کام کرنا اور یہ مال کھانا گناہ نہیں ؛ مگر اس کے ذریعہ سے گناہ ہو جانے کا ڈر ہے اور برے کام کا ذریعہ بھی برا ہوتا ہے، مثلاً عمدہ عمدہ کھانے اور لباس میں مشغول ہونا جائز اور حلال ہے؛ مگر چونکہ حد سے زیادہ لذتوں میں مشغول ہونے سے گناہوں کے صادر ہونے کا اندیشہ ہے، اس لئے کمال تقوی اور اعلی درجہ کی پرہیز گاری یہ ہے کہ ایسے کاموں سے بھی بچے، یا شبہ کا مال کھانا مکروہ ہے، مگر اس میں ہمت کھانے کی کرنے سے اندیشہ ہے کہ عنقریب نفس ایسا بے قابو ہو جائے گا کہ حرام کھانے لگے تو ایسے مال سے بھی بچنا چاہئے۔

۱۰- حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا، جو ان کو خراج دیتا تھا (یہاں خراج سے وہ محصول مراد ہے جو غلام پر مقرر کیا جاتا ہے، اس کی ساری کمائی میں سے کچھ کمائی مالک لیتا ہے) پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وہ محصول اس غلام کا کھاتے تھے، سو لایا وہ ایک دن کچھ کھانے کی چیز اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس میں سے کچھ کھا لیا تو غلام نے کہا: تمہیں معلوم ہے کیا تھی یہ چیز جسے تم نے کھایا (اور کہاں سے آئی) پس فرمایا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کونسی چیز تھی وہ جسے میں نے کھایا، اس نے کہا: میں نے جاہلیت کے زمانے میں یعنی اسلام سے پہلے ایک آدمی کو کاہنوں کے قاعدہ سے کوئی خبر دی تھی اور میں اس کام کو اچھی طرح نہیں جانتا تھا، (یعنی کاہن لوگ جس طرح کچھ باتیں بتلاتے ہیں اور وہ کبھی جھوٹ اور غلط اور کبھی سچ اور صحیح ہو جاتی ہیں اور اس کا سچ ماننا منع ہے اور جو اس فن کے ماہر ہیں انہوں نے جو قاعدے مقرر کئے ہیں میں ان سے اچھی طرح واقف نہ تھا، مگر بیشک میں نے اس آدمی کو دھوکہ دیا، پھر اس نے مجھے وہ چیز جو آپ نے کھائی دی بذریعہ اس کے، یعنی جو بات میں نے اس کو بتلا دی تھی، اس کے عوض دی، تو وہ یہ چیز ہے جسے آپ نے کھایا، پس داخل فرمایا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ حلق میں پھر قئے فرمایا، یعنی نکال دیا تمام اس

www.besturdubooks.net

چیز کو جوان کے پیٹ میں تھا، یعنی احتیاط اور کمالِ تقوی کی وجہ سے کھانا پیٹ کے اندر کا نکال دیا؛ کیوں کہ خاص اس کھانے کا نکالنا تو غیر ممکن تھا سو تمام پیٹ خالی کر دیا؛ حالانکہ اگر آپ قئے نہ فرماتے جب بھی گناہ نہ ہوتا۔(۱)

۱۱- حدیث میں ہے کہ جس نے کوئی کپڑا دس درہم کو خریدا اور اس میں ایک درہم حرام کا تھا نہ قبول فرمائے گا حق تعالیٰ اس کی نماز جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا یعنی گو فرض ادا ہو جائے گا مگر نماز کا پورا ثواب نہ ملے گا اور اسی طرح اور اعمال کو بھی قیاس کر لو، خدا سے ڈرنا چاہیئے کہ اول تو لوگوں سے عبادت ہی کیا ہوتی ہے، اور جو ہوتی ہے وہ اس طرح ضائع ہو پھر کیا جواب دیا جائے گا، قیامت کے روز اور کیسے عذاب دردناک کی برداشت ہوگی؟(۲)

۱۲- حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے! بے شک میں ایسی کوئی چیز نہیں جانتا ہوں جو تمہیں جنت سے قریب کر دے اور دوزخ سے دور کر دے؛ مگر یہ بات ہے کہ میں نے تم کو اس کا حکم کر دیا ہے یعنی جنت میں داخل کرنے والے اور دوزخ سے ہٹانے والے سب اعمال میں نے تم کو بتلا دیئے ہیں، اور میں ایسی کوئی چیز نہیں جانتا جو تمہیں جنت سے دور کر دے اور دوزخ سے تم کو قریب کر دے؛ مگر یہ بات ہے کہ میں نے تم کو اس سے منع کر دیا ہے، یعنی دوزخ میں داخل کرنے والے اور جنت سے ہٹا دینے والے کاموں سے تم کو روک چکا ہوں کہ ایسے کام مت کرو اور بے شک روح الامین یعنی جبرائیل نے میرے دل میں ڈال دیا ہے کہ بیشک کوئی نفس ہرگز نہ مرے گا یہاں تک کہ پورا لے لے اپنا رزق یعنی تقدیر میں جو رزق ہر مخلوق کی لکھا جا چکا ہے بغیر اس قدر ملجانے کے پہلے کوئی نہیں مر سکتا، اگر چہ وہ رزق دیر میں ملے، یعنی ملنا ضرور ہے جس وقت پر لکھ دیا ہے اسی وقت پہنچے گا، نیت خراب کرنے اور حرام کمانے سے جلدی نہیں مل سکتا، خدا سے ڈرو یعنی اس پر بھروسہ کرو اور اس کے وعدے کا یقین کرو پس حرام کمانے سے بچو

---

(۱) بخاري: باب أيام الجاهلية، حديث:۳۶۲۹

(۲) مسند احمد : مسند عبد الله بن عمر بن الخطاب، حديث:۵۷۳۲

www.besturdubooks.net

اور اختصار اختیار کرو، طلب رزق میں یعنی بیحد دنیا کمانے میں مشغول نہ ہو، حرص نہ کرو، شرع کے خلاف کمائی سے بچو، اور ہرگز نہ آمادہ کرے تم کو دیر لگنا رزق ملنے میں اس بات پر کہ تم طلب کرنے لگو اس کو خدا تعالیٰ کی معصیت سے یعنی اگر روزی ملنے میں دیر ہو تو گناہ اور حرام ذریعوں سے رزق حاصل نہ کرو، اس لئے کہ وقت سے پہلے ہرگز نہ ملے گا خواہ مخواہ گناہ بے لذت میں مبتلا ہوگے، اس لئے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ نہیں حاصل کی جاتی وہ چیز جو اس کے پاس ہے رزق اور اس کے سوا جو چیز ہے اس کی معصیت کے ذریعہ سے

رواه ابن أبي الدنيا في القناعة، والبيهقي في المدخل، وقال إنه منقطع، ونص الحديث قال رسول الله ﷺ: إِنِّيْ لَا أَعْلَمُ شَيْئًا يُقَرِّبُكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُبْعِدُكُمْ مِنَ النَّارِ إِلَّا أَمَرْتُكُمْ بِهِ، وَلَا أَعْلَمُ شَيْئًا يُبْعِدُكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُقَرِّبُكُمْ مِنَ النَّارِ إِلَّا نَحَّيْتُكُمْ عَنْهُ، وَإِنَّ الرُّوْحَ الْأَمِيْنَ نَفَثَ فِيْ رَوْعِيْ أَنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَوْفِيَ رِزْقَهَا وَإِنْ أَبْطَأَ عَنْهَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ، وَاجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ وَلَا يَحْمِلَنَّكُمْ اِسْتِبْطَاءُ شَيْءٍ مِنَ الرِّزْقِ أَنْ تَطْلُبُوْهُ بِمَعْصِيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَلَا يَنَالُ مَا عِنْدَهُ مِنَ الرِّزْقِ وَغَيْرِهِ بِمَعْصِيَتِهِ"(۱)

۱۳- حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے دس حصوں میں سے نو حصے رزق تجارت میں ہے، یعنی تجارت بہت بڑی آمدنی کا ذریعہ ہے، اس کو اختیار کرو۔(۲)

---

(۱) مصنف ابن أبي شيبه : ما ذكر عن نبينا ﷺ، حدیث:۳۴۳۳۲

(۲) كنز العمال: الفصل الثالث في أنواع التجارة، حدیث:۹۳۴۲، علامہ بوصیری نے زوائد میں اس کی سند کو نعیم بن عبدالرحمٰن کی جہالت کی وجہ سے ضعیف کہا ہے، محقق اشرف مسعود نے "مغني عن حمل الأسفار : في فضل الكسب والحث عليه "فرماتے ہیں کہ اس کے رجال ثقہ ہیں اور یہ نعیم ان کو ابن مندہ نے صحابہ میں ذکر کیا ہے، اور یہ صحیح نہیں اور ابو حاتم رازی اور ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ تابعی ہیں اور یہ حدیث مرسل ہے۔

www.besturdubooks.net

۱۴- حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ دوست رکھتا ہے اس مومن کو جو محنتی ہو اور پیشہ ور ہو، نہیں پرواہ کرتا ہے کہ کیا پہنتا ہے یعنی محنت ومشقت میں معمولی سے کپڑے پہنتا ہے، اتنی فرصت نہیں اور ایسا موقع نہیں جو کپڑے زیادہ صاف رکھ سکے، لیکن جو شخص مجبور نہ ہو اس کو سادگی کے ساتھ صاف رہنا چاہئے۔

۱۵- حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ میری طرف وحی نہیں کی گئی کہ میں مال جمع کروں اور میں تجارت کرنے والوں میں سے ہوں اور لیکن یہ وحی کی گئی ہے کہ مجھکو کہ اللہ کی تسبیح (پاکی بیان کرنا یعنی سبحان اللہ کہنا) کر و اس کی حمد کے ساتھ یعنی اس کی تعریف بیان کرو یعنی "سُبُحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمُدِہٖ" پڑھو اور ہو جاؤ سجدہ کرنے والوں میں سے یعنی نماز پر ہمیشگی کرو اور ان لوگوں میں سے ہو جاؤ جو نماز پڑھتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو یہاں تک کہ تم کو موت آجائے، یعنی حاجت سے زیادہ دنیا میں مشغول نہ ہو؛ کیوں کہ بقدر ضرورت معاش کا بندوبست کرنا سب پر واجب ہے، ہاں جس میں توکل کی قوت ہو اور سب شرطیں اس میں توکل کی جمع ہوں ایسا شخص البتہ جس کام کو چھوڑ کر محض عبادت علمیہ وعملیہ میں مشغول ہو جائے۔(۱)

۱۶- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں فرمایا جناب سرور عالم ﷺ نے رحم کرے اللہ تعالیٰ آدمی نرمی کرنے والے پر جس وقت کوئی چیز فروخت کرے اور جس وقت کچھ خریدے اور جس وقت قرض طلب کرے سبحان اللہ خرید وفروخت اور قرض طلب کرنے کی حالت میں نرمی اور رعایت کرنے کا کس قدر بڑا درجہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایسے شخص کے حق میں خاص طور پر دعا فرماتے ہیں اور آپ کی دعا یقیناً مقبول ہے اگر اس نرمی کے برتاؤ کی فقط یہی فضیلت ہوتی اور اس کے سوا کچھ ثواب نہ ملتا تو یہی بہت بڑی نعمت تھی؛ حالانکہ اس رعایت اور نرمی کا ثواب بھی ملے گا؛ لہٰذا تاجروں کو مناسب ہے کہ اس صحیح حدیث پر عمل کر کے جناب رسالت مآب ﷺ کے

(۱) الزھد لابن حنبل : زھد عبید بن عمیر: ۳۹۱/۱، دار الریان ، بیروت

www.besturdubooks.net

محل کرم ہوں، نیز دنیا کا اس برتاؤ میں یہ نفع ہے کہ ایسے شخص کے معاملہ سے لوگ خوش ہوتے ہیں اور تجارت خوب چلتی ہے، لوگوں کا رجوع ایسے معاملہ کرنے والے کی طرف بہت ہوتا ہے اور بعض اوقات خوش ہو کر دعا بھی دیتے ہیں، واقعی بات یہ ہے کہ شریعت پر عمل کرنے والا دین و دنیا میں گویا بادشاہ ہو کر رہتا ہے اور بڑی راحت سے گذرتی ہے، اس سے بڑھ کر خوش نصیب کون ہے جس کو دارین کی برکتیں حاصل ہوں اور خدا کے نزدیک اور اکثر لوگوں کے نزدیک بھی محبوب اور عزیز ہے۔

ورواه البخاری بلفظ عن جابر رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: " رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلاً سَمُحًا إِذَا بَاعَ وَإِذَا اشْتَرَى وَإِذَا اقْتَضَى" (۱)

۱۷- حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے بچو تم زیادہ قسم کھانے سے (۲) یعنی اس خیال سے کہ ہمارا مال خوب بکے بہت قسمیں نہ کھاؤ، کیوں کہ زیادہ قسم کھانے میں کوئی نہ کوئی قسم ضرور جھوٹ نکلے گی اور پھر اس سے بے برکتی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کی بے ادبی ہوتی ہے، ہاں کبھی اگر ایسا کرو تو مضائقہ نہیں اس لئے کہ تحقیق وہ کثرت سے قسم کھانا رواج دینا ہے مال کو اور لوگوں کو قسم کی وجہ سے مال کے متعلق جو امور ہوتے ہیں ان کا اعتبار آ جاتا ہے، پھر بے برکت کر دیتا ہے جس سے دین و دنیا کی منفعت سے محرومی ہوتی ہے۔

۱۸- حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے تجارت کرنے والا سچا گفتگو میں اور برتاؤ میں بڑا امانت دار، قیامت میں انبیاء اور صدیقین، یعنی جو بڑے بڑے خدا کے ولی ہیں (۳) اور جنہوں نے ہر قول اور ہر فعل میں اعلیٰ درجہ کی سچائی اختیار

---

(۱) بخاری : باب السهولة والسماحة فی الشراء ، حدیث:۱۹۷۰

(۲) ابن ماجه : باب ماجاء فی کراهیة الیمین، حدیث:۲۲۰۹، البانی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(۳) سنن الترمذی : التجار وتسمیة النبی ﷺ ،حدیث:۱۲۰۹، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

کی ہے اور اللہ میاں کی نہایت اعلیٰ درجہ کی اطاعت کی ہے اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا یعنی ایسے تاجر کو جس کی یہ صفتیں ہوں جو بیان کی گئیں قیامت کے روز حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور حضرات صدیقین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرات شہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہمراہی اور دوزخ سے نجات میسر ہوگی اور ساتھ ہونے سے یہ مراد نہیں کہ ان حضرات کے برابر رتبہ مل جاوے گا؛ بلکہ ایک خاص قسم کی بزرگی مراد ہے جو بڑوں کے ساتھ رہنے سے حاصل ہوتی ہے جیسے کہ کوئی شخص کسی بزرگ کی دنیا میں دعوت کرے اور ان کے ہمراہ ان کے خادموں کی بھی ضیافت کرے تو ظاہر ہے کہ ان بزرگ کے کھانا کھانے کی جگہ اور ان خدام کے کھانا کھانے کی جگہ نیز کھانا ایک ہی ہوگا؛ لیکن جو درجہ ان لوگوں کے نزدیک ان بزرگ کا ہوگا، وہ خادموں کا نہیں؛ مگر ہمراہی کا شرف وعزت، نیز کھانے اور مکان میں شرکت کا میسر آنا ایک بہت بڑا کمال ہے۔

۱۹- حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے اے گروہ تاجروں کے بیشک بیع ایسی چیز ہے جس میں اکثر لغو باتیں ہوجاتی ہیں (۱) اور قسم کھائی جاتی ہے پس ملالو اس میں صدقہ، یعنی لغو باتیں اور قسمیں کھانا بری بات ہے؛ لہٰذا صدقہ کرنا چاہئے؛ تاکہ ان لغویات وغیرہ کا جو کہ بلا قصد صادر ہوگئی ہیں کفارہ ہوجائے اور قلب میں جو کدورت پیدا ہوگئی ہے وہ جاتی رہے اور لغو سے مراد بیکار کلام ہے۔

۲۰- حدیث میں ہے کہ تجارت کرنے والے قیامت کے روز فاجر اور گنہ گار اٹھائے جاویں گے مگر جو شخص ڈرا اور سچ بولا (اور خرید وفروخت میں کوئی گناہ نہ کیا تو اس وبال سے بچ جاوے گا)۔(۲)

یہاں تک بہشتی زیور کا مضمون تھا جو ختم ہوا۔

---

(۱) المستدرك، كتاب البيوع، حديث:۲۱۳۸، امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے، ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

(۲) سنن الترمذي: التجار وتسمية النبي ﷺ، حدیث:۱۲۱۰، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

فصل

کمائی کی فضیلت کے بیان میں

اس میں سب سے پہلے تو قرآن پاک کی آیات ہیں، امام غزالیؒ نے احیاء العلوم کے باب آداب الکسب والمعاش میں بہت تفصیل سے لکھا ہے، اس سے مختصر کر کے یہاں لکھتے ہیں، اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا (۱) — اور بنایا دن کمائی کرنے کو۔

اس آیت شریفہ کو اللہ جل شانہ نے احسان جتانے کے لئے بیان فرمایا، دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ (۲) — اور ہم نے تم کو جگہ دی زمین میں اور مقرر کردیں اس میں تمہارے لئے روزیاں تم بہت کم شکر کرتے ہو۔

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (۳) فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (۴) — اور کتنے اور لوگ پھریں گے ملک میں ڈھونڈنے اللہ تعالیٰ کے فضل کو پھیل پڑو زمین میں اور ڈھونڈو فضل اللہ تعالیٰ کا

اور حدیث پاک میں آیا ہے:

عن انس بن مالك رضی الله عنه عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: — حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

(۱) النبأ:۱۱ (۲) الأعراف:۱۰
(۳) فوائد القرآن-المزمل (۴) الجمعة:۱۰

www.besturdubooks.net

"طَلَبُ الْحَلَالِ وَاجِبٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ(۱)

فرمایا کہ حصول مال کا طلب کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔

عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه أنَّ النبی ﷺ قال : طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ(۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حلال مال کا طلب کرنا دوسرے فرائض کی ادائیگی کے بعد فرض ہے۔

عن أبی سعید الخدری رضی الله عنه عن رسول الله ﷺ "أَيُّمَا رَجُلٍ اِكْتَسَبَ مَالًا مِنْ حَلَالٍ فَأَطْعَمَ نَفْسَهُ أَوْ كَسَاهَا فَمَنْ دُوْنَهُ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ تَعَالٰی كَانَ لَهُ بِهِ زَكَاةٌ (۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جس آدمی نے بھی حلال مال کما کر خود اپنے کھانے اور پہنے میں خرچ کیا یا اپنے علاوہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی دوسرے کو کھلا دیا یا پہنایا تو یہ بھی اس کے لئے صدقہ ہوگا۔

وعن نصیح العنسی عن رکب المصری رضی الله عنهما

حضرت رکب مصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خوش

---

(۱) رواه الطبرانی فی الأوسط وإسناده حسن إنشاء الله ،المعجم الأوسط: من اسمه مسعود، حدیث:۸۶۱۰،علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے،اوراس کی سند حسن ہے، مجمع الزوائد: باب طلب الحلال ،حدیث:۱۸۰۹۹۔

(۲) المعجم الكبير : عبد الله بن مسعود الهذلی، حدیث:۹۹۹۳،علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس میں عباد بن کثیر ثقفی متروک ہے،مجمع الزوائد : باب طلب الحلال ،حدیث:۱۸۰۹۸

(۳) صحیح ابن حبان: باب النفقة ،حدیث:۴۲۳۶،حاکم نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

قال: قال رسول الله ﷺ: "طُوْبىٰ لِمَنْ طَابَ كَسْبُهُ(۱)

خبری ہو اس کے لئے جس کی کمائی پاک ہو۔

ترغیب وترہیب کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! دعا فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات بنادے، تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اے سعد! اپنا کھانا پاک وحلال بنالو مستجاب الدعوات بن جاؤ گے، اور قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے بندہ حرام لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو اس سے چالیس دن تک کوئی عمل قبول نہیں کیا جاتا۔(۲)

عن المقدام بن معديكرب رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ وَإِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوُدُ عليه السلام كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ(۳)

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا کسی نے نہیں کھایا، اور اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

وابن ماجة ولفظه: قال: مَا كَسَبَ الرَّجُلُ كَسْبًا أَطْيَبُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ وَمَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ

اور ابن ماجہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ: اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی کمائی نہیں، اور جو مال

---

(۱) المعجم الكبير: ركب المصري، حدیث:۴۶۱۶، علامہ منذری نے اس کے روات کو ثقہ کہا ہے، الترغیب، كتاب الأدب وغيره، حدیث:۴۳۹۱۔

(۲) الترغيب والترهيب، الترغيب في الاكتساب، حدیث:۲۶۶۴، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے صغیر میں روایت کیا ہے، اس میں ایک شخص ہے جس کو میں نہیں جانتا۔

(۳) بخاری: باب كسب الرجل وعمله بيده، حدیث:۱۹۶۶

www.besturdubooks.net

عَـلٰـی نَـفْسِـهٖ وَأَهْلِـهٖ وَوَلَدِهٖ وَخَادِمِهٖ فَهُوَ صَدَقَةٌ. (۱)

حلال بھی آدمی خود اپنے اوپر اوراپنے اہل پر اور اپنی اولاد اورخادم پرخرچ کرے وہ بھی اس کے لئےصدقہ ہے۔

وعن أبي هريرة رضي الله عنه قـال : قـال رسـول الـلـه:" لَأَنْ يَّـحْتَـطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْـرِهٖ خَيْـرٌ لَّـهُ مِنْ أَنْ يَّسْـأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهٗ أَوْ يَمْنَعُهٗ (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اپنی پشت پرلکڑیاں لادکراس کو بیچ کر کھائے یہ اس کے لئے بہتر ہےاس سے کہ کسی سے سوال کرے پھروہ دے یانہ دے۔

وعـن أنـس رضـي الله عنه: "أَنَّ رَجُلًا مِـنَ الْأَنْـصَـارِ أَتَى الـنَّبِـيَّ صلى الله عليه وسلم فَسَـأَلَهُ فَقَالَ: أَمَا فِـيْ بَيْتِكَ شَيْءٌ؟ قَالَ : بَلٰى ، حِـلْـسٌ نَـلْبَسُ بَعْضَهٗ وَنَبْسُطُ بَـعْـضَـهٗ ، وَقَـعْبٌ نَشْرَبُ فِيْهِ مِـنَ الْـمَاءِ ، قَالَ : اِئْتِنِيْ بِهِمَا فَـأَتَاهُ بِهِمَا، فَأَخَذَهُمَا رَسُوْلُ الـلّٰـهِ صلى الله عليه وسلم بِيَدِهٖ ، وَقَـالَ: مَنْ يَّشْتَرِيْ هٰذَيْنِ؟ قَالَ رَجُلٌ :

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کچھ مال کا سوال کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے گھر میں کچھ نہیں ؟ ان انصاری نے عرض کیا، ہاں ہے، ایک ٹاٹ ہے جس کے کچھ حصے کو پہنتا ہوں اور کچھ کو بچھا کرسوتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان دونوں کو

---

(۱) ابن ماجة : باب الحث على المكاسب ،حدیث:۲۱۳۸،علامہ بوصیری کہتے ہیں کہ:اس کی سند صحیح ہے،مصباح الزجاجة : كتاب التجارات:۲/۱،دار الجنان،بیروت۔

(۲) بخاری: باب كسب الرجل وعمله بيده،حدیث:۱۹٦۸

www.besturdubooks.net

أَنَا، آخُذُهُمَا بِدِرْهَمَيْنِ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ يَّزِيْدُ عَلَى دِرْهَمٍ؟ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلاَثًا ، قَالَ رَجُلٌ : أَنَا آخُذُهُمَا بِدِرْهَمَيْنِ، فَأَعْطَاهُمَا إِيَّاهُ فَأَخَذَ الدِّرْهَمَيْنِ فَأَتَاهُمَا الْأَنْصَارِيَّ، وَقَالَ: اِشْتَرُ بِأَحَدِهِمَا طَعَامًا فَانْبِذْهُ إِلٰى أَهْلِكَ، وَاشْتَرْ بِالآخَرِ قَدُوْمًا فَأْتِنِيْ بِهِ ، فَأَتَاهُ بِهِ فَشَدَّ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عُوْدًا بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَ : اِذْهَبْ فَاحْتَطِبْ وَبِعْ وَلَا أَرَيَنَّكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا، فَفَعَلَ فَجَاءَ وَقَدْ أَصَابَ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ فَاشْتَرَى بِبَعْضِهَا ثَوْبًا وَبِبَعْضِهَا طَعَامًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هٰذَا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ أَنْ تَجِيْئَ الْمَسْأَلَةُ نُكْتَةً فِيْ وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۱)

لے آؤ، وہ انصاری لے آئے ، حضور اقدس ﷺ نے ان دونوں چیزوں کو ہاتھ میں لے کرفرمایا:ان کوکون خریدتا ہے؟ ایک آدمی نے کہا کہ ان دونوں کو ایک درھم میں لےلوں گا، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ایک درھم سے زیادہ میں کو ن لے گا، دو تین دفعہ یہی اعلان فرمایا، ایک آدمی نے عرض کیا: میں دودرھم میں لےلوں گا؟ آپ نے وہ دونوں درھم لے کر انصاری کو عطا فرمائے اورفرمایا کہ:ایک درھم سے کچھ کھانے کی چیز خرید کر گھر والوں کے پاس پھینکو (پہنچاؤ)، اوردوسرے کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس آؤ، وہ لے آئے تو حضوراقدس ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس میں دستہ لگایا اوران انصاری سے فرمایا کہ جاؤ لکڑیاں کاٹو، اور بیچو، اوردیکھو پندرہ دن تک تمہیں میں ہرگز نہ

---

(۱) رواہ ابوداؤد: باب ما تجوز فيه المسألة، حدیث:۱۶۴۳،امام ترمذی نے اس روایت کوحسن کہاہے،الترغيب ، الترغيب في أداء الزكاة ،حدیث:۲۶۰۵۔

www.besturdubooks.net

دیکھوں، ان انصاری نے ایسا ہی کیا، پھر پندرہ دن کے بعد اس حال میں آئے کہ دس درہم نفع کما چکے تھے، بعض کا کپڑا خریدا اور بعض درھم کے کھانے کی چیزیں خریدیں، اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: یہ تمہارا خود محنت کر کے کمانا تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن اس حال میں آؤ کہ سوال کا داغ تمہارے چہرے پر ہو۔

عن عائشه رضی الله عنها قـالـت: قـال رسول اللـه ﷺ: مَنْ أَمْسَى كَالًّا مِنْ عَمَلِهِ أَمْسَى مَغْفُوْرًا لَهُ (۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: جس کسی نے اس حال میں شام کی کہ کام کرنے کی وجہ سے تھک کر چور ہو گیا ہو تو گویا اس نے اس حال میں شام کی کہ اس کے سارے گناہ معاف ہو گئے ہوں گے۔

ان سب آیات وروایات سے کمائی کی فضیلت اور ترغیب معلوم ہوتی ہے، اور بھی بہت سی احادیث اپنے ہاتھ سے کمائی کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں، لیکن اس کے

---

(۱) مـجـمـع الـزوائـد: بـاب الـكـسـب والتجارة ،ومحبتهما على طلب الرزق، حدیث: ۶۲۳۸، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں ایک جماعت ہے جس کو میں نہیں جانتا۔

www.besturdubooks.net

بالمقابل جو آیات و روایات توکل کے بارے میں ہیں وہ ان سے بھی بڑھی ہوئی ہیں قرآن وحدیث اور اکابر کے کلام توکل سے لبریز ہیں، امام غزالی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں کہ: توکّل ایک بڑا مرتبہ ہے دین کے مراتب میں سے اور مقرّبین کے درجات میں اسے ایک اعلی درجہ ہے، اس کا سمجھنا بھی مشکل ہے اور اس پر عمل کرنا بھی بہت دشوار ہے اور اس کے بارے میں آیات واحادیث جو وارد ہیں ان کا احصاء بھی مشکل ہے، چند ایک پر اکتفاء کرتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (۱) — اور اللہ پر بھروسہ چاہئے ایمان والوں کو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ (۲) — اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ رکھنا چاہیئے

ایک جگہ ارشاد ہے:

وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (۱) — اور جو کوئی بھروسہ رکھے اللہ پر تو وہ اس کو کافی ہے۔

ایک دوسری جگہ وارد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ (۴) — اللہ تعالیٰ کو محبت ہے توکل والوں سے۔

فائدہ: تو اللہ تعالیٰ جس کے لئے حسیب اور کافی ہو اور جس کا محبّ اور محافظ ہو جائے تو وہ شخص کامیاب ہو گیا؛ اس لئے کہ محبوب نہ تو عذاب دیتا ہے اور نہ محبّ کو دور کرتا ہے اور نہ اپنے دیدار سے محبّ کو محجوب کرتا ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے:

---

(۱) المائد: ۲۳ (۲) سورہ ابراہیم: ۱۲

(۳) الطلاق: ۳ (۴) آل عمران: ۱۵۹

www.besturdubooks.net

أَلَيسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبدَهٗ (۱) — کیا اللہ بس نہیں اپنے بندہ کو۔

اور وارد ہے:

وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (۲) — اور جو کوئی بھروسہ کرے اللہ پر تو اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

اور ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُم (۳) — جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا وہ بندے ہیں تم جیسے۔

اور وارد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقاً فَابْتَغُوا عِندَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (۴) — بے شک جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوائے وہ مالک نہیں تمہاری روزی کے، سو تم ڈھونڈو اللہ کے یہاں روزی اور اس کی بندگی کرو اور اس کا حق مانو اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔

اور فرمایا ہے کہ:

وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ (۵) — اللہ تعالیٰ کے ہیں خزانے آسمانوں کے اور زمین کے؛ لیکن منافقین نہیں سمجھتے۔

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے:

يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مَا مِن شَفِيعٍ إِلَّا مِن بَعْدِ إِذْنِهِ (۶) — تدبیر کرتا ہے کام کی کوئی سفارش نہیں کرسکتا مگر اس کی اجازت کے بعد۔

---

(۱) الزمر: ۳۶ (۲) الانفال: ۴۹
(۳) الأعراف: ۱۹۴ (۴) العنکبوت: ۱۷
(۵) المنافقون أیت: ۷ (۶) یونس: ۳

www.besturdubooks.net

اس کے علاوہ بہت سی احادیث کتب حدیث میں اس کی ترغیب وتاکید میں وارد ہوئی ہیں، چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے کہ:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا فَقَالَ: عُرِضَتُ عَلَيَّ الْأُمَمُ، فَجَعَلَ يَمُرُّ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلَانِ، وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّهْطُ، وَالنَّبِيُّ وَلَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ، فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْأُفُقَ فَرَجَوْتُ أَنْ يَّكُوْنَ أُمَّتِيْ، فَقِيْلَ: هٰذَا مُوْسَى فِيْ قَوْمِهٖ، ثُمَّ قِيْلَ لِيْ اُنْظُرْفَرَأَيْتُ سَوَاداً كَثِيْرًا سَدَّ الْأُفُقَ، فَقَالَ لِيْ: اُنْظُرْ هٰكَذَا أَوْ هٰكَذَا، فَرَأَيْتُ سَوَاداً كَثِيْرًا سَدَّ الْأُفُقَ، فَقِيْلَ: هٰؤُلَاءِ أُمَّتُكَ وَمَعَ هٰؤُلَاءِ سَبْعُوْنَ أَلْفًا قُدَّامُهُمْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابِهِمْ، هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَلَا يَسْتَرِقُوْنَ وَلَا يَكْتَوُوْنَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ، فَقَامَ عُكَاشَةُ بْنُ مُحْصِنٍ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: نبی کریم ﷺ ایک دفعہ گھر سے باہر نکلے تو فرمایا کہ: میرے اوپر امتیں پیش کی گئیں تو دیکھا کہ بعض نبی کے ساتھ ایک ہی آدمی ہے (جو ان پر ایمان لایا) بعض کے ساتھ دو آدمی ہیں اور بعض کے ساتھ ایک جماعت ہے اور بعض کے ساتھ ایک آدمی بھی نہیں، پھر ایک بہت بڑی جماعت کو دیکھا جس نے کثرت کی وجہ سے گویا افق کو گھیر رکھا تھا تو میں نے یہ تمنا کی خدا کرے کہ یہ میری امت ہو، مجھ سے یہ کہا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ ہیں، پھر مجھ سے کہا گیا کہ: نظر اٹھاؤ جب نظر اٹھائی تو ایک بہت بڑی جماعت کو دیکھا جس نے اپنی کثرت کی وجہ سے گویا افق کو گھیر رکھا تھا، پھر مجھ سے کہا گیا: ادھر اور اُدھر

www.besturdubooks.net

فَقَالَ : أَدْعُوْ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ، قَالَ : اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ، ثُمَّ قَالَ رَجُلٌ آخَرُ: فَقَالَ : أُدْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ، فَقَالَ : سَبَقَكَ بِهَا عُكَاشَةُ(۱)

(دائیں بائیں کی طرف) دیکھو تو میں نے بہت بڑی جماعت دیکھی جس نے کثرت کی وجہ سے گویا افق کو گھیر رکھا تھا تو کہا گیا کہ: یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار ان کے آگے اور بھی ہیں جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو نہ فال لیتے ہیں اور نہ ٹونا ٹوٹکا کرتے ہیں اور نہ (بطور علاج کے) جسموں کو داغتے ہیں اور صرف اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ کرتے ہیں ، یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محصن اٹھے اور عرض کیا کہ دعا فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں کردے، آپ ﷺ نے دعا فرمادی کہ اے اللہ! اس کو ان لوگوں میں کردے، پھر ایک اور آدمی کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ: میرے لئے بھی دعا فرمادیجئے کہ: اللہ تعالی ان لوگوں میں کردے، اس پر آپ نے فرمایا کہ عکاشہ نے پہل کر دی۔

---

(۱) بخاری: باب من لم یرق ،حدیث:۵۴۲۰

www.besturdubooks.net

حضور اقدس ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب ''عکاشہ سبقت لے گئے'' یہ ہے کہ ایک طلب حقیقی ہے اور ایک صورت دیکھی کی، جیسا بیعت کے درمیان میں، ایک شخص طلب لے کر آتا ہے اور دیکھا دیکھی اور بھی بہت سے بیعت ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: ہم بھی مرید ہوں گے۔

ایک طویل حدیث قدسی میں وارد ہے کہ:

إِنَّ اللّٰهَ قَالَ: وَعِزَّتِیُ وَجَلَالِیُ وَعُلُوِّیُ وَبَهَائِیُ وَارُتِفَاعِ مَكَانِیُ لَا يُؤْثِرُ عَبُدٌ هَوَى عَلَى هَوَى نَفُسِهِ إِلَّا أَثْبَتُّ أَجَلَهُ عِنُدَ بَصَرِهِ وَضَمِنَتِ السَّمَاءُ وَالْأَرُضُ رِزُقَهُ وَكُنُتُ لَهُ مِنُ وَرَاءِ تِجَارِةِ كُلِّ تَاجِرٍ (۱)

بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: میری عزت، جلال، بلندی، جمال اور میرے مرتبہ کے ارتفاع کی قسم نہیں ترجیح دیتا ہے کوئی بندہ میری مرضی کو اپنی خواہش پر مگر میں اس کی موت کو اس کی نگاہ کے سامنے کر دیتا ہوں (یعنی وہ موت سے غافل نہیں رہتا) اور آسمان وزمین کو اس کے رزق کا ضامن بنا دیتا ہوں اور میں اس کا معاون بن جاتا ہوں، ہر تاجر کی تجارت کے پیچھے (کہ وہ جس تاجر سے بھی جائز سودا کرے اس کو نفع ہوگا)۔۔

عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال: سَمِعُتُ رَسُوُلَ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ

---

(۱) المعجم الکبیر: احادیث عبد الله بن عباس، حدیث:۱۲۷۱۹، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس میں ایک جماعت ہے جسے میں نہیں جانتا، مجمع الزوائد: باب فیما یصلح للمؤمن علی الغنی والفقیر، حدیث:۱۷۹۵۳۔

www.besturdubooks.net

اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ :"لَوْ أَنَّکُمْ تَتَوَکَّلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ حَقَّ تَوَکُّلِہٖ لَرَزَقَکُمْ کَمَا یُرْزَقُ الطَّیْرُ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا (۱)

میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل کرو جیسا توکل کرنا چاہئے تو تم کو ایسی روزی دے جیسے پرندوں کو روزی دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے پیٹ جاتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ واپس ہوتے ہیں۔

وعن أبی ذر رضی اللہ عنہ: "أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: إِنِّیْ لَأَعْلَمُ آیَةً لَوْ أَخَذَ النَّاسُ بِھَا لَکَفَتْھُمْ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ"(۲)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں کہ اگر لوگ اس پر عمل کرلیں تو ان کے لئے کافی ہوجائے اور وہ آیت یہ ہے کہ "ومن یتق اللہ" الأیة اور جو اللہ تعالی سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے راستہ پیدا فرمادیتا ہے اور ایسی جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جہاں سے اس کو خیال بھی نہیں ہوتا۔

وعن أنس رضی اللہ عنہ قال: "کَانَ اَخَوَانِ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں دو

---

(۱) ترمذی: باب فی التوکل علی اللہ ،حدیث:۲۳۴۴،امام ترمذی فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۲) سنن الدارمی ، باب فی تقوی اللہ ،حدیث:۲۷۲۵،حسین سلیم اسد نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

اللّٰهِ ﷺ فَكَانَ أَحَدُهُمَا يَاتِيُ النَّبِيَّ ﷺ وَالآخَرُ يَحْتَرِفُ، فَشَكَا الْمُحْتَرِفُ أَخَاهُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِه (۱)

بھائی تھے ان میں سے ایک تو حضور اقدس ﷺ کے پاس حاضری دیا کرتا تھا اور دوسرا بھائی کوئی کام کرتا تھا، کام کرنے والے نے دوسرے بھائی کی نبی کریم ﷺ سے شکایت کی (کہ یہ کچھ نہیں کرتا) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: (تم اس کے کام نہ کرنے کی شکایت کرتے ہو اور تمہیں پتہ نہیں) کہ شاید اسی کی وجہ سے تمہیں روزی ملتی ہو؟۔

گنگوہ میں میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے کتب خانہ کا کام ایک بزرگ منشی محمد حسین صاحب فیض آبادی کیا کرتے تھے، فرمائشوں کا نکالنا، بنڈل بنانا، ڈاک خانہ لے جانا وغیرہ، میرے چچا جان مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ عبادات میں مشغول رہتے تھے، تلاوت ونوافل وغیرہ میں ایک دفعہ منشی جی نے چچا جان کو بہت ڈانٹا کہ کتب خانہ کی بھی کچھ خبر لے لیا کرو، سارا دن یونہی پھرتے رہتے ہو، ابا جان نے منشی جی کو بلا کر بہت ڈانٹا اور یہ کہا کہ: منشی جی! میں یوں سمجھتا ہوں کہ مجھے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کی افراط دے رکھی ہے، وہ اسی بچہ کی وجہ سے ہے، اس کو کبھی کچھ مت کہیو، قصہ طویل ہے حدیث کے مناسب تھا اس واسطے یاد آ گیا اور مختصراً لکھ دیا۔

وعن أبي هريرة ؓ: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ لَوْ أَنَّ عَبِيْدِيُ

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: تمہارے رب عزوجل فرماتا

(۱) ترمذی: باب في التوكل على الله، حدیث: ۲۳۴۵، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

أَطَاعُوْنِیْ لَاَسْقَیْتُهُمْ بِاللَّیْلِ وَاَطْلَعْتُ عَلَیْهِمُ الشَّمْسَ بِالنَّهَارِ وَلَمْ اُسْمِعْهُمْ صَوْتَ الرَّعْدِ(۱)

ہے کہ اگر میرے بندے میری فرماں برداری کریں تو ان پر رات کو بارش برساؤں اور دن میں دھوپ نکالدوں اور بادلوں کے گرجنے کی آواز نہ سنواؤں۔

حضرت علی خواص رحمہ اللہ تعالی نے یہ آیت

وَتَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ

اس زندہ ذات پر بھروسہ کر جو کبھی فنا نہیں ہوگا۔

آخر تک تلاوت کی، پھر فرمایا کہ: بندہ کے لئے اس آیت کے بعد مناسب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور پر بھروسہ کرے۔

بعض علماء کو خواب میں یہ بات کہی گئی کہ جس نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا اس نے اپنی روزی جمع کر لی۔

اور بعض علماء نے فرمایا کہ: جس رزق کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے وہ تم کو فرائض پر عمل کرنے سے غافل نہ کردے کہ تم آخرت کے معاملہ کو چھوڑ دو، حالانکہ اتنی ہی تم دنیا پا سکتے ہو جتنی مقدر ہو چکی ہے اور اس فرض سے ہٹ کر روزی کمانے میں مشغول ہونے سے مال کچھ بڑھے گا نہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے فرمایا کہ: میں نے بعض راہبوں سے سوال کیا کہ کہاں سے کھاتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ: مجھے اس کا پتہ نہیں، میرے رب سے پوچھو کہ مجھے کہاں سے کھلاتا ہے۔

ہرم بن حیانؒ نے حضرت اویس قرنی سے پوچھا کہ میرے لئے کیا حکم ہے میں کہاں رہائش اختیار کروں؟ حضرت اویسؒ نے ملک شام کی طرف اشارہ کیا، ہرمؒ نے

(۱) مسند احمد: مسند أبی هريرة، حديث:۸۶۹۳، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس حدیث کا دارومدار صدقہ بن موسی الدقیقی پر ہے جن کو ابن معین نے ضعیف اور مسلم بن ابراہیم نے صدوق کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

عرض کیا کہ وہاں روزی کی کیا صورت ہوگی؟ حضرت اویسؒ نے فرمایا: افسوس ہے ان قلوب پر جن میں شک سما گیا، ان کو وعظ و نصیحت کیا نفع دے گی؟(۱)

میرے رسالہ فضائل حج میں بھی چند واقعات لکھے ہیں۔

۱- ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا، ہمارے قریب ایک نوجوان رہا کرتا تھا، اس کے پاس پرانی چادریں تھیں، وہ نہ ہمارے پاس آتا جاتا تھا نہ کبھی پاس بیٹھتا، میرے دل میں اس کی محبت گھر کر گئی میرے پاس ایک جگہ سے بہت حلال ذریعہ سے دو درھم آئے، میں وہ لے کر اس جوان کے پاس گیا اور میں نے اس کے مصلی پر ان کو رکھ کر کہا کہ بالکل حلال ذریعہ سے مجھ کو ملے ہیں ان کو تم اپنی ضروریات میں خرچ کر لینا اس جوان نے مجھے ترچھی اور تیز و ترش نگاہ سے دیکھا اور یہ کہا کہ اللہ پاک کے ساتھ یہ ہم نشینی (پاس بیٹھنا) میں نے ستر ہزار اشرفیاں نقد جو میرے پاس تھیں علاوہ جائداد کے اور کرایہ کے مکانات کے ان سب سے اپنے کو فارغ البال کر کے خریدا ہے، تو اس نے جواب دیا کہ تو ان دراہم کے ساتھ مجھے دھوکہ میں ڈالنا چاہتا ہے، یہ کہہ کر اپنا مصلی جھاڑ کر کھڑا ہو گیا، جس استغناء کے ساتھ وہ اٹھ کر جا رہا تھا اور میں بیٹھا ان دراہم کو چن رہا تھا، اس وقت تک کی اس کی عزت اور اپنی سی ذلت میں نے عمر بھر کسی کی نہیں دیکھی، یعنی اس وقت اس کی عزت جتنی میری نگاہ میں تھی اتنی عزت کبھی کسی کی میری نگاہ میں نہیں ہوئی اور جتنی اس وقت درہم چنتے ہوئے مجھے اپنی ذلت محسوس ہو رہی تھی اتنی ذلت کبھی اپنی یا کسی اور کی مجھے محسوس نہیں ہوئی۔(۲)

۲- حضرت شیخ ابراہیم خواصؒ کا معمول تھا کہ جب کہیں سفر کو تشریف لے جاتے تو نہ کسی سے تذکرہ کرتے، نہ کسی کو خبر ہوتی، ایک لوٹا ہاتھ میں لیا اور چل دیئے، حامد اسود کہتے ہیں کہ: ایک مرتبہ میں بھی مسجد میں حاضر خدمت تھا آپ حسبِ معمول

---

(۱) إحياء علوم الدين، بيان حقيقة التوحيد الذى هو أصل التوكل: ۴/۲۴۵

(۲) فضائل حج واقعہ: ۳۰

www.besturdubooks.net

لوٹا لے کر چل دیئے، میں بھی پیچھے پیچھے ہولیا، جب ہم قادسیہ میں پہنچے تو آپ نے دریافت فرمایا: حامد کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ: میں تو ہم رکابی کیلئے چل پڑا، فرمایا کہ میرا ارادہ تو مکہ مکرمہ جانے کا ہے، میں نے عرض کیا: میں بھی انشاء اللہ وہیں چلوں گا، جب ہم کو چلتے چلتے تین دن ہو گئے تو ایک نوجوان ہمارے ساتھ اور بھی ہولیا، اور ایک دن رات وہ ہمارے ساتھ چلتا رہا؛ لیکن اس نے ایک بھی نماز نہ پڑھی، میں نے شیخ سے عرض کیا کہ یہ تیسرا آدمی جو ہمارے ساتھ مل گیا، نماز نہیں پڑھتا، شیخ نے اس سے پوچھا کہ تو نماز کیوں نہیں پڑھتا، اس نے کہا کہ: میرے ذمہ نماز نہیں ہے، آپ نے فرمایا کہ کیا تو مسلمان نہیں ہے؟ اس نے کہا نہیں، میں تو نصرانی ہوں؛ لیکن میں نصرانیت میں بھی توکل پر گذر کرتا ہوں، میرے نفس نے یہ دعوی کیا تھا کہ وہ توکل میں پختہ ہو گیا، میں نے اس کو جھٹلایا اور اس جنگل و بیاباں میں لا ڈالا؛ تا کہ اس کے دعوی کا امتحان کروں، شیخ اس کی یہ بات سن کر چل دیئے اور مجھ سے فرمایا: اس سے تعرض نہ کرو، تمہارے ساتھ پڑا چلتا رہے، وہ ہمارے ساتھ چلتا رہا، یہاں تک کہ ہم بطن مرو پر پہنچے، وہاں شیخ نے اپنے میلے کپڑے بدن سے اتارے اور ان کو دھویا پھر لڑکے سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے، اس نے کہا: عبدالمسیح، شیخ نے فرمایا: عبدالمسیح یہ مکہ کی دہلیز ہے یعنی حرم آ گیا اور اللہ جل شانہ نے مشرکوں کا داخلہ اس میں ممنوع قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: ''إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ'' (۱) (مشرکین ناپاک ہیں، یہ مسجد حرام کے قریب بھی نہ آویں) اور اپنے نفس کا جو امتحان کرنا چاہتا تھا وہ تجھ پر ظاہر ہی ہو گیا، پس ایسا نہ ہو کہ تو مکہ میں داخل ہو جاوے، اگر ہم تجھے وہاں دیکھیں گے تو اعتراض کریں گے، حامد کہتے ہیں کہ: ہم اس کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے، مکہ مکرمہ پہنچے، اس کے بعد جب ہم عرفات پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ لڑکا احرام

---

(۱) سورۃ التوبۃ: ۲۸

www.besturdubooks.net

باندھے ہوئے لوگوں کے منہ دیکھتا ہوا ہمارے پاس پہنچ گیا اور شیخ کے اوپر گر پڑا، شیخ نے پوچھا: عبدالمسیح کیا ہوا؟ کہنے لگا کہ: ایسا نہ کہو اب میں عبدالمسیح نہیں ہوں؛ بلکہ اس کا غلام ہوں جس کے حضرت مسیح علیہ السلام بھی غلام تھے، حضرت ابراہیمؒ نے پوچھا کہ: اپنی سرگذشت تو سناؤ کہنے لگا کہ: جب تم مجھے وہاں چھوڑ کر چلے آئے تو میں اسی جگہ بیٹھ گیا اور جب مسلمانوں کا ایک قافلہ اور آ گیا تو میں بھی مسلمانوں کی طرح احرام باندھ کر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے ان کے ساتھ ہولیا، جب مکہ مکرمہ پہنچ کر بیت اللہ پر میری نظر پڑی تو اسلام کے علاوہ جتنے مذاہب تھے وہ سب ایک دم میری نگاہ سے گر گئے، میں نے غسل کیا، مسلمان ہوا اور احرام باندھا اور آج صبح سے تم کو ڈھونڈتا پھرتا ہوں، اس کے بعد سے وہ اور ہم ساتھ ہی رہے، یہاں تک کہ صوفیاء ہی کی جماعت میں اس کا انتقال ہوا۔(۱)

آپ بیتی میں حضرت تھانویؒ کے ملفوظات حسن العزیز سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ اب رہا یہ شبہ کہ کفار کے لئے ایسا کیوں ہوتا ہے؟ تو بات یہ ہے کہ کفار کی دعا بھی قبول ہوسکتی ہے، یہ تو مسلم ہے، اسی طرح ان کا توکل بھی مؤثر ہوسکتا ہے، غرض جیسے دعا قبول ہوتی ہے اسی طرح توکل بھی نافع ہوسکتا ہے؛ بلکہ کافر کی بعض دعا تو ایسی قبول ہوئی ہے کہ مسلم کی کبھی نہیں ہوئی اور وہ دعا ہے ابلیس کی "اَنْظِرْنِیْ إِلَی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ" بات یہ ہے کہ "أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ" انسان خدا تعالیٰ کے ساتھ جیسا ظن کر لیتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ شانہ پورا فرما دیتے ہیں، بت پرستوں تک کی حاجت پوری ہوتی ہے، چونکہ ان کو حق تعالیٰ سے یہی گمان ہوتا ہے اور حدیث پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ مجمع الزوائد: ۱۰۔۱۰۱ میں ایک روایت نقل کی ہے:

عن جابر بن عبد الله رضی الله تعالی عنهما عن رسول الله ﷺ قال: إِنَّ الْعَبْدَ يَدْعُوْ	حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے حضور اقدس ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ: بندہ

(۱) فضائلِ حج: واقعہ: ۵۴

www.besturdubooks.net

اللّٰـهَ وَهُـوَ يُـحِبُّـهُ فَيَقُوْلُ اللّٰـهُ عَــزَّوَجَـلَّ يَــا جِبْــرَئِيْلُ اِقْضِ لِـعَبْـدِیْ هٰـذَا حَـاجَتَهُ وَأَخِّرْهَا فَـإِنِّـیْ أُحِـبُّ أَنْ أَسْمَعَ صَوْتَهُ، وَإِنَّ الْـعَبْـدَ لَيَـدْعُـوْ اللّٰــهَ وَهُوَ يُبْـغِـضُـهُ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يَا جِبْــرَئِيْـلُ اِقْـضِ لِـعَبْـدِیْ هٰذَا حَـاجَتَهُ وَعَجِّلْهَا فَإِنِّیْ أَكْرَهُ أَنْ أَسْمَعَ صَوْتَهُ(۱)

اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کے بارے میں دعا کرتا ہے اور وہ بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے جبریل میرے اس بندے کی یہ حاجت پوری کردو؛ مگر دینے میں ذرا تاخیر کردو؛ کیوں کہ میں اس کی آواز کو پسند کرتا ہوں، اور بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت جبریل سے فرماتے ہیں کہ اے جبریل اس بندہ کی یہ حاجت پوری کردو اور جلدی سے اس کو فارغ کردو؛ کیوں کہ مجھے اس کی آواز ناپسند ہے۔

اور سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رسالہ دردنامہ غمناک میں فرمایا ہے:

اگر رونا مراخوش آوتا ہے
یہ درد ورنج تجھکو بھاوتا ہے
تو درد غم سے نت روتارہوں گا
تیری الفت میں جی کھوتا رہوں گا

---

(۱) المعجم الاوسط، من بقية من أول اسمه ميم من اسمه موسى، حدیث:۸۴۴۲، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس میں اسحاق بن عبداللہ بن فروہ متروک ہے۔

www.besturdubooks.net

۳- شیخ بنانؒ فرماتے ہیں کہ میں مصر سے حج کو جارہا تھا میرا توشہ میرے ساتھ تھا، راستہ میں ایک عورت ملی، کہنے لگی بنان! تم بھی حمال (یعنی مزدور) ہی نکلے، توشہ لادے لئے جارہے ہو، تمہیں یہ وہم ہے کہ وہ تمہیں روزی نہیں دے گا، میں نے اس کی بات سن کر اپنا توشہ پھینک دیا، تین دن مجھے کھانے کو کچھ نہ ملا، راستہ میں چلتے چلتے مجھے ایک پازیب (پاؤں کا زیور) پڑا ہوا ملا، یہ سوچ کر اٹھالیا کہ اس کا مالک مل جائے گا تو اس کو دوں گا، وہ شاید اس پر مجھے کچھ دے دے، تو وہ عورت پھر سامنے آئی، کہنے لگی کہ تم دوکاندار ہی نکلے کہ وہ پازیب کے بدلہ میں شاید کچھ دیدے، اس کے بعد اس عورت نے میری طرف کچھ درہم پھینک دیئے کہ لے انہیں خرچ کرتا رہئیو، میں نے ان کو خرچ کرنا شروع کیا اور واپسی میں مصر تک انہوں نے مجھے کام دیا۔(۱)

۴- ایک بزرگ کا قصہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے تنہا حج کیا، عزیز واقارب کوئی ساتھ نہ تھا اور یہ عہد کیا کہ کسی سے سوال نہ کروں گا، چلتے چلتے راستہ میں ایک وقت ایسا آیا کہ ایک زمانہ تک کہیں سے کچھ نہ ملا حتی کہ ضعف کی وجہ سے چلنے سے عاجز ہوگئے اور دل میں خیال آیا کہ اب اضطرار کا درجہ پہنچ گیا اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کی اللہ جل شانہ نے ممانعت فرمائی ہے، اس لئے اب مجھے سوال کرلینا چاہئے؛ لیکن پھر دل میں کھٹک پیدا ہوئی اور آخر یہ طئے کرلیا کہ اللہ تعالیٰ سے جو عہد کرلیا وہ نہیں توڑوں گا، چاہے مرجاؤں چونکہ ضعف کی وجہ سے چلنے سے عاجز ہوگئے تھے اس لئے رہ گئے اور سارا قافلہ روانہ ہوگیا اور یہ موت کے انتظار میں قبلہ رو ہوکر ایک جگہ لیٹ گئے، اتنے میں ایک سوار ان کے قریب آیا اس کے پاس ایک برتن میں پانی تھا وہ اس نے ان کو پلایا اور جو حاجت تھی وہ سب پوری کی اور پھر پوچھا کہ تم قافلہ کے ساتھ ملنا چاہتے ہو؟ ان بزرگ نے فرمایا کہ: قافلہ اب کہاں؟ نہ معلوم کتنی دور نکل چکا، اس سوار نے کہا کہ: کھڑے ہو

(۱) فضائل حج: واقعہ:۴۶

www.besturdubooks.net

اور میرے ساتھ چلو، یہ چند ہی قدم اس کے ساتھ چلے تھے کہ اس نے کہا کہ: تم یہاں ٹھہر جاؤ قافلہ تم سے آملے گا، یہ وہاں ٹھہر گئے تو قافلہ پیچھے سے ان کو آتا ہوا ملا۔(۱)

۵- حضرت عبد الواحد بن زیدؒ جو مشائخ چشتیہ کے سلسلہ میں مشہور بزرگ ہیں، فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ کشتی میں سوار جارہے تھے، ہوا کی گردش نے ہماری کشتی کو ایک جزیرہ میں پہنچادیا، ہم نے وہاں ایک آدمی کو دیکھا کہ ایک بت کو پوج رہا ہے، ہم نے اس سے پوچھا کہ: تو کس کی پرستش کرتا ہے؟ اس نے اس بت کی طرف اشارہ کیا، ہم نے کہا: تیرا معبود خود تیرا بنایا ہوا ہے اور ہمارا معبود ایسی چیزیں بنادیتا ہے، جو اپنے ہاتھ سے بنایا ہوا ہو وہ پوجنے کے لائق نہیں ہے، اس نے کہا: تم کس کی پرستش کرتے ہو؟ ہم نے کہا: اس پاک ذات کی جس کا عرش آسمان کے اوپر ہے، اس کی گرفت زمین پر ہے، اس کی عظمت اور بڑائی سب سے بالاتر ہے، کہنے لگا: تمہیں اس پاک ذات کا علم کس طرح ہوا، ہم نے کہا: اس نے ایک رسول (قاصد) ہمارے پاس بھیجا جو بہت کریم وشریف تھا، اس رسول نے ہمیں یہ سب باتیں بتائیں، اس نے کہا: وہ رسول کہاں ہے؟ ہم نے کہا: اس نے جب پیام پہنچادیا اور اپنا حق پورا کردیا تو اس مالک نے اس کو اپنے پاس بلالیا؛ تاکہ اس کے پیام پہنچانے اور اس کو اچھی طرح پورا کردینے کا صلہ اور انعام عطا فرمائے، اس نے کہا: اس رسول نے تمہارے پاس کوئی علامت چھوڑی ہے؟ ہم نے کہا: اس مالک کا پاک کلام ہمارے پاس چھوڑا ہے، اس نے کہا: مجھے وہ کتاب دکھاؤ ہم نے قرآن پاک لاکر اس کے سامنے رکھا، اس نے کہا: میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں، تم اس میں سے کچھ سناؤ، ہم نے ایک سورۃ سنائی وہ سنتے ہوئے روتا رہا، یہاں تک کہ وہ سورۃ پوری ہوگئی، اس نے کہا: اس کلام پاک کا حق یہی ہے کہ اس کی نافرمانی نہ کی جائے، اس کے بعد وہ مسلمان

(۱) فضائل حج واقعہ:۳۶

www.besturdubooks.net

ہوگیا، ہم نے اس کو اسلام کے احکام اور ارکان بتائے اور چند سورتیں قرآن پاک کی سکھائیں، جب رات ہوئی عشاء کی نماز پڑھ کر ہم سونے لگے، اس نے پوچھا: تمہارا معبود بھی رات کو سوتا ہے؟ ہم نے کہا: وہ پاک ذات حی وقیوم ہے، وہ نہ سوتا ہے نہ اس کو اونگھ آتی ہے (آیۃ الکرسی) وہ کہنے لگا: تم کس قدر نالائق بندے ہو کہ آقا تو جاگتا رہے اور تم سو جاؤ، ہمیں اس بات کی بڑی حیرت ہوئی، جب ہم اس جزیرۃ العرب سے واپس ہونے لگے تو وہ کہنے لگا: کہنے لگے کہ: مجھے بھی اپنے ساتھ ہی لے چلو تا کہ میں دین کی باتیں سیکھوں، ہم نے اپنے ساتھ لے لیا، جب ہم شہر آبادان میں پہونچے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ: یہ شخص نومسلم ہے، اس کے لئے کچھ معاش کا فکر بھی چاہئے، ہم نے کچھ درہم چندہ کیا اور اس کو دینے لگے، اس نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا: کچھ درہم ہیں ان کو تو اپنے خرچ میں لے آنا، کہنے لگا: ''لا إلہ إلا اللہ'' تم لوگوں نے مجھے ایسا راستہ دکھایا جس پر خود بھی نہیں چلتے، میں ایک جزیرہ میں تھا، ایک بت کی پرستش کرتا تھا، خدائے پاک کی پرستش بھی نہ کرتا تھا۔ اس نے اس حالت میں بھی مجھے ضائع اور ہلاک نہ کیا؛ حالانکہ میں اس کو جانتا بھی نہ تھا اور اس وقت مجھے کیوں کر ضائع کر دے گا جب کہ میں اس کو پہچانتا بھی ہوں، اس کی عبادت بھی کرتا ہوں ،تین دن کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ اس کا آخری وقت ہے، موت کے قریب ہے ،ہم اس کے پاس گئے اس سے پوچھا کہ تیری کوئی حاجت ہو تو بتا کہنے لگا: میری تمام حاجتیں اس پاک ذات نے پوری کر دی جس نے تم لوگوں کو جزیرہ میں (میری ہدایت کے لئے) بھیجا تھا، شیخ عبد الواحد فرماتے ہیں کہ: مجھ پر دفعۃً نیند کا غلبہ ہوا میں وہیں سو گیا، تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت سرسبز وشاداب باغ ہے، اس میں ایک نہایت نفیس قبہ بنا ہوا ہے، اس میں ایک تخت بچھا ہوا ہے، اس تخت پر ایک نہایت حسین لڑکی کہ اس جیسی خوبصورت عورت کبھی کسی نے نہ دیکھی ہوگی، یہ کہہ رہی ہے خدا کے واسطے اس کو جلدی بھیج دو، اس

www.besturdubooks.net

کے اشتیاق میں میری بے قراری حد سے بڑھ گئی، میری جو آنکھ کھلی تو اس نو مسلم کی روح پرواز کر چکی تھی، اس کی تجہیز و تکفین کی اور دفن کر دیا، جب رات ہوئی تو میں نے وہی باغ اور قبہ اور تخت پر وہ لڑکی اس کے پاس دیکھی اور وہ یہ آیت شریفہ پڑھ رہا تھا: ''وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ'' (۱) جس کا ترجمہ یہ ہے (اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازے سے آتے ہوں گے اور ان کو سلام کرتے ہوں گے جو ہر قسم کی آفت سے سلامتی کا مژدہ ہے اور یہ اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا تھا اور دین پر مضبوط جمے رہے، پس اس جہان میں تمہارا انجام بہت بہتر ہے) حق تعالیٰ شانہ کے عطا اور بخشش کے کرشمے ہیں کہ ساری عمر بت پرستی کی اور اس نے اپنے لطف و کرم سے موت کے قریب ان لوگوں کو زبردستی کشتی کے بے قابو ہو جانے سے وہاں بھیجا تھا اور اس کو آخرت کی دولت سے مالا مال کر دیا ''اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ'' (۲)

۶- حضرت ذوالنون مصری جو اکابر و مشہور صوفیاء میں ہیں، فرماتے ہیں کہ: میں ایک جنگل میں جا رہا تھا مجھے ایک نوجوان نظر پڑا جس کے چہرے پر داڑھی کی دو لکیریں تھیں یعنی نکلنی شروع ہوئی تھی، مجھے دیکھ کر اس کے بدن پر کپکپی آ گئی اور چہرہ زرد ہو گیا اور مجھ سے بھاگنے لگا، میں نے کہا: میں تو تیرے ہی جیسا انسان ہوں جن تو نہیں ہوں؛ پھر کیوں اتنا ڈرتا اور بھاگتا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ: تم انسانوں ہی سے تو بھاگتا ہوں، میں اس کے پیچھے چلا اور میں نے اس کو قسم دی، ذرا کھڑا ہو جائے وہ کھڑا ہو گیا، میں نے پوچھا کہ: تو اس جنگل بیابان میں بالکل تنہا رہتا ہے، کوئی رفاقت کے لئے بھی نہیں ہے، تجھے خوف نہیں معلوم ہوتا، کہنے لگا: نہیں میرے پاس تو میرا دل لگانے والا ہے، میں نے سمجھا کہ اس کا کوئی رفیق کہیں گیا ہوا ہوگا، میں نے کہا: وہ کہاں ہے؟ کہنے لگا: وہ ہر وقت میرے ساتھ ہے، وہ میرے دائیں بائیں آگے پیچھے ہر طرف ہے، میں نے پوچھا کہ: کچھ

---

(۱) الرعد: ۲۳ (۲) فضائل صدقات: واقعہ: ۵۵

www.besturdubooks.net

کھانے پینے کا سامان بھی تیرے پاس نہیں ہے، کہنے لگا: وہ بھی موجود ہے، میں نے کہا: وہ کہاں ہے؟ کہنے لگا: جس نے میری ماں کے پیٹ میں روزی دی، اسی نے میری بڑی عمر میں بھی روزی کی ذمہ داری لے رکھی ہے تو میں نے کہا کہ کھانے پینے کے لئے کچھ تو آخر چاہئے، اس سے رات کو تہجد میں کھڑے ہونے کی قوت پیدا ہوتی ہے، دن کو روزہ رکھنے میں مدد ملتی ہے اور بدن کی قوت سے مولیٰ کی خدمت یعنی عبادت بھی اچھی طرح ہوسکتی ہے، میں نے کھانے پینے کی ضرورت پر بہت زور دیا تو وہ چند شعر پڑھ کر بھاگ گیا، جن کا ترجمہ یہ ہے:

اللہ تعالیٰ کے ولی کے لئے کسی گھر کی ضرورت نہیں ہے اور وہ ہرگز اس کو گوارہ نہیں کرتا کہ اس کی کوئی جائداد ہو، وہ جنگل سے پہاڑ کی طرف چل دیتا ہے، تو وہ جنگل اس کی جدائی سے روتا ہے جس میں وہ پہلے سے تھا وہ رات کے تہجد پر اور دن کے روزے پر بہت زیادہ صبر کرنے والا ہوا کرتا ہے، وہ اپنے نفس کو سمجھا دیا کرتا ہے کہ جتنی محنت اور مشقت ہوسکے کرلے؛ اس لئے کہ رحمٰن کی خدمت میں کوئی عار نہیں ہوتی وہ بڑے فخر کی چیز ہوتی ہے، وہ جب اپنے رب سے باتیں کرتا ہے تو اس کی آنکھ سے آنسو بہا کرتے ہیں اور وہ یہ کہا کرتا ہے یا اللہ میرا دل اڑا جا رہا ہے اس کی تو خبر لے وہ یوں کہا کرتا ہے کہ یا اللہ مجھے نہ تو جنت میں یاقوت کا گھر چاہئے، جس میں حوریں رہتی ہیں اور نہ مجھے جنت عدن کی خواہش ہے اور نہ جنت کے پھلوں کی آرزو ہے، میری ساری تمنا صرف تیرا دیدار ہے اس کا مجھ پر احسان کردے یہی بڑی فخر کی چیز ہے۔(۱)

۷- حضرت ابراہیم خواصؒ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جنگل میں جا رہا تھا، راستہ میں ایک نصرانی راہب مجھے ملا، جس کی کمر میں زنار (پٹکہ یا دھاگہ وغیرہ جو کفر کی علامت کے طور پر کافر باندھتے ہیں) بندھ رہا تھا، اس نے میرے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی (کافر فقیر اکثر مسلمان فقراء کی خدمت میں رہتے چلے آئے

---

(۱) فضائل صدقات واقعہ: ۶۷

www.besturdubooks.net

ہیں) میں نے ساتھ لے لیا سات دن تک ہم چلتے رہے، نہ کھانا نہ پینا، ساتویں دن اس نصرانی نے کہا: اے محمدی! کچھ اپنی فتوحات دکھاؤ، کئی دن ہوگئے کچھ کھایا نہیں، میں نے اللہ تعالیٰ شانہ سے دعا کی کہ یا اللہ اس کافر کے سامنے مجھے ذلیل نہ فرما، میں نے دیکھا کہ فوراً ایک خوان سامنے رکھا گیا جس میں روٹیاں بھنا ہوا گوشت اور تر و تازہ کھجوریں اور پانی کا لوٹا رکھا ہوا تھا، ہم دونوں نے کھایا پانی پیا اور چل دیئے، سات دن تک چلتے رہے، ساتویں دن میں نے اس خیال سے کہ وہ نصرانی پھر نہ کہہ دے جلدی کرکے اس نصرانی سے کہا کہ: اس مرتبہ تم کچھ دکھاؤ اب کے تمہارا نمبر ہے، وہ اپنی لکڑی پر سہارا لگا کر کھڑا ہوگیا اور دعا کرنے لگا، جب ہی دو خوان جن میں ہر چیز اس سے دوگنی تھی جو میرے خوان پر تھی سامنے آگئی، مجھے بڑی غیرت آئی میرا چہرہ فق ہوگیا اور میں حیرت میں رہ گیا اور میں نے رنج کی وجہ سے کھانے سے انکار کردیا، اس نصرانی نے مجھ پر کھانے کا اصرار کیا؛ مگر میں عذر ہی کرتا رہا، اس نے کہا کہ: تم کھاؤ میں تم کو دو بشارتیں سناؤں گا، جن میں سے پہلی یہ ہے کہ "أَشْهَدُ أَن لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ" میں مسلمان ہوگیا ہوں اور یہ کہہ کر زنار توڑ کر پھینک دیا اور دوسری بشارت یہ ہے کہ میں نے جو کھانے کے لئے دعا کی تھی، وہ یہی کہہ کر کی تھی کہ یا اللہ اس محمدی کا اگر تیرے یہاں کوئی مرتبہ ہے تو اس کے طفیل مجھے کھانا دے، اس پر یہ کھانا ملا ہے اور اسی وجہ سے میں مسلمان ہوا، اس کے بعد ہم دونوں نے کھانا کھایا اور آگے چل دیئے، آخر مکہ مکرمہ میں پہنچے، حج کیا اور وہ نو مسلم مکہ میں ہی ٹھہر گیا وہیں اس کا انتقال ہوا، غفر اللہ تعالیٰ لہ۔

کافروں کے اس طرح مسلمان ہونے کے بہت سے واقعات تواریخ کی کتب میں موجود ہیں اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ بسا اوقات دوسروں کے طفیل کسی کو روزی دیتے ہیں جن کو وہ ملتی ہے وہ اپنی بے وقوفی سے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا کارنامہ ہے، ہماری کوشش کا نتیجہ ہے، احادیث میں کثرت

www.besturdubooks.net

سے یہ مضمون آیا ہے کہ تم کو تمہارے ضعفاء کے طفیل اکثر روزی دی جاتی ہے، نیز اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کافروں پر بھی بسا اوقات مسلمانوں کی وجہ سے فتوحات ہوتی ہیں، جس کو ظاہر میں ان کی مدد سمجھا جاتا ہے، لیکن حقیقت میں وہ دوسروں کا طفیل ہوتا ہے۔(١)

ان واقعات اور احادیث وآیات جو اوپر گذری ہیں ان کے علاوہ بھی توکل کے فضائل بہت ہیں، اور عشاق ومخلصین کے واقعات کی نہ کوئی حد ہے نہ انتہا، چودہ سو سال کے قریب ہو رہے ہیں ہر سال میں کتنے مخلصین اور متوکلین ایسے ہوں گے جن پر عجیب واقعات گذرے ہوں گے، کوئی لکھے تو کہاں تک لکھے، البتہ ان واقعات میں تین امر قابل لحاظ ہیں۔

اول: یہ کہ یہ احوال اور واقعات جو گذرے ہیں وہ عشق ومحبت اور توکل پر مبنی ہیں اور یہ چیزیں عام قوانین سے بالاتر ہیں:

مکتب عشق کے انداز نرالے دیکھے
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

عشق کے ضوابط کسی اصول کے ماتحت نہیں ہوتے، نہ پڑھنے لکھنے سے آتے ہیں؛ بلکہ عشق پیدا کرنے سے آتے ہیں۔ ع

محبت تجھ کو آداب محبت خود سکھادے گی

اپنا کام کوشش اور سعی کر کے اس سمندر میں کود پڑنا ہے، اس کے بعد ہر محنت آسان ہے اور ہر مشقت لذیذ ہے، ہر وہ چیز جو عشق سے بے بہرہ لوگوں کے لئے مصیبت اور ہلاکت ہے وہ اس سمندر کے غوطہ لگانے والوں کے لئے آسان اور لطف وفرحت کی چیز ہے، اس سمندر میں غوطہ لگانے والے انجام اور عواقب کی مصلحت بینیوں سے بالاتر ہوتے ہیں۔

عبث ہے جستجو بحر محبت کے کنارے کی
بس اس میں ڈوب ہی جانا ہے اے دل! پار ہو جانا

(١) فضائل صدقات، واقعہ: ٦٨

www.besturdubooks.net

لہٰذا ان واقعات کو اسی عینک سے دیکھنے کی ضرورت ہے اور اسی رنگ میں رنگے جانے کی کوشش کرنا چاہیئے؛ لیکن جب تک عشق پیدا نہ ہو اس وقت تک نہ تو ان واقعات سے استدلال کرنا چاہیئے، نہ ان پر اعتراض کرنا چاہیئے، اس لئے کہ وہ عشق کے غلبہ میں صادر ہوتے ہیں، امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ: جو شخص محبت کا پیالہ پی لیتا ہے وہ مخمور ہو جاتا ہے اور جو مخمور ہوتا ہے اس کے کلام میں بھی وسعت آ جاتی ہے، اگر اس کا وہ نشہ زائل ہو جائے تو وہ دیکھے کہ جو کچھ اس نے غلبہ میں کہا ہے وہ ایک حال ہے حقیقت نہیں، اور عشاق کے کلام سے لذت تو حاصل کی جاتی ہے، اس پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔(۱)

دوسرا امر یہ ہے کہ ان قصوں میں اکثر مواقع میں توکل کی وہ مثالیں گذری ہیں جو ہم جیسے نااہلوں کے عمل تو درکنار ذہنوں سے بھی بالاتر ہیں، ان کے متعلق یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ توکل کا منتہا یہی ہے جو ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ پسندیدہ بھی ہے اور اس کے کمال پر پہنچنے کی سعی اور کم سے کم تمنا تو ہونا ہی چاہیئے؛ لیکن جب تک یہ درجہ حاصل نہ ہو اس وقت تک ترکِ اسباب نہ کرنا چاہیئے، ایک بزرگ کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن یحییٰ سے پوچھا کہ توکل کی حقیقت کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ: اگر تو بہت بڑے اژدھے کے منہ میں ہاتھ دے دے اور وہ پہنچے تک کھا لے تو اس وقت بھی تجھے اللہ جل شانہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہو، اس کے بعد میں بایزیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ ان سے اس کے متعلق دریافت کروں، میں نے دروازہ کھٹکھٹایا، انہوں نے اندر ہی سے جواب دے دیا کہ تجھے عبدالرحمٰن کے جواب سے کفایت نہ ہوئی جو میرے پاس پوچھنے کے واسطے آیا ہے، میں نے عرض کیا کہ: کواڑ تو کھول دیجئے، فرمایا: تم اس وقت ملاقات کے لئے تو آئے نہیں، بات پوچھنے کے واسطے آئے تھے، اس کا جواب مل گیا اور کیواڑ نہ کھولے ایک سال کے بعد میں دوبارہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو فوراً کیواڑ کھول دیئے اور فرمایا کہ: اس وقت تم ملنے کے لئے آئے ہو۔(روض)

ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھا ہے کہ اسباب کا اختیار کرنا توکل کے

(۱) احیاء علوم الدین: بیان الأفضل من الصبر والشکر: ۱۳۵/۴، دارالمعرفۃ، بیروت

www.besturdubooks.net

منافی نہیں ہے اور اگر کوئی شخص خالص توکل کا ارادہ کرے تو اس میں بھی مضائقہ نہیں، بشرطیکہ مستقیم الحال ہو، اسباب چھوڑ کر پریشان نہ ہو؛ بلکہ اللہ جل شانہ کے سوا کسی دوسرے کا خیال بھی اس کو نہ آئے اور جن حضرات نے ترکِ اسباب کی مذمت فرمائی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس کا حق ادا نہیں کرتے؛ بلکہ دوسرے لوگوں کے توشہ دانوں پر نگاہ رکھتے ہیں۔

حضور اقدس ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ اگر تم اللہ جل شانہ پر ایسا توکل کرو جیسا کہ اس کا حق ہے تو تم کو ایسی طرح رزق عطا فرمائے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے گھونسلوں سے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے واپس ہوتے ہیں۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ جل شانہ کی طرف بالکلیہ منقطع ہو جائے تو حق تعالیٰ شانہ اس کی ہر ضرورت کو پورا کرتے ہیں اور ایسی طرح روزی پہنچاتے ہیں کہ جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

اس کا اندازہ دو قصوں سے ہوتا ہے، جو احادیث میں مذکور ہیں ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مشہور قصہ کہ جب حضور اقدس ﷺ غزوہ تبوک کے لئے چندہ کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو کچھ گھر میں تھا سب کچھ لے آئے اور جب حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ گھر میں کیا چھوڑا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ جل شانہ اور اس کا رسول ﷺ۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ: ایک شخص حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ایک سونے کی ڈلی انڈے کے برابر پیش کی اور عرض کیا؟ یا رسول اللہ ﷺ مجھے یہ ایک معدن سے مل گئی اس کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دیتا ہوں، اس کے سوا میرے پاس کوئی چیز نہیں، حضور اقدس ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا، ان صاحب نے دوسری اور تیسری مرتبہ اسی طرح اصرار سے پیش کیا حضور اقدس ﷺ نے اس کو لیکر ایسے زور سے پھینکا کہ اگر ان صاحب کو لگ جاتی تو زخمی کر دیتی، اور آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ: بعضے آدمی اپنا سارا مال صدقہ کر دیتے ہیں، پھر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے واسطے بیٹھ جاتے ہیں۔(۱)

---

(۱) رواہ ابو داؤد: باب الرجل یخرج من مالہ، حدیث:۱۶۷۵، حاکم نے اس کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

ان صاحب کو اعتماد علی اللہ تعالیٰ، اور توکل حضرت ابوبکرؓ کے مقابلہ میں کیا ہو سکتا تھا اسی وجہ سے حضور اقدس ﷺ نے وہاں سب کچھ قبول فرما لیا اور یہاں ناراضی کا اظہار فرمایا۔

اختیار اسباب اور توکل محض کی احادیث اور قصص میں مختلف طور سے جمع کیا گیا ہے۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ: توکل کے تین درجے ہیں، پہلا درجہ تو ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی مقدمہ میں کسی ہوشیار، ماہر تجربہ کار کو وکیل بنالے کہ: وہ ہر چیز میں اس ماہر وکیل کی طرف رجوع کرتا ہے،؛ لیکن اس کا یہ توکل فانی ہے کسبی ہے، اس کو اپنے توکل کا احساس وشعور رہے۔ دوسرا درجہ جو پہلے سے اعلیٰ ہے وہ ایسا ہے جیسا کہ ناسمجھ بچہ کا اپنی ماں کی طرف کہ وہ ہر بات میں اسی کو پکارتا ہے، اور جب کوئی گھبراہٹ یا تکلیف کی بات اس کو پیش آتی ہے، تو سب سے پہلے اس کے منہ سے اماں نکلتا ہے، ان ہی دونوں کی طرف حضرت سہلؒ نے اشارہ کیا ہے: جب کہ ان سے کسی نے پوچھا: کہ توکل کا ادنیٰ درجہ کیا ہے؟ فرمایا کہ امیدوں کا ختم کر دینا، پھر سائل نے پوچھا کہ: درمیانی درجہ کیا ہے؟ فرمایا کہ اختیار کا چھوڑ دینا، پھر سائل نے پوچھا کہ: اعلیٰ درجہ کیا ہے؟ فرمایا کہ اس کو وہ پہچان سکتا ہے جو دوسرے پر پہنچ جائے۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ: تیسرا درجہ جو سب سے اعلیٰ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کے ساتھ ایسا ہو جائے جیسا کہ مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں، اس کی اپنی کوئی حرکت رہتی ہی نہیں، اسی درجہ پر پہنچ کر اللہ جل شانہ سے مانگنے کا بھی محتاج نہیں رہتا وہ خود ہی بلا طلب اس کی ضروریات کا تکفل کرتا ہے، جیسا کہ نہلانے والا خود ہی میت کی ضروریات غسل کو پورا کرتا ہے۔ (احیاء)

اس پر یہ اشکال کہ: حضور اقدس ﷺ کا عام طریق، اسباب کے اختیار کا تھا صحیح ہے؛ لیکن حق یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے شایان شان وہی حالت تھی جس کو حضور اقدس ﷺ نے اختیار فرمایا، اگر حضور اقدس ﷺ کے حالات ان واقعات کی نوعیت کے ہوتے تو امت بڑے سخت ابتلاء میں پڑ جاتی حضور اقدس ﷺ کو امت پر شفقت کی وجہ سے اس کا بہت اہتمام تھا کہ: ایسی چیز اختیار نہ فرماتے جس میں امت کو مشقت ہو، حضرت

www.besturdubooks.net

عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: حضور اقدس ﷺ چاشت کی نماز نہ پڑھتے تھے، اور میں پڑھتی ہوں، بیشک حضور اقدس ﷺ بعض عمل باوجود یہ کہ حضور اقدس ﷺ کی خواہش اس کے کرنے کی ہوتی تھی اس خوف سے چھوڑ دیتے تھے کہ کہیں امت پر فرض نہ ہوجائے۔(۱)

حضرت عائشہؓ کے اس ارشاد کا مطلب کہ: حضور اقدس ﷺ نہیں پڑھتے تھے اور میں پڑھتی ہوں، اہتمام اور دوام ہے کہ: جس شدت اہتمام سے حضرت عائشہؓ پڑھتی تھیں۔ حضور اقدس ﷺ اتنے اہتمام سے نہ پڑھتے تھے، ورنہ بیسیوں روایات میں حضور اقدس ﷺ کا چاشت کی نماز پڑھنا وارد ہے، اور یقیناً حضور اقدس ﷺ اگر اتنے شدید اہتمام سے پڑھتے تو یہی چیز اس کو واجب بنا دیتی، تراویح کے بارے میں بڑی کثرت سے روایات میں وارد ہوا ہے، حضور اقدس ﷺ نے چند راتیں پڑھیں اور پھر چھوڑ دی صحابہؓ کو اس کا اشتیاق اتنا بڑھا کہ جب چند راتوں کے بعد حضور اقدس ﷺ اپنے خیمہ سے باہر تشریف نہیں لائے تو صحابہ کرامؓ کو یہ خیال ہوا کہ شاید آنکھ لگ گئی؟ اس لئے ایسی چیزیں اختیار کیں جن سے بغیر جگائے آنکھ کھل جائے، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: میں تمہاری حرکتیں دیکھتا رہا، اور میں بحمد اللہ تعالیٰ اس رات میں بھی غافل نہ تھا؛ لیکن مجھے اس کے سوا اور کوئی چیز نکلنے سے مانع نہ ہوئی کہ میں اس سے ڈرا کہ تم پر فرض نہ ہوجائے، اگر تم پر فرض ہوجاتی تو اس کا نباہنا تمہیں مشکل ہوجاتا۔(۲)

صاحب روض لکھتے ہیں کہ: جلب منفعت اور دفع مضرت کے اسباب کا اختیار کرنا ہی طریقہ جمہور انبیا علیہم الصلوۃ والسلام، اور جمہور اولیاء کا ہے؛ لیکن اس سے ان اولیاء کرام پر جو مضرتوں سے نہ بچتے تھے اور اپنے لئے اسباب اختیار نہ فرماتے تھے، اعتراض نہیں ہوسکتا اس لئے کہ: حضور اقدس ﷺ شریعت مطہرہ پر چلانے والے تھے، اس لئے

---

(۱) رواه ابودا ود: باب صلاة الضحى، حديث:۱۲۹۵، بخاري: باب تحريض النبي صلى الله عليه وسلم، حديث:۱۰۷۶۔

(۲) رواه ابو دود: باب في قيام شهر رمضان: حديث:۱۳۷۳، مسلم: باب الترغيب في قيام رمضان، حدیث:۷۶۱۔

www.besturdubooks.net

ایسے سہل راستے پر چلاتے تھے جس پر عوام وخواص سب چل سکیں، اور اگر قافلوں کا چلا نے والا کسی ایسے مشکل راستہ پر قافلہ کو لیجائے جس پر وہ خود اپنی قوت کی وجہ سے چل سکتا ہو؛ لیکن قافلہ کی اکثریت اس راستہ کی متحمل نہ ہوتو وہ قافلہ والوں کے اوپر مہربان شمار نہ ہوگا۔

تیسری بات جو ان واقعات میں قابل لحاظ ہے، وہ بھی حقیقت میں پہلی ہی بات پر متفرع ہے، وہ یہ ہے کہ: بعض واقعات میں ایسی شدت ملتی ہے جو سرسری نظر میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے، اور بظاہر یہ ناجائز معلوم ہوتا ہے، اس کے متعلق یہ بات ضرور سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ واقعات بمنزلہ دوا کے ہیں، اور دوا میں طبیب حاذق بسا اوقات سنکھیا بھی استعمال کرایا کرتا ہے؛ لیکن اس کا استعمال طبیب کی رائے کے موافق ہوتو مناسب ہے، بلکہ بسا اوقات ضروری لیکن بدون اس کے مشورہ کے ناجائز اور موجب ہلاکت ہے، اسی طرح ان واقعات میں جن حاذق، طبیبوں نے ان دواؤں کا استعمال کیا ہے، ان پر اعتراض اپنی نادانی اور فن سے ناواقفیت پر مبنی ہے، لیکن جو خود طبیب نہ ہو اور اس کو کسی طبیب کا مشورہ حاصل نہ ہو اس کو ایسے امور جو شریعت مطہرہ کے خلاف معلوم ہوتے ہوں اختیار کرنا جائز نہیں ہے، البتہ فن کے ائمہ پر اور قواعد سے واقف لوگوں پر اعتراض میں جلدی کرنا، بالخصوص ایسے لوگوں کی طرف سے جو خود واقفیت نہ رکھتے ہوں غلط چیز ہے، اور ہلاکت میں اپنے آپ کو ڈالنا ہر حال میں جائز نہیں ہے، اگر دینی مصلحت اس کی متقاضی ہوتو پھر مباح سے بھی آگے بڑھ جاتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ: اللہ جلّ شانہ دو شخصوں پر بڑا تعجب فرماتے ہیں یعنی اس سے بہت راضی ہوتے ہیں، ایک وہ شخص ہے جو نرم نرم بستر پر لحاف کے اندر محبوبہ بیوی کے ساتھ لیٹا ہو اور ایک دم بشاشت کے ساتھ وہاں سے اٹھکر نماز کے لئے کھڑا ہو جائے حق تعالیٰ شانہ فرشتوں کے سامنے اس شخص پر تفاخر فرماتے ہیں، دوسرا وہ شخص جو ایک لشکر کے ساتھ ملکر جہاد میں شرکت کر رہا ہو اور وہ لشکر شکست کھا کر بھاگنے لگے اور اس میں سے کوئی شخص بھاگنے میں اللہ جل شانہ کا خوف کرے اور تن تنہا واپس ہوکر مقابلہ کرے حتی کہ شہید ہو جا

www.besturdubooks.net

ئے حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ دیکھو میرا یہ بندہ میرے انعامات میں رغبت اور میری ناراضی کے خوف سے لوٹا حتی کہ اس کا خون بھی بہادیا گیا۔(۱)

اب یہ شخص جو تنہا لوٹا ہے، ظاہر ہے کہ مرنے ہی کے واسطے لوٹا ہے کہ جب پورا لشکر شکست کھا کر بھاگنے لگا تو اس میں ایک آدمی کیا کر سکتا ہے؟ اس کے باوجود حق تعالیٰ شانہ اس پر تفاخر فرماتے ہیں۔

کوکب کتاب ۳/۷۸ میں لکھا ہے کہ توکل کے مختلف اقسام ہیں، ایک توکل وہ ہے جو نص صریح کے خلاف ہو جیسے کوئی آدمی توکل کر کے زہر پی لے یا پہاڑ سے کود پڑے یا بالکل کھانا ہی چھوڑ دے اور اس کو ان امور میں سے کسی کی طاقت نہ ہو تو ایسا توکل ارشادِ خداوندی " وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ" کے خلاف ہے اور یہ حرام ہے، اور توکل کی دوسری صورت یہ ہے کہ: آدمی ایسی چیز کو ترک کر دے جس کی افادیت مظنون ہو جیسے مریضوں کا دوا پینا اور یہ توکل کا اعلیٰ درجہ ہے اور تیسری قسم یہ ہے کہ: ایسی چیز کو چھوڑ کر توکل کرے جس کی افادیت کا ظن غالب نہ ہو، جیسے جھاڑ پھونک کو چھوڑ دینا اور یہ توکل کا سب سے آخری درجہ ہے، دوسری جگہ (صفحہ نمبر ۳/۴۰۳) کوکب ہی میں مشہور حدیث " اِعْقِلْهَا وَ تَوَكَّلْ " کے ذیل میں ارشاد فرماتے ہیں:

> "معلوم ہوا کہ توکل کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ: اسباب کو اختیار کیا جائے اور اس پر اعتماد نہ کیا جائے، اور پھر یہ ہے کہ اسباب کو سرے سے اختیار ہی نہ کیا جائے"

ہمارے حضرت شیخ المشائخ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے درّ ثمین میں تحریر فرمایا ہے کہ: میں نے ایک دفعہ حضور اقدس ﷺ سے روحانی سوال کیا کہ اسباب کے اختیار کرنے میں اور اس کے چھوڑنے میں افضل چیز کونسی ہے؟ تو مجھ پر حضور ﷺ کا ایک روحانی فیض ہوا جس کی وجہ سے میرا قلب اسباب اور اولاد وغیرہ کی طرف سے بالکل سرد پڑ گیا، اس کے تھوڑی دیر بعد یہ حالت زائل ہوئی تو میں نے اپنی طبیعت کو اسباب کی طرف مائل پایا

(۱) صحیح ابن حبان: باب النوافل، حدیث: ۲۵۵۸، شعیب الأرنوط نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

اور اپنی روح کو اسباب سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کو سونپ دینے کی طرف مائل پایا۔(فضائل حج) کسی نے کیا خوب کہا:

از دروں شو آشنا وز بر وں بیگا نہ شو
ایں چنیں زیبا روش کمتر بود اندر جہا ں

اندر سے تو آشنا اور باہر سے اجنبی بنا ہوا ہوا ایسا بہتر طریقہ دنیا میں بہت کم ہوتا ہے

ہمارے اکابر دیو بند کا طرز دونوں ہی قسم کا رہا ہے،ایک رائے پوری طرز تھا کہ حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ کے یہاں اسباب کا سلسلہ شروع ہی سے نہیں رہا، اور دوسرا طرز بقیہ حضرات کا رہا کہ ابتداء میں اسباب کے ساتھ تلبس رہا اخیر میں ترک اسباب ہو گیا، ہمارے حضرت سید الطائفہ حاجی امداد اللہ صاحبؒ کا حال تو معلوم نہیں مگر حضرت گنگوہیؒ نے ابتداء میں ملازمت بھی کی جس کے متعلق تذکرۃ الرشید (صفحہ ۵۵) میں لکھا ہے کہ ابتداء میں ملازمتوں کی پیشکش ہوئی اور ایک جگہ سے قرآن پاک کے ترجمہ کے لئے سات روپے کی ملازمت آئی حضرت نے اعلیٰ حضرت حاجی صاحبؒ سے اجازت مانگی، اعلیٰ حضرت نے منع فرما دیا: اور فرمایا کہ اس سے زائد کی آئے گی، حضرت نے اس کو انکار کر دیا، چند ہی دن گزرے تھے کہ سہارنپور کے مشہور رئیس نواب شائستہ خان نے اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے دس روپے ماہوار پر آپ کو بلایا، وہاں آپ نے چھ ماہ تک نوکری کی اس کے بعد حضرت کا تجارت کتب کرنا تو معلوم نہیں ہوا، مگر ہدایت الشیعہ کے شروع میں حضرت نے جو عبارت لکھی ہے وہ یہ ہے۔

بندہ عاجز نابود ابو محمود کتب فروش عفا عنہ الرب المعبود کہ کچھ چنداں علم نہیں رکھتا مگر صحبت علماء اہل حق سے بہرہ ور رہا ہے اور مکاید اہل باطل وشیعہ سے بخوبی واقف ہوا۔

اسی طرح متعدد کتابوں کی تقریضوں میں اپنے آپ کو کتب فروش لکھا ہے، مستقل تجارت کرنا حضرت کا مجھے نہیں معلوم مگر میرے والد صاحب حضرت کے خادم خاص اور کاتب کتابوں کی تجارت کرتے تھے، اور غالبا اس میں حضرت گنگوہیؒ کا بھی کچھ حصہ رہا ہوگا۔

www.besturdubooks.net

اعلیٰ حضرت نانوتویؒ نے ابتداء میں مطبع احمدی میرٹھ میں ملازمت کی جوان کے استاذ مولانا احمد علی صاحبؒ نے قائم کیا تھا، اس میں تصحیح کتب کی ملازمت کی اور اسی اثناء میں دارالعلوم کی بنیاد پڑ گئی آپ اس کی خبر گیری کرتے رہے، اور پھر دارالعلوم کے کاموں میں ایسے مشغول ہوگئے کہ میرٹھ کا کام چھوٹ گیا مگر دارالعلوم سے کبھی تنخواہ نہیں لی جیسا کہ سوانح قاسمی (صفحہ ۱۵۳۶ میں ہے اس کے بعد حضرت سہارنپوری حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت تھانویؒ نے ابتداء میں مدرسی کی اور پھر اخیر میں سب نے چھوڑ دی۔

حضرت مدنیؒ گو اخیر تک تنخواہ لیتے رہے، مگر حضرت کا دسترخوان اس قدر وسیع تھا، اور خفیہ داد ودہش بھی اس قدر وسیع تھی کہ تنخواہ بالا بالا ہی نمٹ جاتی تھی۔ میرے چچا جان مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے ابتداءً سہارنپور میں ملازمت کی اور اس کے بعد دہلی چلے گئے، ایک دفعہ مجھ سے فرمایا کہ کئی دفعہ تجارت شروع کر چکا ہوں اور میوات والوں کے ساتھ کئی دفعہ بکریاں خرید چکا ہوں مگر سو ہونے سے پہلے پہلے مر جاتی ہیں، مجبوراً چھوڑ دیا۔

خود سید الکونین ﷺ نے بھی چند قیراطوں پر مکہ والوں کی بکریاں چرائی تھیں اور نبوت سے پہلے حضرت خدیجہؓ کے مال میں تجارت بھی کی؛ لیکن نبوت کے بعد نہیں کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں دس برس تک اجرت پر چرائیں جیسا کہ درمنثور (صفحہ ۱۲۴ ۵) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: کسی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ اور دس برس میں سے کونسی مدت پوری کی تو آپ نے جواب دیا جو زیادہ اچھی اور زیادہ پوری یعنی دس سال تھی۔

کمائی کے ذرائع اور ان میں افضل کا بیان

کمائی کے ذرائع اور ان میں جو افضل ہے، اس کی تعیین میں سلف میں اختلاف ہے، حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک تجارت افضل ہے، اور ابوالحسن ماوردی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ زراعت افضل ہے، امام نوویؒ کی رائے یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے کمانا افضل ہے

www.besturdubooks.net

اوراس میں زراعت کو بھی شامل کیا ہے۔صاحب بحر فرماتے ہیں کہ ہمارے فقہاء (احناف) کے نزدیک جہاد کے بعد کمائی کا سب سے افضل طریقہ تجارت ہے پھر زراعت ہے پھر صنعت وحرفت ہے۔میرے نزدیک کمائی کے ذرائع تین ہیں،تجارت، زراعت اوراجارہ،اور ہرایک کے فضائل میں بہت کثرت سے احادیث ہیں،بعض حضرات نے صنعت وحرفت کو بھی اس میں شامل کیا ہے جیسا کہ اوپر گزرا۔میرے نزدیک وہ ذرائع کمائی میں نہیں،اسباب آمدنی میں ہیں،اورآمدنی کے اسباب بہت سے ہیں، ہبہ ہے، میراث ہے،صدقہ ہے وغیرہ وغیرہ جنہوں نے اس کوکمائی کے اسباب میں شمار کیا میرے نزدیک صحیح نہیں،اس لئے کہ نرا صنعت وحرفت کمائی نہیں ہے؛ کیونکہ اگر ایک شخص کو جوتے بنانے آتے ہیں یا جوتے بنانے کا پیشہ کرتا ہے وہ جوتے بنا بنا کرکوٹھی بھرلے اس سے کیا آمدنی ہوگی؟ یا تو اس کو بیچے گا یاکسی کا نوکر ہوکراس کا بنائے یہ دونوں طریقے تجارت یا اجارہ میں آگئے اوراس سے زیادہ قبیح جہادکوکمائی کے اسباب میں شمار کرنا ہے اس لئے کہ جہادمیں اگر کمائی کی نیت ہوگئی تو جہاد ہی باطل ہوگیا،حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کوئی جہاد کے لئے نکلتا ہے اوراس کے ساتھ دنیوی مال ومنال کا بھی طالب ہوتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کوکوئی اجر نہیں ملے گا۔(۱)

ایک اورحدیث میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ ایک آدمی غنیمت کی نیت سے جہاد کرتا ہے دوسرا شہرت کے لئے، جہاد کرتا ہے تیسرا اپنی بہادری دکھانے کے لئے کون شخص واقعی مجاہد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جہاد کرے وہی حقیقی مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔(۲)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ

---

(۱) ابوداؤد: باب فیمن یغزوا ویلتمس الدنیا، حدیث:۲۵۱۶

(۲) ابوداؤد: باب من قاتل لتکون کلمة الله هی العلیا، حدیث:۲۵۱۷،البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

اس شخص کے بارے میں آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں جو شہرت اور غنیمت کے لئے جہاد کرتا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کو کوئی نفع نہیں، سائل نے تین دفعہ پوچھا اور حضور ﷺ بھی یہی فرماتے رہے کہ اس کو کوئی نفع نہیں، پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صرف اسی عمل کو قبول کرتا ہے جو بالکل خالص ہو اور صرف اسی کی خوشنودی کے لئے کیا گیا ہو۔(۱)

میں پہلے لکھ چکا کہ میرے نزدیک تجارت افضل ہے وہ بحیثیت پیشہ کے ہے اس لئے کہ تجارت میں آدمی اپنے اوقات کا مالک ہوتا ہے، تعلیم وتعلم، تبلیغ، افتاء وغیرہ کی خدمت بھی کرسکتا ہے، لہٰذا اگر اجارہ دینی کاموں کے لئے ہو تو وہ تجارت سے بھی افضل ہے اس لئے کہ وہ واقعی دین کا کام ہے، مگر شرط یہ ہے کہ وہی کام مقصود ہو اور تنخواہ بدرجہ مجبوری ہے میرے اکابر دیوبند کا زیادہ معاملہ اسی کا رہا، اور اس کا مدار اس پر ہے کہ کام کو اصل سمجھے اور تنخواہ کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ اسی لئے کسی جگہ پر اگر کوئی دینی کام کر رہا ہو، تدریس، افتاء کا وغیرہ وغیرہ اور اس سے زیادہ کسی دوسرے مدرسہ میں زیادہ تنخواہ ملے تو پہلی جگہ کو محض کثرت تنخواہ کی وجہ سے نہ چھوڑے، میں نے اپنے جملہ اکابر کا یہ معمول بہت اہتمام سے ہمیشہ دیکھا جس کو آپ بیتی: ۶/۱۵۵ میں لکھوا چکا ہوں کہ انہوں نے اپنی تنخواہوں کو ہمیشہ اپنی حیثیت سے زیادہ سمجھا۔ حضرت اقدس سیدی حضرت سہارنپوری اور حضرت شیخ الہندؒ کے متعلق لکھوا چکا ہوں، میرے حضرت کی آخری تنخواہ مظاہر علوم میں چالیس تھی اور حضرت شیخ الہند کی آخری تنخواہ دارالعلوم میں پچاس روپے تھی، ان دونوں کے متعلق جب بھی ممبران اور سرپرستان کی طرف سے ترقی تجویز ہوئی تو دونوں حضرات اپنی اپنی جگہ یہ کہہ کر ترقی سے انکار کردیا کرتے تھے کہ: ہماری حیثیت سے یہ بھی زیادہ ہے، دونوں مدرسوں میں جب مدرس دوم کی تنخواہیں ان کی تنخواہ کے برابر پہنچ گئیں تو ممبران نے یہ کہہ کر کہ اب ماتحت مدرسوں کی تنخواہیں، صدر مدرس کی تنخواہ سے زیادہ نہیں ہوسکتیں، آپ کے انکار سے ان کی ترقیات رک جاویں گی، اس پر مجبوراً ہر دو اکابر نے اپنی اپنی ترقی قبول کی۔

---

(۱) نسائی: من غزا یلتمس الأجر والذکر، حدیث: ۳۱۴۰۔

www.besturdubooks.net

میرے مرشد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ جب ایک سالہ قیام حجاز کے بعد آخر ۱۳۳۴ھ ہجری میں مظاہر علوم واپس تشریف لائے تو میرے والد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نور اللہ مرقدہ کا شروع ذیقعدہ میں انتقال ہو چکا تھا، اور حضرت کو اطلاعی تاریخ بمبئی میں مل چکی تھی، حضرت نے مدرسہ سے تنخواہ لینے سے یہ تحریر فرما کر انکار فرما دیا تھا کہ میں اپنے ضعف وپیری کی وجہ سے کئی سال سے مدرسہ کا کام پورا نہیں کرسکتا؛ لیکن اب تک مولانا محمد یحییٰ صاحب میری نیابت میں دورہ کے اسباق پڑھاتے تھے، اور تنخواہ نہیں لیتے تھے، وہ میرا ہی کام سمجھ کر کرتے تھے، اور میں اور وہ دونوں ملکر ایک مدرس سے زیادہ کام کرتے تھے، اور اب چونکہ ان کا انتقال ہو چکا ہے، اور میں مدرسہ کی تعلیم کا پورا کام بخوبی نہیں کرسکتا اس لئے قبول تنخواہ سے معذور ہوں، اس پر حضرت اقدس شاہ عبد الرحیم صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہ سے بڑی طویل تحریرات ہوئیں۔ حضرت رائے پوری نے لکھا کہ آپ کے وجود کی مدرسہ کو سخت ضرورت ہے، آپ کے وجود سے مدرسہ کا سارا نظام باحسن وجوہ قائم ہے، اس لئے آپ کو مدرسہ اب تعلیم کی تنخواہ نہیں دے گا، مدرسہ ناظم مدرسہ کی تنخواہ دیگا، حضرت کے مدرسہ میں تشریف نہ رکھنے سے مدرسہ کا سخت نقصان ہے، حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے حضرت رائپوری کی تائید فرمائی اس وقت حضرت شیخ الہندؒ مالٹا میں تھے، تینوں حضرات سرپرست تھے۔

حضرت نانوتویؒ کے متعلق آپ بیتی ۲/۱۰۹ پر لکھوا چکا ہوں کہ: ایک رئیس مولوی اسماعیل جو علیگڑھ کے رئیس تھے، ان کو حدیث پڑھنے کا شوق ہوا تو حضرت نانوتوی کی خدمت میں لکھا کہ کسی عالم کو جو حضرت کے نزدیک قابل اعتماد ہو علیگڑھ بھیج دیا جائے؛ تا کہ میں ان سے حدیث پڑھوں جواب میں مولانا نے تحریر فرمایا کہ کسی اور عالم کو فرصت کہاں جو آپ کے پاس جانے پر راضی ہو سکے؛ البتہ ایک بیکار خود یہ فقیر ہے حکم ہو تو بندہ ہی حاضر ہو کر آپ کی خدمت کی سعادت حاصل کرے، مولوی اسماعیل کے لئے تو یہ نوید جانفزا تھی کہ خود حضرت نانوتوی پڑھانے پر آمادہ ہو گئے ہیں، کہتے ہیں کہ صرف ان کو پڑھانے کے لئے حضرت نے علی گڑھ میں قیام فرمایا اور مولوی اسماعیل جو کتابیں پڑھنا

www.besturdubooks.net

چاہتے تھے ان کو پڑھا کر آپ علی گڑھ سے واپس تشریف لے گئے، نواب صاحب اس قصہ کے ساتھ تنخواہ کی کمی بیشی کا بھی ذکر کرتے تھے تنخواہ کا مسئلہ جب پیش ہوا تو مولوی اسماعیل نے دست بستہ عرض کیا کہ حضرت والا جو فرماویں گے وہی رقم خدمت میں پیش کی جائیگی۔ حضرت نے جواب میں فرمایا کہ جب تک میں تمہارے یہاں ہوں ماہوار پندرہ روپے مجھے دیدینا تا کہ گھر بھیجدوں اس قلیل رقم کو سن کر مولوی اسماعیل شرمندہ تھے؛ لیکن چونکہ بات پہلے ہی طے ہو چکی تھی کہ مسئلہ بجائے تمہارے فیصلہ کے میری رائے کے تابع رہے گا، اس لئے خاموش ہو گئے کئی مہینے حسب وعدہ پندرہ کی رقم پیش کرتے رہے، اسی عرصہ میں مولوی اسماعیل صاحب ایک دن جب پڑھنے کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت مولانا نے فرمایا کہ میاں اسماعیل جو رقم اب تک تم دیتے تھے اس پر نظر ثانی کی ضرورت پیش آ گئی وہ خوش ہوے کہ شاید کچھ اضافہ کی منظوری عطا فرمائی جائے گی؛ لیکن جب ان سے حضرت نے یہ فرمایا کہ بھائی پندرہ جو تم دیتے تھے ان میں دس تو میں اپنے گھر کے لوگوں کو دیا کرتا تھا، اور پانچ روپے والدہ کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا کل خط آیا ہے کہ والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا ہے، اس لے اس پانچ روپے کی ضرورت اب باقی نہیں رہی اس لئے آئندہ بجائے پندرہ کے دس روپے دیا کرنا۔ مولوی اسماعیل یہ سن کر حیران تھے کہتے جاتے تھے کہ حضرت مجھ پر کوئی بار نہیں؛ لیکن حضرت کی طرف سے اصرار تھا کہ غیر ضروری روپے کا بار اپنے سر کیوں لوں آخر بات دس ہی روپے والی طے ہو گئی؛ لیکن قاری طیب صاحب نے جنہوں نے یہ قصہ براہ راست نواب صدر یار جنگ سے سنا ہے ان کو اس قصہ کے آخری جزء کے متعلق اشتباہ ہے۔ حضرت قاری صاحب فرماتے ہیں کہ تصحیح کتب کے سوا درس و تدریس پر کبھی معاوضہ نہیں لیا اس پر تمام اکابر دیوبند کا اتفاق ہے۔

آپ بیتی ۱۰۹۶/۶ میں ارواح ثلثہ سے نقل کیا ہے کہ مولوی امیر الدین نے فرمایا کہ ایک مرتبہ بھوپال سے مولانا (حضرت مولانا محمد قاسم صاحب) نانوتوی کی طلبی آئی اور پانچ سو روپے ماہواری تنخواہ مقرر کی میں نے کہا کہ ابے قاسم؟ تو چلا کیوں نہیں

www.besturdubooks.net

جاتا تو فرمایا کہ وہ مجھے صاحب کمال سمجھ کر بلاتے ہیں اوراس بناپر وہ پانچ سوروپے دیتے ہیں مگر میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا پھر کس بنا پر جاؤں؟ میں نے بہت اصرار کیا مگر نہیں مانا انتہیٰ۔

درحقیقت میرے اکابر کے بہت سے واقعات اس کی تائید میں ہیں کہ: تنخواہ کو وہ کبھی اصل یا معتد بہ چیز نہیں سمجھتے تھے، جیسا میں نے اوپر لکھا اور تنخواہ کو محض عطیہ الٰہی سمجھتے تھے جو ہم لوگوں میں بالکل مفقود ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی بنا پر میں نے اجارہ تعلیم کو سب انواع سے افضل لکھا؛ لیکن ابوداود شریف کی ایک حدیث سے اشکال ہے، حضرت عبادة بن الصامتؓ نے فرمایا کہ میں نے اہل صفہ کے چند آدمیوں کو قرآن پڑھایا تو ان میں سے ایک آدمی نے مجھے ایک کمان ہدیہ میں دی تو میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ یہ کوئی مال نہیں ہے، اور اس سے میں جہاد میں تیر پھینکوں گا (پھر بھی مجھے خیال ہوا کہ) میں حضور اقدس ﷺ سے پوچھ لوں؟ میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ ایک آدمی نے جس کو میں قرآن پڑھایا کرتا تھا ہدیہ میں ایک کمان دی ہے، اور یہ مال ہے نہیں (کہ اجرت علی التعلیم میں آسکے) اور اس سے جہاد میں تیر پھینکوں گا، اس پر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اگر تجھے یہ پسند ہے کہ آگ کا طوق پہنو تو قبول کرلو: "تُحِبُّ أَنْ تُطَوَّقَ طَوْقًا مِنْ نَارٍ فَاقْبَلْهَا"(۱)

اس حدیث کی بناء پر ائمہ میں تعلیم پر اجرت لینے میں اختلاف ہو گیا امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک تعلیم پر اجرت لینی جائز نہیں، اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے، امام احمد بن حنبلؒ کے دو قول ہیں ایک امام شافعیؒ کے ساتھ جواز کا اور دوسرا امام مالکؒ و امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ عدم جواز کا متأخرین حنفیہ نے بضرورت تعلیم جواز کا فتویٰ دیا ہے، جواز والوں کی دلیل حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں ایک عورت نے اپنے آپ کو پیش کیا، حضور ﷺ نے سکوت کیا اور جب

---

(۱) ابو داؤد: باب في كسب المعلم، حدیث نمبر: ۳۴۱۶، محقق شعیب الارنؤ ط فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

www.besturdubooks.net

دیر ہوگئی اور وہ عورت کھڑی رہی تو ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ کو رغبت نہیں ہے تو میرا نکاح ان سے کر دیجئے، حضور اقدس ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تمہارے پاس مہر میں دینے کے لئے کوئی چیز ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس تہبند کے سوا اور کچھ نہیں تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اپنی تہبند تو اس کو دے دیگا، تو بغیر ازار کے رہے گا؟ لہٰذا کوئی اور چیز مہر میں دینے کے لئے تلاش کرو، اس صحابی نے عرض کیا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ تلاش کرو چاہے لوہے کی ایک انگوٹھی ہی ہو اس صحابی رضی اللہ عنہ نے تلاش کیا مگر کچھ نہ ملا۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں کچھ قرآن یاد ہے؟ اس صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جی ہاں: فلاں فلاں سورۃ (اور چند سورتیں گنوائیں) تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تجھ سے اس کا نکاح کیا بسبب اس قرآن کے جو تجھے یاد ہے: "قَدْ زَوَّجْتُكُمَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ" (۱)

درمنثور کی ایک حدیث میں نقل کیا ہے جس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: میں نے تجھ سے اس کا نکاح کیا اس شرط پر کہ جو قرآن تجھے یاد ہے اس کو تو سکھا دے، اور مشکوٰۃ شریف: ۲۵۸ میں فاتحۃ الکتاب سے جھاڑ نے پر اجرت کے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جس نے باطل جھاڑ پھونک پر کھایا اس نے برا کیا تم نے تو حق جھاڑ پھونک پر کھایا، ایک دوسری حدیث میں اسی قصہ میں آیا ہے کہ سب سے زیادہ مستحق اجرت کتاب اللہ کی ہے۔ (۲) اس کے حاشیہ میں لمعات میں نقل کیا ہے۔ اس میں دلیل ہے اس بات پر کہ قرآن سے جھاڑ پھونک کرنا اور اس پر اجرت لینا جائز ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں اور یہی حکم قرآن کے پڑھانے پر اور کتابت پر اجرت لینے کا ہے، اگرچہ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ (۳)

---

(۱) بخاری: باب تزویج المعسر، حدیث: ۴۷۹۹، ابوداؤد، باب فی التزویج علی العمل یعمل، حدیث: ۲۱۱۳، ، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔

(۲) بخاری: باب الشرط فی الرقیة بقطیع من الغنم، حدیث: ۵۴۰۵۔

(۳) حاشیہ مشکوٰۃ/۲۵۸

www.besturdubooks.net

اس مسئلہ کی پوری بحث بذل المجہود کتاب الاجارہ کتاب النکاح اور کتاب الطب میں ہے اور اوجز المسالک کتاب النکاح میں بھی بہت طویل بحث کی گئی ہے جو علماء سے تعلق رکھتی ہے لامع الدراری جلد ثانی کتاب الاجارات میں بھی اس کی بہت تفصیل ہے۔

بندہ کی یہ رائے ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں توکل اور زہد بہت بڑھا ہوا تھا جس کی کچھ مثالیں پہلے گزر چکیں، دینداروں میں عطایا کا اور بیت المال کا سلسلہ بھی چل رہا تھا اس لئے اس زمانہ میں اجرت کی ممانعت سے کچھ نقصان نہیں تھا، متاخرین کے زمانہ میں بیت المال کا سلسلہ نہیں رہا، اور لوگوں میں علی العموم زہد وتوکل بھی مفقود ہوگیا، اس لئے بغیر اجرت کے دینی کام کا کرنا بہت مشکل ہوگیا چنانچہ مجموعہ رسائل ابن عابدین کے ساتویں رسالہ شفاء العلیل میں میرے اس خیال کی تائید ملتی ہے، چنانچہ محمد بن الفضل نے فرمایا کہ متقدمین نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو اس وجہ سے برا سمجھا کہ اس زمانہ میں بیت المال سے عطایا ملتے تھے اور لوگوں کی رغبت بھی دینی امور میں ہوتی تھی اور اب ہمارے زمانہ میں یہ بات نہیں رہی۔

بلکہ میرا تو کئی سال سے یہ معمول ہے کہ اہل مدارس کو مشورہ دیتا ہوں کہ بغیر تنخواہ کے مدرس نہ رکھا جائے اور اپنا ذاتی تجربہ اپنے مدرسہ کا یہ ہے کہ ابتداء میں میں نے مظاہر علوم میں معین المدرسی کا دورہ شروع کیا تھا جس کو ایک دو سبق پڑھائے پھر بقیہ اوقات میں اپنا کوئی تجارتی کام کرنے کا مشورہ دیتا تھا مگر ایک ہی سال بعد ان کی توجہ پڑھانے کی طرف کم ہوگئی اور تجارتی کام میں لگ گئے اور شدہ شدہ دینی کام چھوٹ گیا اور بے تنخواہ مدرس جس بے توجہی سے کام کے ساتھ ساتھ کچھ تجارت وغیرہ بھی کرتے تھے تو ان پر ہمیں اپنے آپ کو قیاس نہیں کرنا چاہئے ان کا توکل اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ بقدر ضرورت دنیا میں مشغول ہونا ان کو دینی کام سے ہٹا کر دنیا میں منہمک نہیں کر دیتا تھا بلکہ وہ تجارت کو دینی تعلیم کے تابع رکھتے تھے اور محض رزق کفاف کے لئے تجارت کرتے تھے، لیکن اس زمانہ کا حال یہ ہے کہ اگر دینی تعلیم وتدریس کے ساتھ تجارت وغیرہ کمائی

www.besturdubooks.net

کے ذرائع بھی شروع کردیئے جائیں تو اپنی دینی کمزوری اور توکل کی کمی کی وجہ سے ساری توجہ دنیا کی طرف ہو جاتی ہے اور تعلیم وتدریس سے طبیعت بالکل علیحدہ ہو جاتی ہے، اسی تجربہ تلخ کی وجہ سے میں نے ہمیشہ مدارس میں صنعت وحرفت کو داخل کرنے سے اختلاف کیا کہ جو کچھ دل یا بیدلی سے یہ طلبہ ومدرسین تعلیمی کام کر رہے ہیں صنعت وحرفت کے آجانے کے بعد بالکل ہی ہاتھ سے جاتے رہیں گے اسی لئے مولانا رومؒ نے فرمایا ہے:

''کار پاکاں را قیاس از خود مگیر، گرچہ باشد در نوشتن شیر وشیر''

جب تک آدمی ان حضرات کے برابر زہد وتوکل حاصل نہ کرلے محض اوپر سے دیکھ کر ان کے کاموں کو نہ اختیار کرے ہاں جب اس مرتبہ تک پہنچ جائے اور اپنے اوپر اتنا اعتماد ہو جائے کہ دونوں کاموں کو نباہ سکے تو یہ یقیناً بہتر ہے، اسی واسطے ہمارے اکابر کا یہی دستور رہا ہے؛ چنانچہ حضرت گنگوہیؒ نے ابتداء میں سہارنپور میں دس روپے تنخواہ پر بچوں کو پڑھانے کے لئے ملازمت کی اور حضرت نانوتویؒ کے متعلق بھی گزر چکا کہ کچھ دنوں حدیث پڑھانے پر اور تصحیح کتب پر تنخواہ لی اور حضرت تھانویؒ کا قصہ مشہور ہے، ابتداء میں کانپور میں ملازمت کی اور بعد میں حضرت گنگوہیؒ سے خط وکتابت سے مشورہ کیا کہ میں ملازمت چھوڑنا چاہتا ہوں حضرت تھانویؒ نے تین مرتبہ حضرت گنگوہیؒ کو خطوط لکھے اور حضرت گنگوہیؒ نے تینوں دفعہ ملازمت چھوڑنے کی ممانعت فرمائی اور چوتھی دفعہ حضرت تھانویؒ نے ملازمت چھوڑ کر تھانہ بھون آکر خط لکھا کہ حضرت میں ملازمت چھوڑ کر آگیا تو حضرت گنگوہیؒ نے بہت اظہار مسرت کیا اور بہت دعائیں دیں اور تحریر فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ روزی سے پریشان نہیں ہوگے، میرے والد صاحب چونکہ حضرت گنگوہیؒ کے خطوط لکھا کرتے تھے، حضرت سے عرض کیا کہ تین دفعہ انہوں نے اجازت مانگی اور آپ نے منع کردیا اور اب ملازمت چھوڑنے پر دعائیں؟ تو حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ مشورہ وہ کیا کرتا ہے جس کے دل میں ڈگڑگا ہو اور جب پختہ ہو جائے تو مشورہ نہیں کرتا۔

www.besturdubooks.net

مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے مجالس حکیم الامت/۳۶ میں لکھا ہے کہ ترک ملازمت کانپور کے بعد خانقاہ تھانہ بھون میں متوکلانہ قیام فرمایا تو اس وقت ضروریات خانگی کے لئے ڈیڑھ سو روپے قرض ہو گیا، حضرت حاجی صاحبؒ کی وفات ہو چکی تھی ان کے بعد حضرت حکیم الامتؒ حضرت گنگوہیؒ کو اپنے شیخ کا قائم مقام سمجھ کر مشکلات میں ان کی طرف رجوع فرماتے تھے، عرض حال اور ادائے قرض کی دعا کے لئے گنگوہ کو خط لکھا، جواب آیا کہ مدرسہ دیوبند میں ایک جگہ ملازمت کی خالی ہے اگر رائے ہو تو میں ان کو لکھدوں، حضرت نے فرمایا اس جواب سے میں کشمکش میں پڑ گیا کہ اس ملازمت کو اختیار کرتا ہوں تو حضرت حاجی صاحبؒ کے ارشاد کی مخالفت ہوتی ہے، اور نہیں کرتا تو حضرت گنگوہیؒ کے باوجود قبول نہ کرنا ایک گونہ بے ادبی ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے صحیح جواب دل میں ڈال دیا، میں نے لکھا کہ حضرت! میری غرض تو اس سے صرف دعا تھی کسی ملازمت یا ذریعہ معاش کی طلب مقصود نہ تھی؛ حضرت حاجی صاحب نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ کانپور کی ملازمت چھوڑو تو پھر کوئی دوسری ملازمت اختیار نہ کرنا، حضرت کو ہی حضرت حاجی صاحبؒ کے قائم مقام سمجھتا ہوں، اگر اس پر بھی ملازمت اختیار کرنے کا حکم ہو تو میں اس کو بھی حاجی صاحبؒ ہی کا حکم سمجھوں گا اور پہلے حکم کا ناسخ قرار دے کر ملازمت اختیار کرلوں گا، اس پر حضرت گنگوہیؒ کا جواب آیا کہ اب آپ کوئی ملازمت نہ کرو انشاءاللہ تعالیٰ پریشانی نہیں ہوگی۔

اسی مجالس حکیم الامت: ۳۵ پر حضرت نانوتوی نوراللہ تعالیٰ مرقدہ کے متعلق لکھا ہے کہ

حضرت ممدوح کے علمی اور عملی کمالات سے شاید ہی کوئی مسلمان ناواقف ہو، ان حضرات کی بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ معاش کا احساس ہوا تو مطبع مجتبائی دہلی میں کتابوں کی تصحیح کے لیے ملازمت اختیار کرلی، کل دس روپے ماہوار تنخواہ تھی، ایک مرتبہ اس سے بھی جی گھبرایا تو اپنے شیخ حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ سے مشورہ کیا کہ یہ تنخواہ لینا بھی چھوڑ دیں اور جو کام بھی کریں لوجہ اللہ تعالیٰ بے تنخواہ کریں، حضرت حاجی صاحبؒ امام

www.besturdubooks.net

وقت تھے انہوں نے فرمایا کہ آپ ترک مشاہرہ کے لئے مجھ سے مشورہ طلب کرتے ہیں، مشورہ دلیل تردد ہے اور تردد ہے، اور تردد کی حالت میں ترک اسباب موجب پریشانی ہوتا ہے ترک اسباب تو اس وقت روا ہوتا ہے جب آدمی مغلوب الحال ہوجاوے۔

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ خود متوکل تھے فقروفاقہ کے سخت مراحل سے گزرے ہوئے تھے مگر اپنے مریدین کے لئے اس کا اہتمام فرماتے تھے کہ وہ کسی پریشانی میں مبتلا نہ ہوں۔

اور مکتوبات امدادیہ میں ۱۲/ مکتوب ۴/ میں حضرت حاجی صاحبؒ نے خود حضرت تھانویؒ کو لکھا ہے۔

ترک تعلق مصلحت نیست زیرا کہ ایں امر بجز دنہ زیبد عیال رامضطرب گزاشتن قرین ناعاقبت اندیشی است اور وبہ بہی ندارد، بخلق اللہ فیض دینی رسانیدن راہ اقرب وصول الی اللہ است وگاہے گاہے، بخدمت عزیزم مولانا رشید احمد صاحب رفتہ باشند واحوال بسمع مبارک ایشاں رسانیدن نافع خواہد شد انشاء اللہ تعالیٰ۔

''اسباب سے تعلق کو ختم کر دینا مصلحت کی بات نہیں اس لئے کہ یہ بات سوائے تجرد کی حالت کے اور کسی حالت میں اچھی نہیں لگتی، اہل وعیال کو معاش کے معاملہ میں مضطرب اور پریشان چھوڑ دینا ناعاقبت اندیشی کی بات ہے، اور کوئی فائدہ نہیں، مخلوق خدا کو دینی فائدہ پہنچانا اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے قریب ترین راستہ ہے اور کبھی کبھی عزیزم مولانا رشید احمد صاحب کی خدمت میں بھی جاتے رہیں اور اپنے احوال ان کے سمع مبارک تک پہنچانا بھی انشاء اللہ تعالیٰ نافع ہوگا، اس پر حضرت تھانویؒ نے فائدہ کے تحت فرمایا ہے''

یعنی جس شخص کے نفس میں مجاہدہ وریاضت سے پوری قوت توکل کی پیدا نہ ہوئی ہو وہ ظاہری اسباب معیشت کو ترک نہ کرے ورنہ نفس کو تشویش وبدگمانی قضائے الٰہی کے

www.besturdubooks.net

ساتھ پیدا ہوگی، اورتشویش میں کوئی کام درست نہیں ہوتا، بالخصوص باطن کا کام جس میں سراسر جمعیت کی ضرورت ہے، البتہ جس وقت قلب میں قوت کا اعتماد علی الحق پیدا ہو جائے تو ترک اسباب جائز ہے مگر یہ ضرور ہے کہ جلدی نہ کرے جب تک پورے طور سے اس صفت میں اپنا امتحان نہ کرے اور شیخ کی بھی اجازت نہ ہو جاوے۔اس ملازمت کے بعد تجارت افضل ہے اس لئے کہ تاجر اپنے اوقات کا حاکم ہوتا ہے وہ تجارت کے ساتھ دوسرے دینی کام تعلیم، تدریس، تبلیغ، وغیرہ بھی کرسکتا ہے، اس کے علاوہ تجارت کی فضیلت میں مختلف آیات واحادیث ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الجَنَّة (۱)

خدا نے مومنوں سے ان کی جانیں اوران کے مال خرید لئے ہیں (اوراس کے) عوض میں ان کے لئے بہشت (تیار کی) ہے۔

اور بھی بہت سی آیات تجارت کی فضیلت میں ہیں ان کے علاوہ احادیث میں ہے۔

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآء (۲)

سچا امانتدار تاجر (قیامت میں) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

نیز حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ:

اِنَّ اَطْيَبَ الْكَسْبِ كَسْبُ التُّجَّارِ الَّذِيْنَ اِذَا حَدَّثُوْا لَمْ يَكْذِبُوْا وَاِذَا ائْتُمِنُوْا لَمْ يَخُوْنُوْا وَاِذَا وَعَدُوْا لَمْ يُخْلِفُوْا اِذَا اشْتَرَوْا لَمْ يَذُمُّوْا وَاِذَا بَاعُوْا لَمْ

بہترین کمائی ان تاجروں کی کمائی ہے جو جھوٹ نہیں بولتے، امانت میں خیانت نہیں کرتے، وعدہ خلافی نہیں کرتے اور خریدتے وقت اس چیز کی مذمت نہیں کرتے، (تاکہ

---

(۱) التوبة: ۱۱۱

(۲) ترمذی: التجار وتسمية النبی ﷺ، حدیث: ۱۲۰۹، امام ترمذیؒ نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

يَمْدَحُوا وَاِذَاكَانَ عَلَيْهِمْ لَمْ يَمْطِلُوا وَاِذَا كَانَ لَهُمْ لَمْ يَعْسِرُوا(۱)

بیچنے والا قیمت کم کر کے دیدے) اور جب (خود) بیچتے ہیں تو (بہت زیادہ) تعریف نہیں کرتے (تاکہ زیادہ ملے) اور اگر ان کے ذمہ کسی کا کچھ نکلتا ہو تو ٹال مٹول نہیں کرتے اور اگر خود ان کا کسی کے ذمہ نکلتا ہو تو وصول کرنے میں تنگ نہیں کرتے۔

عن انس رضؓ قال: قال رسول الله ﷺ: اَلتَّاجِرُالصَّدُوْقُ تَحْتَ ظِلِّ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ(۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سچ بولنے والا تاجر قیامت میں عرش کے سایہ میں ہوگا۔

عن ابی امامة رضی الله تعالیٰ عنه ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه واٰله وسلم قال :"اِنَّ التَّاجِرَ اِذَا كَانَ فِيْهِ اَرْبَعُ خِصَالٍ طَابَ كَسْبُهُ اِذَا اشْتَرَىٰ لَمْ يَذُمَّ وَاِذَا بَاعَ لَمْ يَمْدَحْ وَلَمْ يُدَلِّسْ فِیْ الْبَيْعِ وَلَمْ يَحْلُفْ فِيْمَا بَيْنَ ذٰلِكَ (۳)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تاجر میں چار باتیں آجائیں تو اس کی کمائی پاک ہوجاتی ہے، جب خریدے تو اس چیز کی مذمت نہ کرے اور بیچے تو (اپنی چیز کی بہت زیادہ) تعریف نہ کرے، اور بیچنے میں گڑبڑ نہ کرے اور خرید وفروخت میں قسم نہ کھائے۔

(۱) الترغیب والترهیب فی الاکتساب، حدیث۲۷۴۷

(۲) الترغیب والترهیب فی الاکتساب، حدیث۲۷۴۶

(۳) الترغیبوالترهیب فی الاکتساب، حدیث۲۷۴۷

www.besturdubooks.net

وعن حکیم بن حزام رضی الله تعالیٰ عنه ان رسول الله تعالیٰ علیه واله وسلم قال: اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَالَمْ یَتَفَرَّقَا فَاِنْ صَدَقَا الْبَیِّعَانِ وَبَیَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِیْ بَیْعِهِمَا وَاِنْ کَتَمَا وَکَذَبَا فَعَسٰی اَنْ یَرْبَحَا رِبْحًا وَیُمْحَقَا بَرْکَةَ بَیْعِهِمَا(۱)

حضرت حکیم حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خرید وفروخت کرنے والے کو (بیع توڑنے کا) حق ہے جب تک وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں، اگر بائع و مشتری سچ بولیں اور قیمت کے عیب اور کھرے کھوٹے ہونے کو بیان کر دیں تو ان کے بیع میں برکت ہوتی ہے اور اگر عیب کو چھپا لیں اور جھوٹ اوصاف بتادیں تو شاید کچھ نفع کمالیں (لیکن) بیع کی برکت ختم کردیتے ہیں۔

واخرج سعید بن منصور فی سننه عن نعیم بن عبد الرحمٰن الازدی ویحییٰ بن جابر الطائی مرسلا قال المناوی رجاله ثقات: "تِسْعَةُ اَعْشَارِ الرِّزْقِ فِیْ التِّجَارَةِ وَالْعَشْرُ فِیْ الْمَوَاشِیْ یَعْنِی اِنْتَاجٌ (۲)

امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں نعیم بن عبدالرحمٰن اور یحییٰ بن جابر سے مرسلا نقل ہے ،نو حصے رزق تجارت میں ہے اور ایک حصہ جانوروں کی پرورش و پرداخت میں ہے۔

واخرج الدیلمی عن ابن

دیلمی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل

(۱) بخاری: باب السهولة والسماحة فی الشراء، حدیث:۱۹۷۳

(۲) مسند الفردوس، باب الخاء، حدیث:۲۸۷۹

www.besturdubooks.net

عبـاس رضـی الـلـه تعـالیٰ عـنـهـمـا: اُوْصِیْـکُمْ بِالتُّجَّارِ خَیْرًا فَإِنَّهُمْ بُرُدَ الآفَاقِ وَاُمَنَاءُ اللّٰهِ فِیْ الاَرْضِ (۱)

کیا ہے کہ تمہیں تاجروں کے ساتھ خیر کے برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں؛ کیونکہ یہ لوگ ڈاکئے اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔

وفـی الـعتبیـه قـال مالك قال عـمرابن الخطاب رضی الله تـعـالیٰ عنه عَلَیْکُمْ بِالتِّجَارَةِ لَاتَـفْتِـنَـکُـمْ هٰذِهِ الْمِرَاءُ عَلیٰ دُنْیَا کُمْ

عتبیہ میں ہے کہ حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تجارت کو ضروری سمجھو، یہ سرخ لوگ (عجمی غلام) تمہاری دنیا پر امتحان نہ بن جائیں۔۔

فائدہ: حضرت امام شہب مالکیؒ نے فرمایا کہ قریش کے لوگ تجارت کرتے تھے اور عرب لوگ تجارت کو حقیر سمجھتے تھے، اور سرخ لوگوں سے مراد عجمی غلام تھے جو عموماً سرخ رنگ کے ہوتے تھے۔

اور المدخل ابن حاج میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ بازار میں تشریف لائے تو دیکھا کہ عموما تجارت کرنے والے باہر سے آئے ہوئے اور عوام الناس ہیں، یہ دیکھ کر غمگین ہوئے اور جب خاص خاص لوگ جمع ہوئے تو ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی، لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فتوحات اور مال غنیمت کی وجہ سے تجارت کرنے سے ہم کو مستغنی کر دیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ ایسا کرو گے تو تمہارے مردان کے مردوں کے اور تمہاری عورتیں ان کی عورتوں کے محتاج ہو جائیں گے۔

علامہ عبدالحی کتانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی فراست اس امت کے بارے

---

(۱) اتحاف الخیرة المهرة بزوائد السمانید: باب فی التجار، وحث التجار علي الصدقة: حدیث: ۲۷۳۰: ۲/ ۷۷

www.besturdubooks.net

میں بالکل سچی ہوئی؛ کیونکہ جب اس امت نے مشروع طریقہ سے تجارت کو چھوڑ دیا تو اس کو غیروں نے اختیار کرلیا اور امت مسلمہ غیر مسلموں کی محتاج ہوگئی، چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیزوں تک میں دوسروں کے محتاج ہوگئے۔

اسی کتاب میں ترمذی سے نقل کیا ہے کہ ترمذی نے ایک مستقل باب التکبیر بالتجارۃ کا باندھا ہے یعنی علی الصباح تجارت شروع کرنا، اور اسی باب میں حضرت صخر غامدیؓ کی حدیث نقل فرمائی کہ حضور اقدس ﷺ نے یہ دعا فرمائی "اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِیْ فِیْ بُکُوْرِھَا" (۱) (اے اللہ میری امت کے صبح ہی صبح کام کرنے میں برکت دے) اور حضرت صخر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا کہ حضور اقدس ﷺ جب کوئی لشکر بھیجتے تو صبح ہی کو بھیجتے، اور یہ حضرت صخر رضی اللہ عنہ بھی تاجر تھے اور جب اپنے ملازموں کو تجارت کے لئے بھیجتے تو صبح ہی کو بھیجتے؛ چنانچہ خوب نفع ہوا، اور مال بہت بڑھا۔

عن سعد بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم "مَنْ بَاعَ عِقَارًا اَوْدَارًا وَلَمْ یَجْعَلْ ثَمَنُھَا فِیْ مِثْلِھَا لَمْ یُبَارَكْ لَهٗ (۲)

حضرت سعد بن حریث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی نے زمین یا کوئی مکان بیچا اور اس کی قیمت کو اسی جیسی کسی دوسری چیز میں نہیں لگایا تو اس کے لئے برکت نہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تجارت معروف تھی اصابہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بحیثیت ایک تاجر کے معروف آدمی تھے حضور اقدس ﷺ کی بعثت کے وقت ان کے پاس ۴۰ ہزار درہم تھے ان میں سے غلام آزاد کرتے تھے، مسلمانوں کی خبر گیری کرتے تھے یہاں تک کہ جب مدینہ منورہ آئے تو صرف پانچ ہزار درہم باقی رہ گئے

---

(۱) سنن الترمذی، التبکیر فی التجارۃ، حدیث:۱۲۱۲، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

(۲) ابن ماجۃ: باب من باع عقارا، حدیث:۲۴۹۱، زوائد میں ہے اس کی سند میں یوسف بن میمون ہے جس کو امام احمد وغیرہ نے ضعیف کہا ہے، البانی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

تھے، اور موت کے وقت کچھ نہیں چھوڑا اور تاریخ ابن عساکر میں حضرت ام سلمہؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی ہی میں شہر بصریٰ تجارت کے لئے تشریف لے گئے، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا شوق اور تعلق خصوصی بھی سفر تجارت سے مانع نہ ہوا، ابن سعد نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو دوسرے دن صبح کو تجارت کی غرض سے سر پر کپڑے اٹھاتے ہوئے بازار کی طرف نکلے، اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی، انہوں نے کہا کہ یہ کام کیسے کروگے حالانکہ مسلمانوں کے معاملات کی ذمہ داری آپ رضی اللہ عنہ پر ڈالدی گئی ہے؟ انہوں نے فرمایا پھر میں اپنے اہل وعیال کو کہاں سے کھلاؤں گا؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم آپ رضی اللہ عنہ کے لئے روزینہ مقرر کردیں گے؛ لہٰذا انہوں نے ایک بکری کی قیمت کا کچھ حصہ مقرر کردیا۔ ابن زکریاؒ شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو مصالح مسلمین میں مشغول ہو مثلاً قاضی، مفتی، مدرس، ان کا بھی یہی معاملہ ہونا چاہئے۔ (یہ سارا مضمون اس کتاب میں موجود ہے۔(۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تجارت کرتے تھے، بعض احادیث جو انہیں نہ معلوم ہوسکیں ان کے بارے میں انہوں نے خود فرمایا: "اَلْهَانِيْ الصَّفَقُ فِيْ الاَسْوَاقِ" (مجھے بازار کے کاروبار نے مشغول رکھا جس کی وجہ سے بعض باتیں معلوم نہ ہوسکیں) متعدد محدثین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے علاوہ کوئی موقع ایسا نہیں جس میں مجھے موت آجانا اس سے زیادہ محبوب ہو کہ میں اپنی محنت اور کوشش سے روزی طلب کررہا ہوں، یعنی اس موقع پر موت آجانا جہاد کے علاوہ تمام مواقع سے بہتر ہے اس کے بعد یہ آیت تلاوت کی: "وَآخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِيْ الْأَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہ" (۲)

---

(۱) نظام الحكومة النبوية، باب تشديد عمر على الصحابة فى تركهم التجارة، ۱۸/۲، دارارقم، بیروت

(۲) المزمل: ۲۰، حوالہ سابق۔

www.besturdubooks.net

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تاجر تھے ان کا تاجر ہونا تو بہت زیادہ مشہور ہے، زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں تاجر رہے۔(۱) اور مشکوٰۃ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے لئے جب چندہ کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تین سو اونٹ پورے ساز وسامان کے ساتھ پیش کئے، ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس موقع پر اپنی آستین میں ایک ہزار دینار (اشرفی) لائے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی گود میں الٹتے پلٹتے ہوئے یہ فرمایا۔ آج کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان نہ دے گا، دو مرتبہ ایسا ہی فرمایا، دوسری جگہ ۳۲/۲ میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے دیئے۔(۲)

تراتیب الاداریہ میں تاجرین کی فہرست میں حضرت ام المؤمنین خدیجہؓ کا اسم گرامی بھی لکھا ہے، ان کا تاجر ہونا اور شام کی طرف ساجھے پر تجارت کے لئے مال دیکر لوگوں کو بھیجنا معروف ومشہور ہے، انہوں نے اپنے غلام میسرہ کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مال دیکر تجارت کے لئے بھیجا تھا اور یہ کہا تھا کہ دوسروں کو جو نفع کا حصہ دیتی ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا دوگنا دوں گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم شام تشریف لے گئے اور بصریٰ شہر کے بازار میں ان کا مال فروخت فرمایا اور دوسرا مال خرید کر واپس تشریف لائے، حضرت خدیجہؓ کو دوگنا نفع ہوا جتنا اور لوگوں کی تجارت سے ہوتا تھا، پھر انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا بھی دوگنا دیا جتنا طے کیا تھا۔(۳)

حضرت زبیر ابن العوام رضی اللہ عنہ بھی تاجر تھے ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے تجارت میں بہت زیادہ کمایا تو فرمایا کہ میں نے کبھی عیب دار چیز نہیں خریدی، اور نفع کا کبھی ارادہ نہیں کیا اور اللہ جس کو چاہے برکت دے، ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ حضرت

---

(۱) التراتيب الأدارية: نظام الحكومة النبوية، باب تشديد عمر على الصحابة فى تركهم التجارة :۱۸/۲، دارارقم، بیروت

(۲) حياة الصحابة: انفاق عثمان فى جيش العسرة، ۴۱۹/۲، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

(۳) الطبقات الكبرى لابن سعد: ۱۶/۸، دار صادر بیروت

www.besturdubooks.net

زبیر رضی اللہ عنہ کے ہزار غلام تھے جو روزانہ ان کی خدمت میں کمائی کا ایک مقرر حصہ پیش کرتے تھے۔(۱)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی تاجر تھے صحیح بخاری میں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا ہے کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ (مواخاۃ) کرادی، سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں انصار میں سب سے زیادہ مال والا ہوں، لہٰذا میں اپنا آدھا مال تم کو دیدیتا ہوں اور میری دو بیویاں ہیں تمہاری وجہ سے ان میں سے ایک جس کو تم چاہو طلاق دیدیتا ہوں، جب اس کی عدت گزر جائے تو تم نکاح کر لینا میں نے کہا ''بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ'' (اللہ تعالیٰ تمہارے اہل و مال میں برکت دے) اس پیشکش کی ضرورت نہیں، مجھے تو بازار کا راستہ بتادو جہاں کاروبار ہوتا ہو؛ چنانچہ بنو قینقاع کا بازار بتادیا گیا، وہاں انہوں نے پہلے ہی دن تجارت کی اور اسی دن نفع میں بہت سا پنیر اور گھی بچا کر لے آئے، دوسرے دن بھی ایسا ہی کیا، تھوڑا ہی سا وقت گزرا تھا کہ انہوں نے شادی بھی کر لی، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے کپڑوں پر ذرا سا پیلے رنگ کا اثر تھا (جو بیوی کے کپڑے سے لگ گیا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا؟ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے انصار کی عورت سے نکاح کر لیا ہے، فرمایا تم نے مہر میں اس کو کیا دیا ہے؟ عرض کیا ایک گٹھلی کے برابر سونا دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولیمہ کرو خواہ ایک بکری ہو، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر مال دیا کہ جس عورت سے نکاح کیا تھا اس کو مرض الموت میں جب طلاق دی تو بطور مصالحت کل مال کے آٹھویں حصہ کا ایک تہائی ۱/۳ اسکو دیا تو ۸۳ ہزار تھا۔(۲)

---

(۱) التراتيب الإدارية: نظام الحكومة النبوية، باب تشديد عمر على الصحابة فى تركهم التجارة: ۲/۲۲، دارارقم، بیروت

(۲) التراتيب الادارية، حتى يتعلم أحكامه، ۲/۲۷، عبد الحى الكتانى، دارالكتاب العربى، بيروت

www.besturdubooks.net

اپنے کثیر المال ہونے کے باعث فیاض بھی بہت تھے حضرت عائشہؓ نے ایک مرتبہ ان کے بیٹے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ تیرے باپ کو جنت کی سلسبیل سے سیراب کرے اور وجہ اس دعا دینے کی یہ تھی کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک باغ دیا تھا جو بعد میں چالیس ہزار میں فروخت ہوا۔(۱)

تراتیب الادار یہ میں حضرت سعد بن عائذ رضی اللہ عنہ مؤذن کی تجارت کا بھی ذکر ہے، یہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، اصابہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ وہ قرظ کی تجارت کرتے تھے یہ ایک خاص قسم کے پتے تھے جن سے کچی کھالوں کو رنگا جاتا تھا اسی تجارت کی وجہ سے ان کا لقب سعد القرظ پڑ گیا تھا، امام بغویؒ نے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی تنگدستی کی شکایت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تجارت کا حکم فرمایا چنانچہ وہ بازار گئے اور تھوڑی سی قرظ خریدی پھر اسے فروخت کیا جس میں نفع ہوا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسی کاروبار کو کرتے رہو۔

نیز تراتیب الاداریہ میں ابومعلق انصاریؓ کا تذکرہ بھی تاجروں کی فہرست میں کیا ہے، وہ اپنا مال اور دوسروں کا مال لے کر تجارت کرتے تھے اور دور دراز ملکوں میں سفر کرتے تھے اور اس کے باوجود عبادت گزار پرہیزگار اور مستجاب الدعوات تھے۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ بھی کپڑوں کی تجارت کرتے تھے اور حضرت سفیان بن عیینہؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی روزانہ کی آمدنی ایک ہزار وافیہ تھی اور ایک وافیہ ایک دینار کے ہموزن ہوتا ہے۔

اور بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ یہ کہتے ہو کہ ابوہریرہ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا پھرتا ہے اور انصار و مہاجرین اتنی حدیثیں نہیں بیان کرتے؛ حالانکہ میرے مہاجرین بھائیوں کو بازار کی مشغولی (یعنی تجارت کی) تھی اور میں صرف پیٹ بھرائی روٹی پر (اور کبھی وہ بھی نہ ملتی تھی) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹا

(۱) مشکاۃ: باب مناقب قریش، ذکر القبائل، حدیث:۶۱۲۱

www.besturdubooks.net

رہتا تھا، لہٰذا جب وہ غائب ہوتے تو تب بھی میں حاضر رہتا اور منجملہ مساکین اہل صفہ کے ایک مسکین تھا، (کوئی جائداد میری تھی نہیں جس میں مشغولی ہوتی) اس لئے میں یاد رکھتا تھا جب کہ وہ بھول جاتے تھے اور حضور اقدس ﷺ نے ایک مرتبہ ایک گفتگو کے دوران فرمایا کہ جو کوئی میری اس گفتگو کے دوران اپنا کپڑا پھیلا لے اور گفتگو ختم ہونے کے بعد کپڑے کو لپیٹ لے تو وہ میری بات کو محفوظ کر لے گا، تو میں نے اپنی چادر بچھادی اور جب حضور اقدس ﷺ نے اپنی بات پوری فرمالی تو اس چادر کو اپنے سینہ سے چمٹا لیا، پھر کوئی بات میرے حافظہ سے نہیں نکلی۔(۱)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف چیزوں کی تجارت کرتے تھے جس کی تفصیل تراتیب الادار یہ میں ہے اس میں مختلف ابواب کے تحت صحابہ رضی اللہ عنہم کا مختلف انواع کی تجارت کا ذکر کیا ہے۔

زراعت:

تجارت کے بعد میرے نزدیک زراعت افضل ہے، زراعت کے متعلق حدیث میں آیا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مسلمان جو درخت لگائے یا زراعت کرے پھر اس میں سے کوئی انسان یا پرندہ یا کوئی جانور کھالے تو یہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے، اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس میں سے کچھ چوری ہو جائے تو وہ بھی اس کے لئے صدقہ شمار ہوتا ہے۔(۲)

اور ضرورت کے اعتبار سے بھی زراعت اہم ہے؛ کیونکہ اگر زراعت نہ کی جائے تو کھائیں گے کہاں سے؟

زراعت کی فضیلت قرآن پاک میں کئی جگہ سے آئی ہے اور بطور احسان کے اللہ جل شانہ نے کئی جگہ آسمان سے پانی برسانے کا ذکر کیا ہے تا کہ کھیتی کی جائے۔

---

(۱) بخاری: باب ماجاء فی قول اللہ، حدیث:۱۹۴۲

(۲) مسلم: باب فضل الغرس، حدیث:۴۰۵۱

www.besturdubooks.net

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا (۱)

اور اللہ وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعہ ہر چیز کے پودے اگائے پھر ہم نے اس سے سبز چیز نکالی اس کے ذریعہ غلوں کے دانے نکالے جو ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے ہیں اور کھجور کے گابھے میں سے پھل کے گچھے، جھکے ہوئے اور باغ انگور کے اور زیتون کے اور انار کے آپس میں ملتے جلتے اور جدا جدا بھی، دیکھو ہر ایک درخت کے پھل کو جب وہ پھل لاتا ہے اور اس کے پکنے کو ان چیزوں میں نشانیاں ہیں واسطے ایمان والوں کے۔ (۲)

اور اس قسم کی بہت سی آیات ہیں کھیتوں اور باغوں کے پیدا کرنے پر جن میں احسان جتایا ہے، سورہ ہود میں ارشاد ہے:

هُوَ أَنْشَأَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوبُوْا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ (۳)

اسی نے بنایا تم کو زمین سے اور بسایا تم کو اس میں، سو گناہ بخشواؤ اس سے اور رجوع کرو اس کی طرف تحقیق میرا رب نزدیک ہے، قبول کرنے والا۔

---

(۱) الأنعام: ۹۹ (۲) ترجمہ شیخ الہند (۳) هود: ۶۱

www.besturdubooks.net

امام ابوبکر جصاص رازیؒ نے فرمایا ہے کہ اس آیت سے زمین کو آباد کرنے کا وجوب مستنبط ہوتا ہے خواہ کھیتی سے ہو خواہ باغ لگا کر، خواہ عمارتیں بنا کر، اور صدقہ جاریہ کے سلسلہ میں جہاں اور کئی چیزیں وارد ہوئی ہیں ان میں یہ الفاظ بھی ہیں "او غرس غرسا" یعنی کوئی شخص پودا لگاوے اور اس سے انتفاع ہوتا رہے تو اس سے بھی مرنے والے کو ثواب ملتا رہے گا۔

عن انس رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ قال: " اِنْ قَامَتِ السَّاعَةُ وَفِیْ یَدِ اَحَدِكُمْ فَسِیْلَةٌ فَاِنِ اسْتَطَاعَ اَنْ لَاتَقُوْمَ حَتّٰی یَغْرُسَهَا فَلْیَغْرُسْهَا(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر قیامت آجاوے اور تمہارے میں سے کسی کے ہاتھ میں کھجور کا پودا ہو جس کو لگا رہا ہو تو اگر وہ اس پر قادر ہو کہ قیام قیامت سے پہلے پہلے اس کو لگا دے تو ایسا ضرور کر لے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

عن معاویة بن قرة قال: "لَقِیَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ نَاسًا مِنْ اَهْلِ الْیَمَنِ فَقَالَ مَنْ اَنْتُمْ؟ فَقَالُوْا مُتَوَكِّلُوْنَ، فقال: كذبتم ما أنتهم متوكلون، اِنَّمَا الْمُتَوَكِّلُ رَجُلٌ اَلْقٰی حَبَّهٗ فِیْ الْاَرْضِ وَتَوَكَّلَ عَلَی اللّٰهِ" اخرجه الحكيم وابن ابی

حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یمن کے چند آدمیوں سے ملاقات ہوئی تو پوچھا کہ تم کون لوگ ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہم توکل کرنے والے لوگ ہیں (یعنی کوئی کام نہیں کرتے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم جھوٹے ہو (دعویٰ

(۱) الأدب المفرد: باب اصطناع الأموال، حدیث: ۴۷۹، محقق البانی نے اس کو صحیح کہا ہے، مسند عبد بن حمید، مسند أنس بن مالک، حدیث: ۱۲۱۶

www.besturdubooks.net

الدنیا فی التوکل والعسکری فی الا مثال،والدینوری فی المجا لسة (۱)

توکل میں) حقیقت میں توکل کرنے والاتو وہ آدمی ہے جس نے دانہ زمین میں ڈال دیا پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا۔

ان روایات پر ایک روایت سے اشکال ہوتا ہے جو حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بخاری میں نقل کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کسی کے پاس ہل اور زراعت کرنے کے کچھ آلات دیکھے تو فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس گھر میں بھی یہ چیز داخل ہوئی وہاں ذلت بھی داخل کر دیتی ہے۔(۲)

لامع الدراری میں لکھا ہے کہ یہ اوراسی قسم کی دوسری احادیث اس پر محمول ہیں کہ کسی نے خراجی زمین کی زراعت کی ہو اور اس کا خراج ادا کرتا ہو تو یہ بھی ذلت کی چیز ہے یا اس میں اتنا مشغول ہو جائے کہ دین ودنیا میں ذلیل ہونا پڑے،اور اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ تاویل بہت سے شراح نے کی ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ مستخرج ابونعیم میں ہے کہ " اَلَااُدُخِلُوا عَلیٰ اَنُفُسِهِمُ ذُلًّا لَایَخُرُجُ عَنُهُمُ اِلیٰ یَوُمِ الُقِیَا مَةِ"(۳) اور اس سے مراد وہ حقوق ہیں جو حکام ان سے وصول کرتے ہیں۔اور کھیتی کرنا پہلے ذمیوں کے ذمہ تھا اسی واسطے صحابہ رضی اللہ عنہم کھیتی میں مشغول ہونے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے،اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ اخبار عن المغیبات میں سے ہے؛ کیونکہ آج کل یہ امر مشاہد ہے کہ زیادہ تر ظلم کھیتی کرنے والوں ہی پر ہوتا ہے، اور امام بخاریؒ نے دونوں حدیثوں کے درمیان جمع کی طرف اشارہ کیا ہے،اس طرح پر کہ اس کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ انجام کار ذلت ہے اور وہ اس طرح پر کہ کھیتی میں اتنا مشغول ہو جائے کہ اس کی وجہ سے جن چیزوں کی حفاظت کا حکم دیا

---

(۱) کنز العمال: أنواع الکسب، حدیث:۹۸۷۵

(۲) بخاری: باب مایحذر من عواقب الاشتغال بآلة، حدیث:۲۱۹۶

(۳) مسند الشامیین: محمد بن زیاد عن أبی أمامة الباهلی، حدیث:۸۱۶

www.besturdubooks.net

گیا ہے، ان کو بھی ضائع کر دے، یا ضائع تو نہ کرے مگر اس میں حد سے تجاوز کر جائے، اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس بات پر محمول ہے کہ آدمی خود کھیتی کرے؛ لیکن اگر اس کے پاس بہت سے مزدور ہوں جو یہ کام کرتے ہوں تو یہ مراد نہیں ، اور دؤدی سے نقل کیا ہے یہ اس کے لئے ہے جو دشمن (کفار) سے قریب رہتا ہو، وہ اگر کھیتی میں مشغول ہو جائے گا تو دشمن اس پر غالب آجائیں گے۔

باقی اپنی زمین دوسرے کو دینا مزارعت کہلاتا ہے، زراعت اور چیز ہے مزارعت اور چیز ہے، حاصل یہ ہے کہ قواعد شرعیہ کی رعایت ہر چیز میں بہت ضروری ہے جیسا کہ اس بارے میں اوجز المسالک ۲۰۵/۲ باب کراء الارض میں بہت لمبی بحث کی گئی ہے، اور شرعی حدود کی رعایت ان ہی تینوں میں نہیں بلکہ دین کے ہر معاملہ میں ضروری ہے، چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جن کا فیصلہ کیا جائیگا (وہ تین قسم کے لوگ ہوں گے، سب سے پہلے) ایک شہید کو لایا جائیگا، اس کو تمام نعمتیں (جو اس پر کی گئیں) پہچانوائی جائیں گی وہ پہچان لے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس کے مقابلہ میں تو نے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ تیرے راستہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے جھوٹ بولا، تو نے صرف اس لئے قتال کیا تا کہ کہا جائے کہ بڑا بہادر ہے وہ کہا جا چکا پھر اللہ تعالیٰ حکم دیں گے اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈالدیا جائیگا۔

پھر دوسرا آدمی ایک عالم لایا جائیگا جس نے علم سیکھا اور سکھایا اور قرآن پاک پڑھا ہوگا اس پر اللہ تعالیٰ شانہ نعمتیں گنوائیں گے، وہ انکار کریگا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ان نعمتوں کے مقابلہ میں تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے علم پڑھا اور دوسروں کو پڑھایا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو جھوٹا ہے، ہاں علم اس واسطے پڑھا کہ لوگ تجھے عالم کہیں اور قرآن اسواسطے پڑھا کہ لوگ قاری کہیں وہ کہا جا چکا پھر اللہ تعالیٰ حکم دیں گے اس کو بھی منھ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔

www.besturdubooks.net

پھر تیسرا شخص مالدار لایا جائیگا جس کو اللہ تعالیٰ نے مختلف اقسام کے وافر مقدار میں مال دیا ہوگا، اللہ تعالیٰ تمام نعمتیں گنوائیں گے، وہ انکا اقرار کریگا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، ان کے مقابلہ میں تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا میں نے کوئی ایسا موقع جس میں مال کا خرچ کرنا آپ کو پسند ہو نہیں چھوڑا جس میں خرچ نہ کیا ہو، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو جھوٹا ہے؟ ہاں تو نے صرف اس واسطے کیا تا کہ کہا جائے کہ بڑا سخی ہے؟ وہ تو کہا جا چکا، پھر حکم دیا جائیگا اور اس کو بھی منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔(۱)

حالانکہ علم جیسی اہم چیز اور شہادت وسخاوت تینوں چیزیں بہت اہم ہیں مگر نیت کے فساد سے جہنم میں سب سے پہلے ڈالے جائیں گے۔

بیع اور تجارت کے بارے میں باوجود ان ساری فضیلتوں کے جو اوپر گزریں اگر سود شامل کر دیا جائے تو ثواب کے بجائے کس قدر سخت عذاب کا مستحق ہو جائے، شہادت اور علم کی فضیلت مسلم اور کتنی آیات وروایات ان کے فضائل میں وارد ہوئی ہیں مگر نیت کی خرابی کی وجہ سے جہنم میں جانے والا سب سے پہلا طبقہ بھی وہی ہے، اجارہ کے بھی فضائل گزر چکے ہیں مگر اوقات اجارہ میں اگر کچھ کوتاہی ہو تو وبال جان ہے۔

حضرت مولانا مظہر صاحب نانوتویؒ کے متعلق مشہور ہے کہ اگر اوقات مدرسہ میں کوئی شخص ذاتی کام کے لئے آجاتا تو حضرتؒ چپکے سے گھنٹہ دیکھ لیتے اور اس کے جانے کے بعد دوبارہ گھنٹہ دیکھ کر جتنے منٹ اس میں خرچ ہوتے نوٹ کر لیتے اور آخر ماہ میں سب جمع کر کے تنخواہ میں سے وضع کرا دیتے تھے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کا معمول ان کی سوانح ۱/۴۲۷ میں لکھا ہے کہ منشی ممتاز علی صاحبؒ نے میرٹھ میں چھاپہ خانہ قائم کیا اور مولوی صاحب (مولانا نانوتویؒ) کو پرانی دوستی کے سبب بلا لیا، وہی تصحیح کی خدمت تھی، یہ کام برائے نام تھا مقصود ان کا مولوی صاحب کو اپنے پاس رکھنا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود منشی ممتاز علی صاحب مالک مطبع کی جانب سے کسی قسم کا کوئی قدغن آپ کے کام کے متعلق نہیں تھا بلکہ

---

(۱) مسلم: باب من قاتل للرياء والسمعة استحق، حديث:۱۹۰۵

www.besturdubooks.net

حضرت والا کے قیام ہی کا فی معاوضہ وہ خیال کرتے تھے ، یہ منشی صاحب کی شرافت اور علمی قدر دانی تھی لیکن آپ دیکھ رہے ہیں خود حضرت والا کے اندر اپنی ذمہ داری کا احساس کتنا زندہ اور کتنا بیدار تھا کہ سارے کاموں پر خود فرماتے ہیں کہ مطبع کا کام مقدم ہے، اور گو کتابوں میں ذکر نہیں کیا گیا ہے؛ لیکن بتواتر دیو بندی حلقہ کے علماء میں جو یہ مشہور ہے کہ حضرت نانوتویؒ مطبع میں تصحیح کا کام جب کیا کرتے تھے تو کام کا جو وقت تھا اگر ٹھیک اس وقت تک کسی وجہ سے پہنچنے میں تاخیر ہو جاتی خواہ منٹ دو منٹ کی تاخیر ہی کیوں نہ ہو تو اس کو فوراً نوٹ کر لیتے ، درمیان میں یا آخر میں اسی قسم کا عذر پیش آ جاتا تو بھی ، یہی کرتے اور مہینہ جب ختم ہوتا تو مہینہ بھر کے ان منٹوں کی میزان دی جاتی اور تنخواہ کو گھنٹوں کے حساب پر بٹھا کر اتنی تنخواہ یا معاوضہ کے کٹوانے پر اصرار فرمایا جاتا آخر جب خود فرماتے ہیں ''از ہمہ مقدم کار مطبع است'' تو آپ کے طرز عمل سے کیوں تعجب کیا جائے؟

میرے حضرت مرشدی سہارنپوریؒ کا واقعہ مشہور ہے اور میرے کئی رسالوں میں مفصل آ چکا ہے اور اس رسالہ میں بھی ۵۳/ میں گزر چکا ہے کہ ۳۴/ ھجری میں جب سفر حجاز کے یکسالہ قیام کے بعد واپسی ہوئی اور بمبئی میرے والد صاحب کے انتقال کا تار پہنچا تو مدرسہ میں تنخواہ لینے سے انکار فرمایا اور یہ فرما دیا کہ میں اپنے ضعف اور پیری کی وجہ سے کئی سال سے مدرسہ کا کام پورا نہیں کرسکتا؛ لیکن اب تک مولانا یحییٰ صاحب میری نیابت میں دورہ کے اسباق پڑھاتے تھے اور تنخواہ نہیں لیتے تھے وہ میرا ہی کام سمجھ کر کرتے تھے اور میں اور وہ دونوں مل کر ایک مدرس سے زیادہ کا کام کرتے تھے اور اب چونکہ ان کا انتقال ہو چکا ہے اور میں مدرسہ کا پورا کام بخوبی نہیں کرسکتا ؛ اس لئے قبول تنخواہ سے معذور ہوں ، اس پر حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ سے بڑی طویل تحریرات ہوئیں بالآخر تدریس کی تنخواہ موقوف ہو کر نظامت کی تنخواہ تجویز ہوئی۔

الجمعیۃ کے شیخ الاسلام نمبر میں لکھا ہے کہ حضرت مدنیؒ جتنے دن پڑھاتے تھے اس کے علاوہ ایک دن کی تنخواہ لینا بھی گوارا نہ تھا، بارہا ایسا ہوا کہ سفر مدرسہ کے سلسلہ میں کیا مگر

www.besturdubooks.net

تنخواہ صرف ایامِ تعلیم ہی کی لی، آخری بیماری میں ایک ماہ کی رخصت بیماری کا قانونی حق تھا؛ لیکن رخصت نہیں لی، اور اس ایک ماہ کی تنخواہ جو دارالعلوم کی طرف سے بھیجی گئی تو یہ فرما کر واپس کر دی کہ میں نے پڑھایا ہی نہیں تو تنخواہ کیسی؟ آپ کی وفات کے بعد اس رقم کو لیکر مہتمم صاحب آپکے مکان پر تشریف لے گئے اور آپ کی اہلیہ سے عرض کیا کہ شرعا یہ پیسہ لینا حلال ہے، حق ہے، حضرت نے تو زہد و تقویٰ کی وجہ سے نہیں لیا تھا آپ فرمائیں تو آپ کی خدمت میں پیش کر دوں؟ انہوں نے شکریہ کے ساتھ رقم واپس کر دی اور فرمایا کہ جس چیز کو حضرتؒ نے پسند نہیں فرمایا میں کیسے پسند کر سکتی ہوں؟ حضرتؒ نے جب ۱۳۶۳ھ میں دارالعلوم کی صدارت منظور فرمائی تھی اس وقت بیس ۲۰ شرطیں پیش کی تھیں جو دارالعلوم کی شوریٰ نے منظور کی تھیں، ان میں شرط ۱۹ یہ تھی کہ جو اوقات میری خدمات تعلیمیہ کے ہوں ان کی پابندی میں جو کچھ تقصیر ہو اس پر حساب کر کے تنخواہ کاٹی جائے ،مکتوبات مرتبہ جناب افضال الٰہی دیوبندی میں لکھا ہے کہ حضرتؒ نے ۳۰/ذی الحجہ ۱۳۶۳/ھ میں بنام جناب مہتمم صاحب ایک درخواست پیش کی جس پر یہ تحریر فرمایا کہ، آنجناب میری تنخواہ میں سے تمام ایامِ غیبوبت کی تنخواہ حسب قاعدہ وضع فرمالیا کریں؛ بلکہ وہ ایام بھی موضوع میں شمار کرلیا کریں جن کو میری شروط میں اعتبار کرنا قرار دیا گیا ہے۔

زراعت کے سلسلہ میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد (مشکوٰۃ شریف) ۲۵۴/ میں نقل کیا ہے۔

عن سعید بن زیدؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم "مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِنَ الاَرْضِ ظُلْمًا فَاِنَّهُ يُطَوِّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ (۱)	حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی ایک بالشت زمین بھی ظلم سے لے لے تو قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا یہ ٹکڑا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔

(۱) بخاری: باب ما جاء فی سبع أرضین، حدیث: ۳۰۲۶

www.besturdubooks.net

ان سب کے بعد نہایت ضروری اور اہم امر یہ ہے کہ کسب کے اور ہر عمل میں شریعت مطہرہ کی رعایت ضروری ہے جس کو احیاء العلوم ۶۴/۲ میں مستقل باب کے تحت بیان کیا ہے؛ چنانچہ حضرت امام غزالیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"بیع اور شرا کے ذریعہ مال حاصل کرنے کے مسائل کا سیکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے جو اس مشغلہ میں لگا ہوا ہو؛ کیونکہ علم طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس سے ان تمام مشاغل کا علم طلب کرنا مراد ہے ،مشغلہ رکھنے والوں کو جن مسائل کی حاجت ہو اور کسب کرنے والا کسب کے مسائل جاننے کا محتاج ہے اور جب اس سلسلہ کے احکام جان لیگا تو معاملات کو فاسد کرنے والی چیزوں سے واقف ہو جائے گا؛ لہٰذا اس سے بچے گا اور ایسے شاذ و نادر مسائل جو باعث اشکال ہوں گے ان کے ہوتے ہوئے معاملہ کرنے میں سوال کر کے علم حاصل کرنے تک توقف کرے گا؛ کیونکہ جب کوئی شخص معاملات کو فاسد کرنے والے امور کو اجمالی طور پر نہ جانے تو اسے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ میں کس کے بارے میں توقف کروں؟ اور سوال کر کے اس کو جانوں؟ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں پیش گی علم حاصل نہیں کرتا ،اس وقت تک کام کرتا رہوں گا جب تک کوئی واقعہ پیش نہ آ جائے جب کوئی واقعہ پیش آئیگا تو اس وقت معلوم کرلونگا تو یہ اس شخص کو جواب دیا جائیگا کہ جب تک تو اجمالی طور پر معاملات کو فاسد کرنے والی چیزوں کو جسے اجمالی علم بھی نہ ہو وہ برابر تصرفات کرتا رہے گا اور ان کو صحیح سمجھتا رہے گا؛ لہٰذا علم تجارت سے اولا اس قدر جاننا ضروری ہے کہ جس سے جائز و ناجائز میں تمیز ہو اور یہ پتہ چل سکے کہ کون سا معاملہ وضاحت کے ساتھ جائز ہے اور صحیح ہے اور کس میں اشکال ہے؟ (۱)

(۱) احیاء علوم الدین، الغزالی، کتاب آداب الکسب والمعاش: ۶۳/۲ دار المعرفۃ، بیروت

www.besturdubooks.net

اورالتراتیب الاداریہ میں بھی ایک باب قائم کیا ہے کہ:

''شروع زمانہ اسلام میں اس وقت تک لوگ بیع وشراء نہیں کرتے تھے جب تک کہ اس کے احکام اورآداب کو نہ سیکھ لیتے تھے اور یہ کہ خریدوفروخت میں سود سے کیسے بچیں گے؟ چنانچہ اس باب کے تحت آگے تحریر فرماتے ہیں۔امام شافعیؒ نے ''الرسالہ'' میں اورامام غزالیؒ نے ''احیاء العلوم'' میں اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ کسی مکلّف کے لئے یہ جائز نہیں کہ کسی معاملہ پر اقدام کرے یہاں تک کہ یہ نہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اس میں کیا ہے اور امام قرافی مالکیؒ نے ''کتاب الفروق'' میں فرمایا ہے کہ جو خرید وفروخت کا کام کرے اس کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ یہ سیکھے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے کیا چیز مشروع فرمائی ہے اور جو اجارہ داری کرے اس کے ذمہ یہ واجب ہے کہ اجارہ کے احکام کو جانے اور جو قرض کے لین دین کا معاملہ کرے اس کے ذمہ ضروری ہے کہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو سیکھے اور جو نماز پڑھے اس کے ذمہ اس نماز کے احکام جاننے ضروری ہیں،اوراس قاعدہ پر قرآن کی وہ آیت دلالت کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے نقل فرمایا ہے

''قَالَ رَبِّ إِنِّىٓ أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِى بِهِۦ عِلْمٌ ''

(۱) یعنی جس سوال کے جواز کا علم نہیں اس سے پناہ چاہتا ہوں؛ کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کو اس بات پر عتاب کیا گیا کہ وہ اپنے لڑکے کے بارے میں سوال کر بیٹھے کہ (طوفان کے وقت) اس کو بھی اپنے ساتھ کشتی میں لے لیں (تاکہ وہ غرقابی سے بچا رہے) اور یہ بات پہلے نہ معلوم کر سکے کہ یہ طلب ٹھیک بھی ہے یا نہیں تو اللہ تعالیٰ

(۱) ہود:۴۷

www.besturdubooks.net

کا یہ عتاب اور حضرت نوح علیہ السلام کا یہ جواب دونوں اس بات پر دال ہیں کہ کسی کام کے شروع کرنے سے پہلے اس کے متعلق جواز وعدم جواز اور متعلقہ احکام کا جاننا ضروری ہے۔دوسری آیت میں ہے:"وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ" (۱)ترجمہ:جس بات کی تحقیق نہ ہو اس پر عمل درآمد مت کیا کرو(بیان القرآن)اس آیت میں اللہ جل شانہ اپنے نبی کو غیر معلوم کے اتباع سے منع فرمایا ہے؛ لہٰذا کسی کام کو شروع کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ اس کام کا علم نہ ہو جائے،معلوم ہوا کہ علم حاصل کرنا ہر حال میں ضروری ہے؛ چنانچہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے:"طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ" (ہر مسلمان پر علم سیکھنا ضروری ہے) امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ طلب علم دو طرح پر ہے،ایک فرض عین دوسرا فرض کفایہ،فرض عین تو ہر وہ علم ہے جس سے واسطہ پڑے اور اس کے علاوہ کا علم فرض کفایہ ہے"(۲)

اور کتاب"الروحة المشتبكة" میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ عجمی (جہلاء) لوگ ہماروں میں اس وقت تک داخل نہ ہوں جب تک خرید وفروخت کے احکام کو نہ جان لیں،اور اس کی اصلیت بھی حضور اقدس ﷺ کے فعل سے ملتی ہے؛ کیونکہ آپ ﷺ بھی ہر اس شخص کو جو کوئی کام کرنا چاہتا تھا اس کے احکام اور ضروریات سکھایا کرتے تھے۔

اور مجاجیؒ نے شرح مختصر ابن ابی جمرہ میں لکھا ہے کہ ہمارے علماء کا قول ہے کہ جو بیع وشراء کے احکام کو نہ جانتا ہو اس کے لئے خرید وفروخت کا معاملہ کرنا اور بازار میں بیٹھنا جائز نہیں اور یہ کہ جو یہ کرنا چاہے اس پر بہت ضروری ہے کہ پہلے اس کے احکام کو

---

(۱) الإسراء:۳۶

(۲) التراتيب الا دارية: باب كون الناس كانوا أول الاسلام: دارارقم، بیروت

www.besturdubooks.net

سیکھے اوراس پر اجماع بھی نقل کیا ہے، اور یہی امام مالکؒ نے کتاب القراض میں فرمایا ہے، اور مدّ ونہ، میں فرمایا ہے کہ میرے نزدیک لین دین کا معاملہ کرنا اس شخص کے لئے درست نہیں جو (اپنی جہالت کی وجہ سے) حرام کو حلال کرے یا حلال حرام میں تمیز ہی نہ کرتا ہو، چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو،اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص کو انہوں نے یہ کہہ کر بازار بھیجا کہ جو خرید وفروخت کے احکام کو نہ جانتا ہو اس کو بازار سے نکال دے اور (مدخل ابن الحاج) میں ہے کہ کبھی کبھی حضرت عمرؓ اس کو کوڑے بھی لگا یا کرتے تھے جو احکام جانے بغیر خرید وفروخت کرنے بیٹھ جاتا اور فرماتے ہمارے بازاروں میں وہ شخص نہ بیٹھا کرے جو سود کو نہ جانتا ہو،امام مالکؒ نے بھی اس شخص کو بازار سے نکلوادینے کا حکم فرمایا تھا جو احکام کو نہ جانتا ہو؛ تاکہ (اپنے مسائل سے جہالت کی وجہ سے) لوگوں کو سود نہ کھلادے اور میں نے سیدی ابو محمدؒ سے سنا کہ ان کے زمانہ میں محتسب (داروغہ) بازار میں جاتا اور (ہر ہر) دوکان پر ٹھہرتا اور دوکان دار سے اس کے متعلقہ مسائل پوچھتا کہ کس طرح کرنے سے سود ہو جائے گا،اور کیسے سودی کام سے بچے گا،اگر وہ صحیح صحیح جواب دے دیتا تو اس کو چھوڑ دیتا اور جو ان احکام میں سے کسی سے بھی لاعلمی کا اظہار کرتا تو اس کو نکال دیتا اور کہتا کہ تمہارے لئے مسلمانوں کے بازار میں بیٹھنا جائز نہیں تم لوگوں کو سود اور ناجائز چیزیں کھلاتے ہو؟ اور ابو طالب مکی کی ''قوت القلوب'' میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار میں گھوما کرتے اور بعض تجار کو (احکام نہ جاننے کی وجہ سے جیسا کہ پہلے گزرا) کوڑے بھی لگاتے اور فرماتے کہ ہمارے بازار میں صرف احکام بیع جاننے والے ہی خرید وفروخت کریں ورنہ خواہ مخواہ سود کھا ہی لیں گے۔

اور کنز العمال میں مرفوعاً نقل کیا ہے کہ ہمارے بازاروں میں صرف وہی آدمی خرید وفروخت کیا کرے جو دینی مسائل جانتا ہو۔

اور ''تنبیہ المغترین'' میں لکھا ہے حضرت امام مالکؒ حکام کو فرماتے وہ تاجروں اور بازاری لوگوں کو حضرت امام کے سامنے پیش کرتے۔امام صاحب ان سے سوالات کرتے ،اگر کوئی ایسا شخص ان میں سے پاتے جو احکام معاملات کی سوجھ بوجھ نہ رکھتا ہو،

www.besturdubooks.net

اور حلال وحرام میں تمیز نہ کرنے والا ہوتو اس کو بازار سے نکلوادیتے اور اس کو فرماتے کہ (پہلے) خرید وفروخت سے متعلق مسائل کو سیکھو پھر بازار میں بیٹھو؛ کیونکہ اگر مسائل سے ناواقف ہوگا تو سود کھائے گا۔

علامہ زرقانیؒ نے شرح مختصر میں امام مالکؒ سے نقل کیا ہے کہ تاجروں کی شہادت کسی معاملہ میں اس وقت تک مقبول وجائز نہیں جب تک وہ اپنے متعلقہ خرید وفروخت کے مسائل کو نہ سیکھ لیں۔

اور فتاویٰ تاتارخانیہ میں فتاویٰ سراجیہ سے نقل کیا ہے کہ کسی کو تجارت میں مشغول ہونا اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ بیع وشرا کے احکام کو نہ جان لے کہ کیا جائز ہے اور کیا نہیں؟

اور فتاویٰ بزازیہ سے نقل کیا ہے کہ کسی کو تجارت میں مشغول ہونا اس وقت تک جائز نہیں جب تک بیوع سے متعلق مسائل کو زبانی یاد نہ کرلے اور پہلے زمانہ میں تجار جب سفر کرتے تھے (اور خود مسائل سے ناواقف ہوتے تھے) تو اپنے ساتھ کسی فقیہہ کو بھی رکھا کرتے تھے؛ تاکہ اس سے مسائل پوچھتے رہیں۔

حضرت امام محمدؒ سے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ تقوی کے بارے میں ایک کتاب لکھ دیجئے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے بیوع کے سلسلہ میں ایک کتاب لکھ دی ہے، ان مسائل کا خیال کرکے جب کوئی شخص خرید وفروخت کرے گا اور ناجائز سے بچے گا تو متقی ہوگا، اس کا کسب حلال ہوگا اور عمل اچھا ہوگا۔ (یہ سارا مضمون اس کتاب میں ہے)۔(۱)

حضرت تھانویؒ نے ان معاملات میں ایک رسالہ ''صفائی معاملات'' کے نام سے لکھا ہے اس میں تجارت کی بہت سی جزئیات الگ الگ لکھی ہیں اس کو مطالعہ میں رکھنا بہت مفید ہے اس کے اخیر میں لکھا ہے۔

تصحیح معاملات کا اہم اجزائے دین سے ہونا اور اس میں کم توجہی کا گلہ رسالہ ہذا کے خطبہ میں عرض کیا گیا ہے اخیر میں اس تصحیح معاملات کے اعظم ثمرہ کہ اکل حلال ہے،

---

(۱) التراتيب الادارية: حتى يتعلموا أحكامه وأدابه: ۲/۱۶-۱۹

www.besturdubooks.net

بتلانا اور غذائے حلال کے برکات اور غذائے حرام کے ظلمات کو جتانا مناسب معلوم ہوا، اس لئے پانچ احادیث نبویہ کا خلاصہ ترجمہ اور سات شعر، مثنوی معنوی، اور پندرہ شعر، نان وحلوہ، کے جو اس مضمون کی شہادت دیتے ہیں حوالہ قلم ہوتے ہیں؛ تاکہ ناظرین کو عبرت وتوجہ ہو اور غفلت مبدل بہ تنبیہہ مسند احمد اور شعب الایمان بیہقی اور سنن دیلمی میں حضور سرور ﷺ کے جو ارشادات روایت کئے گئے ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ کسب حلال بھی نماز، روزہ فرائض کے بعد فرض ہے اور کسب حلال سے آدمی مستجاب الدعوات ہو جاتا ہے، اور ایک لقمۂ حرام بھی جو منہ تک جاتا ہے اس کے وبال سے چالیس روز تک دعا قبول نہیں ہوتی اور اگر دس درہم کی پوشاک میں ایک درہم یعنی چار آنے کی بھی مقدار حرام مال ہو تو جب تک وہ لباس بدن پر رہتا ہے نماز مقبول نہیں ہوتی، اور حرام مال سے نہ صدقہ خیرات قبول ہو نہ اس سے خرچ کرنے میں برکت ہو اور جو مرے پیچھے چھوڑ جائے وہ اس کو دوزخ میں لیجانے کے لئے رہبر ہو جاتا ہے اور جو بدن حرام مال سے پلا ہو وہ جنت میں نہ جائے گا، بلکہ وہ دوزخ ہی کے لائق ہے۔ حضرت تھانویؒ نے (نان وحلوہ) کے اشعار لکھ کر ان کا خلاصہ یہ لکھا ہے۔

اشعار میں حلال غذا کے جو خواص مذکور ہیں یہ ہیں۔ نور، کمال علم حکمت، عشق، خیالات نیک، ہمت، حضوری قلب۔

اور حرام غذا کے یہ آثار ہیں، دوری از دین، سلب نور عرفان، غلبہ نفس، کم ہمتی در طاعت، بربادی دین۔

اور اشعار میں جو علاج اس حرام کی ہوس سے بچنے کا بتلایا ہے وہ قناعت ہے اور اپنی خوراک وپوشاک اور اخراجات میں سادگی واختصار کرنا ہے اور تکلفات وآرائش ونمائش کو ترک کرنا۔ پس لازم ہے کہ وعیدات وآثار مذکورہ پر نظر کر کے جلدی بطریق مذکورہ علاج کریں۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی کتاب ’’جواہر الفقہ‘‘ کے مجموعہ میں ایک رسالہ ناجائز معاملات پر ایک تصنیفی خاکہ کی تمہید لکھی ہے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس سے تو یہ

www.besturdubooks.net

واضح ہو گیا کہ اسلامی قانون پر تنگی اور سختی کا الزام سراسر بہتان اور غلط ہے، جو کچھ تنگی ودشواری ہے وہ محض عام مسلمانوں کی آزادی سے ہے کہ ان کے نزدیک حلال وحرام میں کوئی فرق نہیں۔ ایک معاملہ جو ذرا سے تغیر کے ساتھ حلال ہوسکتا تھا اس کو اپنی بے فکری سے حرام طریق پر کیا جاتا ہے؛ لیکن یہ اشکال ابھی تک باقی رہ جاتا ہے کہ تنگی خواہ مسلمانوں کی بے فکری سے ہو مگر حلال روزی حاصل کرنے والے کے لئے دشواریاں تو بہرحال پیدا ہوگئیں وہ ایسی صورت میں کیا کرے۔ سو جواب اس کا اول تو یہ ہے کہ انسان دنیا کی چندروزہ راحت یا بعض انسانوں کو راضی کرنے کے لئے ہزاروں قسم کی مشقتیں اور مصائب جھیلتا ہے، آخر آخرت کی دائمی حیات اور غیر فانی نعمتوں کیلئے اور آپ نے مالک کو راضی کرنے لئے بھی اگر کچھ مشقت اٹھائی تو کوئی بڑی بات نہیں بالخصوص جب کہ مشقت اٹھا کر حلال روزی حاصل کرنے کی صورت میں اس کا اجر وثواب بھی بہت بڑھ جائے گا۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں اس کا وعدہ ہے دوسرے حق تعالیٰ کا یہ بھی وعدہ ہے کہ جو شخص اس کی رضا جوئی کی فکر میں لگتا ہے وہ اس کے لئے مشکلات میں بھی آسانیاں پیدا فرمادیتے ہیں

قال الله تعالى:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (۱)

یعنی جو لوگ ہمارے راستہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے ضرور دکھائیں گے۔ (۲)

اور اس کا مشاہدہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ اس زمانہ میں جس قدر معاملات باطلہ اور فاسدہ پیش آتے ہیں یا جو مجبوریاں ملازمتوں میں پیش آتی ہیں ان کو لکھ کر علماء سے سوال کیا جائے کہ ان میں گناہ اور حرام سے بچنے کی کوئی شرعی تدبیر بتلائی جائے تو یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ سارے معاملات فاسدہ میں جواز کی صورتیں نکل آویں گی؛ لیکن بامید قوی یہ کہہ سکتا ہوں کہ اکثر معاملات فاسدہ میں بہت معمولی اور آسان تغیر کردینے

(۱) العنکبوت:۶۹

www.besturdubooks.net

سے جواز وحلت کی صورتیں پیدا ہوجاویں گی، اور جو کام وہ حرام کرتے ہیں حلال کر کے کر سکیں گے؛ لیکن کسی کو حلال کی فکر نہ ہو تو اس کا کیا علاج؟ (۱)

میں اپنی کتاب (اکابر علمائے دیوبند) میں لکھوا چکا ہوں کہ میری عمر جب بارہ برس کی تھی اور اپنے والد صاحب کے ساتھ گنگوہ سے سہارنپور منتقل ہوا تو میرے والد صاحب کا معمول یہ تھا کہ اوقات مدرسہ میں مدرسہ میں رہتے اور اس کے علاوہ خالی اوقات میں سونے اور کھانے کے اوقات گھر گزارتے اور ان دونوں وقتوں کے علاوہ جو وقت بچتا مدرسہ کے قریب موچیوں کی مسجد میں گزارتے۔

ایک مرتبہ میرے والد صاحب عصر کے بعد موچیوں کی مسجد میں کنویں کے قریب تشریف فرما تھے، اور دو تین ولایتی طالب علم کنویں پر کھڑے ہوئے دمادم کنویں سے ڈول کھینچ کر والد صاحب پر ڈال رہے تھے، ایک ختم نہیں ہوتا تھا کہ دوسرا شروع ہو جاتا تھا، مولوی امداد کے والد حافظ مقبول مرحوم بھی میرے والد صاحب کے معتقدین میں تھے اور وہ بھی اکثر عصر کے بعد وہاں چلے جایا کرتے تھے، وہ کہنے لگے حضرت جی: یہ اسراف نہیں؟ میرے والد صاحب نے فرمایا تمہارے لئے اسراف ہے، میرے لئے نہیں، انہوں نے کہا یہ کیا بات؟ والد صاحب نے کہا کہ تو جاہل اور میں مولوی حافظ جی نے کہا یہ تو وہی بات ہوگئی جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ مولوی اپنے واسطے ہر چیز کو جائز کر لیں میرے والد صاحب نے کہا خواہ مخواہ شرمندہ ہوں، وہی کام تم اگر کرو تو ناواقفیت کی وجہ سے گناہ ہوگا، اور مولوی اسی کام کو جائز کر کے کرے گا، انہوں نے وجہ پوچھی تو میرے ابا جان نے فرمایا کہ عربی پڑھو۔

میرے والد صاحب کا عام مقولہ تھا کہ یہ مشغول لوگ بالخصوص، وکلاء یا انگریزی اسکولوں کے ماسٹر مجھے ۷۲/ بہتر گھنٹے دیدیں تو میں انہیں مولوی بنا دوں اور یہ تفریحی فقرہ نہیں تھا بلکہ ان کے نصاب کے پڑھے ہوئے کئی وکلاء اس زمانہ کے اس سے بھی کم وقت میں اچھے خاصے مولوی ہوگئے، وہ ۷۲ گھنٹے مسلسل نہیں مانگتے تھے؛ بلکہ ہر اتوار کو دو گھنٹے

(۱) جواہر الفقہ: ۳۶۲/۲

www.besturdubooks.net

مانگتے تھے اوران دو گھنٹوں میں اتنا کام ان کے سپرد کردیتے تھے کہ اگلے اتوار تک اس کو یاد کر کے اور مشق کر کے لاؤ اس زمانہ کے مشہور وکیل مولوی شہاب الدین اور مولوی منفعت علی صاحب جو بعد میں مسلم لیگ سہارنپور کے صدر ہوم اور حضرت تھانویؒ کے مجازی صحبت بھی ہو گئے تھے اسی طرح کے پڑھے ہوئے تھے۔

اور مولوی شبیر علی صاحب کا جو خط میں نے اکمال الشیم کے مقدمہ میں نقل کیا ہے اس میں بھی اس طرز تعلیم کا ذکر کیا ہے حافظ مقبول صاحب اصرار کرتے رہے اور میرے والد صاحب اس پر اصرار کرتے رہے کہ عربی پڑھو مولوی ہو جاؤ گے، اسوقت تو یہ اسراف والا واقعہ میرے بھی سمجھ میں نہیں آیا تھا مگر جب مشکوٰۃ شریف پڑھی اور باب الربوا میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث پڑھی جس میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں برنی کھجوریں لائے جو بہت عمدہ ہوتی ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کہاں سے لائے؟ انہوں نے عرض کیا میرے پاس گھٹیا کھجوریں تھیں اس میں سے دو صاع (ایک پیمانہ) کے بدلہ میں یہ ایک صاع بڑھیا خرید لی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہائے ہائے یہ تو عین سود ہو گیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا کبھی نہ کیجیو، اگر ایسا کرنا چاہو تو ردی کھجوروں کو فروخت کردو اور ان داموں سے عمدہ کھجوریں خرید لو۔(۱)

اس وقت معاً مجھے موچیوں کی مسجد کے ڈول یاد آ گئے کہ مولوی اور جاہل میں یہ فرق ہے کہ دو صاع ردی تمر کے بدلے میں ایک صاع عمدہ کھجوریں خریدنی یقیناً عین ربوا ہے، لیکن جو ترکیب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی کہ ان ردی کھجوروں کو مثلاً ایک روپیہ میں بیچ دو اور اسی ایک روپیہ سے عمدہ کھجوریں ان سے آدھی خرید لو، بات تو ایک ہی رہی کہ جاہل آدمی اگر دو صاع گھٹیا کھجور کے بدلہ میں ایک صاع عمدہ خرید لے گا تو عین ربوا ہو گا اور مولوی گھٹیا دو صاع کھجوروں کو ایک روپیہ میں بیچ کر اس ایک روپیہ کی عمدہ کھجوریں ایک صاع خرید لے تو یہ ربوٰ نہیں رہا، دیکھنے میں تو بات ایک ہی رہی کہ دو

(۱) بخاری: باب اذا أراد بیع تمر بتمر خیر منه، حدیث:۲۰۸۹

www.besturdubooks.net

صاع گھٹیا کھجوروں کے بدلہ میں ایک صاع عمدہ مل گئی مگر حضور اقدس ﷺ نے جو ترکیب بتلا دی اس سے ذرا سے تغیر سے ربوا ہونے سے نکل گئی۔

ہمارے مدرسہ کے مہتمم اول حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہ کا معمول یہ تھا کہ مدرسہ کے چندہ میں جو زیورات آتے ان کو کسی دوسرے کے ہاتھ نہیں فروخت کراتے تھے؛ بلکہ خود بہ نفس نفیس گھر آتے جاتے وقت فروخت کیا کرتے تھے، اور ہیرا نام کا ایک بہت بڑا اصراف تھا اسی سے معاملہ ہمیشہ کیا کرتے تھے اور وہ بھی مہتمم صاحب کا اتنا معتقد ہو گیا تھا کہ بہت رعایت مہتمم صاحب کی کیا کرتا تھا، جب طلائی زیور فروخت کرتے تو اول اس صراف سے چاندی کے روپے قرض لیا کرتے اور اس سے خرید فروخت کر کے پھر اس کے روپے واپس کر کے چلے آتے وہ بہت غور سے دیکھا کرتا کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور جب چاندی کے زیور کی خرید وفروخت ہو تو اس سے پہلے اشرفیاں قرض لیتے اور اس سے معاملہ کرنے کے بعد پھر واپس کر دیتے، وہ پوچھتا مولانا صاحب: اس ہیر پھیر میں کیا فائدہ ہوا بات تو ایک ہی رہی تو مہتمم صاحب اس کو سمجھایا کرتے کہ ہمارے مذہب میں چاندی سونے کی فروخت میں خاص طریقہ ہے اور اسے سمجھاتے وہ صراف بھی بیع صرف کے مسئلہ میں اتنا ماہر ہو گیا تھا کہ عام لوگوں کو تو پہلے ہی مسئلہ بتا دیا کرتا تھا مگر جب مولوی قسم کا کوئی آدمی اس کے یہاں پہنچتا اول تو وہ صراف عام طریقہ سے بیچ دیتا اور جب وہ مولانا صاحب اٹھتے تو وہ صراف کہتا مولانا صاحب ذرا تشریف رکھئے یہ جس طرح خریدا ہے یہ آپ کے مذہب میں ناجائز ہے، اکثر مولوی تو یہ لفظ سن کر چکراتے اور بعض جوشیلے اس سے کہتے کہ ہمارے مذہب سے ہم واقف ہیں یا تو بہت بوڑھا تھا وہ کہتا مولانا صاحب پہلے تشریف رکھئے خفا نہ ہوئیے، میری بات سنئے پھر اسے سمجھاتا کہ آپ کے مذہب میں اس طرح جائز ہے تو وہ بھی سوچ میں پڑ جاتے اور شرما جاتے اس لئے کہ اصل مسئلہ میں وہ مولانا صاحب جاہل ہوتے تھے اور وہ مشرک مسئلہ کا واقف ہوتا تھا۔

منتہیٰ کے اعتبار سے بات تو ایک ہی رہتی؛ لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کھجوروں

www.besturdubooks.net

کی طرح سے ذرا سے تغیر سے وہ ناجائز معاملہ جائز بن جاتا۔الخ

اس کی مثالیں مطوّلات میں بہت کثرت سے لکھی گئی ہیں ان سب کا لکھنا تو بہت طول ہے۔

مختصر یہ ہے کہ تجارت ہو یا زراعت یا اجارہ ، ہر چیز میں حلال وحرام کی تفتیش بہت ضروری ہے،عوام کے دیکھنے کی چیز تو نہیں مگر اہل علم اور عربی داں لوگوں کیلئے دیکھنا بہت ضروری ہے۔کتاب الکبائر علامہ ذہبی کی الزواجر عن اقتراف الکبائر ابن حجر مکی کی۔ اور احیاء العلوم غزالی کی کتاب الحلال والحرام والاحصہ۔علامہ ذہبیؒ نے کتاب الکبائر میں لکھا ہے کہ اٹھائیسواں کبیرہ گناہ حرام کا کھانا اور استعمال کرنا کسی بھی طریقہ سے ہو۔

امام ذہبیؒ نے اول آیت شریفہ ”وَلَا تَاكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ“نقل کی ہے اور اس کا مطلب لکھا ہے کہ کوئی کسی کا مال باطل کے ذریعہ سے نہ کھائے پھر لکھا ہے کہ باطل طریقہ سے کھانے کی دوصورتیں ہیں ایک یہ کہ ظلم کے طریقہ پر ہو مثلاً غصب، خیانت اور چوری کے ذریعہ حاصل کرے دوسرے یہ کہ مذاق کے طور پر لے لے جیسے جوے میں اور دوسرے کھیل کے مواقع پر لے لیتے ہیں۔(۱)

صحیح بخاری میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کے مال میں ناحق طریقہ پر گھسے چلے جاتے ہیں سو ان کے لئے قیامت کے دن دوزخ ہے۔(۲)

اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ایسے شخص کا ذکر فرمایا جس کا سفر لمبا ہو بال بکھرے ہوے ہوں جسم غبار آلود ہو وہ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا کر یارب یارب کہہ کر دعائیں کررہا ہو اور حال یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے، پینا حرام ہے، اور لباس حرام ہے اور حرام ہی سے پلا ہو، سو ان حالات میں اس کی دعا کہاں قبول ہوسکتی ہے؟(۳)

---

(۱) الکبائر للذھبی، الکبیرۃ الثامنة والعشرون أکل الحرام:۱۱۸/۱،دارالندوۃ الجدیدۃ،بیروت

(۲) بخاری: باب قول الله تعالیٰ فإن لله خمسه،حدیث:۲۹۵۰

(۳) مسلم: باب قبول الصدقة من الکسب الطیب، حدیث:۱۰۱۵

www.besturdubooks.net

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ دعا فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات بنادے، آپ ﷺ نے فرمایا اے انس اپنی کمائی حلال رکھوتمہاری دعا قبول ہوگی؛ کیونکہ جوکوئی شخص حرام کا کوئی لقمہ منہ میں لیتا ہے تو چالیس دن تک اس کی کوئی دعا قبول نہیں ہوتی اورامام بیہقیؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضوراقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اخلاق تقسیم کردیئے ہیں، جیسا کہ ارزاق بانٹ دیئے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ دنیا اس کو دیتا ہے جس سے محبت فرماتا ہے اوراس کو بھی جس سے محبت نہیں فرماتا مگر دین صرف اسی کو دیتا ہے جس سے محبت فرماتا ہے سوجس کو اللہ تعالیٰ نے دین دیا اس کو اللہ تعالیٰ نے محبوب بنالیا اور جوکوئی بندہ مال حرام کمائے گا پھراس میں سے خرچ کرے گا تو اس میں برکت نہ ہوگی،اوراس میں سے صدقہ کرے گا ،تو قبول نہ ہوگا،اوراپنے پیچھے چھوڑ کر جائے گا تو یہ مال دوزخ میں لے جانے کے لئے اس کا توشہ ہوگا، بے شک اللہ تعالیٰ برائی کو برائی کے ذریعہ نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو نیکی کے ذریعہ مٹاتا ہے۔(۱)

اورحضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضوراقدس ﷺ نے ارشادفرمایا کہ دنیا میٹھی اورسرسبز ہے جس نے اس میں سے حلال طریقہ پر مال کمایا اوراسے حق کے راستوں، میں خرچ کیا اللہ تعالیٰ اسے ثواب دے گا،اور جنت عطا فرمائے گا اور جس نے اس دنیا میں حلال کے سوا دوسرے طریقہ پر مال کمایا اوراسے ناحق طریقوں میں خرچ کیا اللہ تعالیٰ اسے ذلت کے گھر یعنی دوزخ میں داخل کرے گا،بہت سے لوگ ایسے ہیں جوخواہش نفس کے مطابق حرام مال میں گھس جاتے ہیں ان کے لئے قیامت کے دن دوزخ ہے۔(۲) اورایک حدیث میں یوں ہے کہ جوشخص یہ پرواہ نہیں کرتا کہ مال کہاں

---

(۱) مسند احمد: مسند عبداللہ بن مسعود،حدیث:۳۶۷۲،علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ:اس روایت کوامام احمد نے نقل کیا ہے،اس کی سند میں بعض لوگ مستور ہیں اوراکثر ثقہ ہیں۔

(۲) صحیح ابن حبان: باب ماجاء فی الصبروثواب الأمراض والأعراض، حدیث:۲۸۹۲، محقق شعیب الارنؤوط نے اس روایت کوحسن کہا ہے

www.besturdubooks.net

سے کمایا یا اللہ تعالیٰ بھی پرواہ نہیں کرتا کہ اسے دوزخ کے کس دروازہ سے داخل کیا؟ (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے منہ میں مٹی بھر لے یہ اس سے بہتر ہے کہ اپنے منہ میں حرام مال ڈال لے۔ (۲)

حضرت یوسف بن اسباطؒ کا ارشاد ہے کہ کوئی جوان آدمی جب عبادت گزار بن جاتا ہے، تو شیطان اپنے مددگاروں سے کہتا ہے کہ دیکھو اس کی خوراک کہاں سے ہے؟ سو اگر اس کا کھانا پینا ناجائز طریقہ سے ہو تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ چھوڑ و اسے ، اپنے نفس کو عبادت میں تھکا تا رہے۔ اور بیکار محنت کرتا رہے، تمہیں اس کے بارے میں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں اس کی یہ عبادت حرام کا استعمال کرتے ہوئے نفع نہ دے گی، اس مضمون کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو ابھی گزری کہ کھانا، پینا، لباس حرام ہو تو دعا قبول نہیں ہوتی۔

اور ایک حدیث میں یوں ہے کہ ایک فرشتہ بیت المقدس پر روزانہ رات کو اور دن کو یہ آواز لگاتا ہے کہ جس شخص نے حرام کھایا اللہ تعالیٰ اس کا فرض، نفل، کچھ قبول نہیں فرمائے گا۔ (۳)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا ارشاد ہے کہ شبہ کی وجہ سے میں ایک درہم واپس کر دوں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ ایک لاکھ اور ایک سو درہم صدقہ کروں۔ (۵)

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص حرام مال سے حج کرے اور جب وہ لبیک کہے تو اسے جواب میں فرشتہ کہتا ہے کہ نہ تیرا لبیک معتبر ہے نہ سعدیک، تیرا حج تیرے ہی اوپر لوٹا دیا گیا۔ (۶)

---

(۱) صحیح ابن حبان، باب فی الخلافة والامارة، حدیث:۴۵۱۲

(۲) شعب الایمان: الفصل الثالث فی طیب المطعم، حدیث:۵۷۶۳

(۳) الزواجر لابن حجر الهیثمی، الکبیرة السابعة والثمانون بعد المائة أکل :۱/۴۵۰، المکتبة العصریة ، بیروت

(۵) حوالہ سابق

(۶) المعجم الأوسط: من اسمه محمد، حدیث:۵۲۲۸

www.besturdubooks.net

امام احمدؒ نے اپنی مسند میں حضور اقدس ﷺ کا پاک ارشاد نقل کیا ہے کہ جو کوئی دس درہم کا کپڑا خریدے اور ایک درہم بھی اس میں حرام ہو تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر ہے اس کی کوئی نماز مقبول نہیں۔(۱)

اور وہب بن وردؒ نے فرمایا کہ اگر تم ستون کی طرح سے کھڑے رہو (یعنی نماز میں) تو یہ تمہیں کچھ نفع نہیں دے گا جب تک تم یہ نہ تحقیق کرلو کہ تمہارے پیٹ میں کیا جارہا ہے؟ حلال یا حرام؟ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جس کے پیٹ میں حرام کھانا داخل ہو گیا ہو جب تک وہ اس سے توبہ نہ کرلے۔(۲)

اور سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ جو شخص حرام مال نیک کام میں خرچ کرے اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنا ناپاک کپڑا پیشاب سے پاک کرے حالانکہ ناپاک کپڑے کو صرف پانی ہی پاک کرسکتا ہے، اسی طرح گناہ کو بھی حلال ہی مٹا سکتا ہے۔(۳)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم حلال کے دس حصوں میں سے نو حصے اس خوف سے چھوڑ دیتے تھے کہ کہیں حرام میں نہ پڑ جائیں۔(۴)

اور کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ جسم جنت میں داخل نہ ہوسکے گا جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو۔(۵)

علماء نے کہا ہے کہ اس باب میں (حرام کھانے میں) ٹیکس لینے والا، خیانت، کرنے والا، چور، ڈاکو، سود لینے والا، دینے والا، یتیم کا مال کھانے والا، جھوٹی گواہی دینے والا، اور کسی کی چیز مانگنے پر لیکر انکار کردینے والا، رشوت لینے والا، ناپ تول میں کمی

---

(۱) مسند احمد: مسند عبداللہ بن عمر، حدیث:۵۷۳۲

(۲) المعجم الأوسط: ۶۴۹۸، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک شخص کو میں نہیں جانتا۔

(۳) الزواجر حوالہ سابق (۴) الزواجر حوالہ سابق

(۵) ترمذی: باب ما ذکر فی فضل الصلاۃ، حدیث:۶۱۴، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

کرنے والا، اور عیب دار چیز کے عیب کو چھپا کر بیچنے والا، جوا کھیلنے والا، جادوگر، نجومی، تصویریں بنانے والا، زانیہ عورت، اجرت پر رونے والی عورت، اور وہ دلال جو بائع کی اجازت کے بغیر اپنی اجرت لے اور خریدنے والے کو زائد دام بتائے، اور آزاد شخص کو بیچ کر کھانے والا، یہ سب بھی حرام کھانے والوں کی فہرست میں داخل ہیں۔(۱)

نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کچھ ایسے لوگ لائے جائیں گے، جن کے ساتھ تہامہ پہاڑ کی طرح سے نیکیاں ہوں گی، مگر جب ان کو پیش کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان سب کو "هباء منثورا" (کالعدم) کر دیں گے۔ پھر ان سب کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ کیسے ہوگا؟ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ نمازیں پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے، زکوٰۃ ادا کرتے تھے، حج بھی کرتے تھے مگر ان سب کے باوجود جب کوئی ذرا حرام مال سامنے آیا اس کو بے دریغ لے لیتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے سارے اعمال کالعدم کر دیئے۔(۲)

اور بعض صالحین سے مروی ہے کہ جب موت کے بعد ان کو خواب میں دیکھا گیا تو ان سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ انہوں نے کہا اچھا ہی معاملہ ہوا؛ لیکن اتنی بات ہے کہ ایک سوئی کی وجہ سے جنت کے داخلہ سے روکا ہوا ہوں، یہ سوئی میں نے عاریۃً لی تھی پھر اسے واپس نہ کی۔(۳)

علامہ ذہبیؒ آگے ایک اور باب کے تحت فرماتے ہیں۔

باسٹھواں کبیرہ گناہ ناپ تول وغیرہ میں کمی کرنا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ" الآیۃ: یعنی ہلاکت ہو ان لوگوں کے لئے جو ناپ تول میں لوگوں کے حقوق

---

(۱) الزواجر: الكبيرة السابعة والثمانون بعد المائة أكل الحرام: ۱/۴۵۰

(۲) المعجم الأوسط: من اسمه عبيدالله، حديث: ۴۶۳۲، الزواجر: الكبيرة السابعة والثمانون بعد المائة أكل الحرام: ۱/۴۵۰

(۳) الزواجر: الكبيرة السابعة والثمانون بعد المائة أكل الحرام: ۱/۴۵۰

www.besturdubooks.net

مارتے ہیں اور جب اپنا حق لوگوں سے وصول کرتے ہیں تو پورا پورا وصول کرتے ہیں، اور جب لوگوں کے حقوق دیتے ہیں تو کمی کر کے دیتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''پانچ چیزیں پانچ چیزوں کے بدلہ میں،، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ پانچ چیزیں پانچ چیزوں کے بدلہ میں، کا کیا مطلب؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

۱) جب بھی کسی قوم نے کیا ہوا عہد توڑا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا۔

۲) اور جب بھی کسی قوم نے اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے فیصلہ کے علاوہ فیصلہ کیا تو ان میں محتاجگی (غربت) عام ہوگئی۔

۳) اور جب بھی کسی قوم میں برائیاں (زنا) عام ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر طاعون مسلط کر دیتا ہے۔

۴) اور جب بھی ناپ تول میں کسی قوم نے کمی کی اللہ تعالیٰ نے خوش حالی ختم کر دی اور قحط سالی میں مبتلا کر دیا۔

۵) اور جب بھی کسی قوم نے زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کی اللہ تعالیٰ نے بھی بارش روک دی۔(۱)

حضرت مالک بن دینارؒ نے فرمایا کہ میں ایک پڑوسی کے پاس گیا جو نزع کی حالت میں تھا اور وہ کہہ رہا تھا، آگ کے دو پہاڑ ہیں، آگ کے دو پہاڑ ہیں، میں نے کہا یہ کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا کہ میرے پاس دو پیمانے تھے ایک سے ناپ کر لیتا اور دوسرے سے ناپ کر دیتا تھا (اور یہ آپس میں چھوٹے بڑے تھے) مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں میں ان دونوں کو لیکر ایک دوسرے پر مارنے لگا، تو اس نے کہا کہ تمہارے

---

(۱) مجمع الزوائد: باب فرض الزکاۃ، حدیث:۴۳۴۶، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس میں اسحاق بن عبداللہ بن کیسان المروزی ہیں، ان کو حاکم نے لین کہا ہے اور اس کے بقیہ رجال ثقہ ہیں اور ان میں کلام ہے۔

www.besturdubooks.net

اس مارنے سے میرا عذاب اور زیادہ سخت اور بڑا ہوگیا، پھر وہ اسی مرض میں مر گیا، مطفف وہ ہے جو ناپنے اور تولنے میں کمی کرتا ہے، اس کو مطفف اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اس طرح سے شئی طفیف یعنی معمولی سی ہی چیز چرا سکتا ہے، یہ کمی کرنا چوری اور خیانت اور حرام کھانے کی قسم ہے، اللہ تعالیٰ نے ''ویل'' یعنی شدت عذاب کی وعید ارشاد فرمائی، بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ''ویل'' جہنم کی ایک وادی کا نام ہے، اگر اس میں ساری دنیا کے پہاڑ بھی جلائے جائیں تو اس کی گرمی کی شدت سے پگھل جائیں، بعض سلف کا ارشاد ہے کہ میں ہر ناپنے والے اور تولنے والے کے بارے میں دوزخ میں جانے کا یقین رکھتا ہوں؛ کیونکہ یہ مشغلہ رکھتے ہوئے کوئی کمی بیشی کرنے سے نہیں بچ سکتا سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ ہی محفوظ کرے۔(۱)

بعض حضرات نے ذکر فرمایا کہ میں ایک مریض کے پاس گیا وہ مرض الموت میں مبتلا تھا میں اسے کلمہ شہادت کی تلقین کرنے لگا؛ لیکن اس کی زبان اس کلمہ کی ادائیگی پر نہیں چلتی تھی، جب اسے کچھ ہوش آیا تو میں نے کہا کہ اے میرے بھائی کیا بات ہے میں تم کو کلمہ شہادت کی تلقین کرتا ہوں اور تمہاری زبان نہیں چلتی؟ وہ کہنے لگا میری زبان پر ترازو آڑے آجاتی ہے، جو مجھے بولنے نہیں دیتی، میں نے کہا کیا تو کم تولتا تھا؟ اس نے کہا نہیں، ہاں اتنی بات تھی کہ میں تولنے لگتا تھا تو ترازو کو درست کرنے کے لئے توقف نہیں کرتا تھا، پس یہ اس شخص کا حال ہے جسے ترازو درست کرنے کا اہتمام نہ تھا پھر اس کا کیا حال ہوگا جو کم تولنے والا ہو؟ حضرت نافعؒ نے بیان فرمایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سوداگر کے پاس سے گزرتے تھے تو فرماتے تھے کہ تو اللہ تعالیٰ سے ڈر اور ناپ تول پوری کرنے کا اہتمام کر؛ کیونکہ ان دونوں میں کمی کرنے والے میدان قیامت میں اس حال میں کھڑے کئے جائیں گے کہ ان کا پسینہ نیچے سے لے کر ان کے کانوں کے آدھے حصہ تک ہوگا، اور یہی حال اس تاجر کا ہے جو ناپ کر کپڑا وغیرہ بیچتا ہو جو بیچتے وقت خوب

---

(۱) الکبائر للذهبی، الکبیرة الثانیة والستون نقص الکیل والزراع: ۲۲۵/۱، دار الندوة الجدیدة، بیروت۔

www.besturdubooks.net

اچھی طرح ہاتھ سخت کر دیتا تاکہ ذرا سا بھی زیادہ نہ جائے، اور اپنے لئے ناپ کر خریدتا تھا تو اس خیال سے ہاتھ ڈھیلا کر دیتا تھا، کہ کچھ زیادہ آجائے، بعض سلف کا ارشاد ہے کہ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو ایک ناقص دانہ کے بدلہ اتنی بڑی جنت چھوڑ دے جس کا عرض آسمان وزمین کے برابر ہے اور سخت افسوس ہے اس شخص کے لئے جو ایک دانہ زیادہ لینے پر اپنے لئے ہلاکت خریدتا ہو۔(۱)

میرا تو دل چاہتا تھا کہ اس رسالہ کو ذرا تفصیل سے لکھوں مگر مجھ پر آج کل امراض کا حملہ بہت زیادہ ہے اس واسطے ہر مضمون کو شروع کرتے ہوئے یہ خیال رہا کہ یہ پورا ہوگا بھی یا نہیں؟ اس لئے مجبوراً آج یوم دوشنبہ ۵ر صفر ۱۴۰۰ھ کو ختم ہی کر دیا، اللہ جل شانہ اس مختصر رسالہ کو اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائے، اور مسلمانوں کو اکل حلال اور حرام سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس سیہ کار کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين، وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه سيدنا ونبينا محمد واله واصحابه ومن تبعه الىٰ يوم الدين. اٰمين

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم مہاجر مدنی

۵ر صفر ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۷۹ء مدینہ طیبہ

---

(۱) الكبائر للذهبي، الكبيرة الثانية والستون نقص الكيل والزراع: ۲۲۵/۱، دار الندوة الجديدة، بيروت

www.besturdubooks.net

مسنون اصول تجارت

www.besturdubooks.net

حلال کمانے کی فضیلت واہمیت

حلال کمانے کی اہمیت قرآن کریم میں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:" وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا" (۱) یہاں اللہ عزوجل نے حصول معیشت کو اپنے احسانات کے تحت ذکر فرمایا، اور یہ بھی ارشاد باری ہے: "وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَائِش قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ" (۲) یعنی ہم نے تمہارے لئے روئے زمین میں مختلف اقسام کے کسب ومعاش کے ذرائع پیدا کئے، اور فرمایا:"لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلاً مِنْ رَبِّكُمْ"(۳) یعنی اللہ کے رزق کو تلاش کرنے میں کوئی حرج نہیں، یہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، اور یہ بھی قول ہے کہ اس سے مراد مباح دنیا و ماکولات ومشروبات کا حاصل کرنا ہے، اور یہ بھی اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:"وَآخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِيْ الْأَرْضِ " بعض لوگ روئے زمین میں تلاش رزق کے لئے سفر کرتے ہیں، اپنے اسفار اور تجارتوں کے ذریعے منافع حاصل کرتے ہیں، اور اسی کے مثل اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: " فَانْتَشِرُوْا فِيْ الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ" (۴)۔

اللہ عزوجل نے انسان کی معاشیات کی تکمیل کے لئے آسمان وزمین اور جو کچھ اس کے درمیان ہے اپنے ان قرآنی الفاظ کے ذریعہ مسخر کیا ہے " رِزْقًا لِّلْعِبَادِ" (۵) ''روزی ہے بندوں کے لئے''۔

---

(۱) النبأ:۱۱ (۲) الأعراف: ۱۰ (۳) البقرة: ۱۹۸
(۴) الجمعة: ۱۰ (۵) ق:۱۱

www.besturdubooks.net

اللہ عز وجل نے اس نظام عالم کو اس لئے بنایا ہے؛ تا کہ انسان اپنی معاشی سہولتوں کے لئے بالواسطہ یا بلا واسطہ اس سے استفادہ کرے، نفع اٹھائے، اس مہیب اور عظیم کارخانے کو قرآن کا انسان کے سامنے رکھنا اور زمین کے اندر قُوتی (رزق) کا مواد کا جو ذخیرہ محفوظ کیا گیا ہے اس کی طرف اشارہ ہے:

"قَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَها" (۱) (ناپ تول کر رکھ دیئے اقوات (غذائی ذخیرے) اس کے (یعنی زمین کے اندر۔) کے الفاظ میں اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "سَوَاءً لِلسَّائِلِينَ" (برابر ہے تلاش وجستجو کرنے والوں کے لئے) کا اعلام اور ان تمام معاشی پیداواروں کو "فضل اللہ" کے احترامی نام سے موسوم کر کے اور اس کی تلاش وجستجو کو "وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ" (۲) سے تعبیر کیا۔

قرآن تو صاف لفظوں میں مالا بدمنہ ضروریات سے گذر کر آسائش وراحت، اور زیب وزینت وغیرہ کے ساز وسامان تک کے متعلق صرف جواز کے فتوی ہی پر قناعت نہیں کرتا؛ بلکہ "زینت اللہ" اور "الطیبات من الرزق" کے استعمال سے گریز کرنے والوں کو اس عتابی سوال سے مخاطب کرتا ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ أَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ (۳)	بولئے کس نے حرام کی ہے اللہ کی آرائش کو جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا اور صاف ستھری روزی کو۔

دنیاوی نعمتوں کی نفرت اخروی نعمتوں کی نفرت کا مقدمہ ہے

اور واقعہ یہ ہے کہ جو لوگ قدرت کی ان نعمتوں سے "اَلْحَيَاةُ الدُّنْيَا" اور اس معاشی زندگی میں ان سے بھاگ بھاگ کر اپنے اندر عادتی چڑ اور کراہت پیدا کرلیں گے ان کے کراہت زدہ قلوب پر اخروی نعمتوں کی قدر و قیمت کا کتنا وزن باقی رہ سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ عام مسلمانوں ہی کو نہیں؛ بلکہ مسلمانوں کے سب سے بڑے روحانی

---

(۱) فصلت: ۱۰ (۲) الجمعة: ۱۰ (۳) الأعراف: ۳۲

www.besturdubooks.net

پیشوا سید الانبیاء کو تک "يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ "(۱) (اے نبی ﷺ! کیوں حرام کرتے ہیں آپ اس چیز کو جسے حلال کیا ہے اللہ نے آپ کے لئے) کے الفاظ سے مخاطب کیا، جس کا یہی مطلب ہوسکتا ہے کہ "روحانیت" کے بلند سے بلند مقام تک میں ان چیزوں سے گریز، جنہیں قدرت نے معاشی استفادہ کیلئے پیدا کیا ہے، اسلامی نقطۂ نظر سے مفید تر کیا ہوگا؛ بلکہ باعثِ ضرر ہی ہوسکتا ہے علامہ ابوبکر جصاص اس بنیاد پر فرماتے ہیں:

"أَنْ لَا فَضِيلَةَ فِيْ اِمْتِنَاعِ أَكْلِهَا"(۲)

جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ حلال فرماچکا ہے ان کے کھانے سے پرہیز کرنے میں کسی قسم کی کوئی فضیلت حاصل نہیں ہوتی۔

روحانی ترقی معاشی ترقیوں کے ساتھ ممکن ہے

اور سچ یہ ہے کہ جب شاہی ساز و سامان کو بھی قرآن انسانیت کے ارتقاء کی آخری منزل یعنی "نبوت" کے منافی نہیں خیال کرتا، باوجود پیغمبر اور خدا کے رسول ہونے کے حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق مختلف مقامات میں شیش محل، عرش وتخت وکرسی، مَحَارِيب وَتَمَاثِيل، قُدُورِ رَّاسِيَاتٍ (بڑی بڑی دیگیں) صَافِنَاتُ الْجِيَادِ (قیمتی گھوڑے) ہر قسم کے بَنَّاءٌ (معمار) غَوَّاصٌ (غوطہ زن) جُنُودٌ (افواج) سب ہی چیزوں کا ذکر کرتا ہے، اور ان تمام امور کو قربِ الٰہی کے مقامات عالیہ کے منافی نہیں قرار دیتا تو مجھے ان پر تعجب نہیں ہے جو اپنی جہالت کی وجہ سے بعض مسلمانوں کے طرز عمل کو دیکھ کر اسلام کو بھی ایک قسم کا راہبانہ مذہب قرار دیتے ہیں، بلکہ حیرت ان پر ہے جو یہ جاننے کے باوجود کہ "اسلام میں رہبانیت نہیں ہے" اس بدیہی دعوی کو نظری قرار دے کر

---

(۱) التحریم:۱

(۲) أحكام القرآن للجصاص: مطلب فی تأويل ما ورد عنه عليه السلام :۵٦٦/۲، دار الكتب العلمية، بيروت

www.besturdubooks.net

اس کے ثبوت میں بلا وجہ اپنا وقت ضائع کرتے ہیں......

جس کتاب کی جوہری تعلیم ہی اس پر مبنی ہو کہ قدرت نے جو کچھ بھی پیدا ہے، انسان ہی کے لئے پیدا کیا ہے اور اس نظریہ کو مختلف پیرایہ میں بار بار ہر تھوڑی دیر کے بعد بیان کیا گیا اس کے متعلق ایک لمحہ کے لئے بھی ''معاش گریز'' خیال کا اندیشہ کیا جائز ہوسکتا ہے؟ اگر اس کا ارادہ کیا جائے کہ قرآن نے تفصیلا کن کن چیزوں کے افادی پہلوؤں سے استفادہ کی طرف انسانی فطرت کو ابھارا ہے تو شاید یہ مبالغہ نہ ہوگا کہ قرآن کے ایک تہائی حصہ کو نقل کرنا پڑے گا، بر و بحر، شجر و حجر، سفلیات وعلویات آخر ایسی کونسی اہم چیز ہے جس کے افادی پہلوؤں کی طرف قرآن نے صراحۃ یا کنایۃ اشارہ نہیں کیا ہے، انسان ان چیزوں سے اپنی معاشی سہولتوں کے حصول میں جن جن طریقوں سے کام لیتا رہتا ہے اور لے رہا ہے اگر غور کیا جائے تو قرآن باوجودیکہ کوئی خالص معاشی کتاب نہیں ہے؛ لیکن پھر بھی ان طریقوں کی طویل فہرست قرآنی آیات کی روشنی میں بہ آسانی مرتب ہوسکتی ہے، مثلا زراعت، باغبانی، شکار، شکار کے مختلف طریقے یعنی آلاتِ حیلی سے شکار، شکاری کتوں، شکاری پرندوں (باز بحری وغیرہ) سے شکار، خشکی کے شکار، دریائی جانوروں کے شکار، مویشیوں کی پرورش، بری و بحری جانوروں، پرندوں کے مختلف اجزاء، گوشت کھال، اون، بال، دودھ، شہد وغیرہ سے استفادہ کی مختلف نوعیتیں، تجارت، تجارت کے سلسلے میں حیوانی وغیرہ، حیوانی، بری و بحری سواریوں کے ذریعے مواصلات حمل ونقل کی سہولتوں کا ذکر، صنعت وحرفت اور اس کے مختلف بسیط ومرکب سادہ اور پیچیدہ شعبے مثلا آہن گری، نجاری، زرگری، ظرف سازی، شیشہ سازی، زرہ سازی، پارچہ بافی، معماری، سنگ تراشی، کان کنی، غواصی، مزدوری، مزدوری کی مختلف نوعیتیں، حکومتی ملازمت، کاروباری تنظیم وغیرہ وغیرہ تقریبا وہ ساری چیزیں جن سے بعض معاشی علماء نے معاشی تختے مرتب کر کے اہل علم سے داد حاصل کی ہے، جہاں تک میں خیال کرتا ہوں ان تختوں کی خانہ پری صرف قرآنی آیات سے اگر کوئی کرنا چاہے تو مشکل ہی سے کوئی خانہ خالی رہ سکتا ہے، اگرچہ قرآنی آیات میں ان کا ذکر جہاں بھی آیا ہے ضمنا ہی آیا

www.besturdubooks.net

ہے، تاہم اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ معاشی امور سے قرآن مسلمانوں کو کتنا قریب رکھنا چاہتا ہے۔

زراعت وباغبانی کے ساتھ قرآن کا خصوصی تعلق:

خصوصا زراعت وباغبانی کے متعلق قرآنی اشارات کی نوعیت ضمنی مباحث سے یقیناً ذرا زیادہ نظر آتی ہے، حالانکہ قرآن نے اپنے خطاب کا آغاز جس قوم اور ملک سے شروع کیا ہے، خصوصا قریشِ مکہ، ظاہر ہے کہ ان کا ماحول زراعت وغیرہ گویا بے تعلق تھا، لیکن باوجود اس کے بار بار مختلف پیرایوں میں قرآن ابر و باد، برق ورعد، لَـوَاحِـق (حاملہ یامان سونی ہواؤں) بارش اوران کے ساتھ کسانوں کے جذبات، خوف وطمع کا جو تعلق ہوتا ہے مسلسل ذکر کرتا چلا جاتا ہے، لہلہاتی کھیتیوں، ہرے بھرے گھنے باغوں، ان کے مختلف موسمی حالات کا تذکرہ اس کتاب میں دُہرا کراس طرح کیا گیا ہے کہ بظاہر خیال گذرتا ہے کہ شاید اس کتاب کا خطاب زیادہ تر ان ہی لوگوں سے ہے جو کاشتکاری اور باغبانی کے پیشوں میں مشغول ہیں، لوگوں کا قرآن کے متعلق خواہ کچھ بھی خیال ہو لیکن میرا ذاتی رجحان تو یہی ہے کہ گویا اس راہ سے مسلمانوں میں انسانی معاش کے اس اہم باب سے گونہ زیادہ مناسبت پیدا کرنا شاید یہ بھی مقصود ہو۔

حلال کمانے کی فضیلت احادیث میں:

اس سلسلے میں احادیث بھی متعدد ہیں:

ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کچھ گناہ وہ ہیں جو طلب معاش کی فکر ہی سے مٹتے ہیں:

"مِنَ الذُّنُوبِ ذُنُوبٌ لَا يُكَفِّرُهَا إِلَّا الْهَمُّ فِي طَلَبِ الْمَعِيشَةِ"(۱)

اور ایک روایت میں ہے: جو شخص دنیا کو حلال طریقے سے سوال کی ذلت سے

---

(۱) مجمع الزوائد: باب فيمن يبتلى، حديث: ۳۷۲۵

www.besturdubooks.net

بچنے ، اہل وعیال کے لئے سعی اور کوشش اور اپنے پڑوسی پر مہربانی کرنے کے لئے حاصل کرتا ہے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔

اور ایک روایت میں ہے " إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُؤمِنَ الْمُحْتَرِفَ" (۱) اللہ تعالیٰ پیشہ ور محنتی مومن کو پسند کرتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے: " خَيرُ الْكَسْبِ كَسْبُ يَدِ الصَّانِعِ إِذَا نَصَحَ"(۲) (آدمی کا حلال مال جو کھانے کے قابل ہے جو صناعت اور کاریگری کے ذریعہ ہو جب کہ صناعت اور کارگری کا حق ادا کر دیا ہو)۔یعنی اس نے دھوکہ دہی ، دغا سے کام نہ لیا ہو؛ بلکہ نہایت مکمل مضبوطی کے ساتھ کام انجام دیا ہو۔

روایت ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا، تو پوچھا: تو کیا کام کرتا ہے، اس نے کہا: میں عبادت کرتا ہوں؟ ،فرمایا: تمہارے اہل وعیال کی کفالت کون کرتا ہے؟ اس نے کہا: میرا بھائی تو حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا:"أَخُوكَ أَعبَدُ مِنكَ" تمہارا بھائی تم سے زیادہ عبادت گذار ہے۔(۳)

دیکھیئے اس روایت میں عبادت کے ساتھ دنیا کمانے والے دکان داری کر کے اپنی ضرورت اور دوسرے کی ضرورت پوری کرنے والے صرف عبادت اور ذکر کرنے والے سے افضل اور زائد عبادت گذار بتایا گیا ہے، پس اس وجہ سے کہ اس نے دو فریضہ کو جمع کیا، ایک حلال کمائی جو عبادت ہے اور ایک خالص عبادت نماز وروزہ وغیرہ اس وجہ سے کہ ایک تو حلال کمائی کا ثواب، پھر بھائی پر صدقہ خیرات کا ثواب پھر عبادت الٰہی

---

(۱) المعجم الأوسط، من اسمه مقدام، حديث:۸۹۳۴،علامہ عراقی نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے: اس کو طبرانی، ابن عدی ابن عمر کی حدیث سے ذکر کیا ہے اور اس کو ضعیف کہا ہے۔

(۲) مسند احمد: مسند أبي هريرة، حديث:۸۳۹۳،علامہ ہیثمی فرماتے ہیں اس کو احمد نے روایت کیا ہے اس کے رواۃ ثقہ ہیں۔

(۳) احياء علوم الدين، كتاب آداب الكسب والمعاش:۶۲/۲،دار المعرفة ، بيروت

www.besturdubooks.net

روزہ نماز کا ثواب، اس نے (۳) ثواب کو جمع کیا۔

اس سے یہ بات بالکل صاف ہے جو لوگ صرف عبادت ذکر وغیرہ یا کسی بھی ایسے دینی کام میں جس میں کسب معاش نہیں ہے لگے رہتے ہیں، اور اپنی دنیاوی ضرورت دوسروں سے متعلق رکھتے ہیں، بہتر اور اچھا کام نہیں، کسب بھی کریں اور دین عبادت میں بھی لگیں یہ افضل ہے۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عافیت کے دس حصے ہیں، (۹) حصے تو طلب معیشت میں ہیں اور ایک باقی دوسری چیزوں میں:

"اَلْعَافِيَةُ عَشَرَةُ أَجْزَاءٍ تِسْعَةٌ فِيْ طَلَبِ الْمَعِيْشَةِ وَجُزْءٌ فِيْ سَائِرِ الاَشْيَاءِ" (۱)

مطلب یہ ہے کہ کمائی اور معاش میں لگنا عافیت کا باعث ہے بیکار رہنا بیکار بیٹھنا بیکار پھرنا وقت ضائع کرنا اچھی بات نہیں بسا اوقات لغو اور گناہ کی بات میں وقت گذرتا ہے، کمائی کی مشغولی ان واہیات سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ آپ دیکھئے جو لوگ کاروبار میں مصروف رہتے ہیں وہ بہت سے نامناسب باتوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (جب ہجرت کر کے) مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت سعد کے درمیان بھائی بندی (مدد و نصرت) کا تعلق فرمادیا حضرت سعد مالدار تھے تو انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن سے کہا میں اپنا مال آدھا آدھا آپس میں تقسیم کر لیتا ہوں (اور ایک بیوی سے) تمہاری شادی کرا دیتا ہوں، انہوں نے کہا اللہ پاک تمہارے مال و عیال میں برکت عطا فرمائے، ہمیں بازار بتادو؛ چنانچہ وہ بازار سے اس وقت لوٹے (جب کہ نفع میں) گھی پنیر جمع کر لیا:

"فَمَا رَجَعَ حَتّٰی اِسْتَفْضَلَ اِقْطًا وَسَمْنًا" (۲)

---

(۱) مسند فردوس للديلمي، باب الألف، حديث: ۸۴۰، دار الكتب العلمية، بيروت

(۲) بخاری: باب ما جاء في قول الله، حديث: ۱۹۴۴

www.besturdubooks.net

حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے فرمایا، آدھ مال اور دو بیوی میں ایک تم لے لو، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی قربانی پر دعاء دیتے ہوئے فرمایا کہ مجھے بازار بتادو، میں وہاں خود کما کر اپنے لئے مال حاصل کرونگا؛ چنانچہ انہوں نے بازار میں کام کیا اس کے نفع سے کھانے پینے کا انتظام کیا، پھر بعد میں اتنا کمایا کہ شادی بھی کر لی۔(۱)

دیکھئے اس روایت میں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ھدیہ کے مال پر اکتفا کرنے کے بجائے اپنی کمائی اور کسب پر اکتفا کیا اور خرچہ نکالا افسوس کہ آج اس سنت طریقہ کو لوگ بزرگی کے خلاف سمجھتے ہیں، اور بیٹھ کر لوگوں کے مال پر بھروسہ اور امید رکھنے کو بزرگی خیال کرتے ہیں، یہ غلط ہے ھدیہ کے مقابلہ میں کمانا یہ نبیوں کی سنت ہے اور اسطریقہ میں بزرگی ہے خواہ لوگ اس کو بزرگی نہ سمجھیں ہاں صرف کمانا نہیں؛ بلکہ اللہ کے احکام سنت پر عمل بھی ساتھ ہو تب بزرگی ہے البتہ کسی کو توکل کا صحیح مقام حاصل ہو اور لوگوں سے امید نہ لگائے پھر نہ کمائے جو مل جائے اس پر صبر کرے تو جائز ہے اور اجازت ہے جیسے کہ بعض بزرگ توکل خدا پر رکھتے تھے۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شام کو ہاتھ کی کمائی سے تھک کر چور ہو گیا ہو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔یعنی گناہوں کا کفّارہ:

"مَنْ اَمْسَی کَالًّا مِنْ عَمَلِ یَدَیْهِ أَمْسیٰ مَغْفُوراً"(۱)

ف: کسب اور حلال کمائی عبادت ہے، بیوی بچوں اقربا اعزّہ پر خرچ کا ذریعہ ہے جو عبادت ہے، اور جو چیز عبادت ہے اس میں مشقت اٹھانے میں ثواب ہے اور ثواب سے گناہوں کی معافی اور درجات بلند ہوتے ہیں۔

---

(۱) بخاري: باب كيف آخى النبى صلى الله عليه وسلم ،حدیث:۳۷۲۲

(۲) مجمع الزوائد: باب الكسب والتجارة والحث على طلب الرزق، حدیث:۶۲۳۸، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اس میں ایک جماعت ہے جس کو میں نہیں جانتا، علامہ عراقی فرماتے ہیں اس میں ضعف ہے۔

www.besturdubooks.net

پس جو شخص دن بھر کمائی اور مزدوری سے شام کو تھک کر چور ہو گیا، تو اس تعب اور مشقت پر بھی اجر ملے گا، مگر مشقت پر اجر ثواب اس وقت ملے گا جبکہ اس نے یہ کام شرع کے مطابق کیا ہوگا، اللہ کے فرض کو بھی ادا کیا ہوگا اور اگر نماز جماعت کی کوئی پرواہ نہ کی اور مشقت اٹھاتا رہا تو پھر گناہ ہوگا مغفرت کا کیا سوال؟۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال کمائی کی مشقت اٹھانے والے کو اللہ پسندیدہ نگاہ سے دیکھتے ہیں:

"إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يُحِبُّ أَنْ يَّرَی عَبْدَهُ تَعْبًا فِيْ طَلَبِ الْحَلَالِ"(۱)

مطلب یہ ہے کہ حلال کمائی میں جو مشقت اور پریشانی ہوتی ہے، اللہ اسے محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، یعنی اس پر خوش ہوتے ہیں، خیال رہے کہ عموماً حرام کمائی اور آمدنی کے حصول میں وقت اور تعب ہوتا ہے، آپ رشوت ہی کو دیکھ لیجئے، سودی بینکوں کی ملازمت کی تنخواہ دیکھ لیجئے، داروغہ پولس کی کمائی دیکھئے کوئی تعب نہیں اور آمدنی بہت، اس کے خلاف حلال کمائی، مزدوری دیکھئے۔ بنکروں کو دیکھئے، دکان داروں کی دقت اور نقل وحمل کی پریشانی دیکھئے، محلوں اور گاؤں میں گھوم کر بیچنے والوں کو دیکھ لیجئے، حلال کمائی ہے اور کچھ تعب ہے۔ پس اے تاجرو، حلال کمائی کے تعب ومشقت کو برداشت کرلو، اور اس حرام کو جس میں آمدنی بھی زائد اور مشقت بھی نہیں چھوڑ دو اور خدا کو خوش کرلو، دنیا نہیں تو آخرت کی دولت مل جائے گی۔

☆ حسن بصریؒ سے منقول ہے، یہ بازار خدا کے دسترخوان ہیں، جو یہاں لینے آئے گا وہ پائے گا:

"اَلْاَسْوَاقُ مَوَائِدُ اللّٰهِ، فَمَنْ اَتَاهَا أَصَابَ مِنْهَا"(۲)

---

(۱) کنز العمال، فی فضائل الکسب، حدیث:۹۲۰۰

(۲) إحیاء علوم الدین، کتاب آداب الکسب والمعاش: ۶۲/۲، دارالمعرفۃ، بیروت، علامہ عراقی فرماتے ہیں: اس کو ہم نے طیوریات میں حضرت حسن بصری کا قول نقل کیا ہے جس کو ہم نے مرفوع نہیں پایا ہے۔

www.besturdubooks.net

مطلب ظاہر ہے اللہ پاک کسب اور کمائی اور معاش کا مرکز اسے بنایا ہے۔ جو یہاں حلال کمائی کی طلب اور اس کے حاصل کرنے کیلئے جائے گا وہ پائے گا اور جو گھر بلاضرورت بیٹھا سستا تا رہے گا وہ خدا کے رزق سے محروم رہے گا۔

پس ضرورت اور معاشی حصول کے لئے بازار جانا برانہیں ہے، قرآن پاک میں ہے: وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ،اللہ کے برگزیدہ بندے اپنی ضرورت سے بازار خود جایا کرتے تھے، ہاں بلاضرورت بازار میں گھومنے جانا بہتر نہیں کہ یہ گناہ کی جگہ ہے۔

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی شخص رزق کی تلاش نہ کرے اور دعا کرتا پھرے کہ اے اللہ ہمیں رزق دے ایسا کوئی نہ کرے:

" لَايَقْعُدُ اَحَدُ كُمْ عَنْ طَلَبِ الرِّزْقِ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ" (۱)

ف: اللہ پاک نے دنیا کو دارالاسباب بنایا ہے، اور حصول رزق کو اسباب کے دائرے میں رکھا ہے، خدا کے سب سے زیادہ برگزیدہ اور مقرب بندے حضرات انبیاء علیہم السلام کو بھی اللہ نے اسباب اختیار کرنے کا حکم فرمایا اور اسباب کے دائرے میں روزی سے نوازا؛ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے:" كَانَ زَكَرِيَّا نَجَّاراً" (۲) اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزی کا ذریعہ کسب اور کمانے کو لازم قرار دیا ہے۔

اسباب اختیار کرنا خدائی قانون اور قدرت کا ایک زمینی نظام ہے، اور لہٰذا اسباب رزق کو اختیار نہ کرنا اور اس میں نہ لگنا اور وسعت رزق کی خاطر دعا اور اس کے وظیفہ میں لگنا قانون اور ضابطہ ہی کے خلاف ہے۔

پس اس سے ان لوگوں کے طریقہ کی تغلیط اور جہالت معلوم ہوتی ہے، جو صبح شام رزق اور وسعت رزق کا وظیفہ تو خوب پڑھتے ہیں، مگر دکان اور تجارت میں اپنا

(۱) إحياء علوم الدين، كتاب آداب الكسب والمعاش: ۶۲/۲

(۲) مسلم: باب من فضائل زكريا عليه السلام، حديث: ۳۲۷۹

www.besturdubooks.net

وقت نہیں لگاتے ہیں، پس صحیح طریقہ یہ ہے کہ اسباب رزق اختیار کرنے کے بعد دعائیں کریں۔

پس اے لوگو! رزق کو اسباب رزق میں تلاش کرو، پھر وسعت رزق کی دعائیں کریں۔

روزی بقدر محنت

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ پاک جل شانہ محنت ومشقت کی بقدر بندہ پر روزی کو نازل فرماتے ہیں، اور صبر کو آزمائش کی مقدار کے اعتبار سے اتارتے ہیں:

"اِنَّ اللّٰـهَ يُنْزِلُ الرِّزْقَ عَلٰى قَدْرِ الْمَؤُنَةِ وَيُنْزِلُ الصَّبْرَ عَلٰى قَدْرِ الْبَلَاءِ"(۱)

ف: مطلب یہ ہے کہ کوشش اور محنت آدمی جس قدر کرتا ہے، اسی مقدار اللہ پاک اسے روزی اور مالی سہولت سے نوازتے ہیں؛ چونکہ دنیا دارالاسباب ہے جس قدر اسباب ہونگے اسی قدر اس کے ثمرات اور نتائج ہونگے اس مقام پر یہ بات ذہن نشین رہے، کہ بعض روزی کو اللہ پاک کوشش اور سعی اور محنت ومشقت پر بھی رکھا ہے، سو وہ محنت اور کوشش کے دائرے سے ملے گا، اور بعض روزی اللہ پاک نے مقدر کر رکھا ہے وہ کسی نہ کسی بہانے اسے مل کر رہے گا، خواہ بندہ اس کے متعین اسباب کو اختیار کرے یا نہ کرے۔

اب چونکہ بندے کو معلوم نہیں کہ اللہ پاک نے مقدر میں کیا لکھا ہے، اور اللہ پاک کا قانون ہے، ہم نے احکام ونتائج کو اسباب میں رکھا ہے اس لئے ہمیں اسباب اختیار کرنے اور اس میں سعی اور جدجہد کرنے کی ضرورت ہے۔

مثلاً تجارت، کھیتی، دکانداری اور اس میں بہتر نتائج اور پھل کے لئے بہتر اور اچھی

---

(۱) شعب الإيمان، في ذكر ما في الأوجاع، حديث: ۹۹۵٦، محقق البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

محنت کرنی پڑے گی پس دکان کھولنی پڑے گی اور وہ بھی ایک گھنٹہ نہیں کہ جو آنا ہو گا اسی میں آئے گا؛ بلکہ مناسب وقت تک جو رائج ہے کھولنا پڑے گا، شاید دوسرے وقت میں مقدر میں لکھا ہو، پس اے دوکاندار و محنت اور وقت کی پابندی کے ساتھ رزق حاصل کرو، اس میں برکت ہے۔

امام شافعیؒ نے ''الرسالۃ'' میں، امام غزالیؒ نے ''اِحیاء'' میں، اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ مکلّف کسی کام پر اقدام اس وقت تک نہ کرے یہاں تک کہ اس کے تعلق سے احکام نہ جان لے۔

قرافی نے ''الفروق'' میں کہا ہے:

"فَمَنْ بَاعَ وَجبَ عَلَيْهِ أَنْ يَّتَعَلَّمَ مَا عَيَّنَهُ اللّٰهُ وَشَرَعَهُ فِيْ الْبَيْعِ، وَمَنْ آجَرَ وَجبَ عَلَيْهِ أَنْ يَّتَعَلَّمَ مَا شَرَعَهُ اللّٰهُ فِيْ الإِجَارَةِ، وَمَنْ قَارَضَ وَجبَ عَلَيْهِ أَنْ يَّتَعَلَّمَ حُكْمَ اللّٰهِ فِيْ الْقِرَاضِ، وَمَنْ صَلّٰى وَجبَ عَلَيْهِ أَنْ يَتَعَلَّمَ حُكْمَ اللّٰهِ فِيْ تِلْكَ الصَّلَاةِ"(۱)

اس پر اللہ تعالی کا ارشاد دلالت کرتا ہے:

"إِنِّيْ أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهِ عِلْمٌ"(۲)

عبداللہ بن الحاج کی مدخل میں ہے:

"قَدْ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَضْرِبُ بِالدُّرَّةِ مَنْ يَّقْعُدُ فِيْ السُّوْقِ وَهُوَ لَايَعْرِفُ الأَحْكَامَ" (۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس شخص کو درہ سے مارتے جو بازار میں احکام جانے بغیر بیٹھتا، اور فرماتے:

---

(۱) الفروق للقرافی: الفرق بین قاعدة المندوب الذی لا یقدم :۱۴۸/۲

(۲) ھود:۴۷

(۳) المدخل لابن الحاج: فصل فی اللباس :۱۵۷/۱

www.besturdubooks.net

لَا يَقْعُدُ فِيْ سُوْقِنَا مَنْ لَا يَعْرِفُ الرِّبَا (۱)

ہمارے بازار میں ایسا شخص نہ بیٹھے جو ربا کے متعلق نہ جانتا ہو۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

اُطْلُبُوْا الرِّزْقَ فِيْ خَبَايَا الْأَرْضِ (۲)

تم اپنی روزی کو زمین کے پوشیدہ خزانوں میں تلاش کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ بھی فرمان ہے:

لَا يَقْعُدُ أَحَدُكُمْ عَنْ طَلَبِ الرِّزْقِ (۳)

تم میں سے کوئی شخص بھی طلب رزق کی جدوجہد میں پست ہو کر نہ بیٹھے۔

سید مرتضی زبیدی شرح إحیاء العلوم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أَيْ لَا بُدَّ لِلْعَبْدِ مِنْ حَرْكَةٍ وَمُبَاشَرَةٍ سَبَبٍ مِنْ أَسْبَابٍ يَتَحَصَّلُ بِهِ طَرِيْقُ الْوُصُوْلِ إِلٰى الرِّزْقِ (۴)

یعنی ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ جائز اسباب معیشت میں سے کسی سبب اور وسیلہ کو ضرور اختیار کرے کہ جس سے وہ رزق کو حاصل کر سکے۔

اس ضمن میں آپ کا ایک نہایت حکیمانہ ارشاد ہے:

مَكْسَبَةٌ فِيْهَا دَنَاءَةٌ خَيْرٌ مِنْ

کسی کا کم تر پیشہ کو اختیار کر لینا لوگوں

---

(۱) المدخل لابن الحاج: فصل فی اللباس: ۱/۱۵۷

(۲) المعجم الاوسط: من بقية أول اسمه من اسمه موسى: ۸/۱۰۱، طبرانی کہتے ہیں: اس حدیث کو ہشام بن عروہ سے صرف ہشام بن عبد اللہ بن عکرمہ نے نقل کیا ہے اور اس روایت میں مصعب الزبیری منفرد ہیں۔

(۳) إحياء علوم الدين ، فضل الكسب والحث عليه: ۲/۶۲

(۴) اتحاف سادة المتقين: مطبوعه دار الفكر والنشر والتوزيع، قاهرة: ۵/۲۱۷

www.besturdubooks.net

مَسْأَلَةِ النَّاسِ (۱) سے سوال (مانگنے) سے بہتر ہے۔

نہج البلاغۃ میں ہے:

أَنَّ عَلِيًّا رضى الله عنه قَالَ: مَنِ اتَّجَرَ بِغَيْرِ فِقْهٍ فَقَدِ ارْتَطَمَ (اِرْتَبَكَ) فِي الرِّبَا (۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص بغیر جانے اور علم کے تجارت کرے گا تو وہ سود میں ملوث ہوگا۔

کنز العمال میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے:

لَوْلَا هٰذِهِ الْبُيُوْعُ صِرْتُمْ عَالَةً عَلَى النَّاسِ (۳)

اگر یہ خرید وفروخت نہ ہوتی تو تم لوگوں کے محتاج ہو چکے ہوتے۔

دور صحابہ کے مشہور تجار میں حضرت ابوبکر، حضرت عثمان، حضرت عمر خدیجہ بنت خویلد، زبیر بن عوام، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن عائذ، منقذ بن عمرو الانصاری، ابو معلق الانصاری، عبد اللہ وعبید اللہ بن عمر وغیرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے۔ ابو ہریرہ اور حاطب بن ابی بلتعہ کا تذکرہ بھی ''التراتیب الاداریہ'' کے مصنف نے کیا ہے۔

حاکم اور ابن ابی الدنیا نے توکل کے باب میں نقل کیا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات اہل یمن کے کچھ لوگوں سے ہوئی، تو فرمایا: تم کون لوگ ہو؟ تو انہوں نے کہا: ہم اللہ پر توکل کرنے والے ہیں، فرمایا:

كَذَبْتُمْ مَا أَنْتُمْ مُتَوَكِّلُوْنَ، إِنَّمَا الْمُتَوَكِّلُ رَجُلٌ أَلْقَى حَبَّةً فِي الْأَرْضِ وَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ (۴)

تم نے جھوٹ کہا، تم لوگ متوکل نہیں ہو، توکل والا تو وہ شخص ہے جو زمین میں دانہ ڈال کر اللہ پر بھروسہ کرے۔

---

(۱) الماوردی، الأحكام السلطانية، مطبوعة قاهره: ۳۲۵

(۲) شرح نهج البلاغة، ابن أبی الحديد: ۱/۱۷۹۹، دارالكتب العلمية، بيروت

(۳) مصنف ابن ابی شيبة: فی التجارة والرغبة فيها، حديث: ۲۲۱۸۱

(۴) كنز العمال: أنواع الكسب، حديث: ۹۸۷۵

www.besturdubooks.net

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، کہ نبی ﷺ ایک دن لوگوں کے درمیان گفتگو فرمارہے تھے، ایک دیہاتی آپ ﷺ کے پاس بیٹھا تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنتیوں میں سے ایک اپنے پروردگار سے کاشتکاری کی اجازت مانگے گا، تو اللہ تعالی اس سے کہے گا کیا تو اپنی موجودہ حالت پر راضی نہیں، وہ کہے گا: ہاں! لیکن میں کاشتکاری کرنا پسند کرتا ہوں، چنانچہ وہ بیج ڈالے گا اور پلک جھپکنے میں وہ اُگ آئے گا۔ اور سیدھا ہو جائے گا اور کاٹنے کے لائق ہو جائے گا، اللہ تعالی کہے گا کہ اے ابن آدم! اس کو لے لے، تجھ کو کوئی چیز آسودہ نہیں کرسکتی، اعرابی نے کہا کہ واللہ وہ شخص کوئی قریشی ہوگا یا انصاری ہوگا، اس لئے کہ یہی لوگ کھیتی کرنے والے ہیں، ہم تو کھیتی نہیں کرتے "فَلَسْنَا بِأَصْحَابِ الزَّرْعِ"، نبی ﷺ (یہ سن کر) ہنس پڑے۔(۱)

معاشی مسائل کی اہمیت حدیثوں میں:

یہ تو معاشی مسائل کے ساتھ قرآن کے تعلق کا حال ہے، داعیٔ قرآن ﷺ کے ملفوظات اور اس باب میں آپ کے جس طرز عمل کی تفصیل حدیث کی کتابوں میں ملتی ہے اس کا ذخیرہ تو اتنا زیادہ ہے کہ سب کا ذکر اگر کیا جائے تو وہی ایک مستقل کتاب بن جائے گی۔

اسباب خواہ کچھ ہوں لیکن یہ واقعہ ہے مذہب کے غلط نمائندوں نے مذہب کے متعلق یہ عام کیفیت جو پیدا کردی ہے کہ ادھر مذہب کا نام آیا اور دنیا کی نفرت، دنیاوی چیزوں کی عداوت میں ہیجان پیدا ہونا شروع ہوا، خیال یہی پھیلا ہوا ہے کہ دنیا اور دنیاوی امور سے اپنے ماننے والوں کو جو مذہب جس حد تک علاحدہ رکھنے میں کامیاب ہو یہی مذہب کا کمال ہے، لیکن آج یہ کون باور کرنے کے لئے تیار ہے کہ کوئی سیاسی لیڈر، یا معاشی ریفارمر نہیں؛ بلکہ جو اپنے آپ کو انسانی تاریخ کے تمام مذہبی داعیوں اور رسولوں کا خاتم اور اپنے تعلیم کو سارے جہاں کے مذہبی ذخیروں کے صحیح عناصر کا خلاصہ اور سب کی تکمیل کرنے والا قرار دیتا تھا وہی سب سے پہلی بڑی اور دینی

(۱) بخاری: باب کراء الأرض بالذهب والفضة، حدیث:۲۳۴۸

www.besturdubooks.net

ہستی ﷺ اپنے ہاتھ اٹھاتا ہے اور پُرنم آنکھوں کے ساتھ اپنے خدا کے سامنے اپنے امت کو پیش کرتے ہوئے التجا کرتا ہے:

اَللّٰھُمَّ إِنَّھُمْ حُفَاۃٌ فَاحْمِلْھُمْ ، أَللّٰھُمَّ إِنَّھُمْ عُرَاۃٌ فَاکْسِھِمْ ، اَللّٰھُمَّ إِنَّھُمْ جِیَاعٌ فَاَشْبِعْھُمْ (۱)

پروردگار! یہ لوگ پیادہ ہیں (یعنی سورای نہیں رکھتے) انہیں سوار کیجئے، پروردگار! یہ لوگ ننگے ہیں، انہیں پہنایئے، پروردگار! یہ لوگ بھوکے ہیں، انہیں سیر کیجئے۔

مسلمانوں کی معاشی پریشانی سے پیغمبر کا پریشان ہونا:

پیغمبر علیہ السلام کے سامنے کچھ لوگ اسی لباس میں جس میں بعض مذاہب کے ماننے والوں کا رہنا مذہبی برتری کی دلیل ہے یعنی کمبل بدن پر ڈالے ننگے پاؤں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبد اللہ صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کمبل پوشوں پر سرور کائنات ﷺ کی نظر مبارک کا پڑنا تھا کہ:

فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ (۲) چہرۂ اقدس اداس پڑ گیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ معا ان لوگوں کے اس حال کو دیکھ کر آنحضرت ﷺ اندر زنانہ میں تشریف لے گئے (غالبا کوئی چیز نہ ملی) پھر باہر تشریف لائے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلوا کر ارشاد ہوا کہ مسلمانوں کو جمع کرو، لوگ جمع ہوئے، ان غریبوں کی امداد پر لوگوں کو آمادہ کیا اور کافی امدادی سرمایہ جمع ہوگیا جو ان کے حوالے کردیا گیا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی راوی ہیں کہ وہی چہرۂ مبارک جو اب تک ان غریبوں کے دیکھنے کے بعد اداس پڑ گیا تھا:

فَرَاَیْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰه ﷺ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کے

---

(۱) أبوداود: باب فی نفل السریة تخرج من العسکر، حدیث:۲۷۴۹، محقق البانی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔

(۲) مسلم: باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة، حدیث:۱۰۱۷

www.besturdubooks.net

يَتَهَلَّلُ كَأَنَّهُ مُذَهَّبَةٌ (۱) چہرہ کو دیکھا کہ سونے کی طرح دمک رہا ہے۔

چہرہ مبارک سونے کی طرح چمکنے لگا، محض اس لئے کہ کچھ لوگ معاشی پریشانیوں میں مبتلا تھے، ان کی یہ پریشانیاں اس تدبیر سے دور ہوگئیں، اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ انسانی زندگی کا یہ پہلو جس کے متعلق سمجھا جاتا ہے کہ مذہب میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے، نبی الانبیاء خاتم الرسل ﷺ کے احساساتِ طیبہ اسی پہلو کے متعلق کتنے عمیق اور گہرے تھے۔

اپنی آپ مدد پر لوگوں کو آمادہ کرنا:

اور یہ طریقہ اس قسم کے لوگوں کی امداد دوسروں سے کرائی، واقعہ یہ ہے کہ یہ خاص فوری ضرورتوں کے موقعہ پر کبھی کبھی یہ تدبیر بھی اختیار کی جاتی تھی، ورنہ اس احساس کے ساتھ ساتھ جس کا سراغ مذکورہ واقعہ میں ملتا ہے، سرور کائنات ﷺ کی دوسری خصوصیت یہ تھی کہ بجائے دوسروں کے خود صاحبِ ضرورت کو آپ آمادہ فرماتے کہ اپنی دشواریوں کو وہ اپنی انہی توانائیوں کے ذریعہ حل کرے جو قدرت نے آدمی میں اسی لئے پیدا فرمائی ہیں، احادیث میں اس مشہور واقعہ کا ذکر آتا ہے کہ ایک صاحب حضور اقدس ﷺ کے پاس آئے، اور کچھ امداد طلب کی، وہی جو ابھی ایک جماعت کو کافی امداد دوسروں سے دلا چکا تھا، ایک شخصی ضرورت کے متعلق جو طرزِ عمل اختیار فرمایا جاتا ہے سننے کے قابل ہے، یعنی آنحضرت ﷺ نے ان کو نہ اپنے پاس سے کچھ دیا اور نہ دوسروں کو ترغیب دی، بلکہ ضرورت مند صاحب کو فرماتے ہیں کہ تمہارے پاس آخر کوئی چیز ہے؟ وہ بیچارے اتنے غریب اور نادار تھے کہ جواب میں انہوں نے عرض کیا، میرے پاس صرف ایک ٹاٹ ہے جس کے ایک حصہ کو اوڑھتا ہوں اور دوسرے کو بچھاتا ہوں اور اس کے سوا ایک پیالہ بھی ہے جس سے میں پانی پیتا ہوں، ظاہر ہے کہ افلاس اور ناداری کی یہ انتہا ہے؛ لیکن جو معاشی قوتوں کو ابھارنے اور ان کی قیمت پیدا کرنے کے لئے بھی پیدا ہوا تھا،

---

(۱) حوالہ سابق

www.besturdubooks.net

اللہ کے وہی رسول ﷺ اس کو حکم دیتے ہیں کہ جاؤ اسی پیالے اور ٹاٹ کو لے آؤ جو دنیا کو اس کی آخری کتاب دینے آیا تھا، اگر ایک طرف اس کے ایک ہاتھ میں وہی کتاب تھی تو اسی دستِ مبارک میں آنکھوں نے دیکھا کہ غریب حاجت مند کا ٹاٹ و پیالہ ہے اور ٹھیک جیسے ہراج (نیلام) کرنے والے پکارتے ہیں: "مَنْ يَّشْتَرِىْ هٰذَيْنِ" ان دونوں کو کون مول لیتا ہے؟

کی صدا کانوں کو اسی دہنِ مبارک سے آرہی تھی جو قیامت تک پیدا ہونے والی نسل آدم کو "بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةُ" کی بشارت سناتا رہا، ایک صاحب نے کہا: " آنَا اٰخِذُهُمَا بِدِرْهَمٍ" میں اسے ایک درہم میں لیتا ہوں، نیلام کرنے والے ﷺ نے پھر حاضرین کو مخاطب کیا: "مَنْ يَّزِيْدُ عَلٰى دِرْهَمٍ" ایک درم پر اضافہ کون کرتا ہے؟ کے فقرے کے ساتھ قیمت کے اضافہ پر توجہ دلائی، بالآخر دو درہم پر بولی ختم ہوگئی، خریدار کو ٹاٹ اور پیالہ دیا گیا اور دو درہم جو قیمت میں وصول ہوئے تھے، دونوں کو حاجت مند انصاری کے حوالے کر کے ارشاد ہوا:

اِشْتَرِ بِهٰذَا طَعَامًا فَانْبِذْهُ إِلٰى أَهْلِكَ وَاشْتَرِ بِالآخَرِ قَدُوْمًا فَأْتِنِىْ بِهِ (۱)

اس سے ایک اناج مول لینا، پھر اسے اپنے گھر والوں کے پاس ڈال آؤ، اور اس درہم سے ایک کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ جو روایت کے راوی ہیں ان کا بیان ہے کہ حاجت مند انصاری نے یہی کیا، اور کلہاڑی خرید کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کی، سب دیکھ رہے تھے جو بکھری ہوئی انسانیت کو خدا سے ملانے آیا تھا، وہی ﷺ " شَدَّ عُوْدًا بِيَدِهِ" ایک لکڑی اپنے دستِ مبارک سے ٹھونکی، لکڑی ٹھونک کر کلہاڑی انصاری کے حوالہ

---

(۱) ابوداؤد: باب ما تجوز فيه المسألة، حدیث: ۱۶۴۱، علامہ منذری فرماتے ہیں: اس کو ابوداؤد، بیہقی نے روایت کیا ہے اور ترمذی اور نسائی نے پیالے کے بیچنے کے اس قصہ کو نقل کیا ہے اور ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

کی گئی اوراس کے بعدتا کیداحکم دیا گیا" اِذْهَبْ فَاحْتَطِبْ وَبِعْ وَلَا أَرَيَنَّكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا" جاؤاورلکڑیاں کاٹ کاٹ کرلاؤاور بیچواور میں تمہیں پندرہ روزتک نہ دیکھوں۔ وہ چلے گئے، پندرہ دن کے بعد جب خدمتِ مبارک میں حاضر ہوتے ہیں تو حضوراکرم ﷺ سے کہہ رہے ہیں کہ حضوران پندرہ دنوں میں دس درہم آمدنی ہوئی جس میں سے چند درہم کے تو کپڑے خریدے گئے اور چند درہم کا طعام (غلہ) مول لیا گیا، مفلس کے افلاس کا ازالہ جس کے مبارک چہرے کو کندن کی طرح چمکا دیتا تھا، انصاری کی یہ رپورٹ سن کرانہی کومخاطب کر کے فرمانے لگے:

هٰذَا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ أَنْ تَجِيْءَ وَالْمَسْأَلَةُ نُكْتَةٌ فِيْ وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۱)	یہ بھلا ہے تمہارے لئے اس بات سے کہ تم قیامت میں اس حال میں آؤ کہ بھیک (سوال) تمہارے چہرے میں داغ بنا ہوا ہو۔

جن ذاتی دلچسپیوں کے ساتھ حصولِ معاش کی سوئی ہوئی قوتوں کو بیدار کرنے کا نمونہ اس اسوۂ حسنہ نبویہ میں مل رہا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضوراکرم ﷺ کی نگاہ میں اس کی کتنی اہمیت تھی، انصاری سے جوآخری فقرہ فرمایا گیا، اس میں کلی طور پرآپ ﷺ نے گداگری کے متعلق جو کچھ ارشادفرمایا ہے یہ اسلام کا ایک مستقل قانونی باب ہے۔

(اسلامی معاشیات، حضرت مولانا مناظراحسن گیلانی)

سرمایہ کتنا ہو؟

اس حدیث میں بہت سے تربیتی پہلو ہیں، جس تنگ دستی کی حالت میں وہ صحابی حاضر ہوئے تھے، اتنے تنگ دست شاید ہم میں سے کوئی ہوں، اس حالت میں بھی نبی پاک ﷺ نے انہیں خودداری اور خودکفیل ہونے کی ترکیب بتائی وہ برتن اور ٹاٹ بھی کتنا معمولی ہوگا کہ نبی پاک ﷺ کے ترغیب دلانے پر بھی اوران صحابی کی اس درجہ ناداری کے باوجود صحابہ اپنی تمام انسانی ہمدردیوں کے ساتھ دو درہم سے زیادہ قیمت نہ لگا سکے، تجارت شروع

(۱) حوالہ سابق

www.besturdubooks.net

کرنے کے لئے لاکھوں کا سرمایہ، دسیوں گزوں کی جگہ، یا مہنگی مشنریوں کا ہونا ضروری نہیں، یا جو پیشہ اختیار کیا جارہا ہے، ظالم سماج کی نگاہوں میں اس کا معزز سمجھا جانا بھی ضروری نہیں، پہلے ہی دن آمدنی کی مقدار بہت زیادہ ہونے کا انتظار نہیں کرنا چاہئے، بے حساب قرضوں کا بوجھ لے کر دوکان میں بیٹھے گا تو ذہنی یکسوئی کہاں ہوگی؟ آج ہمارا نوجوان سوال کرنے کی، باپ پر بوجھ بنے رہنے کی، بڑے بھائی کے لئے دردِ سر ہونے کے لئے تیار ہے، بیمار ماں کو دوائی کے پیسے کے لئے پیر رگڑتا ہوا دیکھ رہا ہے، بہن بوڑھی ہو رہی ہے، نکاح کا انتظام نہیں، نوجوان کی جوانی داغ دار اور صحت برباد ہو رہی ہے، لیکن وہ حلال پیشہ اختیار کرنا نہیں چاہتا، اگر اسے وہ مشورہ دیا جائے جو نبی پاک ﷺ نے ان صحابی کو دیا تھا، تو ہماری روح اسے باعثِ عار سمجھے گی، اونچی اونچی ڈگریاں رکھ کر بھی اپنی پسند کی نوکری، اپنی چاہت کے ملک کی ملازمت، تلاش کرتے ہوئے مہینوں، سالوں بے روزگار رہنے کے لئے تیار ہے، پھر اللہ ہی جانتا ہے کہ اس نے کس دیانت داری سے پڑھا ہے؟ وہ اپنے فن کا کتنا ماہر ہے؟ امتحانات میں کتنی خیانت کی؟ اساتذہ سے کتنی بدتمیزیاں ہوئیں؟ اسکول اور کالج کے انتظامیہ کا کتنا مالی نقصان کیا؟ ماں باپ کی دعاؤں کا بھی سہارا نہیں، نوجوانانِ قوم کے پاس نہ ہی اخلاق وصفات ہیں اور نہ ہی فن وہنر، نکاح کرادیا بھی جائے تو سسرال کی روٹیوں پر نظر رہتی ہے، جو قوم خود بے غیرت ہو چکی ہو حکومت کی اسکیمیں اس کا کچھ بھلا نہیں کرسکتیں، اور جو قوم خوددار ہو کسی حکومت کی سازش سے اسے نقصان نہیں پہنچتا۔

معاشی سہولتوں کے لئے ایک فرض نماز کی فرضیت ساقط کی گئی:

لوگ غور نہیں کرتے ورنہ سچ یہ ہے کہ سورہ مزمل میں تہجد کی نماز کی فرضیت کا قانون جب عام مسلمانوں سے اٹھالیا گیا تو اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے حق تعالیٰ نے ارشاد فرماتا ہے:

عَلِمَ أَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَآخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِيْ الْأَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ	جان چکا ہے اللہ کہ تم میں کچھ لوگ بیمار پڑ جائیں گے اور دوسرے (مسلمان) زمین پر چلتے پھرتے

www.besturdubooks.net

اللہ (۱) رہیں گے، اللہ کے فضل کو ڈھونڈھتے ہوئے۔

جس کا یہی مطلب ہے اگر شب بیداری سب پر فرض کر دی جائے، تو فضل اللہ کے ابتغاء یعنی تلاشِ معاش کے فریضے سے کچھ لوگ محروم ہو جائیں گے، اسلام نے نماز کے فریضہ کا اٹھالینا گوارا کیا، لیکن تلاشِ معاش کے فریضہ سے لوگوں کو روکنا پسند نہ کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اسلامی نقطہ نظر کے سب سے بڑے شارح ہیں، مختلف کتابوں میں آپ کا یہ واقعہ نقل کیا جاتا ہے کہ آپ مسجد میں تشریف لائے اور دیکھا کہ مجمع کو مخاطب کر کے ایک شخص کہہ رہا ہے:

''جہاد کی تیاری میں میری کوئی مدد کر سکتا ہے؟''

کون نہیں جانتا کہ جہاد کا شمار اسلامی شریعت کی ان ہی عبادتوں میں ہے جو خدا کی طرف سے مسلمانوں پر فرض کی گئی ہیں، اسی اسلامی عبادت میں مشغول ہونے کے لئے سائل مسلمانوں سے امداد طلب کر رہا تھا، لیکن سنتے ہو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیا کرتے ہیں، راوی کا بیان ہے کہ آگے بڑھتے ہیں اور صدا لگانے والے کا ہاتھ پکڑتے ہیں اور مجمع کو مخاطب کر کے صدا لگاتے ہیں۔ ''مَنْ يَّسْتَأْجِرُ مِنِّيْ يَعْمَلُ أَرْضَهُ '' کون اس کو میری طرف سے اپنی زمین میں کام کرنے کے لئے نوکر رکھتا ہے'' ایک صاحب نے عرض کیا مجھے ضرورت ہے، پھر اس کو تنخواہ مقرر کر کے نوکر رکھواتے ہیں، پھر کچھ دنوں کے بعد اس کے متعلق دریافت کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے تنخواہ سے کافی سرمایہ جمع کر لیا ہے، اس کو بلانے پر وہ بھری ہوئی تھیلی لے کر حاضر خدمت ہوتا ہے:

خُذْ هٰذِهِ فَإِنْ شِئْتَ فَالآنَ أَغْزُوْ إِنْ شِئْتَ فَاجْلِسْ (۲) اس کو لے لو، پھر آپ جی چاہے تو جہاد کرو یا جی چاہے تو (گھر) بیٹھو۔

---

(۱) المزمل: ۲۰

(۲) شعب الإیمان، الثالث عشر من شعب الإیمان، وھو باب التوکل، حدیث: ۱۲۱۸، (اسلامی معاشیات، مولانا مناظر احسن گیلانی)

www.besturdubooks.net

قرب قیامت میں بھی معاشی کاروبار ترک نہ کرے

معاشی کاروبار میں مشغولیت پر اسلام کا کتنا زور ہے، وہ اس کی اہمیت پر کس حد تک اصرار کرنا چاہتا ہے، اس کا اندازہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس مشہور حدیث سے بھی ہوسکتا ہے جو آنحضرت ﷺ سے روایت فرمائی ہیں

إِنْ قَامَتِ السَّاعَةُ وَفِيْ يَدِ أَحَدِكُمْ فَسِيْلَةٌ فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ لَا تَقُوْمَ حَتّٰى يَغْرُسَهَا فَيَغْرُسُهَا (۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر قیامت ہوجائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کوئی پودا ہو، اگر اس کے بس میں ہو کہ کھڑا نہ ہو جب تک کہ اس کو بوئے تو چاہئے کہ اس پودے کو بودے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

هُوَ أَنْشَأَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا (۲)

اٹھا کر کھڑا کیا تمہیں زمین سے اور آبادی کرائی تم سے اس زمین میں۔

اس آیت کی تشریح میں جصاص فرماتے ہیں:

وَفِيْهِ الدَّلَالَةُ عَلٰى وُجُوْبِ عِمَارَةِ الْأَرْضِ لِلزِّرَاعَةِ وَ الْغِرَاسِ وَالْأَبْنِيَةِ (۳)

یہ آیت بتاتی ہے کہ زمین کا آباد کرنا، کھیتی، باغبانی اور تعمیر کے ذریعہ سے واجب ہے۔

---

(۱) الأدب المفرد: باب اصطناع المال، حدیث:۴۷۹، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثبت اور ثقہ ہیں مجمع الزوائد: باب الکسب والتجارۃ ومحبتها والحث علی طلب الرزق، حدیث:۶۲۳۶

(۲) هود:۶۱

(۳) أحکام القرآن للجصاص: مطلب فی أن تعلم العلم أفضل أم الجهاد :۲۱۳/۳، دار الکتب العلمیة ، بیروت

www.besturdubooks.net

جس کا یہی مطلب ہے کہ زمین عمارت (آبادی) خواہ بہ شکل الزراعۃ (کھیتی) یا بشکل (باغبانی) یا بصورت الابنیہ (تعمیرات) ہو، قرآن کی مذکورہ بالا آیت کی بنیاد علامہ جصاص کے نزدیک جائز یا سنت ہی نہیں، واجب اور فرض ہے، گویا اس شغل کی حیثیت وہی ہے جو نماز روزہ وحج وزکوۃ کی ہے، میں نہیں سمجھتا کہ عربی زبان کے طرز خطاب سے جو واقف ہے، وہ الجصاص کے اس استدلال میں کوئی کمزوری نکال سکتا ہے؟ خصوصا جب ہم تک ایک دو نہیں بلکہ تقریبا مشہور ومستفیض روایتوں کی شکل میں آنحضرت ﷺ کی وہ حدیثیں ہیں، جن میں آپ نے صرف اسی کاشتکاری اور باغبانی کو نہیں جس سے کاشت کرنے والے یا باغ لگانے والے کو ہی نفع پہنچے، بلکہ اس میں بھی جس سے وہ نفع گیر نہ ہوا ہو، اس کے متعلق بھی مختلف پیرایوں میں حضور اکرم ﷺ اخروی ثواب کی بشارت سناتے ہوئے فرماتے ہیں:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَزْرَعُ زَرْعًا أَوْ يَغْرُسُ غَرْسًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيمَةٌ إِلَّا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةٌ (۱)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کوئی مسلمان ایسا نہیں جس نے کھیتی کی ہو یا درخت لگایا ہو پھر اس کھیتی یا درخت سے پرند یا آدمی یا جانور کھائے وہ اس کی طرف سے صدقہ ہوگا۔

وجہ ظاہر ہے کہ اس کھیت یا باغ لگانے والوں کو اگر نفع نہ پہنچا تو کیا ہوا اس نے تو اپنا فرض ادا کیا اور جس نے خدا کے عائد کئے ہوئے فرض کو ادا کیا وہ ثواب کا مستحق نہ ہوگا تو اور کون ہوگا؟ اس کے علاوہ حضور اکرم ﷺ نے ادھر بھی اشارہ فرمایا کہ کاشتکار اور باغبان نے خدا کی دی ہوئی قوتوں سے کام لے کر اس چیز کو جو معدوم تھی وجود کے لباس میں جلوہ گر ہونے کا موقع عنایت کیا، اس سے اگر فرد کو نفع اٹھانے کا موقع نہ ملا تو جماعت کی خدمت کا فرض تو وہ بجالایا اور جماعت ہی نہیں خدا کی دوسری زندہ مخلوق مثلا

(۱) بخاری: باب فضل الزرع والغرس إذا أكل منه، حدیث: ۲۱۹۵

www.besturdubooks.net

پرند یا بہیمہ (چوپائے) اگر اس سے مستفید ہوئے تو قصداً نہ سہی، ضمناً اپنے وددو اور اپنی توانائیوں کو اس نے مفید ثابت کیا۔(۱)

آثارسلف:

لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے بیٹے! حلال کمائی کے ذریعے فقر ومحتاجی سے بری ہو جاؤ، چونکہ جو شخص فقیر اور محتاج ہوتا ہے تو وہ تین طرح کی چیزوں سے دوچار ہوتا ہے: اس کے دین میں کمزوری آتی ہے (چونکہ فقر ومحتاجگی اس کو ان امور کے ارتکاب پر آمادہ کرتی ہے جو اس کے دین کو کمزور کردے)، اس کی عقل کمزور ہو جاتی ہے (کیوں کہ اس پر ہر وقت ہموم وغموم طاری رہتے ہیں)، اس کی مروت اور خودداری چلی جاتی ہے، ان تینوں چیزوں سے بڑھ کر یہ کہ لوگ اس کو حقیر سمجھتے ہیں۔ "اِسْتِخْفَافُ النَّاسِ بِهِ"۔(۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: "تم میں سے کوئی شخص طلب رزق سے نہ رہ جائے؛ کیوں کہ آسمان سونا اور چاندی نہیں برساتا

"لَا تُمْطِرُ ذَهَبًا وَلَا فِضَّةً" (۳)

مطلب یہ ہے کہ آسمان تو پانی برساتا ہے جو زمین میں اکٹھا ہوتا ہے اس سے پودے اگتے ہیں، پکتے ہیں جن کی کٹائی ہوتی ہے، اس کو کھلیان میں جمع کیا جاتا ہے، اس کو سونا چاندی کے عوض فروخت کیا جاتا ہے۔ ان تمام امور میں محنت وجدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: "میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ میں کسی شخص کو خالی دیکھوں نہ وہ اپنے دنیا کے معاملہ میں اور نہ آخرت کے معاملہ میں لگا ہوا ہو۔

---

(۱) اسلامی معاشیات، حضرت مولا مناظر احسن گیلانی: ۱۷، دارالاشاعت کراچی

(۲) إحياء علوم الدين للغزالي: باب الأول في فضل الكسب والحث عليه: ۶۲/۲

(۳) إحياء علوم الدين للغزالي: باب الأول في فضل الكسب والحث عليه: ۶۲/۲

www.besturdubooks.net

أَنْ أَرَي الرَّجُلَ فَارِغًا لَا فِيْ أَمْرِ دُنْيَاهُ وَلَا فِيْ أَمْرِ آخِرَتِهِ"(۱)

اوزاعی سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ اپنی گردن پرلکڑی کا گٹھر اٹھائے ہوتے تو ان سے فرمایا: اے ابواسحاق یہ کب تک؟ تمہارے بھائی اس کے لئے کافی ہیں، انہوں نے فرمایا: مجھے اس معاملہ میں چھوڑے رکھئے ابوعمرو، مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ

أَنَّهُ مَنْ وَقَفَ مَوْقِفَ مَذَلَّةٍ فِيْ طَلَبِ الْحَلَالِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ (۲)

جو شخص طلب حلال کے لئے ذلت برداشت کرتا ہے تو اس کے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے۔

☆ سلیمان دارانی کہتے ہیں: یہ عبادت نہیں ہے کہ تم صف بستہ عبادت کے لئے کھڑے ہو اور دوسرا تمہاری روزی کا انتظام کرے؛ لیکن اپنی روٹی سے شروعات کرو ان کو اکٹھا کرنے کے بعد عبادت کرو:

"وَلٰكِنْ اِبْدَأْ بِرَغِيْفِيْكَ فَاحْرُزْهُمَا ثُمَّ تَعَبَّدْ"(۳)

☆ ابوبکر المروزی کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ (امام احمد بن حنبل) کو ایک شخص سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ "إِنِّيْ فِيْ كِفَايَةٍ" (مجھے آسودگی اور فراغ حاصل ہے) تو انہوں نے فرمایا:

اِلْزَمْ السُّوْقَ تَصِلْ بِهِ الرَّحِمَ وَتَعُوْدَ بِه (۴)

بازار کو لازم پکڑو اور اس سے صلہ رحمی اور مریضوں کی عیادت کرو۔

---

(۱) المعجم الکبیر، عبد اللہ بن مسعود یکنی ابا عبد اللہ، حدیث: ۸۵۳۸، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس میں ایک راوی کا نام بیان نہیں کیا گیا، اور اس کے بقیہ رجال ثقہ ہیں: مجمع الزوائد: باب الکسب والتجارۃ ومحبتھا والحث علي طلب الرزق، حدیث: ۶۲۳۵

(۲) إحیاء علوم الدین للغزالی: باب الأول فی فضل الکسب والحث علیہ: ۶۳/۲

(۳) حلیۃ الأولیاء، ابو سلیمان الدارنی، ۲۶۴/۹، دار الکتاب العربی، بیروت

(۴) الحث علی التجارۃ والصناعۃ: ۲۳، دار البشائر الإسلامیۃ، بیروت

www.besturdubooks.net

☆ ابوبکر المروزی کہتے ہیں کہ: میں نے ابوعبداللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا، میں نے ان کو یعنی اپنے لڑکے کو حکم دیا ہے وہ بازار جائے اور تجارت کرے، اور فرماتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ:

إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ (۱) — آدمی کی بہترین کمائی اس کی کسب ومحنت ہے۔

☆ علی بن جعفر کہتے ہیں کہ میرے والد صاحب کا گذر امام احمد بن حنبل کے پاس سے ہوا اور میں ان کے ساتھ تھا تو انہوں نے فرمایا: اے ابوعبداللہ! یہ میرا لڑکا ہے، اس کے لئے دعا کیجئے تو فرمایا: "أَلْزِمْهُ السُّوقَ وَجَنِّبْهُ أَقْرَانَهُ" (اس کو بازار (تجارت کے لئے) بھیجئے اور برے دوستوں سے دور رکھوائیے۔(۲)

☆ ابو یحی الناقد کہتے ہیں کہ: میں نے ابوعبداللہ سے پوچھا، میں نے کہا: میں نوکری اور اجرت پر کام کرتا ہوں اور میرے والدین چاہتے ہیں کہ میں اپنی دوکان کروں، تو آپ نے فرمایا: دکان کرو: "تَكُونُ جَنَازَةٌ، يَكُونُ مَرِيضٌ" (یعنی اپنی تجارت سے جنازہ میں شرکت اور مریض کی تیمارداری کا موقع مل سکے گا) میں نے یہ تو کہا: یہ تو نہایت شاق اور مشکل کام ہے اور شریک بھی صحیح ذمہ داری ادا نہیں کرے گا، تو فرمایا: تو اس کو پابند بنا، زکریا بن یحی کہتے ہیں کہ: بہرحال وہ عمل اور تجارت پر ابھارنا چاہتے تھے۔

☆ جصاصؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے کہا: درہم چار قسم کے ہیں: ایک تو وہ درہم جو غلہ اور اناج کی تجارت سے حاصل ہو، دوسرے وہ درہم جو کسی کی طرف سے ہدیہ ہو، تیسرا وہ درہم جو تعلیم کی اجرت کے طور پر ہو اور ایک بغداد کے غلہ کا درہم، امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا:

---

(۱) ابوداؤد: ، كتاب البيوع، باب الرجل يأكل من مال ولده، حدیث: ۳۵۲۸، محقق شعیب الارنوط نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

(۲) الحث على التجارة والصناعة: ۴۲، دار البشائر الإسلامية، بیروت۔

www.besturdubooks.net

أَحَبُّهَا إِلَيَّ مِنْ تِجَارَةِ بَرَّةٍ وَأَكْرَهُهَا عِنْدِيْ الَّذِيْ مِنْ صِلَةِ الإِخْوَانِ (۱)

میرے یہاں سب سے اچھا غلہ کی تجارت سے حاصل ہونے والا درہم ہے اوراور سب سے برا ہے وہ جولوگ تم پر بھلائی کرتے ہوئے دیں) رہی تعلیم کی اجرت تو وہ تمہیں اسے ضرورت کے موقع سے ملے، بغداد کا غلہ تو تم اس کی کیفیت کے متعلق جانتے ہو(بغداد کے غلہ اوراس کی زمین اس کے دار غصب ہونے کی وجہ سے قابل بحث ہے)۔

☆ ابن شعبہؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بن ادہمؒ سے کہا: میں اپنے آپ کو بازار میں بطور اجرت پیش کرتا ہوں، اور میری جماعت سے نماز چھوٹ جاتی ہے، فرمایا: تم اپنے آپ کو معین مدت کے اجرت پر پیش کرو اور لوگوں سے مستغنی ہو جاؤ اور پانچوں نمازوں کو وقت پر ادا کرو۔

☆ شعیب کہتے ہیں کہ: میں نے سفیان ثوریؒ سے کہا: آپ اس دھوبی کے متعلق کیا کہتے ہیں کہ جب وہ ایک درہم کی کمائی کرتا ہے تو اسے اوراس کے اہل وعیال کو روزی حاصل ہوتی ہے اور اسے جماعت سے نماز نہیں مل پاتی، اگر وہ چار دوانیق کی کمائی کرتا ہے تو اس کو جماعت سے نماز مل جاتی ہے مگر چار دوانیق میں اس کے اہل وعیال کی روزی روٹی کا نظم نہیں ہوسکتا، تو اس کے لئے افضل اور بہتر کیا ہے، فرمایا:

يَكْسِبُ الدِّرْهَمَ وَيُصَلِّي

اس کا تنہا نماز پڑھنا اور ایک درہم

---

(۱) حوالہ سابق

www.besturdubooks.net

وَحْدَهُ أَفْضَلُ   کمائی کرنا بہتر ہے۔

☆ سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے " اَلْمَالُ فِیْ هٰذَا الزَّمَانِ سِلَاحٌ " (مال اس زمانہ میں ہتھیار ہے)۔

☆ ابو الفتح کہتے ہیں: سفیانؒ نے ان لوگوں کی مذمت کی جو کام کرنے کے قائل نہیں، فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک نوجوان کوسوال کرتے ہوئے دیکھا تو اس کو اپنے پاس اجرت پر رکھ لیا:

" وَرَأَي اَبُوْبَكْرٍ يَعْنِىْ الصِّدِّيْقُ، شَابًّا يَسْأَلُ فَوَاجَرَهُ نَفْسَهُ "۔

☆ محمد بن ثور کہتے ہیں کہ: سفیان ثوریؒ کا ہمارے پاس سے گذر ہوا ہم مسجد الحرام میں بیٹھے ہوئے تھے، تو فرمایا: کیوں بیٹھے ہو؟ ہم نے کہا: ہم کیا کریں؟ فرمایا: اللہ کے رزق کو تلاش کرو، لوگوں پر بوجھ نہ بنو:

" اُطْلُبُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَلَا تَكُوْنُوْا عِيَالًا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ "۔

☆ شعیب بن حرب کہتے ہیں کہ: پیسے کو حقیر نہ جانو جس کی کمائی اللہ کی اطاعت کے لئے ہو، پیسہ مقصود و مطلوب نہیں ہوتا، طاعت مراد و مطلوب ہوتی ہے، اس سے تم ہوسکتا ہے سبزی خرید کرو اور وہ تمہارے پیٹ میں جانے سے پہلے تمہاری مغفرت ہوجائے:

" عَسَى أَنْ تَشْتَرِىْ بِهِ بَقْلًا فَلَا يَسْتَقِرُّ فِىْ جَوْفِكَ حَتّٰى يُغْفَرُ لَكَ "۔

☆ علی بن بکار کہتے ہیں کہ: ابراہیم بن ادہمؒ اپنے کو اجرت پر پیش کرتے تھے، سلیمان الخواص کھیت کھلیان چنتے تھے، اور حذیفہ یہ اینٹ بناتے تھے (یعنی یہ لوگ اتنے بڑے اللہ والے ہونے کے باوجود سوال سے اور دوسروں پر بوجھ بننے سے بچنے کے لئے یہ سب کام کیا کرتے تھے)۔

www.besturdubooks.net

☆ بقیہ کہتے ہیں کہ ابراہیم بن ادہمؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب ان سے یہ کہا جاتا کہ: آپ کیسے ہیں؟ تو فرماتے: اس وقت تک بخیر ہوں جب تک میری ذمہ داری اور بوجھ کوئی دوسرا نہ اٹھائے۔

☆ ابراہیم بن ادہمؒ نے اپنے مصاحبوں سے کہا: اگر تم کوئی پیشہ اختیار کئے ہوتو اس کو ترک نہ کرو، چونکہ جب تک تم اس پیشہ میں ہوتو مشغول ہو اور جب کوئی پیشہ اختیار نہ کروگے تو بیکار مشہور ہوگے "إِذَا احْتَرَفْتَ اِشْتَغَلْتَ وَإِذَا لَمْ تَحْتَرِفْ عُرِفْتَ"۔ (اور اس میں تمہاری اہانت اور ذلت ہے)۔

☆ ابو یوسف الغسولی کہتے ہیں: میں نے بعض مشائخ کو یہ کہتے ہوئے سنا: مجھے سال میں بارہ درہم کافی ہوتے ہیں، ہر مہینے میں ایک درہم، میں کام پر آمادہ ان قرّاء کی زبانوں کی وجہ سے ہوتا ہوں،: یہ کہتے ہیں کہ "أَبُوْ يُوْسُفَ مِنْ أَيْنَ يَأْكُلُ" یہ ابو یوسف کہاں سے کھاتا ہے؟ (تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں بے روزگار ہوں)

☆ اسحاق بن داؤد کہتے ہیں کہ: میں نے حسن بن ربیع کو یہ کہتے ہوئے سنا: میں ایک قیراط کمالوں یہ مجھے اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ کوئی مجھے بطور احسان اور بھلائی کے دس درہم دے۔

☆ محمد بن مقاتل کہتے ہیں کہ: آدمی کو چاہئے کہ یہ دیکھے کہ آدمی اپنی روٹی کہاں سے حاصل کرتا ہے؟ اس کے درہم کہاں سے حاصل ہوتے ہیں؟ سفیان کہتے ہیں کہ: بہادروں کا سا کام کرو یعنی کسبِ حلال حاصل کرو:

"اِعْمَلْ عَمَلَ الْأَبْطَالِ يَعْنِيْ كَسْبَ الْحَلَالِ"۔

☆ حسن بصریؒ سے مروی ہے: دو کھانے اچھے ہوتے ہیں، ایک تو اپنی پیٹھ پر بوجھ اٹھانا اور دوسرے اپنے ہاتھ سے کام کرنا۔

☆ حضرت مجاہد سے اللہ عزوجل کے ارشاد کے متعلق منقول ہے "كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ" (۱) کھاؤ پاکیزہ رزق میں سے جو ہم نے تمہیں عطا کیا

---

(۱) سورة البقرة: ۱۷۲

www.besturdubooks.net

ہے، اس سے تجارت مراد ہے۔

☆ سعید بن مسیّبؒ فرماتے ہیں کہ: اس شخص میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں جو اس مال کو حاصل نہیں کرتا جس سے قرض کی ادائیگی کی جاسکے، اپنی عزت کو محفوظ رکھا جاسکے اپنے حقوق کی ادائیگی کر سکے اور اگر وہ مر جائے تو اس کو اپنے بعد کے لئے بطورِ میراث چھوڑ جائے:

"يَقْضِىْ بِهِ دَيْنَهُ، وَيَصُوْنُ بِهِ عِرْضَهُ، وَيَقْضِىْ بِهٖ ذَمَامَةً"۔

☆ سعید بن مسیّبؒ کہتے ہیں کہ: انہوں نے چند دینار چھوڑے اور فرمانے لگے: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے مال صرف اس لئے جمع کیا تھا کہ اس سے اپنے دین، حسب ونسب کی حفاظت کرسکوں، اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو مال جمع نہیں کرتا کہ جس سے قرض ادا کیا جاسکے، اور اپنی آبرو کی حفاظت کی جاسکے:

"لَا خَيْرَ فِيْمَنْ لَا يَجْمَعُ الْمَالَ فَيَقْضِىْ دَيْنَهُ، وَيَكُفُّ بِهِ وَجْهَهُ"۔

☆ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے عمرو! اپنے کپڑے اور اپنے ہتھیار تیار رکھو اور میرے پاس آؤ، کہتے ہیں کہ: میں نے اپنے کپڑے اور تلوار لئے، ان کو لے کر آیا تو آپ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے پایا، نبی کریم ﷺ نے مجھے دیکھا اور فرمانے لگے: "فَيُسَلِّمُكَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَيُغَنِّمُكَ" اللہ عزوجل تم کو صحیح سالم اور مال غنیمت سے مالا مال رکھے، میں تم کو ایک مہم پر بھیجنے والا ہوں، میں تمہارے اندر مال کی نیک خواہش دیکھتا ہوں، وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں مال کی رغبت میں مسلمان نہیں ہوا، میں نے اسلام جہاد اور آپ کی صحبت کے لئے قبول کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمرو! بہترین مال بہترین مرد کے لئے "نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلْمَرْءِ الصَّالِحِ" (۱)

---

(۱) مسند احمد: حديث عمرو ابن العاص، ۱۷۷۹۸، ہیثمی کہتے ہیں کہ: اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

www.besturdubooks.net

☆ اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھاتے تھے" كَانَ دَاوُدُ لَا يَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهِ" (۱)

☆ قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہتے ہیں: ہم یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ سچا امانت دار تاجران سات لوگوں میں ہوگا جو قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوں گے:

"مَعَ السَّبْعَةِ الَّذِيْنَ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"۔

☆ حضرت داؤد علیہ السلام منبر پر لوگوں میں خطبہ دیتے تھے اور اپنے ہاتھوں سے کھجور کے پتوں سے ٹوکریاں وغیرہ بناتے تھے، پھر اسے دے کر اسے بیچنے والے کو بھیجتے اور اس کی کمائی سے کھاتے:" ثُمَّ يَبْعَثُ مَنْ يَبِيْعُهُ وَيَأْكُلُ مِنْ ثَمَنِهِ"

☆ سلیمان بن داؤد علیہ السلام بھی کھجور کے پتوں سے ٹوکریاں وغیرہ بناتے اور جو کی روٹی کھاتے " وَيَأْكُلُ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ"۔

☆ کعبِ احبار کہتے ہیں کہ ادریس علیہ السلام بڑے نیک آدمی تھے، اللہ کی عبادت کرتے، روزہ رکھتے اور نماز پڑھتے، یہ درزی تھے اپنی کمائی میں سے اپنے رزق سے جو بچ جاتا اسے صدقہ کر دیتے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کیا کرتے تھے: " كَانَ زَكَرِيَّا نَجَّارًا" (۲)

☆ سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ حضرت لقمان علیہ السلام درزی تھے "أَنَّ لُقْمَانَ كَانَ خَيَّاطًا"(۳)

---

(۱) بخاری: ، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، حدیث:۱۹۶۴

(۲) ابن ماجة : باب الصناعات، حدیث:۲۱۵۰، محقق شعیب الارنوط نے اس کی سند کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

(۳) الزھد لابن حنبل، زھد لقمان علیہ السلام: ۴۹/۱، دارالریان للتراث، مصر

www.besturdubooks.net

☆ ابوعبداللہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو جنگل میں بغیر توشہ کے جاتا ہے، تو انہوں نے اس کا سختی سے رد کیا اور کہا: اف اف، نہیں نہیں، اپنی آواز بلند کیا، توشہ، ساتھیوں اور قافلہ کے ساتھ جانا چاہئے۔

☆ حضرت مجاہد سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: وہ یہ چاہتے تھے کہ حج کریں؛ لیکن زادو توشہ نہ ہو، تو ان کو توشہ کے سلسلہ میں رخصت کا حکم دیا گیا یا پابند کیا گیا، اللہ عزوجل کا ارشاد نازل ہوا:

وَتَزَوَّدُوْافَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی (۱)

☆ ابوبکر مزوری کہتے ہیں کہ: میں نے ابوعبداللہ سے کہا، یہ متوکلین ہیں جو نہ تجارت کرتے ہیں اور نہ کام کرتے ہیں، یہ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قرآن کی سورت پڑھانے کے بدلے نکاح کروایا، کہتے ہیں کہ: میں کہتا ہوں، ہم بیٹھے رہتے ہیں اور ہمارا رزق اللہ کے حوالہ ہے، فرماتے ہیں کہ: یہ بیکار بات ہے، اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

'إِذَا نُـودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ' (۲)

یہ خرید وفروخت کیا ہے؟۔

☆ عبداللہ بن یسر المازنی کہتے ہیں کہ: جب وہ جمعہ کی نماز پڑھتے تو بازار جاتے اس آیت کی تاویل کرتے ہوئے:

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوْا فِيْ الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (۳)

جب جمعہ کی نماز مکمل ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل کو تلاش کرو۔

☆ عبداللہ بن احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ: میں نے اپنے والد محترم (امام احمد بن حنبل) سے کہا: آپ کی اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے جو روزانہ کی

(۱) البقرة: ۱۹۷ (۲) سورة الجمعة: ۹ (۳) سورة الجمعة :۱۰

www.besturdubooks.net

خوراک محنت سے حاصل کرتا ہے تو احمد بن حنبلؒ نے فرمایا: اگر وہ زائد بھی کماتا ہے اور اس سے قرابت داروں، گھر والوں یا مہمانوں کی عیادت کرتا ہے تو مجھے یہ اس سے پسندیدہ ہے کہ وہ نہ کمائے اور یہ اس کی عفت اور پاکیزگی کے لئے بہتر ہے۔

☆ امام احمد بن حنبلؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص بیٹھا رہتا ہے کام نہیں کرتا، تو فرمایا: کسی کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کام چھوڑ دے اور لوگوں کے ہاتھوں میں موجود چیزوں کے انتظار میں بیٹھا رہے، میں کام کو پسند کرتا ہوں، اور کام مجھے محبوب ہے، اگر آدمی بیٹھا رہے اور پیشہ اختیار نہ کرے تو اس کا نفس لوگوں کے ہاتھوں میں موجود اشیاء کے لینے کا تقاضا کرے گا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا انسان کے لئے یہ زیادہ بہتر ہے کہ وہ اپنی رسی اٹھائے، اس سے لکڑیاں باندھے، بازار میں لاکر انہیں رکھے اور انہیں بیچ کر اس سے غنا بھی حاصل کرے اور اپنے اوپر خرچ بھی کرے، بہ نسبت اس کے کہ وہ لوگوں سے مانگتا پھرے خواہ لوگ اسے دیں یا نہ دیں۔ "أَعْطُوهُ أَوْ مَنَعُوهُ" (۱)

ایک اعتراض اور اس کا جواب

بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ

مَا أُوحِيَ إِلَيَّ أَنْ أَجْمَعَ الْمَالَ، وَأَكُنْ مِنَ التَّاجِرِينَ (۲)	میری جانب یہ وحی نہیں کی گئی کہ میں مال جمع کروں اور میرا شمار تاجروں میں ہو جائے۔

---

(۱) صحیح بخاری: باب الاستعفاف عن المسألة، حدیث:۱۴۲۰، یہ سارے اسلاف کے اقوال کتاب "الحث علی التجارة والصناعة والعمل" سے نقل کئے گئے، اس لئے ان کا حوالہ درج نہیں کیا گیا۔

(۲) کنز العمال: زهده صلى الله عليه وسلم، حدیث:۶۳۷۴، علامہ عراقی فرماتے ہیں کہ اس کو ابن مردیہ نے تفسیر میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے، اس کی سند لین ہے: المغنی عن حمل الأسفار، فی فضل الکسب والحث علیه، حدیث:۱۵۹۵

www.besturdubooks.net

اسی طرح حضرت سلمان فارسی کی بھی نصیحت ہے: جو شخص تم میں اس حالت میں مرے کہ وہ حج کررہا ہو یا جہاد کررہا ہو یا مسجد کو آباد کرنے میں لگا ہو تو اس طرح کر لے اور فرمایا:

وَلَا يَمُوْتَنَّ تَاجِرًا وَلَا خَائِنًا(۱) تاجر اور خائن بن کر نہ مرو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ تجارت مطلقا ہر چیز سے افضل نہیں، اگر تجارت سے مقصود بقدر کفاف سے زیادہ اموال کا حصول اور اس کی ذخیرہ اندوزی بغیر صدقات اور خیرات میں خرچ کئے ہوئے تو یہ قابل مذمت ہے، اگر اس سے مقصود بقدر کفاف رزق کا حصول، اہل وعیال کی معاشی ضروریات کی تکمیل ہو تو کوئی حرج نہیں، اسی طرح سوال کی ذلت سے بچنے کے لئے تجارت بھی افضل امور میں سے ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا جواب:

اعلم أن النبی صلی الله علیه وسلم بعث بالخلافة العامة، وغلبة دینه علی سائر الأدیان ، لا یتحقق إلا بالجهاد وإعداد آلاته، فإذا ترکوا الجهاد واتبعوا أذناب البقر أحاط بهم الذل وغلب علیهم أهل سائر الادیان الخ(۲)

یہ واضح رہے کہ نبی اکرم ﷺ عالمگیر انقلاب واقتدار (خلافت عامہ) کے لئے مبعوث ہوئے ہیں اور تمام مسخ شدہ ادیان پر ان کے انقلابی دین کا غلبہ جہاد اور وسائل جہاد میں انہماک کے بغیر پایہ تکمیل کو نہیں پہنچتا، پس اگر مسلمان جہاد کو چھوڑ بیٹھیں اور بیلوں اور گایوں کی دم کے پیچھے پیچھے پھرنے لگیں تو ان کو چہار جانب سے ذلت اور رسوائی گھیر لے گی اور تمام اہل ادیان ان کو مغلوب اور محکوم بنائیں گے۔

---

(۱) إحیاء علوم الدین، الباب الأول فی فضل الکسب والحث علیه: ۶۳/۲

(۲) حجة الله البالغة: باب الجهاد: ۲۶۸/۲، دار الجیل، بیروت

www.besturdubooks.net

محدث داؤدی رحمہ اللہ کا جواب:

اور محدث داؤدی رحمہ اللہ اس حدیث کا مطلب سابق مفہوم کی مطابقت کے ساتھ کچھ محدود دائرہ میں رکھنا چاہتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد: ''عام'' نہ تھا؛ بلکہ آپ نے ایک خاص موقعہ پر دشمن سے قریب سرحدوں پر آباد مسلمانوں کے متعلق یہ ارشاد فرمایا تھا، مگر روایت کی تعبیر نے اس کو عام کر دیا اور اصل حقیقت پوری طرح سامنے نہ آسکی، داؤدی رحمہ اللہ کی عبارت اس طرح ہے:

هذا لمن يقرب من العدو فإنه إذا اشتغل بالحرث لا يشتغل بالفروسية، ويتأسد عليه العدو، وأما غيرهم فالحرث محمود لهم وقال عزوجل: "وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ" وهو لا تقوم إلا بالزراعة ، ومن هو بالثغور أو المقاربة للعدو لا يشتغل بالحرث، فعلى المسلمين أن يمدوهم بما يحتاجون إليه (۱)

یہ ارشاد نبوی ﷺ اس جماعت کے لئے ہے جو دشمنوں کی سرحدوں کے قریب آباد ہے اس لئے کہ اگر وہ کھیتی باڑی میں لگ جائے تو پھر بہادری والے فنون سے بے پرواہ ہو جائیں گے اور دشمن اس پر غالب ہو جائے گا، لیکن ایسے لوگوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لئے زراعت کا کام پسندیدہ اور مرغوب ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: "وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ" اور تم تیاری کرو دشمنوں کے مقابلے میں بقدر طاقت، اور ظاہر ہے کہ یہ زراعت کے بغیر نامکمل رہتی ہے ؛ کیوں کہ جو لوگ سرحدوں پر اور دشمنوں کے قرب وجوار میں

(۱) علامہ عینی، عمدۃ القاری: ۱۲/۵ا۷، مطبوعۃ مطبعۃ منیرۃ، القاہرۃ

www.besturdubooks.net

آباد ہیں وہ کاشت میں مشغول نہیں رہ سکتے، پس مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ ان کی ضروریات وحاجات کے لئے زراعت کے ذریعہ سے مدد دیں۔

محدث ابن متین کی عمدہ توجیہ:

مگر ان تمام توجیہات سے زیادہ بہتر توجیہ اور رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی حقیقی روح وہ ہے جو مشہور محدث ابن متین رحمہ اللہ نے بیان فرمائی ہے وہ واقعہ کی جانب متنبہ کرتا ہے جو آج کی دنیا میں ارشاد گرامی کے مطابق حرف بہ حرف صحیح نظر آرہا ہے اور نبی کریم ﷺ کی صداقت وحقانیت کا منتہی یہ ہے کہ دنیا کی تمام جماعتوں میں سب سے زیادہ ظلم وجور کا شکار اس جماعت کو بنایا جائے گا جس کو کاشتکار کہا جاتا ہے اور سب سے زیادہ ذلت ورسوائی اور مسکنت سے ان کو دوچار ہونا پڑے گا، ابن متین کے الفاظ یہ ہیں:

هذا من أخبار ه صلى الله عليه وسلم بالمغيبات لأن المشاهدة الآن أن أكثرهم الظلم أنما هو على أهل الحرث الخ(۱)

یہ ارشاد رسول اللہ ﷺ کی غیب کی اطلاعات (پیشین گوئیوں) میں سے ایک اطلاع ہے، اس لئے کہ آج مشاہدہ کر رہے ہیں کہ سب سے زیادہ ظلم کا شکار وہی ہیں جو کھیتی باڑی کرنے والے (کاشتکار) ہیں۔

یہ ابن متین کا مشاہدہ ہے جو تقریبا چھٹی صدی ہجری کا زمانہ ہے اور آج دنیا میں خام اجناس پیدا کرنے والے اور مدنیت کی ابتدائی بنیادوں کو استوار کرنے والے اس طبقہ ''کاشت کار'' کی جو حالت زار ہے وہ ہمارا اور آپ کا مشاہدہ ہے تو کیا ایک حقیقت

(۱) اسلام کا اقتصادی نظام: ۳۴۲

www.besturdubooks.net

بین نگاہ کے لئے یہ بات قابل غور نہیں ہے کہ جن نگاہِ وحی آگاہ بساط دنیا کے ان باریک اور دقیق نقوش تک کو خدا تعالی کی عطا کردہ روشنی میں دیکھ لیا ہو۔

صنعت وحرفت میں انبیاء علیہم السلام کا نمونہ

اللہ عزوجل نے اپنے بے شمار انبیاء کو مختلف حرفت وصنائع سکھائے تاکہ وہ امت کے لئے اس معاملہ میں اسوہ اور نمونہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا (۱)

اور یہ بھی ارشاد باری عزوجل ہے:

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلاً يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ،أَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً (۲)

''سابغات'' زرہوں کو کہتے ہیں۔

قرآن کریم نے زمانہ جاہلیت میں عربوں کی مختلف عادتوں اور طور وطریق کو باطل کیا، چونکہ وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ نبی مرسل کو بازاروں میں خرید وفروخت کرنا لائق اور شایانِ شان نہیں۔

چنانچہ وہ لوگ کہتے تھے:

وَقَالُوا مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيُ فِيُ الْأَسْوَاقِ لَوْلَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهُ نَذِيراً ،أَوْ يُلْقَى إِلَيْهِ كَنزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا " (۳)

قرآن کریم نے ان کی اس غلط فہمی کا جواب یوں دیا:

وَما أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِيُ الْأَسْوَاقِ" (۴)

---

(۱) ھود:۳۷ (۲) سبا:۱۰۔۱۱ (۳) لفرقان: ۸=۷ (۴) الفرقان: ۲۰

www.besturdubooks.net

اسلام نے اپنے ہاتھ کی کمائی پر ابھارا ہے، جیسا کہ حضرت داؤد علیہ الاسلام کا پیشہ تھا، کوئی بھی معاش کے معاملہ میں کسی کا محتاج نہیں رہا، حضرت داؤد علیہ السلام خلیفہ اور بادشاہ تھے انہیں دست کاری کی کوئی ضرورت نہ تھی مگر وہ ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بناتے تھے اور جنگ کے لئے لوہے کی قمیص کی صنعت کا کام کرتے تھے، حدیث میں اسی کی طرف اشارہ ہے:

خالد کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ انسان کے لئے کسبِ معاش کا کون سا ذریعہ بہتر ہے؟ فرمایا: دستکاری (۱)

(۱) ابن ماجه: باب الحث على المكاسب، حديث: ۲۱۳۷

اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

كَانَ دَاوُدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ زَرَّادًا، وَكَانَ آدَمُ حَرَّاثًا، وَكَانَ نُوحٌ نَجَّارًا، وَكَانَ إِدْرِيسُ خَيَّاطًا، وَكَانَ مُوسى رَاعِيًا (۱)

حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بناتے تھے، آدم علیہ السلام کاشتکاری کرتے تھے، نوح علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے، حضرت ادریس درزی کا کام کرتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چرانے کا کام کرتے تھے۔

کائنات کے جمالی پہلوؤں کی طرف چند قرآنی اشارے:

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا (۲)

ہم نے زمین پر جو کچھ ہے اسے زمین کا سنگار بنایا ہے۔

کا اعلان کر کے:

مَا عَلَى الْأَرْضِ (۳)

یعنی روئے زمین پر جو کچھ ہے۔

(۱) فتح الباری لابن حجر، کسب الرجل وعملہ بیدہ: ۳۰۶/۴، دار المعرفۃ، بیروت

(۲) الکہف: ۷ (۳) ؟؟

www.besturdubooks.net

اس کو زمین کی آرائش اور اس کا بناؤ وسنگار قرار دے رہا ہو تو پھر زمین کی پیداوار میں دخل یعنی آمدنی اور نفع ہی کا پہلو کیوں پیشِ نظر رکھا جائے خود اسی قرآن میں جب انسانی سواریوں تک میں یہ چاہا گیا ہے کہ نفع کے ساتھ ساتھ اس کا بھی خیال رکھا جائے کہ ان سے ایک قسم کی آرائش اور زینت ہوتی ہے، تو خدا نے اور جن چیزوں کو زینت کے لئے بھی پیدا کیا ہے، ان سے علاوہ مادی منافع کے زینت کا کام کیوں نہ لیا جائے، گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِيْنَةً (۱)

گھوڑے، خچر، گدھے اسی لئے ہیں کہ ان پر سواری کرو اور وہ آرائش ہیں۔

صبح وشام کے سہانے وقتوں میں خصوصا دیہات کی صبح وشام میں جو یہ منظر سامنے آتا ہے کہ گاؤں کے مویشی آپس میں ملی جلی صبح کو آبادی سے نکل کر چراگاہوں کی طرف جارہی ہیں، اور شام کو واپس آتی ہیں۔

وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُونَ وَحِيْنَ تَسْرَحُونَ (۲)

تمہارے لئے ان مویشیوں میں جمال وحسن ہے جب تم شام کو انہیں گھر واپس لاتے ہو اور صبح کو جب انہیں چراگاہ کی طرف لیجاتے ہو۔

کے چونکا دینے والے فقرے سے قرآن انسانی فطرت کی جمالیاتی جستجو کو ایک ''لذیذ یافت'' اس سہانے منظر کی طرف متوجہ کر کے عطا کرتا ہے۔

اسی طرح لباس کا ذکر کر کے ستر پوشی اور الحر والبرد (سردی وگرمی) سے حفاظت کے جو فوائد ہیں ان کے ذکر کے ساتھ ساتھ حسن وزیبائی سج دھج کے جو نتائج لباس سے حاصل ہوتے ہیں ان پر بھی تنبیہ کرتے ہوئے سورۃ الاعراف میں فرمایا گیا:

---

(۱) النحل:۸ (۲) النحل:٦

www.besturdubooks.net

يَـا بَـنِـيُ آدَمَ قَدُ أَنُزَلُنَا عَلَيُكُمُ لِبَـاسًـا يُّـوَارِيُ سَـوُءَاتِـكُمُ وَرِيُشًا(۱)	اے آدم کی اولاد! ہم نے تم پر لباس اتارا جو تمہاری شرمگاہوں کو چھپاتا اور آرائش کا ذریعہ ہے۔

اس کے علاوہ فرمایا:

خُذُوُا زِيُـنَتَـكُـمُ عِـنُـدَ كُلِّ مَسُجِد(۲)	اپنی آرائش کو ہر سجدہ گاہ کے پاس اختیار کرو۔

کا جو حکم دیا گیا ہے اس میں تو لباس کو زینت اور زینت کو لباس قرار دیتے ہوئے بہ ظاہر اس طرف اشارہ ہے کہ جس لباس سے بجائے سنورنے کے آدمی کی ہیئت اور بگڑ جائے اسے لباس ہی نہیں قرار دینا چاہئے، خود سرور کائنات ﷺ کا عام دستور تھا کہ نیا جوڑا جب زیب تن فرماتے تو اس وقت بے ساختہ زبانِ مبارک پر یہ الفاظ جاری ہو جاتے:

اَلُـحَـمُدُ لِلّٰهِ الَّذِيُ كَسَانِيُ مَا أُوَارِيُ بِهِ عَوُرَتِيُ وَأَتَجَمَّلُ بِهِ فِيُ حَيَاتِيُ (۳)	تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے وہ چیز پہنائی جو میرے ستر کو چھپاتی ہے اور میں اس سے زندگی میں جمال حاصل کرتا ہوں۔

شکر کے ان الفاظ میں "فِـيُ حَيَـاتِـي" کی قید تو غالباً اظہار واقعہ کے لئے ہے، ورنہ اسلام کا جمالیاتی نقطۂ نظر تو حیات و زندگی کے دائرے سے بھی آگے بڑھ کر موت تک کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے، ترمذی کی مشہور حدیث ہے کہ مسلمانوں کو خطاب کر کے آنحضرت ﷺ یہ حکم دیتے تھے:

إِذَا كَـفَّـنَ أَحَـدُكُـمُ أَخَـاهُ فَلُيُحسِنُ كَفُنَهُ(۴)	جب کوئی تم میں سے اپنے بھائی کو کفن پہنائے تو چاہئے کہ اس کو

---

(۱) الأعراف:۲۶ (۲) الأعراف: ۳۱

(۳) شعب الإيمان، فضل فيما يقول إذا لبس ثوبا، حديث:۶۲۸۶

(۴) مسلم: باب في تحسين كفن الميت، حديث:۹۴۳

www.besturdubooks.net

اچھا کفن پہنائے۔

قبر تک میں حضور اکرم ﷺ کی نگاہِ مبارک کسی بدہیئتی اور بھونڈے پن کو برداشت نہیں کرسکتی تھی ایک واقعہ یوں ہے کہ اتفاقاً کسی قبر میں کچھ رخنہ رہ گیا تھا، پورے طور پر جیسا چاہئے برابر نہیں کی گئی تھی، حضرت انس رضی اللہ عنہ خادمِ خاص کا بیان ہے کہ حضور اکرم ﷺ اس رخنے کو نہ دیکھ سکے "أَمَرَ أَنْ يَّسُدَّ بِهَا" حکم دیا کہ اس رخنہ کو بند کردیا جائے، ایک صحابی جو پاس ہی کھڑے تھے، انہوں نے عرض کیا کہ حضور ﷺ! اس بیچارے مردے کو اس سے کیا غرض؟ دونوں جہاں کے پیغمبر ﷺ نے پوچھنے والے کو سمجھایا:

أَمَّا أَنَّهَا لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلٰكِنْ تُقِرُّ عَيْنَ الْحَيِّ (۱)	بیشک اس سے نہ ضرر پہنچتا ہے نہ نفع، مگر ٹھنڈی ہوتی ہے اس سے زندہ کی آنکھیں۔

اسی کے قریب قریب دوسری روایت میں ہے "تَطْيِيبُ الْحَيِّ" (بھلا معلوم ہوتا ہے زندوں کی آنکھوں کو) جو دین آنکھوں کی خنکی تلاش کرتا ہو، آنکھوں کو بھلا معلوم ہو، ایسی قبر بنانے کی تعلیم دیتا ہو، اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اور چیزوں کے متعلق حسن کاری اور حسن پسندی میں اس کا پاکیزہ مذاق کتنا بلند اور ستھرا ہوگا۔

آپ ﷺ نے داڑھی کی بدہیئتی اور بکھرے ہوئے بالوں کو تک پسند نہیں کیا:

آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ایک آدمی داخل ہوا، جس کے سر اور داڑھی کے بال الجھے ہوئے پراگندہ تھے، آنحضرت ﷺ نے اس کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: گویا اسے بتلا رہے ہوں کہ وہ اپنے بال اور داڑھی کو درست کرے، اس نے ایسا ہی کیا اور واپس پلٹ کر آیا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا یہ اچھا نہیں ہے اس سے کہ تم میں سے کوئی بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ آتا ہے گویا کہ وہ کوئی شیطان (بھوت) ہے:

"أَلَيْسَ هٰذَا خَيْرًا مِنْ أَنْ يَّأْتِيَ أَحَدُكُمْ ثَائِرَ الرَّأْسِ كَأَنَّهُ

(۱) السنن الكبري للبيهقي: باب الأذخر للقبور وسد الفرج، حديث: ۶۵۱۷

www.besturdubooks.net

شَيُطَانٌ" (۱)

اسی طرح کا واقعہ حضرت رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی پیش آیا:

أَنَّـهُ رَأى رَجُلاً قَدُ تَرَكَ لِحُيَةً حَتّـى كَبُـرَتُ فَأَخَذَ يَجُذُبُهَا ثَـمَّ قَـالَ: اِئُتُونِى بِحِمُلَتَيُنِ ثَمَّ أَمَرَ رَجُلاً فَجَزَّ تَحُتَ يَدِهِ

انہوں نے دیکھا کہ ایک آدمی جس نے اپنی داڑھی بہت بڑی چھوڑ رکھی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ رہے تھے، پھر آپ نے قینچی منگوائی اور ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ داڑھی کا جتنا حصہ ہاتھ کے نیچے ہے کاٹے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس شخص کی داڑھی پکڑ کر کھینچ رہے تھے، یہ جملہ قابل غور ہے کہ آج ایسی داڑھیوں کو ہاتھ لگانے والا بیچارہ "کفر" کے فتوی سے بچ سکتا ہے، اور فاروق رضی اللہ عنہ اسی فعل پر بس نہیں فرماتے، اس کام کو ختم کر کے ارشاد ہوا:

يَتُـرُكُ أَحَـدُكُـمُ نَفُسَـهُ كَأَنَّـهُ سَبُعٌ مِنَ السِّبَاعِ (۲)

تم میں سے بعض لوگ اپنے آپ کو کچھ اس طرح چھوڑے رکھ دیتے ہیں گویا درندوں میں سے وہ کوئی درندہ ہے۔

ان سخت قسم کے الفاظ سے اسلام کے حسن پسندی اور جمال آرائی کے جذبات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، صحابہ کے مزاج کی ان جمالیاتی دلکشیوں میں اس دینی تربیت کا بھی بڑا دخل تھا جو اس دین کے پیغمبر نے اپنی امت کی تھی، مسلم کی روایت میں ہے:

إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الإِحُسَانَ عَلَى

یقیناً اللہ تعالیٰ نے حسن کاری ہر چیز

---

(۱) مؤطا مالك: إصلاح الشعر، حديث:۳۴۹۴

(۲) عـمـدة القاری شرح صحيح البخاری: باب ما يذكر فی الشيب :۲۲ـ۴۷، دار إحياء التراث العربي، بيروت

www.besturdubooks.net

كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذِّبْحَ وَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَ (۱)

میں واجب کی ہے، تو اس لئے چاہئے کہ جب تم ذبح کروتو اچھی طرح ذبح کرواور جب تم قتل کروتو اچھی طرح قتل کرو۔

سب سے آخری کام جس میں حسن کاری کا آدمی کو خیال آ سکتا ہے وہ قتل اور ذبح ہوسکتا ہے مگر جب ان افعال میں بھی پیغمبر اسلام کا حکم ہے کہ حسن پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تو ان صناعات اور کاریگریوں میں جن میں عموماً آدمی کی فطرت تناسب و جمال کو چاہتی ہے اندازہ کیا جاسکتا ہے اسلام کا نقطہ نظر کیا ہوسکتا ہے۔ حسن پسندی آنحضرت ﷺ کا کوئی ذاتی مذاق نہیں تھا؛ بلکہ ہر چیز میں حسن پیدا کرنے کو اسی نے بندوں پر واجب کیا ہے اور اسی کو واجب کرنا بھی چاہئے جس سراپا حسن و جمال کے متعلق اربابِ مشاہدہ کا بیان ہے آنحضرت ﷺ کی صحیح حدیث ہے:

إِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ (۲)

بلا شبہ اللہ تعالیٰ خود بھی جمیل اورخوبصورت ہیں اور جمال اورخوبصورتی کو پسند فرماتے ہیں۔

حسن کار صنّاعوں کا طبقہ خدا کو محبوب ہے:

إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا عَمِلَ عَمَلاً أَحَبَّ اللّٰهُ أَنْ يُّتْقِنَهُ (۳)

جب بندہ کوئی کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اس میں اتقان پیدا کرے یعنی اس کو ٹھیک سے کرنا چاہئے، اسی طرح انجام دینا چاہئے۔

---

(۱) مسلم: باب الأمر بإحسان الذبح، حديث:۱۹۵۵

(۲) مسلم: باب تحريم الكبير وبيانه، حديث:۹۱

(۳) كنز العمال: الإكمال من الفصل السادس في الدفن، حديث:۴۲۴۰۱

www.besturdubooks.net

تو میں نہیں سمجھتا کہ مسلمان صناعوں اور کاریگروں میں جو لوگ اپنے اپنے مصنوعات اور اپنی اپنی دستکاریوں میں اس لئے اتقان واستواری تناسب وموزونیت پیدا کرتے ہیں کہ ان کا خدا ان کے اس فعل کو محبوب رکھتا ہے تو حسن کاروں کے اس گروہ کو بھی محبت کے اس امتیاز سے کیسے محروم رکھا جا سکتا ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ جس دین نے اپنے ماننے والوں کے لئے مشغولیت کا ایسا نظام پیدا کیا ہے کہ اس دین کے مطابق عزم کی پوری طاقت کے ساتھ جو دین دارانہ زندگی بسر کریں، ان کے لئے کاہلی وبیکاری اور بے روزگاری کے لئے کوئی گنجائش باقی رہ سکتی؟ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنِّيُ لَأَكْرَهُ أَنْ أَرَي الرَّجُلَ فَارِغًا لَا فِيُ عَمَلِ الدُّنُيَا وَلَا فِيُ الآخِرَةِ(۱)

میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ آدمی کو فارغ دیکھوں یعنی نہ دنیا کے کسی کام میں مشغول ہو اور نہ آخرت کے کام میں۔

طبرانی کی ایک حدیث میں جس پر سندا کچھ اعتراض ہو جس میں ہے کہ ایک صحابی نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ میرا پیشہ اور گذر بسر کا ذریعہ شکار ہے، جنگلوں اور بیابانوں میں رہنے کی وجہ سے نماز باجماعت کی سعادت سے محروم رہتا ہوں میرے متعلق کیا حکم ہے؟ ترکِ جماعت پر جس پیغمبر ﷺ نے گھروں میں آگ لگوا دینے کی تک دھمکی دی تھی اور ایک نابینا صحابی نابینائی کے عذر کو پیش کرتے ہوئے چاہا تھا کہ جماعت کی حاضری سے مستثنی کر دیئے جائیں تو یہ دریافت کرنے کے بعد کہ اذان کی آواز تمہارے گھر تک پہنچتی ہے صحابی نے اثبات میں جواب دیا تو حضور اکرم ﷺ نے "فَلَا إِذًا" (یعنی تو ایسی صورت میں تم مستثنی نہیں ہو سکتے) فرمایا تھا، آج ایک معاشی عذر

---

(۱) حلية الأولياء، عبد الله بن مسعود :۱۳۰/۱، علامہ طاہر پٹنی فرماتے ہیں: اس کی اختلاف سند کے ساتھ بہت ساری سندیں ہیں جو ضعیف ہیں، لیکن ان تمام کے ملنے سے اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے:
تذكرة الموضوعات: باب طلب الحلال بلااستحياء بالحرفة:۱۲۳/۱

www.besturdubooks.net

کے پیش ہونے پر سننے کی بات ہے خدا کا وہی رسول ﷺ کیا ارشاد فرماتے ہیں:

نِعْمَ الْعَمَلُ قَدْ كَانَتْ قَبْلِيَ رُسُلُهُمْ كُلُّهُمْ يَصْطَادُ وَيَطْلُبُ الصَّيْدَ وَيَكْفِيكَ مِنَ الصَّلَاةِ فِي جَمَاعَةٍ إِذَا غِبْتَ عَنْهَا فِي طَلَبِ الرِّزْقِ حُبُّكَ لِلْجَمَاعَةِ وَأَهْلِهَا، وَحُبُّكَ ذِكْرَ اللّٰهِ وَأَهْلِهِ وَاسْعَ عَلَى أَهْلِكَ وَعِيَالِكَ حَلَالًا؛ فَإِنَّ ذٰلِكَ جِهَادٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ(۱)

بہت اچھا مشغلہ ہے، مجھ سے پہلے جتنے پیغمبر گذرے، سب کے سب شکار کرتے تھے اور شکار کی تلاش میں نکلتے تھے، باقی جماعت کی نماز کے لئے تمہارے واسطے بس یہ کافی ہے کہ روزی کی تلاش میں جب تم کو جماعت میں غیر حاضر ہونا پڑے، تو جماعت کی محبت، جماعت والوں کی محبت اللہ کے ذکر کی محبت، ذکر اللہ میں مشغول ہونے والوں کی محبت اور اپنے اہل وعیال کے لئے حلال روزی کی تلاش کی خواہش، الغرض یہ چیزیں جماعت کی عدمِ حاضری کی قائم مقامی کر لیتی ہیں، چاہئے کہ اپنے اہل وعیال کے لئے طلبِ حلال میں کوشش کرو کہ یہ اللہ کی راہ میں جہاد ہے۔

چند انقلابی صناعات کا انتساب پیغمبروں کی طرف

قرآن پڑھنے والوں میں کون نہیں جانتا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جس کی خواہ اس زمانے میں کوئی اہمیت نہ رہی ہو؛ لیکن جس عہد میں اس جدید اکتشافات وایجاد کو

(۱) مجمع الزوائد: باب الکسب والتجارة ومحبتها والحث علی طلب الرزق، حدیث:۶۲۳۳

www.besturdubooks.net

حضرت نوح علیہ السلام نے دنیا میں پیش کیا تھا یقیناً اس وقت وہ اسی قسم کی عجیب وغریب چیز تھی، اس کو اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں بارہا بیان کیا ہے:

فَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا (۱)

اور ہم نے نوح کی طرف وحی کی اس بات کی کہ وہ میری نگاہوں کے سامنے کشتی بنائے۔

اور جو حال کشتی نوح کا ہے ہم قرآن ہی میں پڑھتے ہیں کہ انبیائے بنی اسرائیل کے ایک نبی حضرت داؤد علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد باری ہے:

وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُم مِّن بَأْسِكُمْ (۲)

اور ہم نے داؤد کو تمہارے لئے (انسانوں کو بچانے کے لئے) زرہ بنانا سکھایا تا کہ وہ حفاظت کا ذریعہ ہو۔

اس زمانے میں جب کہ دھار دار ہتھیاراون اور بال رکھنے والے جسم پر استعمال ہوتے تھے اس کی کیا قیمت تھی۔ یقیناً یہ اس وقت خدا کی رحمتوں میں سے ایک بڑی رحمت تھی کہ لوہے جیسی کرخت وسخت دھات کا اتنا نرم پڑ جانا تا کہ تاروں کی شکل میں اس کا کھینچنا آسان ہو جائے، اوران کے جوڑنے سے ایسا لباس تیار ہو جائے جس طرح جسد انسانی پر سوتی اور اونی کپڑے چست ہو کر لپٹ جاتے ہیں۔قرآن میں ان امور کی طرف اشارہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ أَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ (۱)

اور ہم نے (داؤد) کے لئے لوہا نرم کر دیا تا کہ وہ (بدن پر خوب چست ہو کر اتر جانے والی زرہیں) بنائیں، (اور سکھایا ان کو) ٹھیک اندازے کے ساتھ۔

---

(۱) المومنون: ۲۷ (۲) الأنبياء: ۸۰ (۳) سبا: ۱۰

www.besturdubooks.net

جدید صنعتوں کے متعلق پیغمبرانہ نمونے:

کون نہیں جانتا کہ جب مدینہ منورہ پر عرب کے جاہلی قبائل ایک کمان بن کر یہودی سرمایہ داروں کے ساتھ پرزور حملہ آور ہوئے، تاریخ میں جس واقعہ کی تعبیر غزوہ الاحزاب یا جنگ خندق سے کی گئی ہے اس موقعہ پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کے مشورے سے مدافعت کے اس جدید طریقہ کو کشادہ پیشانی سے قبول فرمایا، جس سے عرب قطعاً ناواقف تھے، یعنی خندق جو مدینہ منورہ کے اطراف کھودی گئی، جسے دیکھ کر ابوسفیان (سپہ سالار قریش) نے کہا تھا:

وَاللّٰهِ هٰذِهٖ مَكِيْدَةٌ مَا كَانَتِ الْعَرَبُ تَكِيْدُهَا(١)	قسم خدا کی اس گھات کو اپنی جنگوں میں عرب نے کبھی اختیار نہیں کیا تھا۔

یہی ایک مثال نہیں ہے فتح خیبر کے واقعات میں پڑھئے، ان ہی میں ایک واقعہ یہ بھی ملے گا کہ صعب نامی قلعہ پر جب مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس قلعہ کے تہہ خانوں کی تلاشی کا حکم دیا تو لکھا ہے:

وَجَدُوْا فِيْ هٰذَاالْحِصْنِ الَّذِيْ حِصْنُ الْعَصْبِ آلَةَ حَرْبٍ وَدَبَّابَاتٍ وَمِنْجَنِيْقًا (١)	انہوں نے اس قلعہ میں یعنی صعب نامی قلعہ میں جنگ کے بعض آلات پائے اور دبابے اور منجنیقیں بھی اس میں ہاتھ لگیں۔

''دبابات'' اور ''منجنیق'' جو قلعہ کشائی کے رومی آلات تھے، یہودیوں نے رومیوں سے ان کی صنعت سیکھی تھی، رسول اللہ نے ان آلات کو استعمال کیا، فتح خیبر کے سلسلے میں بیان کیا جاتا ہے کہ دو قلعے وطیح اور سلالم چودہ دن کے محاصرے کے بعد بھی جب فتح نہ ہوئے تو لکھا ہے:

---

(١) تفسیر القرطبی، ١٤/١٣٣، دارالکتب المصریۃ، القاہرۃ

(٢) التراتیب الإداریة، باب فی حفر الخندق الحفیر: ١/٩٩٢، دارالأرقم، بیروت

www.besturdubooks.net

"هَمَّ علیه السلام أَنْ يَجْعَلَ عَلٰى مَنْ فِيهَا الْمِنْجَنِيقَ" رسول اللہ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ جو لوگ اس قلعہ میں ہیں ان پر منجنیق لگا دی جائے۔ لیکن یہ دونوں قلعے یوں ہی فتح ہو گئے۔

پھر خیبر کے بعد طائف کے محاصرے میں بھی آنحضرت ﷺ نے رومیوں کے ان آلات حرب سے کام لیا جو عربوں اور مسلمانوں کے لئے ایک جدید چیز تھی؛ بلکہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ طائف پر جو دبابہ استعمال کیا گیا اسے رسول اللہ ﷺ نے خود ہی بنوایا تھا تاریخ کے الفاظ یہ ہیں:

أَوَّلُ دَبَّابَةٍ صُنِعَ فِيْ الْإِسْلَامِ دَبَّابَةٌ صُنِعَتْ عَلٰى الطَّائِفِ حِيْنَ حَاصَرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم(۱)

سب سے پہلا دبابہ جو اسلام میں بنایا گیا وہی دبابہ تھا جو طائف پر لگانے کے لئے بنایا گیا تھا، جس وقت رسول اللہ ﷺ نے طائف کا محاصرہ کیا تھا۔

اسی طائف کے محاصرے میں رسول اللہ ﷺ نے منجنیق بھی استعمال فرمایا تھا

اَوَّلُ مَنْ رَمَى بِالْمِنْجَنِيْقِ رَسُوْلُ اللہ صلى الله عليه وسلم أَهْلَ الطَّائِفُ دَخَلَ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تَحْتَ دَبَّابَةٍ ثُمَّ رَجَعُوْا إِلٰى جِدَارِ طَائِفٍ لِيُحْرِقُوْهُ(۱)

سب سے پہلے منجنیق کو رسول اللہ ﷺ نے طائف والوں پر استعمال فرمایا، صورت یوں ہوئی کہ صحابی دبابے میں داخل ہو کر طائف کی فصیل تک پہنچے، تاکہ اس کے دروازے کو آگ لگا دیں۔

اس سے معلوم ہوا ہر مفید اور کارآمد چیز خواہ وہ غیر کی ایجاد کیوں نہ ہو مسلمان اپنا سکتے ہیں۔

---

(۱) التراتيب الإدارية، باب فی حفر الخندق الحفير: ۹۹۲/۱، دارالأرقم، بيروت

(۲) التراتيب الإدارية، باب فی حفر الخندق الحفير: ۹۹۲/۱، دارالأرقم، بيروت

www.besturdubooks.net

لباس اور پیغمبر ﷺ:

غیروں کے مفید امور کو استعمال کرنے کا معاملہ حربی مکائد اور آلات ہی تک محدود نہیں، شلوار جسے عربی میں ''سِــروال'' کہتے ہیں، ظاہر ہے کہ اس کا تعلق لباس ہی سے ہے، عرب میں دستور لنگی (ازار) باندھنے کا تھا؛ اتفاقاً بعض عربی تاجر ایران سے عرب سـراویل لائے، جب آپ ﷺ کی نظر اس ایرانی لباس پر پڑی تو آپ ﷺ نے اسے خرید لیا، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو اس واقعہ کے راوی ہیں، ان کا بیان ہے:

''یَـا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَإِنَّكَ لَتَلْبَسُ السَّرَاوِيْلَ'' یارسول اللہ آپ شلوار پہنیں گے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''أَجَـلْ فِـيْ السَّفَرِ وَالْحَضَرِ وَالَّيْلِ وَالنَّهَـارِ'' ہاں میں سفر میں حضر میں دن میں رات میں ہر حال میں اس کو پہنوں گا، پھر اس کی وجہ بیان فرمائی: ''فَـإِنِّيْ أُمِرْتُ بِالتَّسَتُّرِ فَلَمْ أَجِدْ شَيْئًا أَسْتَرُ مِنْهُ'' (۱) کیونکہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ستر پوشی کروں اور مجھے اس سے زیادہ ستر پوش لباس نظر نہیں آتا۔

منبر رسول اللہ ﷺ:

اتنا تو غالباً سب ہی جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کا خطبہ پہلے اس مشہور تاریخی ستون سے ٹیک لگا کر دیا کرتے تھے جس کا نام استوانۂ حنانہ تھا؛ لیکن کھڑے ہو کر خطبہ دینے میں آنحضرت ﷺ جب کچھ زحمت محسوس فرمانے لگے تو جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن ایک کھمبے سے لگ کر جو مسجد میں تھا خطبہ کھڑے ہو کر ارشاد فرماتے تھے، پھر آپ نے فرمایا کہ کھڑے ہونے میں مجھے گرانی محسوس ہوتی ہے، تب تمیم داری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا آپ کے لئے ہم ممبر نہ بنائیں جیسا کہ میں نے شام میں دیکھا ہے: '' فَقَـالَ لَهُ تَمِيْمُ الدَّارِيُّ أَلَا أَعْمَلُ لَكَ مِنْبَرًا كَمَا رَأَيْتُ

---

(۱) المعجم الكبير للطبراني: قطعة من المفقود، حدیث ۱۱۲۵، مسند أبي يعلى، تابع حديث مسند أبي هريرة، حدیث: ۶۱۶۲، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس روایت میں یوسف بن زیاد بصری ضعیف ہیں۔

www.besturdubooks.net

بِـالشَّـامِ“ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا تو ممبر بنانے کی رائے ہوئی۔(۱) اس شامی قسم کے ممبر کو مسجد رسول میں لانے میں نبی کریم ﷺ نے کوئی حرج محسوس نہیں کیا شامی عیسائی گرجوں میں تمیم داری نے یہ ممبر دیکھا تھا۔

الکتانی ہی قل قشندی کے حوالے سے جو یہ فقرہ نقل کیا ہے اس کی تائید کرتا ہے:

”أَوَّلُ مَـنْ عَـمِلَ الْمِنْبَرَ تَمِيْمُ الدَّارِیُ عَمِلَهُ لِلنَّبِیِّ صلى الله عـلیـه وسـلم وَكَانَ قَدْ رَأَى مَنَابِرَ الْكَنَائِسِ بِالشَّامِ“(۲)

سب سے پہلے ممبر جس شخص نے بنایا وہ تمیم داری ہیں، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے بنایا تھا اور شام کے گرجوں میں تمیم داری نے ممبروں کو دیکھا تھا۔

اس سلسلے میں نظائر بکثرت ہیں:

کون نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تنگ آستینوں کا جبہ جسے جبہ رومی کہتے تھے آنحضرت ﷺ نے محض اس لئے کہ وہ رومی (یعنی یورپ) کی طرف منسوب ہے زیب تن فرمانے سے انکار نہیں کیا؛ بلکہ اس کو پہن کر بسا اوقات آپ نمازیں پڑھتے تھے، جس کا ذکر صحاح کی کتابوں میں عموما کیا گیا ہے، مقوقس شاہِ مصر نے خدمت والا میں ایک بلوری پیالہ بھی تحفۃً ارسال کیا تھا لکھا ہے ”فَـكَـانَ يَشْـرَبُ مِنْـهُ“ (۳) ”اس پیالے سے رسول اللہ ﷺ پیا کرتے تھے“۔

اس کے علاوہ نبی کریم ﷺ نے غیر مسلم کی دواؤں کے استعمال کا بھی حکم دیا ہے ”عَـلَيْـكُـمْ بِهَذَا الْعُوْدِ الْهِنْدِیْ“ (۴) (اس ہندی لکڑی کو اختیار کیا کرو) یہاں رسول اللہ ﷺ جس زمانے اس دوا کو ہند کی جانب منسوب فرمارہے ہیں یہ زمانہ ہندوستان کا وہ

---

(۱) التراتیب الإداریة للکتانی، باب فی حفر الخندق الحفیر: ۱/۱۲۰، دار الأرقم، بیروت

(۲) التراتیب الإداریة للکتانی، باب فی حفر الخندق الحفیر: ۱/۱۲۰، دار الأرقم، بیروت

(۳) التراتیب الإداریة للکتانی، باب فی حفر الخندق الحفیر: ۱/۹۹۲، دار الأرقم، بیروت۔

(۴) بخاری: باب ذات الجنب، حدیث: ۵۳۸۸

www.besturdubooks.net

تھا جس میں کفر و بت پرستی، شرک کی تاریکیوں کے سوا اس ملک میں اور کچھ نہ تھا، غیر اسلامی ملک یا قوم کی طرف منسوب ہو جانے سے کسی دوا کا استعمال اگر قابل احتراز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ الہندی کی تصریح نہ فرماتے۔

اس کے علاوہ نبی کریم ﷺ نے ایرانی کمانوں کی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ تیر پھینکنے میں وہ زیادہ زوردار ہیں: "مَدَحَ قِسِيَّ الْعَجَمِ وَقَالَ: هُمْ أَقْوٰى مِنْكُمْ رَمْيَةً" (۱) یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے عربی کمانوں کو چھوڑ کر ایرانی کمانوں کو اختیار کیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ''سیادت مدنیہ'' پر بحث کرتے ہوئے اس بات کو صاف کر دیا ہے کہ اسلام کا معاشی نظام ایک لمحہ کے لئے بھی یہ برداشت نہیں کرتا کہ اس کی قلمرو میں تجارت، صنعت و حرفت اور مفید و جائز معاشی وسائل میں اضمحلال پیدا ہو جائے اور مملکت کی آبادی مفت خورانہ وظائف پر گذر اوقات کرنے لگے، یہ بھی تصریح کی ہے کہ عام حالات میں تمام قلمرو اسلامی کا جہاد میں مصروف بھی ضروری نہیں؛ بلکہ ان میں تاجر، صناع اور کاشتکار سب ہی کا وجود ضروری ہے:

أو يكون توزعهم في الإقبال على الاكتساب بحيث يضر بالمدنية مثل أن يقبل أكثرهم على التجارة ويدعو الزراعة أو يكتسب أكثرهم بالغزو ونحوه، وإنما ينبغي أن يكون الزراع بمنزلة الطعام والصناع والتجارة والحفظة بمنزلة الملح الخ(۲)	سیاست ملکی میں تقسیم کار اور مختلف منازل کسب و اکتساب کا ہونا از بس ضروری ہے اور اگر ایسا نہ ہو؛ بلکہ صورت حال یہ ہو کہ وہ سب ایسے کسب و اکتساب کی جانب متوجہ ہو جائیں کہ آخر کار وہ ملک (شہر) کے نقصان کا باعث بن جائے مثلاً ملک کی اکثریت زراعت کو چھوڑ بیٹھے اور صرف

(۱) التراتيب الإدارية للكتاني، باب في حفر الخندق الحفير: ۹۹/۱، دار الأرقم، بیروت

(۲) حجة الله البالغة: باب سياسة المدنية: ۹۳/۱، دار الجلیل، بیروت

www.besturdubooks.net

تجارت کی جانب متوجہ ہوجائے یا
اس کی اکثریت صرف غزوہ
(جنگ) ہی میں مشغول ہوجائے
(اور تجارت وصنعت وزراعت
معدوم ہونے لگے) یا اسی طرح
کسی ایک مشغلہ میں ملک کی
اکثریت مشغول رہ کر دوسرے
ذرائع ترقی ملک کو کھو بیٹھے تو
سیاستِ مملکت کے لئے سخت مضر
ہے؛ بلکہ شہری باشندوں کو یہ سوچنا
چاہئے کہ کاشتکار اجتماعی حیات کے
لئے بمنزلہ طعام کے ہیں اور تاجر
وصناع اورفوج وسپاہی گویا نمک
برائے اصلاحِ طعام کی مثال ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے تعمیر کردہ ڈیم:

زراعت کی ترقی کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت سی نہریں تیار کرائیں، ایک تو نہر ''ابوموسیٰ'' تھی، جس کو بصرہ والوں کی پانی کی کمی کی شکایت پر بحکم حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے نہر کھدوائی، چنانچہ دجلہ سے نو میل سے لمبی نہر کاٹ کر بصرہ میں لائی گئی جس کے ذریعہ سے گھر گھر پانی پہنچ گیا۔

نہر معقل یہ مشہور نہر ہے، حضرت معقل بن یسار کے اہتمام سے تیار ہوئی اس کوا س لئے ''نہر معقل'' کہا جاتا ہے، یہ نہر بھی نہر دجلہ سے کاٹ کر لائی گئی تھی۔

نہر سعد: اس نہر کو سعد بن وقاص نے سعد بن عمر کی نگرانی میں تعمیر کرایا، ،لیکن یہ جگہ پہاڑ حائل ہونے کی وجہ سے اس نہر کا کام رک گیا، جس کو پھر حجاج بن یوسف نے

www.besturdubooks.net

اپنے زمانے میں پہاڑ کاٹ کر بقیہ کام پورا کیا، یہ نہر سعد سے مشہور ہوئی۔

ایک نہر ''نہر امیر المؤمنین''، یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت سے مشہور ہوئی، جس کے ذریعے دریائے نیل کو بحر قلزم سے ملا دیا گیا، فسطاط سے جو قاہرہ سے دس بارہ میل دور ہے بحر قلزم تک نہر تیار کی گئی، اسطرح جہاز نیل سے نکل کر بحر قلزم پر لنگر انداز ہوتے ہیں، اس طرح یہ نہر تجارت کا بڑا ذریعہ بن گئی، چنانچہ اس نہر کے نتیجہ میں اس کی تیاری کے پہلے سال میں ہی بیس بڑے بڑے جہاز ساٹھ ہزار اروب غلہ لے کر مدینہ منور کی بندرگاہ میں آئے۔(۱)

---

(۱) الفاروق، حضرت مولانا شبلی نعمانی، ۵۷، مرید بک ڈپو، چتلی قبر، دہلی

www.besturdubooks.net

تجارت اور کسب ومعاش کے فوائد

۱۔انسان میں خودداری اور غیرت پیدا ہوتی ہے:

بیہقی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت معاویہؓ سے سوال کیا، تمہارے یہاں خود داری اور مروّت کیا چیز ہے؟ فرمایا: حرفت وصنعت، کہا گیا: مروّت اورخودداری کیا ہے، دین میں عفت وطہارت اور معاش کی درستگی " اَلۡعَفَافُ فِیۡ الدِّیۡنِ، وَإِصۡلَاحِ الۡمَعِیۡشَةِ"(۱)

زوائد الحارث میں حضرت ابوالدرداء سے مروی ہے کہ فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا ہے "إِنَّ مِنۡ عَقۡلِ الرَّجُلِ اِسۡتِصۡلَاحُ مَعِیۡشَتِہٖ"(۲) ''آدمی کی عقلمندی کی نشانی اس کے معاش کی درستگی ہے''۔

حضرت عمر بن الخطاب سے روایت ہے: مجھے آدمی کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے، میں پوچھتا ہوں: وہ کوئی پیشہ سے متعلق ہے؟ اگر وہ کہتے ہیں نہیں تو وہ میری نگاہوں سے گرجاتا ہے: " فَإِنۡ قَالُوۡا ، لَا ، سَقَطَ مِنۡ عَیۡنِیۡ"۔(۳)

امام بیہقی کی شعب الایمان میں عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ ان سے پوچھا گیا:"مَا شَرُّ شَیۡءٍ فِیۡ الۡعَالَمِ" (دنیا میں سب سے بدترین چیز کیا ہے؟) فرمایا: بیکاری۔"اَلۡبَطَالَةُ"(۴)

---

(۱) إصلاح المال لابن أبی الدنیا: ۵۲/۱،مؤسسة الکتب الثقافیة، بیروت

(۲) بغیة الباحث من زوائد مسند الحارث: ۸۱۱/۲،مرکز خدمة السنة والسیرة النبویة، المدینة المنورة،۱۴۱۳

(۳) کنز العمال: فضل الکسب، حدیث:۹۸۵۸

(۴) شعب الإیمان، فصل قال وینبغی لطالب العلم أن یکون تعلمه،حدیث:۱۹۱۴

www.besturdubooks.net

۲۔ کسب ومعاش زمین کی تعمیر اور اصلاح کا ذریعہ

زمین کی تعمیر اور اصلاح یہ روئے زمین پر انسانی خلافت کے مقتضیات میں سے ہے، زمین کی اصلاح اور درستگی کی کسی مقصد شرعی کے لئے معتبر اور مقبول ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: "هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا" (۱) نکاح کی مشروعیت، تجارت، زراعت اور صنعت وحرفت پر ابھارنا یہ ساری چیزیں زمین کی آبادی اور تعمیر سے ہی تعلق رکھتی ہیں۔

خود نبی کریم ﷺ نے اپنے لئے دین ودنیا کی صلاح وفلاح مانگی ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ أَصْلِحْ لِيْ دِيْنِيَ الَّذِيْ	اے اللہ میرے دین کو درست فرما
هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِيْ وَأَصْلِحْ لِيْ	جو میرے معاملات کا محافظ ہے
دُنْيَايَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَاشِيْ	اور میری دنیا کو درست فرما جس
وَأَصْلِحْ لِيْ آخِرَتِيْ الَّتِيْ فِيْهَا	میں میرا لوٹنا ہے اور میری زندگی کو
مَعَادِيْ وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً	ہر بھلائی میں میرے لئے زیادتی کا
لِيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ وَاجْعَلِ	باعث بنا دے اور موت کو میرے
الْمَوْتَ رَاحَةً لِيْ مِنْ كُلِّ	لئے ہر شر سے راحت بنا دے۔
شَرٍّ (۲)	

مقاتل نے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے تعلق سے نقل کیا ہے کہ فرمایا: "يَا رَبِّ حَتّٰى مَتٰى أَتَرَدَّدُ فِيْ طَلَبِ الدُّنْيَا" (۳)؟ (اے اللہ! میں کب تک دنیا کی تلاش میں سرگرداں اور حیران رہوں؟) فرمایا: "اَمْسِكْ عَنْ هٰذَا، فَلَيْسَ طَلَبُ الْمَعَاشِ مِنْ طَلَبِ الدُّنْيَا" یہ کہنے سے رک جاؤ معاش کی طلب اور جستجو یہ دنیا کی طلب میں داخل نہیں ہے۔

---

(۱) ھود: ۶۲

(۲) مسلم: باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم يعمل، حدیث: ۲۷۲۰

(۳) أدب الدين والدنيا، الباب الرابع: ۱/۱۳۱، دار مکتبۃ الحیاۃ

www.besturdubooks.net

سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: تورات میں یہ لکھا ہے:" إِذَا كَانَ فِیُ الْبَیْتِ بَرٌّ فَتَعْبُدُ وَإِذَا لَمْ یَکُنْ فَاطْلُبْ" (جب گھر میں گیہوں اور جو ہوں تو عبادت میں مشغول رہ اور اگر نہ ہو تو طلب وتلاش میں لگ جا)۔ اے ابن آدم اپنے ہاتھوں کو حرکت دے تو تجھے تیرا رزق فراہم ہوگا' حرك يدك يسبب لك رزقك" اور بعض حکماء نے کہا ہے: "لَیْسَ مِنَ الرَّغْبَةِ فِیُ الدُّنْیَا اِکْتِسَابُ مَا یَصُوْنُ الْعِرْضُ فِیُهَا" (عزت کے بچاؤ کے لئے دنیا کا کمانا یہ دنیا کی چاہت نہیں ہے) بعض ادباء نے کہا ہے: "لَیْسَ مِنَ الْحِرْصِ اِجْتِلَابُ مَا یَقُوُتُ الْبَدَنَ" (بدن کی قوت اور رزق کے لئے طلب معاش یہ حرص میں داخل نہیں ہے)۔

۳۔ طلب معاش امت کی قوت اور خیر کا باعث:

اللہ عزوجل نے امت مسلمہ کیلئے یہ چاہا ہے وہ خیر امت ہو، اسی کے لئے سیادت ہو۔

ارشاد باری ہے:

"کُنتُمْ خَیْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتُ لِلنَّاسِ"(۱)

اور ارشاد باری عزوجل ہے:

"وَجَاهِدُوا فِیُ اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِیُ الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ مِّلَّةَ أَبِیْکُمْ إِبْرَاهِیْمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِیُ هٰذَا لِیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْکُمْ وَتَکُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَی النَّاس"(۲)

اور اسباب کا حصول یہ امت کے قیام کے لئے آسانی کا باعث ہوتا ہے۔

آج کے اس ٹکنالوجی کی ترقی کے دور میں پیشہ ورانہ صلاحیتوں اور ٹیکنالوجی کا حصول ہر قوم کے لئے ضروری ہوگیا ہے، اسی پر امتوں کی ترقی اور عدم ترقی کا دارومدار رکھا جاتا ہے۔

---

(۱) آل عمران:۱۱۰ (۲) سورة الحج:۷۸

www.besturdubooks.net

لہٰذا نئی ٹیکنالوجی اور پیشہ ورانہ صلاحیتوں کو ترقی دے کر ہم اپنے مدمخالف کو زیر کر سکتے ہیں، اور دشمن کے دل میں رعب وخوف پیدا کر سکتے ہیں۔

۴۔تاجر اور صانع کا صدقہ اس کے لئے ثواب کا ذریعہ

امام بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے:

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان کے لئے صدقہ لازم ہے، لوگوں نے پوچھا اگر اس کے پاس کچھ نہ ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے کام کرے اس سے اپنی ذات کو نفع پہنچائے اور صدقہ کرے، لوگوں نے پوچھا اگر اس کی صلاحیت نہ رکھتا ہو یا یہ کہا کہ ایسا نہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی ضرورت مند مظلوم کی مدد کرے، "یُعِیۡنُ ذَا الۡحَاجَةِ الۡمَلۡهُوۡفِ" لوگوں نے پوچھا اگر یہ نہ کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھی باتوں کا حکم دیا کرو (خیر یا معروف کا لفظ فرمایا) کسی نے پوچھا اگر یہ بھی نہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ برائی سے رکا رہے کہ یہی اس کا صدقہ ہے۔(۱)

ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اعمال میں سے کونسا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پر ایمان اور اس کے راستے میں جہاد؟ میں نے عرض کیا کہ کونسا غلام آزاد کرنا سب سے افضل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اس کے مالک کے نزدیک سب سے اچھا اور قیمتی ہو، میں نے عرض کیا کہ اگر میں ایسا نہ کرسکوں تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کے کام میں اس کا تعاون کرو یا کسی بے ہنر آدمی کے لئے کام کرو: "تُعِیۡنُ ضَایِعًا، أَوۡ تَصۡنَعُ لأَخۡرَقَ" میں نے عرض کیا کہ اگر میں ان میں سے بھی کوئی کام نہ کرسکوں تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھو اس لئے کہ اس کی حیثیت تیری اپنی جان پر صدقہ کی طرح ہوگی۔(۲)

---

(۱) بخاری: باب علی کل مسلم صدقة، حدیث:۱۴۴۵

(۲) بخاری: کتاب العتق، باب أی الرقاب أفضل، حدیث:۲۵۱۸،مسلم: کتاب الإیمان، باب کون الإیمان بالله أفضل الأعمال، حدیث:۸۴

www.besturdubooks.net

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے ہر ایک کے ہر عضو پر صبح کے وقت صدقہ لازم ہوتا ہے اور ہر تسبیح کا کلمہ بھی صدقہ ہے تہلیل بھی صدقہ ہے تکبیر بھی صدقہ ہے تحمید بھی صدقہ ہے امر بالمعروف بھی صدقہ ہے اور نہی عن المنکر بھی صدقہ ہے اور ان سب کی کفایت وہ دو رکعتیں کر دیتی ہیں جو تم میں سے کوئی شخص چاشت کے وقت پڑھتا ہے، لوگوں کے راستے سے کانٹا، ہڈی اور پتھر ہٹا دو، نابینا کو راستہ دکھا دو، گونگے بہرے کو بات سمجھا دو، کسی ضرورت مند کو اس جگہ کی رہنمائی کر دو جہاں سے اس کی ضرورت پوری ہونے کا تمہیں علم ہو، اپنی پنڈلیوں سے دوڑ کر کسی مظلوم اور فریاد رس کی مدد کر دو اپنے ہاتھوں کی طاقت سے کسی کمزور کو بلند کر دو یہ سب تمہاری جانب سے اپنی ذات پر صدقہ کے دروازے ہیں

”وَتَرْفَعُ بِشِدَّةِ ذِرَاعَيْكَ مَعَ الضَّعِيفِ كُلُّ ذٰلِكَ مِنْ أَبْوَابِ الصَّدَقَةِ مِنْكَ عَلَى نَفْسِكَ“(۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے بدن کے جوڑ پر طلوع آفتاب کے ساتھ ایک صدقہ واجب ہوجاتا ہے دو آدمیوں میں انصاف وعدل کرا دینا صدقہ کسی آدمی کو اس کے سوار ہونے میں مدد دینا یا اس کی سواری پر اس کا مال واسباب لا دینا صدقہ ہے کسی سے اچھی بات کہنا صدقہ ہے اور ہر وہ قدم جو نماز کے لئے اٹھے صدقہ ہے اور تکلیف دینے والی چیز کو راستہ سے ہٹا دینا صدقہ ہے: ”إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ“ (۲)

مسلم کی روایت میں ہے:

ہر دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے ہر آدمی کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہوتا ہے فرمایا دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنا صدقہ ہے آدمی کو اس کی سواری پر سوار کرنا یا اس کا

---

(۱) مسند احمد، مسند الانصار، مسند أبی ذر، حدیث: ۲۱۵۲۲، محقق شعیب الارنوط نے اس کی سند کو صحیح اور اس کے رجال کو ثقہ کہا ہے۔

(۲) بخاری، باب فضل من حمل متاع صاحبه فی السفر، حدیث: ۲۸۹۱

www.besturdubooks.net

سامان اٹھانا یا اس کے سامان کو سواری سے اتارنا صدقہ ہے اور پاکیزہ بات کرنا صدقہ ہے اور نماز کی طرف چل کر جانے میں ہر قدم پر صدقہ ہے اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا بھی صدقہ ہے: "وَتُمِيطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ" (۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو مسلمان کوئی پودا لگائے یا کھیتی کاشت کرے اور اس سے پرندے یا انسان یا جانور کھائیں تو یہ اس لگانے والے کے لئے صدقہ ہوگا: "فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ"۔ (۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس مسلمان نے کوئی پودا لگایا تو اس درخت سے جو کھایا گیا وہ اس کے لئے صدقہ ہے جو اس سے چوری کیا گیا وہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے اور جو درندوں نے کھایا وہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے اور کوئی اسے کم نہیں کرے گا مگر وہ اس پودا لگانے والے کے لئے صدقہ کا ثواب ہوگا: " وَلَا يَرْزَؤُهُ أَحَدٌ إِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةٌ"۔ (۳)

ان تمام نصوص اور احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ ان امور کا انجام دینا یہ آدمی کے لئے صدقہ ہے، جس سے وہ صدقہ کا اجر وثواب پاتا ہے، یہ سب کے سب روایات پیشوں، صنعت وحرفت وغیرہ سے متعلق ہے۔

۵۔ کسب ومعاش مصائب کو دور کرنے، ضروریات کو پورا کرنے کا باعث۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ تو اس پر ظلم کرے، اور نہ اس کو ظالم کے حوالہ کرے،) کہ اس پر ظلم کیا جائے (اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کی فکر میں ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرتا ہے، اور جو شخص مسلمان سے اس کی مصیبت کو دور کرے، تو

---

(۱) مسلم: كتاب الزكاة، باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف

(۲) بخاري: باب فضل الزرع والغرس إذا أكل منه، حديث:۲۳۲۰

(۳) بخاي: كتاب المزارعة، باب فضل الزرع والغرس إذا أكل منه ،حديث:۲۳۲۰

www.besturdubooks.net

اللہ تعالی قیامت کی مصیبتیں اس سے دور کرے گا، اور جس نے کسی مسلمان کی عیب پوشی کی، تو اللہ قیامت کے دن اس کی عیب پوشی کرے گا: "وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان سے دنیا کی پریشانیوں میں سے کسی ایک پریشانی کو دور کرتا ہے تو اللہ تعالی قیامت کے دن اس کی ایک پریشانی کو دور فرمائے گا جو شخص کسی مسلمان کے عیوب پر پردہ ڈالتا ہے تو اللہ دنیا و آخرت میں اس کے عیوب پر پردہ ڈالے گا جو شخص کسی تنگدست کے لئے آسانیاں پیدا کرتا ہے تو اللہ دنیا و آخرت میں اس کے لئے آسانیاں پیدا کرے گا اور بندہ جب تک اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے اللہ تعالی بندہ کی مدد میں لگا رہتا ہے اور جو شخص طلب علم کے لئے کسی راستے پر چلتا ہے اللہ اس کی برکت سے اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے جب بھی لوگوں کی کوئی جماعت اللہ کے کسی گھر میں جمع ہو کر قرآن کریم کی تلاوت کرے اور آپس میں اس کا ذکر کرے تو اس پر سکینہ کا نزول ہوتا ہے رحمت الٰہی ان پر چھا جاتی ہے اور فرشتے انہیں ڈھانپ لیتے ہیں اور اللہ اپنے پاس موجود فرشتوں کے سامنے ان کا تذکرہ فرماتا ہے اور جس کے عمل نے اسے پیچھے رکھا اس کا نسب اسے آگے نہیں لے جا سکے گا" وَمَنْ بَطَّأَبِهِ عَمَلُهُ لَمْ يَسْرَعْ بِهِ نَسَبُهُ" (۲)

ان احادیث میں اپنے مومن بھائی کی مدد کا حکم دیا گیا ہے، اگر مسلمان ان کاموں کو انجام نہیں دیتا تو وہ گنہ گار ہوگا۔ اور اس میں سے بہت سارے کام جب آدمی کے پاس مالی وسعت ہو تو ہی انجام دئے جا سکتے ہیں۔

ان احادیث میں بیکار شخص کو کام میں لگانے، سخت ضرورت مند کی مدد، اچھے کام کے انجام دینے اور اپنے ہاتھ کی کمائی، راستے سے تکلیف دہ چیز کے دور کرنے، اندھے کی رہنمائی کرنے، بہرے کو سنانے، گونگے کی مدد کرنے، ضرورت مند کی

---

(۱) بخاری: باب لا يظلم المسلم المسلم ولا يسلمه، حدیث:۲۴۴۲

(۲) مسلم: باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعى الذكر، حدیث:۲۶۹۹

www.besturdubooks.net

ضرورت کی نشاندہی، سامان والے کی مدد، درخت اور پھل دار یا سایہ دار پودے لگانے کا حکم کیا گیا ہے۔اور ان تمام چیزوں کو صدقہ شمار کیا گیا ہے۔

اگر مشق وتدریب اور صنعت وحرفت کے سیکھنے کے مراکز کھولے جائیں اور اس کے لئے اپنی صلاحیتوں کو پیش کرنا یہ بھی کسی صنعت وحرفت والے کی یا بیکار شخص کی مدد میں داخل ہے۔

آنکھ کی بصارت کو زیادہ کرنے والے آلات کی ایجاد، یا بولنے والی کتاب کا لکھنا اس طرح کی چیزیں یہ اندھے کی رہنمائی میں داخل ہیں، اسی طرح بہرے کو سننے کا سامان کرنا یا گونگے کو اشارہ کی زبان سکھلانا یہ بہرے کو سنانے اور گونگے کو سمجھانے کے قبیل سے ہے۔

بیماروں اور ایمرجنسی حادثات کے شکاروں کو ابتدائی طبی امداد بہم پہنچانا، طبی تعلیم کو عام کرنا، اسی طرح فائر بریگیڈ گاڑی کی ایجاد اور آگ کو بجھانا اور لوگوں کو امن وسلامتی کے امور کی تعلیم دینا، جسم کی طاقت وقوت کی بحالی کے لئے ورزش وغیرہ یہ سخت محتاج اور مدد کے طلب گار شخص کی مدد کرنے میں داخل ہے۔

بغیر نفع کے قرض کی فراہمی، بیکار لوگوں کو کسی پیشہ کا سکھانا یا ان کو کاروبار میں شریک کرنا یہ تنگ دست پر سہولت وآسانی پیدا کرنے کے قبیل سے ہے۔

یہ تمام امور اسی وقت انجام دیئے جاسکتے ہیں جب کہ پیشے، صنعتیں اور ادارے قائم کئے جائیں خواہ طبی ادارے ہوں، یا انجینئرنگ کے قبیل سے یا تجارت علمی یا شرعی ادارے ہوں۔

اگر یہ لوگ ان امور پر اجرت لیتے ہیں تب بھی ان کے لئے صدقہ ہوگا چونکہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کو اس کے مال غنیمت حاصل ہونے کی وجہ سے اس کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی، شوہر کو اپنی بیوی اور بچوں کے کھلانے اور پلانے پر جب کہ وہ اس بیوی سے اپنے شہوت کی تکمیل بھی کرتا ہے اس کو ثواب ملے گا، اسی طرح باہر سے مختلف اناج لانے والے تاجر کو اس کے اجرت پر بیچنے کے باوجود ثواب ملے گا۔

www.besturdubooks.net

۶۔اپنے ہاتھ کی کمائی سب سے بہتر

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا انسان سب سے پاکیزہ چیز جو کھاتا ہے، وہ اس کی اپنی کمائی ہوتی ہے، اور انسان کی اولاد بھی اس کی کمائی ہے:" وَإِنَّ وَلَدَ الرَّجُلِ مِنْ كَسْبِهِ"(۱)

حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی شخص نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) سب سے افضل اور عمدہ کمائی کون سی ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا انسان کے ہاتھ کی کمائی اور ہر مقبول تجارت:"وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُوْرٍ"(۲)

۷۔کسب ومعاش اللہ کی محبت کا باعث:

اگر کسی بھی پیشہ وصنعت کو اس کے شرعی ضوابط وقوانین کے ساتھ اختیار کیا جائے تو وہ اللہ کی محبت کا داعی ہوتا ہے، اس کے لئے ہر مسلمان کو حریص رہنا چاہئے، جس طرح بیکاری اور سستی اللہ کے غضب اور ناراضگی کا باعث ہوتی ہے۔

طبرانی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْتَرِفَ" (اللہ عزوجل پیشہ ور اور محنتی شخص سے محبت فرماتے ہیں) اور دوسری روایتوں میں ہے:" يُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُحْتَرِفَ، وَيُحِبُّ الْمُؤْمِنَ الْمُحْتَرِفَ"(۳)

۸۔کسب ومعاش مغفرت کا ذریعہ

طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ

---

(۱) نسائی: باب الحث على الكسب، حدیث:۴۴۴۹، محقق البانی اور محقق شعیب الارنوؤط نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

(۲) المعجم الاوسط: باب من اسمه محمود: حدیث:۷۹۱۸، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

(۳) المعجم الأوسط: من اسمه مقدام، حدیث:۸۹۳۴، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں عاصم بن عبیداللہ ضعیف ہیں: مجمع الزوائد: باب الكسب والتجارة ومحبتهما والحث على طلب الرزق، حدیث:۶۲۳۰۔

www.besturdubooks.net

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کچھ گناہ ایسے ہیں جو نہ نماز، نہ روزہ، نہ حج اور نہ عمرہ سے معاف ہوتے ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اس کا کفارہ کیا ہے؟ تو فرمایا: "اَلْهُمُوْمُ فِيْ طَلَبِ الْمَعِيْشَةِ" (طلب معاش کے غم کو برداشت کرنا)(۱)

۹۔ کسب و معاش میں عفاف اور غنا کا باعث

عمل اور صنعت و حرفت اور پیشہ کے ذریعے انسان جو کمائی کرتا ہے تو اس کو اپنے اوپر، بیوی بچوں پر اور اپنے زیر تربیت و پرورش لوگوں پر اس کو خرچ کرتا ہے تو یہ بھی شریعت کا ایک بڑا مقصد ہے۔

حکیم بن حزام نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور (صدقہ) شروع کر ان لوگوں سے جو تیری نگرانی میں ہوں اور بہتر صدقہ وہ ہے جو ان لوگوں پر کیا جائے جن کا وہ ذمہ دار ہے اور جو شخص سوال سے بچنا چاہتا ہے، تو اللہ تعالی اسے بچالیتا ہے اور جو شخص بے پروائی چاہے، تو اللہ اسے بے پرواہ بنا دیتا ہے:

"وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفُّهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ" (۲)

اونچا ہاتھ یعنی جو دوسرے کی بھلائی اور خیر کے لئے آگے بڑھتا ہے، یہ ڈاکٹر، انجینئر، بڑھئی، میکانک وغیرہ کے ہاتھ بھی ہو سکتے ہیں۔

دیگر روایتوں میں "اَلْيَدُ الْعُلْيَا" کی تفسیر "المنفقة" (خرچ کرنے والا ہاتھ) سے کی گئی ہے۔

۱۰۔ مال سے فرائض اسلام کی ادائیگی میں مدد ملتی ہے۔

اللہ عزوجل نے مسلمانوں پر بہت سارے وہ فرائض عائد کئے ہیں جس میں

---

(۱) المعجم الاوسط للطبرانی، اول الکتاب، حدیث:۱۰۲، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں محمد بن سلام المصری ہے، ذہبی کہتے ہیں: انہوں نے یحی بن بکیر سے خبر موضوع روایت کی ہے: مجمع الزوائد: باب الکسب والتجارۃ ومحبتھا والحث علی طلب الرزق، حدیث:۶۲۳۹۔

(۲) بخاری: باب لا صدقة إلا عن ظهر غنى، حدیث:۱۴۲۸

www.besturdubooks.net

اموال کی ضرورت ہوتی ہے، کام اور صنعت وحرفت کسب مال کے ذرائع میں سے ہیں، مسلمان پر زکوۃ، رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحمی، بیوی اور اولاد کا خرچ، اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ کے اموال کا خرچ کرنا، ادائیگی حج وغیرہ بہت سارے فرائض ہیں جس میں سفر حج کے لئے صنعت وحرفت میں پختگی کی ضرورت ہوتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک روایت میں فرمایا:

كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُضَيِّعَ مَنْ يَقُوتُ (۲)

انسان کے گناہ کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اس ذی روح کو (بھوکا رکھ کر) ضائع کردے جس کی روزی اس کے ذمہ ہو۔

مثلاً سواری کے لئے ہوائی جہاز، کشتیاں اور کاریں اور ٹھہرنے کے لئے ہوٹلوں وغیرہ کی ضرورت درپیش ہوتی ہے۔ جو زاد اور راحلہ کے تحت آتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین اشخاص کو مسجد میں عبادت میں منہمک دیکھا تو ان میں سے ایک سے پوچھا: کہاں سے کھاتے ہو؟ کہا: میں اللہ کا بندہ ہوں، وہی مجھے جیسے چاہے روزی دیتا ہے، دوسرے کے پاس گئے تو اس سے اسی طرح دریافت کیا تو اس نے بتلایا کہ اس کا ایک بھائی جو پہاڑوں میں لکڑیاں چنتا ہے اور ان لکڑیوں کو بیچتا ہے اور اس کے لئے بقدر کفایت کھانے کا نظم کر دیتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: تمہارا بھائی تم سے زیادہ عبادت گذار ہے "أَخُوكَ أَعْبَدُ مِنْكَ" پھر تیسرے کے پاس آئے اور اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا: لوگ مجھے دیکھ کر میری کفایت کے بقدر روزی کا نظم کر دیتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو درے سے مارا اور فرمایا: "أُخْرُجْ إِلَى السُّوقِ" (بازار جاؤ)۔(۱)

ابن المفلح نے الآداب الشرعیۃ میں سلف کے اس حوالہ سے آثار نقل کئے ہیں:

---

(۱) ابوداؤد: باب فی صلة الرحم، حدیث:۱۶۹۴

(۲) المدخل لابن الحاج: ۲۹۹/۴

www.besturdubooks.net

ایک شخص حضرت فضیل بن عیاض سے کہا کہ ایک شخص اپنے گھر میں بیٹھے اور یہ گمان کرے کہ وہ اللہ پر بھروسہ کرتا ہے وہی اس کے رزق کو فراہم کرے گا، فرمایا: اگر اس کو اس تعلق سے مکمل اور کامل بھروسہ ہو تو اس کے ارادہ سے کوئی چیز اس کو نہیں روک سکے گی، لیکن اس طرح انبیاء نے کیا ہے اور نہ دوسروں نے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: "وَابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ" (۱)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا جو تجارت کو چھوڑ کر نماز میں لگتا ہے اور ایک شخص تجارت کی مصروفیت رکھتا ہے تو ان میں سے کون افضل ہے؟ فرمایا: امانت دار تاجر۔ " اَلتَّاجِرُ الأَمِيۡنُ"(۲)

---

(۱) الجمعة: ۱۰

(۲) الآداب الشرعية لابن مفلح، فصل فی فضل التجارة والكسب علي تركه توكلا: ۲۶۹/۳، عالم الكتب

www.besturdubooks.net

کسب و معاش کی شرعی و فقہی حیثیت

امام محمدؒ نے عمل اور محنت اور کسب کو دو خانوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ پیشہ کے طور پر اپنائے جانے والے یعنی ہر فرد کسی نہ کسی پیشہ اور حرفت میں مہارت حاصل کرے، یہ کسب و محنت کے یہ شکل نہایت پرانی ہے، جس میں زراعت، صناعت اور تجارت داخل ہیں۔(۱)

۲۔ صنعت سے متعلق کام: یعنی ایک ہی صنعت کے اندر مختلف منصوبہ جات اور پروجیکٹ قائم کئے مثلاً کپڑے کی بنائی میں کچھ افراد اور کمپنیاں کپڑے کی صنعت قائم کریں، کچھ دباغت کا کام کریں وغیرہ۔

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں:

إن كل أحد لا يتمكن من تعلم جميع ما يحتاج إليه في عمره، فلو اشتغل بذلك فنى عمره قبل أن يتعلم، ومالا يتعلم لايمكنه أن يحصله لنفسه، وقد تعلق به صالح المعيشة لهم، فيسر

ہر شخص ہر وہ کام جس کی اسے زندگی میں ضرورت درپیش ہوتی ہے نہیں سیکھ سکتا، چنانچہ اگر وہ اس طرح کاموں میں مشغول ہو جائے تو ان کاموں کے سیکھنے سے پہلے ہی اس کی عمر ختم ہو جائے گی اور جس کو وہ سیکھے نہیں اس کو حاصل کرنا اس کے

(۱) الأفكار الاقتصادية عند محمد بن الحسن الشيباني في كتابه :"الكسب": ۱۲، د۔صالح حميد العلي ۔

www.besturdubooks.net

الله تعالى على كل أحد منهم تعلم نوع من ذلك(۱)	لئے ممکن نہیں، اور اس عمل اور کام سے لوگوں کے معاشی مصالح وابستہ ہیں، تو اس لئے اللہ عزوجل نے ہر ایک کے لئے ایک قسم کے کام کو سیکھنا آسان کیا۔

آگے فرماتے ہیں کہ اس کو اللہ عزوجل نے اپنے ارشاد میں بیان فرمایا ہے: "وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ" (۲) مطلب یہ ہے کہ فقیر یہ غنی کا محتاج ہے، اور عمل میں فقیر کا محتاج ہے، ایسے ہی کھیتی کرنے والا لباس کیلئے کپڑے بننے والے کا محتاج ہے، کپڑے بننے والے کو کھانے کے کے لئے کھیتی والے کی ضرورت ہے، اس میں ہر شخص جس کام کو وہ انجام دے رہا ہے دوسرے کے مددگار ہونے کی وجہ سے اس کا وہ عمل عبادت اور قربت بن جاتا ہے، لہٰذا اللہ عزوجل کے اس ارشاد میں داخل ہے، "وَتَعَاوَنُوا عَلَى البِرِّوَالتَّقُوى" (۳) اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيُ عَوُنِ الُعَبُدِ مَا دَامَ الُعَبُدُ فِيُ عَوُنِ أَخِيُهِ الُمُسُلِمِ" (اللہ عزوجل بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب تک بندہ اپنے مسلم بھائی کی مدد میں ہوتا ہے) خواہ یہ کام عوض کے ساتھ ہو یا بغیر عوض کے، جب اس کی عمل میں نیت اپنے بھائی کی مدد کی ہوگی تو وہ اس آیت واحادیث کے تحت آئے گا، اگر وہ اس کے ذریعے یہ نیت کرے کہ اپنے بھائی کی اطاعت میں مددگار ومعاون ہوگا تو اس کو اس کا ثواب ملے گا۔(۴)

امام محمد آپس کے تعاون کو شرعی دلائل اور اخلاقیات کی روشنی میں ثابت کیا ہے، آپس کا تعاون اگر شرعی دائرے میں ہو تو ہی وہ مثمر اور فائدہ مند ہوتا ہے، جیسا کہ پہلے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو رزق میں متفاوت بنایا ہے، اس سے انسان اپنے رزق کے حصہ کے اعتبار سے قانع ہوتا ہے، اللہ عزوجل نے انسان کے رزق کا ذمہ خود لیا ہے

(۱) الكسب، وبيانه من وجوه،: ۷۵/۱، طابع: عبدالہادی حرصونی، دمشق
(۲) الزخرف: ۳۲ (۳) المائدۃ: ۲ (۴) الکسب: ۱۶۳۔۱۶۵

www.besturdubooks.net

اور اس کو مشروع وسائل وذرائع کے ذریعے سعی اور کوشش کرنے کو کہا ہے۔ بہر حال یہ اللہ کی رزق کی تقسیم ہے کوئی کسی کو فقیر اور غنی سمجھ کر ایک دوسرے پر برتری نہ جتائے، چونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں فضیلت اور برتری کی اساس اور بنیاد تقوی ہے۔

کسبِ معاش کس کے لئے:

امام محمدؒ نے کسب کی شرعی حیثیت کو یوں بیان کیا ہے:

"الکسب علی مراتب:

۱۔ **اپنے لئے:** اس مقدار میں رزق کا حصول جس سے اپنی کمر سیدھا رکھ سکے تو اس کا حلال طریقے سے کمانا ہر شخص پر فرض ہے، چونکہ فرائض کا قائم کرنا اس کے بغیر ممکن نہیں، اور جو فرائض کو قائم کرنے کا ذریعہ ہو وہ بھی فرض ہوتا ہے، جو شخص اس سے زیادہ نہ کمائے تو اس کو اس کی گنجائش ہے، چونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"مَنْ أَصْبَحَ آمِنًا فِيْ سَرْبِهِ مُعَافًى فِيْ بَدَنِهِ عِنْدَهُ قُوْتُ يَوْمِهِ كَأَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَافِيْرِهَا" (۱)

...... یہ اس صورت میں ہے جب کہ اس پر قرض نہ ہو، اگر اس پر قرض ہو تو بقدر ادائیگی قرض اس کے لئے کمانا فرض ہے......

۲۔ **اہل وعیال کے لئے:** اسی طرح اگر اس کے اہل وعیال ہیں، بیوی بچے ہیں تو اس پر ان کے کفایت کے بقدر کمانا فرض ہے...... چونکہ بیوی کا خرچ شوہر کے ذمے ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: "أَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُّجْدِكُمْ" (۲) اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے: "وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ" (۳) اس استحقاق کی ادائیگی بغیر کمائے ممکن نہیں، اس سے زیادہ کمائی جس سے وہ اپنے اہل وعیال کے لئے وسعت پیدا کر سکے تو

---

(۱) صحیح ابن حبان: باب الفقر والزہد والقناعۃ، حدیث: ۶۷۱

(۲) الطلاق: ۶ (۳) البقرۃ: ۲۳۳

www.besturdubooks.net

اس کو اس کی گنجائش ہے، چونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"اِدَّخَرَ قُوْتَ عَيَالِهِ لِسَنَةٍ بَعْدَ مَا كَانَ يَنْهٰى عَنْ ذٰلِكَ"(۱)

۳۔ **ماں باپ کے لئے:** اگر اس کے تنگ دست ماں باپ ہیں تو ان کی کفایت کے بقدر اس کے لئے کمانا فرض ہے، ان کی تنگی کی وجہ سے ان کا نان ونفقہ بھی اس پر واجب ہے، اگر انکے اندر کمانے کی استطاعت وقدرت بھی ہو، اس کے بعد کمانا نا کمانا اس کے اختیار میں ہے۔

۴۔ ان تین صورتوں کے علاوہ کمانا آدمی پر ضروری نہیں، اس میں عبادت میں مشغول ہو جائے یا عبادت کا خیال رکھتے ہوئے مال کو جمع کرے دونوں ہی صورتیں مباح ہیں، چونکہ بعض اسلاف وہ ہیں جنہوں نے مال کو جمع کیا ہے، بعض کا شیوہ نہ جمع کرنے کا رہا ہے، اس سے پتہ چلا کہ دونوں جانب مباح ہیں، اس سے پتہ چلا کہ حلال طریقے سے مال کا کمانا مباح ہے، نبی کریم ﷺ نے اپنی دعا میں یوں ارشاد فرمایا:

"أَللّٰهُمَّ اجْعَلْ أَوْسَعَ رِزْقِيْ عِنْدَ كِبَرِ سِنِّيْ، وَانْقِضَاءِ عُمُرِيْ" (۲)

امام محمد رحمہ اللہ کے ان اصول کی روشنی میں علماء کرام نے کسب معاش کے چار مراتب ذکر کئے ہیں:

۱۔ فرض یہ اس وقت ہوتا ہے جب اس کے پاس اتنا بھی مال نہ ہو جس سے وہ خود اور اپنے اہل وعیال کو کھلا سکے، اگر ایک دن کا کھانا موجود ہے تو ایک دن کمانا فرض نہیں، اور اگر ایک مہینہ کا کھانا موجود ہے تو اب ایک مہینہ کمانا فرض نہیں ہوگا۔

---

(۱) بخاری بلفظ: أَنَّ النَّبِيَّ كَانَ يَحْبِسُ لِأَهْلِهِ قُوْتَ سَنَتِهِمْ" (بخاری: كتاب النفقات، باب حبس الرجل قوت سنة على أهله، حدیث:۵۰۴۲

(۲) المعجم الأوسط: من اسمه سعيد، حدیث:۳۶۱۱، مجمع الزوائد، حدیث:۱۷۴۲۰، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن درجے کی ہے۔

www.besturdubooks.net

۲۔ حرام یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ یہ مال فخر اور غرور اور اپنی شان دکھانے کے لئے کمائے جیسا کہ آج کل اکثر ایسا ہی ہو رہا ہے۔

۳۔ مستحب اس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ اپنے اہل وعیال کی ضرورت سے زائد کمائے، اس نیت کے ساتھ کہ میں اس مال سے مسکینوں اور فقیروں کی مدد کروں گا اور اسی طرح کوئی خیر کروں گا نفلی حج وغیرہ۔

۴۔ مباح یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب وہ اپنی ضرورت سے زائد کمائے اس نیت سے کہ اس مال سے اپنی عزت وآبرو وغیرہ کی حفاظت کروں گا۔

امام محمدؒ نے کسب وکمائی کے چار طریقے بتلائے ہیں، زراعت، تجارت، صناعت اور اجارہ، ان تمام کو مباح قرار دیا ہے، اور نبی کریم ﷺ کے ارشاد سے استدلال کیا ہے:

" إِنَّ مِنَ الذُّنُوبِ ذُنُوباً لا تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ ، وَلَا الْحَجُّ، وَلَا الْعُمْرَةُ، وَلكِنْ يُكَفِّرُهَا الْهَمُّ فِي طَلَبِ الرِّزْقِ "(۱)

حضرت امام محمد نے زراعت کی مذمت کے تعلق سے بعض علماء کے قول اور نبی کریم ﷺ کی حدیث کے ذکر کے بعد کہا کہ:

" أَنَّهُ حِينَمَا رَأي شَيْئًا مِنْ آلَاتِ الْحِرَاثَةِ عِنْدَ دَارِ قَوْمٍ قَالَ: " لَا يَدْخُلُ هَذَا بَيْتَ قَوْمٍ إِلَّا ادْخَلَهُ اللّٰهُ الذُّلَّ" (۲)

اور زراعت کے تعلق سے ابھارنا اور ترغیب دینے والی احادیث مثلا " أُطْلُبُوا الرِّزْقَ تَحْتَ خَبَايَا الْأَرْضِ "(۳) اور آثار صحابہ کا ذکر فرمایا ہے۔

---

(۱) المعجم الكبير للطبراني: قطعة من المفقود: حديث: ۲۳۳، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اس میں محمد بن سلام المصری ہیں، ذہبی کہتے ہیں: انہوں نے یحی بن بکیر سے موضوع حدیث بیان کی ہے، ابن عساکر نے اس روایت کو غریب جدا کہا ہے: تاریخ دمشق، ذکر من اسم أبيه عبد الله من المحمدين: ۲۰۰/۵۴، دار الفکر، بیروت۔

(۲) بخاری: كتاب الوكالة الأمين فی الخزانة ونحوه، حدیث: ۲۳۲۱

(۳) مسند أبي يعلى، مسند عائشة، حدیث: ۴۳۸۴، اسماعیل بوصیری کہتے ہیں: ہشام بن عبداللہ ضعیف ہیں۔

www.besturdubooks.net

اور زراعت کی اہمیت وافادیت پر نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی دال ہے:
"عَمِّرُوا بِلَادِیْ یُعَاشَ فِیْهَا عِبَادِیْ" نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری بستیوں کو آباد کرو؛ تا کہ اس میں میرے بندے زندگی بسر کرسکیں، اس روایت کے ذیل میں علامہ سرخسی فرماتے ہیں:" فلهذا قلنا هذا الفعل حسن من كل أحد" (۱) پس اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ یہ عمل (زراعت) ہر کسی کے ہاتھوں بہتر ہے اور یہی سرخسی فرماتے ہیں کہ خود نبی کریم ﷺ نے مقام جرف میں زراعت کی ہے:
"وأزرع رسول الله ﷺ بالجرف"(۲)

اور یہ بتلایا ہے کہ زراعت کی مذمت اس وقت ہے جب کہ اس کی مشغولیت جہاد اور اللہ کی یاد سے غافل کردے۔

پھر خود احناف کے درمیان اور زراعت اور تجارت کی افضلیت کے بارے میں بحث کی ہے، بعض کا کہنا ہے کہ تجارت افضل ہے، اس لئے ارشاد باری عز وجل ہے:
"وَآخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِيْ الْأَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰه " (۳) یہاں "ضرب فی الأرض" سے مراد تجارت ہے، اس کو جہاد سے بھی مقدم کر کے ذکر کیا، اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

"لَأَنْ أَمُوْتَ بَيْنَ شَعْبَتَيْ رِحْلِيْ أَضْرِبُ فِيْ الْأَرْضِ أَبْتَغِيْ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُقْتَلَ مُجَاهِدًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ "(۴)

لیکن اکثر احناف کا قول یہ ہے کہ زراعت تجارت سے افضل ہے، چونکہ اس کا

---

(۱) فیض القدیر: حرف المیم، حدیث:۸۵۵۳
(۲) المبسوط للسرخسی، کتاب المزارعة: ۱۷۹/۷
(۳) المزمل:۲۰
(۴) الکسب :۱۴۶، بیهقی شعب الایمان: الثالث عشر من شعب الإیمان وهو باب التوکل، حدیث:۱۲۵۶

www.besturdubooks.net

نفع عمومی ہے، اس سے کھیتی کرنے والے، جانوروں، پرندوں اور عام لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے، چونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرُسُ غَرْسًا، أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُهُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيمَةٌ إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ“(۱)

اور چونکہ جس کا نفع عام ہوتا ہے وہ افضل عمل ہوتا ہے حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے ” خَيْرُ النَّاسِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ“ (۲)

لیکن شیخ بدر الدین عینی نے شرح بخاری میں اس اختلاف رائے پر بحث کرتے ہوئے یہ فیصلہ دیا ہے کہ ان ہر سہ وسائل کی اہمیت درصل ذاتی نہیں ہے؛ بلکہ اس لئے ہے کہ وہ مخلوق کی فلاح اور عام خوشحالی اور رفاہیت کا ذریعہ ہیں؛ لہٰذا جن ممالک کے طبعی ماحول میں یا جن حالات میں زراعت زیادہ مفید اور نفع بخش ہوتی ہے وہ تجارت اور صنعت پر قابل ترجیح اور جن مقامات میں اور جن واقعات وحالات میں تجارت یا صنعت عام رفاہیت کی کفیل ہیں تو بلا شبہ وہاں وہ لائق ترجیح ہیں۔

وإذا كان كذلك، فينبغي أن يختلف في الحال في ذلك باختلاف حاجة الناس، فحيث كان الناس محتاجين إلى الأقوات أكثر كانت الزراعة أفضل للتوسعة على الناس، وحيث كانوا محتاجين إلى المتجر لانقطاع الطرق كانت

اور جب یہ بات متعین ہوگئی کہ ان وسائل معیشت کی افضلیت کا منشاء نفع عام ہے تو پھر ظاہر ہے کہ لوگوں (اہل ملک) کی حاجات وضروریات کے اختلاف سے ان کی باہمی افضلیت بھی مختلف ہوگی، پس جب باشندگان ملک خام اجناس کے زیادہ محتاج ہوں گے تو زراعت افضل ہے؛ تاکہ لوگوں کے لئے

(۱) بخاری: باب فضل الزرع والغرس إذا أكل منه، حدیث:۲۱۹۵

(۲) المعجم الكبير، عبد الله بن عمر بن الخطاب، حدیث:۱۳۶۴۶

www.besturdubooks.net

التجـارة أفـضل، وحيـث كانوا محتاجين إلى الصنائع أشـد كانت الصناعة أفضل وهذا حسن الخ(۲)

اس کا نفع عام ہو اور اگر کسی جگہ زراعت کے وسائل مفقود ہوں تو وہاں تجارت کو برتری حاصل رہے گی اور اگر کسی ملک کے باشندوں کو قدرتی اور طبعی طور پر زراعت اور تجارت کے مقابلے میں صنعت کی زیادہ حاجت ہے تو وہاں صنعت وحرفت کو فوقیت ہوگی اور یہی فیصلہ بہتر اور خوب ہے۔

اسی طرح شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے زراعت، تجارت اور صنعت کو مدنی حیات کا اہم جزو قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب قومیں معاشی وسائل کو چھوڑ کر عیش پرستانہ وسائل زندگی کو اختیار کر لیتی اور سرمایہ دارنہ سربلندیوں اور مسرفانہ رفاہیت میں باہمی مقابلہ کو معیار حیات بنالیتی ہیں تو وہ کبھی مدنی زندگی میں پھل پھول نہیں سکتیں اوران کی یہ غیر طبعی عیش کوشی ان کو جلد ہی لے ڈوبتی ہے:

فإذا أقبل جم غفير منهم إلى هذه الإكساب أهملوا مثلها من الزراعات والتجارات، وإذا أنفق عظما المدينة فيها الأموال أهملوا مثلها من مصالح المدنية، وجر ذلك إلى تضييق على القائمين بالإكساب الضرورية

پس جب باشندگان ملک کی بڑی اکثریت اس قسم کے (غیر طبعی اور غیر مفید) کسب واکتساب میں منہمک ہوجاتی ہے تو زراعت اور تجارت جیسے کسب وہنر کو چھوڑ بیٹھتی ہے اور جب کہ شہر کے رؤساء اور امراء ایسے غلط وسائل معیشت پر خرچ کرتے ہیں تو ایسے

(۱) عمدة القاری:۱۱/۱۷۵، مطبوعة منيرية، القاهرة

www.besturdubooks.net

كالزرع والتجار والصناع وتضاعف الضرائب عليهم وذلك ضرر بهذه المدينة يتعدى من عضو منها إلى عضو حتى يعم الكل ويتجارى فيها كما يتجارى الكلب في بدن المكلوب (۱)

لوگ مدنی مصالح کو برباد کرتے ہیں اورآہستہ آہستہ یہ غلط انہماک ان لوگوں کی مصیبت کا باعث بن جاتا ہے جو اہم اور ضروری معاشی وسائل کی جانب مشغول ہیں مثلا: کاشتکار، تجار اور صناع، نیز یہ فاسد انہماک ان پیشہ ور افراد پر بھاری ٹیکسوں کا باعث ہوجاتا ہے اور یہ مدنی زندگی کے لئے اس قدر نقصان دہ بن جاتا ہے کہ اعضاء جماعت کے ایک عضو سے متعدی ہو کر دوسرے عضو تک پہنچتا اور آہستہ آہستہ تمام اعضاء (افراد) جماعت میں ایک داء الکلب (چیچڑی لگ جانے کا مرض) کی طرح متعدی ہوجاتا ہے۔

حضرت امام محمدؒ نے ان بعض جاہلوں اور صوفیاء کا رد فرمایا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ کسب ومعاش حرام ہے، نصوص کی روشنی میں کسب ومعاش کے حصول کو مستحب قرار دیا ہے، ارشاد باری ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ“ (۲)

اور نبی کریم ﷺ کا یہ بھی ارشاد گرامی ہے:

---

(۱) حجة الله البالغة، أبو اب ابتغاء الرزق ،۲/ (۲) النساء:۲۹

www.besturdubooks.net

”اَلتَّاجِرُ الصَّدُوُقُ الأَمِيُنُ مَعَ النَّبِيِّيُنَ وَالصِّدِّيُقِيُنَ وَالشُّهَدَاءِ يَوُمَ الُقِيَامَةِ “ (۱)

اور ایک روایت میں کسب و معاش کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ” مَنُ أَمُسَى كَالًّا مِنُ عَمَلِ يَدِهِ أَمُسَي مَغُفُوُرًا لَهُ“(۲)

کسب اور روٹی سے عبادت پر قوت حاصل ہوتی ہے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے ایمان کے بعد افضل عمل کے تعلق سے پوچھا تو فرمایا: ” اَلصَّلاَةُ وَأَكُلُ الُخُبُزِ“ (نماز اور روٹی کا کھانا) ان کی طرف اس آدمی نے تعجب سے دیکھا تو فرمایا: ”لَوُلَا الُخُبُزُ مَا عُبِدَ اللّٰهُ “(۳) (روٹی نہ ہوتی تو اللہ کی عبادت نہ ہوتی) چونکہ روٹی سے کمر مضبوط ہوتی ہے اور عبادت کو بجالایا جاسکتا ہے۔

امام محمدؒ نے انسان کی حاجات اصلیہ کے تعلق سے بھی بحث کی ہے، اس طرح کی چار حاجتیں بتائی ہیں: کھانا پینا، کپڑا، گھر، اس کے دلائل بھی ذکر کئے ہیں: کھانے کی ضرورت کے تعلق سے اللہ تعالیٰ کا ارشادگرامی ہے: ”وَمَا جَعَلُنَاهُمُ جَسَداً لَّا يَأُكُلُونَ الطَّعَامَ “ (۴) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:” كُلُواُ مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقُنَاكُم“ (۵) پینے کے تعلق سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ” وَجَعَلُنَا مِنَ الُمَاءِ كُلَّ شَيُءٍ حَي“ (۶) اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

” يَا بَنِيُ آدَمَ قَدُ أَنُزَلُنَا عَلَيُكُمُ لِبَاسًا يُّوَارِيُ سَوُءَاتِكُمُ وَرِيُشًا “ (۷)

---

(۱) ترمذی: باب ما جاء في التجارة ،امام ترمذی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔

(۲) المعجم الأوسط، حدیث:۷۵۲۰، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں ایک جماعت ہے جن کو میں نہیں جانتا: مجمع الزوائد: باب الكسب والتجارة ومحبتها والحث على طلب الرزق، حدیث:۶۲۳۸۔

(۳) الكسب : وبيانه من وجوه:۶۲/۱، الناشر عبدالہادی، حرصونی، دمشق

(۴) الأنبياء:۸ (۵) البقرة:۵۷

(۶) الانبیاء:۳۰ (۷) الاعراف:۲۶

www.besturdubooks.net

اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے: "یَا بَنِیْ آدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِد" (۱)
گھر اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَاللّٰهُ جَعَلَ لَکُم مِّن بُیُوتِکُمْ سَکَناً" (۲)
گرمی اور سردی کی تکلیف سے بچنے کے لئے گھر کی ضرورت ہوتی ہے۔ خرچ کے تعلق سے بھی چار درجے ہیں: جس سے زندگی کی سانسوں کو برقرار رکھ سکے اور عبادت پر تقویت حاصل ہو سکے اتنا خرچ کرنے پر ثواب ملے گا، آسودہ ہونے تک خرچ کرنا مباح ہے، اس پر بھی تھوڑا سا حساب ہوگا، شہوات کی تکمیل لذات کا حصول حلال طریقے سے مباح ہے لیکن اس پر حساب ہوگا، اس میں نعمت کا شکر، بھوکوں کے حق کی ادائیگی کا مطالبہ ہے اور آسودگی سے زیادہ کھانا حرام ہے۔ "فَإِنَّ الْأَکْلَ فَوْقَ الشِّبْعِ حَرَامٌ" (۳) چونکہ آسودگی سے زیادہ کھانا اس میں منفعت نہیں نقصان ہے، یہ کھانے کو کسی کوڑا میں ڈالنے کے مثل ہے، چونکہ حاجت اور ضرورت سے زیادہ کھانا اس پر دوسرے کا حق ہے۔

اور یہ بھی بتلایا کہ ان ضروریات کی ادنی حد کا استعمال کرنا اعتدال کے ساتھ آسودگی یہ ضروری ہے، کھانے پینے سے اعراض جس سے اپنے آپ کی ہلاکت ہو یا فرائض کی ادائیگی سے عاجزی ہو جائے تو یہ حرام ہے:

"ومن امتنع عن الأكل والشرب والاستكنان (السكن) حتى مات وجب عليه دخول النار، لأنه قتل نفسه قصدا، فكأنه قتلها بحديدة...... فإن تركوا الأكل والشرب فقد عصوا فإن فيه تلفا......فالممتنع من ذلك قاتل نفسه وقال تعالى: "ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيما" (۴)

اپنی جان کی حفاظت کے بقدر کھا لینے کے بعد اطاعت پر تقویت حاصل کرنے کے بقدر کھانا یہ مندوب اور مستحب ہے۔

---

(۱) الأعراف: ۳۱ (۲) النحل: ۸۰
(۳) الکسب: الفصل الثالث: ۱۰۴/۱ (۴) الکسب: وبیانه من وجوه: ۷۸/۱

www.besturdubooks.net

دورِ رسالت اور مابعد علماء کے اختیار کردہ پیشے

مزاج شریعت اور اکابرینِ امت نے تجارت کو ملازمت پر اہمیت دی ہے، جو دینی اور دنیوی فوائد پر عموماً مشتمل ہے، موجودہ زمانے میں مسلمانوں کی معاشی کی ایک وجہ:

(۱) تجارت سے زیادہ ملازمت کو اہمیت دینا ہے، اونچی ڈگریوں کے حامل ہیں، بیرون ملکوں میں رہتے رہتے دو نسلیں گذر گئیں؛ لیکن اب بھی نوکر ہیں، سماج اور معاشرہ میں بے وزن ہیں۔ مولانا محمد علی مونگیریؒ کو اس کا بہت احساس تھا۔

(۲) ذیل کے مضمون میں بتلایا گیا کہ کوئی حلال پیشہ اسلام میں گھٹیا نہیں ہے، ہر شعبہ میں اور پیشہ میں مسلمان کو خوددار رہنا چاہئے، اتنے بڑے محدثین اور فقہاء یہ پیشے اختیار کر سکتے ہیں تو ہم اور آپ کیا ہیں؟

(۳) کسی بھی پیشے میں رہ کر اگر عزم وہمت ہو اور قناعت وسلیقہ مندی ہو تو دین کی بڑی سی بڑی خدمت انجام دی جا سکتی ہیں جیسے ہمارے ان اکابر نے انجام دیا۔

(۴) کسی بھی پیشہ میں رہ کر یا کوئی بھی امت کا طبقہ دین سے جاہل نہیں رہنا چاہئے، نیچے دی جانے والی ساری فہرستیں اور مضامین کا زیادہ حصہ قاضی اطہر مبارک پوریؒ کی کتاب ''ہر طبقہ اور پیشہ میں علم اور علماء'' کی تلخیص ہے۔

اور مسلمان کاروبار کرنے جاتے ہیں تو ایک ہی کاروبار میں اترتے ہیں، ڈگریاں کرنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ایک ہی لائن کی ڈگری حاصل کرتے ہیں، ہر شعبہ اور ہر پیشہ میں مسلمانوں کے قائدانہ وداعیانہ کردار ادا کرنا چاہئے۔

www.besturdubooks.net

تجارت کی اہمیت:

وسائل معیشت میں افضل ترین وسیلہ ''تجارت'' ہے، بعض سلف میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ سب سے افضل تجارت ہے یا زراعت، امام شافعیؒ کے نزدیک تجارت افضل ہے اور امام ابوالحسن ماوردی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ زراعت افضل ہے، امام نوویؒ کی رائے یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے کمانا افضل ہے، اور اس میں زراعت بھی شامل ہے، صاحب بحرالرائق فرماتے ہیں کہ احناف کے نزدیک جہاد کے بعد معیشت کا افضل طریقہ تجارت ہے، پھر زراعت ہے اور پھر صنعت وحرفت ہے، علماء نے لکھا ہے کہ معیشت کے تین ذرائع ہیں، تجارت، زراعت اور اجارہ (ملازمت) اور ہر ایک کے فضائل میں بہت سی احادیث آئی ہیں، بعض حضرات نے اس میں صنعت وحرفت کو بھی شامل کیا ہے، لیکن بعض حضرات کے نزدیک صنعت وحرفت کمائی کے اسباب میں شمار نہیں، اس لئے کہ صرف صنعت وحرفت کمائی نہیں ہے، کیوں کہ اگر کوئی شخص برتن بناتا ہے تو وہ برتن بنا بنا کر اپنی دوکان بھر لے گا، اس سے کوئی آمدنی نہیں ہوگی، جب تک وہ ان برتنوں کو فروخت نہیں کرے یا پھر کسی کے پاس ملازم ہو کر برتن بنانے شروع کردے، اس وجہ سے یہ دونوں طریقے تجارت اور اجارہ میں آ گئے، غرضیکہ اسباب معیشت میں سب سے افضل سبب تجارت ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اپنی احادیث میں اس کی بڑی تعریف کی اور آپ نے خود بھی تجارت کو پسند فرمایا، اس وجہ سے تجارت اسلامی نظام معیشت کا جزو اعظم ہے، لہٰذا ایک اسلامی حکومت کے فرائض میں داخل ہے کہ وہ اس کی توسیع کے لئے ہر ممکن کوشش کرے، بلکہ موجودہ زمانے میں تو تجارت کو ہر چیز پر فوقیت حاصل ہے اور دنیا میں تمام امیر ملک تجارت کی وجہ سے امیر ہوئے ہیں نہ کہ زراعت کی وجہ سے۔

اسی وجہ سے تجارت کی نبی کریم ﷺ نے بڑی ترغیب دی ہے، کیوں کہ اقتصادی اور معاشی نظام کی ترقی کا راز سب سے زیادہ تجارت میں ہی مضمر ہے، جو قوم جس قدر تجارت میں دلچسپی لیتی ہے، وہ اسی قدر معاشی اور اقتصادی ترقی کی منزلیں طئے کرتی ہے،

www.besturdubooks.net

جس ملک اور قوم کے باشندے اس زمانہ میں تجارت میں دلچسپی نہیں رکھتے وہ اقتصادی میدان میں ہمیشہ دوسروں کے دستِ نگر رہتے ہیں، اور اسی راستہ سے دوسری قومیں ان کے تمدن، تہذیب، معیشت، اقتصادیات اور سیاست؛ بلکہ مذہب پر قابض ہوجاتی ہیں اوران کو غلام بنا کر ان پر مطلق العنان حکومت کرتی ہیں، جیسا کہ برصغیر پاک و ہند میں انگریزوں نے قبضہ کیا اور ہندوستان کے باشندے قریبا دوسو سال تک غیروں کے جبر واستبداد کا شکار رہے، انگریز ہندوستان میں تجارت ہی کی غرض سے آیا تھا اور آج بھی امریکہ اور یورپی ممالک اسی راہ سے دنیا پر اپنا پنجہ استبداد مضبوط کررہے ہیں، عراق کے تیل پر قبضہ کرنے کے لئے امریکہ نے وہاں ایسی خون کی ہولی کھیلی اور ابھی تک کھیل رہا ہے کہ دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی، اسی وجہ سے علماء نے لکھا ہے جو قوم تجارت نہیں کرتی وہ آج نہیں تو کل ضرور غلام بن کر رہے گی اور جو ملک تجارت کی برکات سے محروم ہے وہ جلد ہی قعر مذلت و ہلاکت میں گر کر تباہ و برباد ہوجائے گا۔

تجارت ملازمت سے افضل ہے:

یہ بات صحیح ہے کہ انسانوں کی صلاحیتیں مختلف ہیں، ہر آدمی تاجر نہیں بن سکتا، لیکن تاجر بننے کی کوشش کرنی چاہیئے، ملازمت کے ملنے پر مطمئن نہیں رہنا چاہئے، انبیاء اور صحابہ اکثر تاجر تھے، تجارت میں بوجھ زیادہ ہوگا؛ لیکن مستقل راحت ہوتی ہے، حقوق ادا کرنے، دین کی خدمت کرنے، ان سب سے بڑھ کر نمازں کی ادائیگی میں سہولت ہوتی ہے، اسلامی تشخص کی حفاظت، داڑھی وغیرہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی، نوکر اور ملازم تاجر قوم کے معاشی نظام اور معاشرتی نظام کا غلام بن جاتا ہے، صبح وشام دیکھا جارہا ہے کہ باپ، دبئی، سعودیہ اور امریکہ میں مقیم ہے، نکاح میں تاخیر ہورہی ہے، اولاد کی تربیت اور بیوی کی نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے نسلیں آوارہ ہوگئیں، ذمہ دار مرد کے نہ ہونے کی وجہ سے کمائی صحیح ٹھکانے پر نہ لگ سکی، وطن کی جائیداد پر لوگوں نے قبضے کرلئے، ماں باپ کی خدمات تو کیا جنازہ میں شرکت بھی نہ ہوسکی۔

اقتصادی نظام کی ترقی وبرتری کا راز زیادہ تجارت میں مضمر ہے، جو قوم یا ملت

www.besturdubooks.net

جس قدر اس سے دلچسپی لیتی ہے، وہ اسی قدر اپنی اقتصادی بہبود کی زیادہ کفیل بنتی ہے اور جس قوم یا جس ملک کے باشندے تجارت سے دلچسپی نہیں رکھتے وہ اقتصادی نظام میں ہمیشہ دوسروں کے دستِ نگر رہتے ہیں اور اسی راہ سے دوسری اقوام ان کے تمدن، تہذیب معیشت اور سیاست بلکہ ''مذہب'' پر قابض ہوجاتی اور ان کو غلام بنا کر مطلق العنان حکومت (Absolute Dictatorship) کرتی ہیں۔

ہندوستان جیسا بڑا ملک اور ایشا و یورپ کے دوسرے چھوٹے بڑے ملک آج غیروں کے استبداد اور مظالم کے شکار اسی راہ سے ہوئے ہیں، انگریزوں کے ہاتھ میں ہندوستان تجارت ہی کی راہ سے آیا، مصر پر اسی اجارہ داری کے نام سے قبضہ کیا گیا، ایران کی سابقہ غلامی تیل کی تجارت کی رہین منت تھی اور آج بھی اسی راہ سے اس پر پنجہ استبداد گاڑھا جارہا ہے، عراق وشام پر قبضہ کی تہہ میں یہی اصول کارفرما ہے، موصل میں چشمے اور دمشق میں کانیں ظاہر ہونے سے پہلے ''ماہرین دریافت'' کی سیاحانہ (Exurslonistic/Touristic) تگ ودو کا نتیجہ آخر وہی ہوا و معاشی دستبرد کی صورت میں ظالم طاقتوں کی جانب سے ہوا کرتا تھا۔

جرمنی اسی تجارت کے فروغ اور اپنی قوم کی اقتصادی ومعاشی ترقی کی خاطر نو آبادیات کا بھوکا ہے اور آہستہ آہستہ ان کو ہضم کرجاتا ہے، اٹلی نے حبشہ کو اسی کی خاطر تباہ و برباد کیا اور ہسپانیہ کی تباہی و بربادی کا راز اسی میں مضمر ہے، مشرق بعید میں جاپان کے چین پر بے پناہ مظالم اسی داستان کا ایک ورق ہیں اور فلسطین میں برطانیہ کے سفاکانہ مظالم کا راز بھی اسی میں مضمر ہے۔

غرض شرق وغرب اور ایشیاء و یورپ کی موجودہ جنگ و پیکار اور ہوسِ ملک گیری غیر مہذب ممالک کو مہذب بنانے کے لئے وجود پذیر نہیں ہوئی؛ بلکہ تجارتی منڈیوں کے اضافہ اور اپنے معاشی حالات کو بہتر بنانے کے لئے مظلوموں پر معاشی دستبرد کی خاطر عمل میں لائی جارہی ہے، جس قوم میں تجارت نہیں ہے وہ آج نہیں تو کل ضرور غلام بن کر رہے گی اور جو ملک تجارت کی برکتوں سے محروم ہے وہ صبح نہیں تو شام تک ضرور قعرِ

www.besturdubooks.net

ہلاکت میں گر کر تباہ ہو جائے گی۔(۱)

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تاجر قوم حاکم ہوتی ہے، اور تاجر قوم اپنا نظامِ زندگی مسلط کر دیتی ہے اور ملازم خواہی نہ خواہی تاجروں کا نمائندہ بن کر رہ جاتا ہے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور تجارت:

جب مہاجرین مکہ سے مدینہ آئے تو انہوں نے ساتھ میں اپنی تاجرانہ رجحانات ومیلانات کو بھی یہاں لے آئے، چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے تعلق سے مروی ہے کہ جیسے ہی وہ مدینہ پہنچے تو انہوں نے بازار کے تعلق سے دریافت کیا اور خرید وفروخت کر کے مال اکٹھا کیا اور شادی کی "فَدُلُّونِي عَلَى السُّوقِ فَدَلُّوهُ عَلَى السُّوقِ"(۲) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بازار میں تجارت کرتے تھے، فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پوشیدہ رہا مجھ کو بازاروں میں خرید وفروخت یعنی تجارت کے لئے نکلنے نے اس حکم سے غافل کر دیا: "أَلْهَانِيْ الصَّفَقُ بِالْأَسْوَاقِ"(۳)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی تجارت کے لئے ایک بازار قائم کیا تھا، جس سے مدینہ کی معیشت کو یہودیوں کی خرد وبرد سے بچانا مقصود تھا، اس بازار میں مدینہ کی مصنوعات، بازو کے گاؤں دیہات کے سازوسامان بکتے تھے، باہر سے لوگ بھی آتے تھے، اس بازار میں تمام شرعی امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہوتا تھا۔ اس بازار میں حرام چیزیں مثلاً شراب، خنزیر کے بیچنے کی ممانعت تھی، اور تمام قسم کے سود منع تھے، احتکار اور تصریہ کی ممانعت تھی، اور پھل کو بدو صلاح سے پہلے بیچنا منع تھا، شہری کا دیہاتی کو بیچنا منع تھا، دھوکہ دہی اور نجش کی ممانعت تھی، اور قافلوں کے بازار پہنچنے سے پہلے ان سے ملنا منع تھا، چھونے کی بیع، کنکری پھینکنے کی بیع، اٹکل کی بیع کی ممانعت تھی، دھوکہ دہی، ملاوٹ، جھوٹی

---

(۱) اسلام کا اقتصادی نظام: ۴۴۴

(۲) ترمذی: مواساۃ الأخ، حدیث: ۱۹۳۳، امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

(۳) بخاری: باب الخروج فی التجارۃ، حدیث: ۱۹۵۶

www.besturdubooks.net

قسم وغیرہ کی بھی ممانعت تھی۔

حضور ﷺ نے خرید وفروخت کرنے والوں کے مابین تسامح اور چشم پوشی کا حکم دیا فرمایا:"سَمْحًا إِذَا قَضٰى" (۱)(جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس شخص پر رحم کرے جو فیاض ہے جب کہ بیچے اور جب کہ خریدے اور جب اپنے حق کا تقاضا کرے۔) اس تعلق سے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:" وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَة" (۲)اور بخاری نے نبی کریم ﷺ کا یہ بھی ارشاد ذکر فرمایا ہے:''عبداللہ بن حارث حکیم بن حزام روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ بیچنے والے اور خریدنے والے کو اختیار ہے جب تک کہ دونوں جدا نہ ہوں''اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا وَ قَالَ حَتّى يَتَفَرَّقَا" کہا اگر دونوں سچ بولیں اور صاف صاف بیان کریں تو ان دونوں کی بیع میں برکت ہوگی اور اگر دونوں نے چھپایا اور جھوٹ بولا تو ان دونوں کی بیع کی برکت ختم کردی جائے گی:" وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا''(۳)

نبی کریم ﷺ بذاتِ خود بازار کے امور کی نگرانی فرماتے ،بعض صحابہ نے نبی کریم ﷺ سے بازار میں پیش کردہ سامان تجارت کی قیمت متعین کرنے کو کہا تو حضور اکرم ﷺ نے اس کی یہ کہتے ہوئے تردید فرمائی:"إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْخَالِقُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ الْمُسْعِرُ "ارشاد ہوا بے شک اللہ کی ذات پیدا کرنے والی ہے اور رزق میں تنگی دینے والی ہے اور کشادہ کرنے والی ہے اور وہ بہت زیادہ رزق دینے والا ہے مجھے امید ہے کہ جب میں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا تو تم میں سے کوئی شخص مجھ سے کسی ایسی چیز کا حساب طلب نہیں کرے گا جو میں نے بطور ظلم اس کے ساتھ کی ہو خواہ اس کا

---

(۱) صحیح ابن حبان، کتاب البیوع، حدیث:۴۹۰۳،محقق شعیب الارنوط نے اس روایت کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

(۲) البقرۃ: ۲۸۰

(۳) بخاری: باب السهولة والسماحة فی الشراء، حدیث:۱۹۷۳

www.besturdubooks.net

تعلق جان کے ساتھ ہو یا مال کے ساتھ ہو۔(۱)

پھر بعد میں نبی کریم ﷺ نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو مدینہ کے بازار کا ذمہ دار بنایا اور سعید بن العاص کو مکہ کے بازار کا۔

تجارتی امور کی تنظیم وترتیب ہی کے لئے قرض کو لکھ لینے کی بات کہی گئی، آیت کریمہ میں اسی کی جانب اشارہ ہے: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ......"(۲) حضور نبی کریم ﷺ کا بھی معمول تھا کہ خرید کردہ وفروخت کردہ چیز کو لکھ لیا کرتے تھے۔

حضرت عدا بن خالد بن ہوذہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے ایک تحریر نکال کر دکھائی جس میں یہ لکھا تھا کہ یہ بیع نامہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ اور عدا بن خالد بن ہوذہ کی خریداری سے متعلق ہے عدا نے محمد ﷺ سے ایک غلام یا لونڈی خریدی جس میں کوئی بیماری نہیں ہے کوئی بدی نہیں ہے اور کوئی برائی نہیں ہے عدا نے اس کو اس طرح خریدا ہے جس طرح ایک مسلمان ایک مسلمان سے خریدتا ہے: "لَا دَاءَ وَلَا غَائِلَةَ وَلَا خُبْثَ "(۳)

نرمی، آزادی دور رسالت کے بازار کی خصوصیت تھی، حتی کہ مشرکین سے بھی خرید وفروخت کی اجازت تھی، اور یہودیوں سے خرید وفروخت کا معاملہ کیا، ان سے قرض لیا، ایک یہودی سے ایک مدت تک قرضا غلہ لیا اور اس کے پاس اپنی زرہ رہن رکھوائی "وَرَهَنَهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ"(۴)

دور رسالت میں جو سکے رائج تھے وہ دینار تھی، یہی بزنطینی کرنسی تھی جو خالص سونے سے ڈھلی گئی تھی، اس کی زیادتی کی صورت میں لوگ اس کا معاملہ وزن سے کیا

---

(۱) سنن دارمی: باب فی النهی عن أن يسعر فی المسلمين، حدیث:۲۵۴۵، محقق شعیب الارنوط نے اس روایت کو صحیح اور اس کے رجال کو ثقہ صحیح کے رجال قرار دیا ہے۔

(۲) البقرة:۲۸۲

(۳) بخاری، باب السهولة والسماحة فی الشراء، حدیث: ذکر البخاری تعليقا

(۴) مسلم: باب الرهن وجوازه فی الحضر والسفر، حدیث:۱۶۰۳

www.besturdubooks.net

کرتے تھے، کم ہونے کی صورت میں عدد سے شمار کرتے تھے، زمانہ جاہلیت کے مثل نبی کریم ﷺ نے ان دنانیر پر معاملت کو درست رکھا، اسی طرح لوگ ''دراہم'' سے بھی معاملت کرتے تھے، یہ ملک فارس کے ڈھلے ہوئے تھے، یہ وزن، حجم کے اعتبار سے چھوٹے بڑے ہوتے تھے۔(۱)

بعض صحابہ نے دور رسالت میں صیر فیت (روپیئے کو روپئے کے بدلہ فروخت کرنا) کا پیشہ اپنایا ہوا تھا، بعض صحابہ کے قول سے یہ بات معلوم ہوتی ہے ''ابوالمنہال کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے براابن عازب اور زید بن ارقم سے صرف کے متعلق پوچھا تو ان دونوں نے بتایا کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تجارت کیا کرتے تھے تو ہم لوگوں نے آپ ﷺ سے بیع صرف کے متعلق پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا اگر ہاتھوں ہاتھ ہوتو کوئی حرج نہیں اور اگر ادھار ہے تو بہتر نہیں'' (إِنْ كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَا بَأْسَ) (۲) نبی کریم ﷺ آج کی قیمت صرف کی اجازت دی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نقیع میں (جو مدینہ کے قریب ایک جگہ ہے) اونٹوں کو دیناروں کے عوض بیچا کرتا تھا اور دیناروں کے بدلے درہم لے لیا کرتا تھا اسی طرح جب اونٹوں کو درہم کے عوض بیچتا تو درہم کے بدلے دینار لے لیا کرتا تھا پھر جب میں رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ تم دینار کے بدلے درہم اور درہم کے بدلے دینار لے لو جب کہ نرخ اس دن کے مطابق ہو اور تم دونوں ایک دوسرے سے اس حال میں جدا ہو کہ تمہارے درمیان کوئی چیز نہ ہو:

''لَا بَأْسَ أَنْ تَأْخُذَ بِسِعْرِ يَوْمِهَا مَا لَمْ تَفْتَرِقَا وَبَيْنَكُمْ شَيْءٌ''(۳)

---

(۱) الإدارة فی عصر الرسول :۱۷۲

(۲) بخاری:باب التجارة فی البر،حدیث:۱۹۵۵

(۳) ابوداؤد: باب فی اقتضاء الذهب من الورق، حدیث:۳۳۵۶،عمر بن احمد اندلسی نے تحفۃ المحتاج: باب القبض:۲۳۳/۲ میں کہا ہے کہ اس روایت کو ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

اوزان بھی دور رسالت میں وہی رائج تھے جو اس سے ما قبل زمانے میں مستعمل تھے، البتہ اس کی نگہداشت کی گئی اور ان کو بازاری معیار کا بنایا گیا، مکہ میں وزن کا رواج تھا تجارتی ذہنیت کی وجہ سے، جب کہ مدینہ میں زراعتی ذہن کی وجہ سے تول کا رواج تھا، اسی لئے حدیث میں آیا ہے، "اَلْوَزَنُ وَزْنُ أَهْلِ مَكَّةَ ، وَالْمِكْيَالُ مِكْيَالُ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ" ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پیمائش مدینہ منورہ کے حضرات کی قابل اعتبار ہے اور وزن مکہ مکرمہ کے حضرات کا معتبر ہے۔(۱)

تولنے کے آلات مختلف تھے، مد، صاع، وسق، جریب، قفیز، اسی طرح اوزان بھی مختلف تھے، رہم، ثقال، قیراط، اوقیہ، رطل، قنطار وغیرہ۔

اسلام سے پہلے عرب کی تجارت کا بہت بڑا تعلق مصر، روم، ایران اور ہندوستان کے ساتھ تھا، اور اس کے لئے انہوں نے حسب ذیل مقامات میں منڈیاں قائم کر رکھی تھیں۔

دومۃ الجندل، مشقر، ہجر، صحار، ریا، شحر، عدن، صنعاء، رابیہ، حضر موت، عکاز، ذو المجاز اور بصری۔

اسلامی خلافت نے بھی ان کو باقی رکھا اور جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم نے خود بھی کاروبار کیا، مدینہ طیبہ کے مقام سنخ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کپڑے کا گودام اور کارخانہ تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تجارت کا تعلق ایران سے وسیع تھا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بھی کپڑے کی تجارت تھی، اور شام کے ساتھ بیوپار کرتے تھے، خاص حجاز میں ''عکاظ'' کی منڈی ۱۲۹ھ تک قائم رہی، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عمارہ بن الولید رضی اللہ عنہما کا تجارتی کاروبار حبشہ میں نجاشی اور اس کے اعیانِ سلطنت کے ساتھ چلتا تھا، اور اسی طرح بیشتر صحابہ کرام تجارتی کاروبار میں مشغول تھے۔

---

(۱) ابوداود: باب فی قول النبی المکیال مکیال المدینة، حدیث:۳۳۴۲، علامہ حجر عسقلانی نے تلخیص الحبیر، زکاۃ الذھب والفضة:۳۸۳/۲ میں کہا ہے کہ اس کو ابن حبان، دارقطنی اور نووی نے صحیح کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

اسی طرح مدینہ طیبہ میں یہود کی تجارتی منڈیاں اور صنعت وحرفت کے کارخانے تھے، انصار مدینہ نے صنعت وحرفت کا کام ان ہی سے سیکھا اور اسلام قبول کرنے کے بعد پھر انہی کے ہاتھ یہ کام آ گیا، یہود نے ان کو کپڑا بننا، رنگ سازی، تلواریں بنانا، زرہ بنانا، آلات جنگ اور کاشت کار کا کام سکھایا۔(۱)

سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ ایک بہت بڑے تاجر تھے، رسول اللہ ﷺ کی بشارت بھی آپ کو تجارتی سفر ہی میں ملی تھی، لیکن اس کے ساتھ زراعت کا شغل بھی تھا اور یہ نہایت وسیع پیمانے پر تھا، آپ کے عراق عرب میں کئی زراعتی فارم تھے، ان میں قناۃ اور سراۃ نہایت مشہور تھے، صرف قناۃ کے کھیتوں میں بیس اونٹ سیرابی کا کام کرتے تھے، ایسا ہی انتظام کچھ سراۃ میں بھی تھا، آپ کی تجارت بھی بہت بڑے پیمانے پر تھی۔(۲)

تجارت اور زراعت کی آمدنی سے وہ بنو تمیم کے محتاجوں کی کفالت فرماتے اور اس کی بیواؤں اور یتیموں کی اعانت فرماتے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سالانہ دس ہزار درہم دیتے۔(۳)

گھر میں مال ودولت کی فراوانی تھی، تجارت اور زراعت دونوں طریقوں سے مال ودولت گھر میں تھی، لیکن جتنا مال آتا، ان میں لاکھوں درہم ودینار اللہ کی راہ میں خرچ کرتے تھے، ایک مرتبہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے صاحبزادے موسی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہارے والد کس قدر دولت چھوڑ گئے؟ انہوں نے کہا: بائیس لاکھ درہم، دولاکھ دینار اور اس کے علاوہ کثیر مقدار میں سونا اور چاندی، غیر منقولہ جائیداد اس کے علاوہ تھی، جس کی کل قیمت کا محتاط اندازہ تین کروڑ تھا، یہ سن کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "عاش حمیدا سخیا شریفا وقتل فقیدا رحمه الله "(۴)

---

(۱) اسلام کا اقتصادی نظام: ۴۶۷

(۲) طبقات ابن سعد: ۳/۱۹۵، معجم کبیر طبرانی، حدیث: ۱۹۶

(۳) طبقات ابن سعد: ۳/۱۸۵

(۴) طبقات ابن سعد: ۳/۱۵۶، سیر اعلام النبلاء: ۵/۲۳۲

www.besturdubooks.net

اسی طرح سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا پیشہ بھی تجارت تھا، حالت یہ تھی کہ آپ جس کام کو ہاتھ لگاتے اس میں کبھی خسارہ نہ ہوتا (۱) فاروقی فوج میں افسر بھی کچھ عرصہ رہے اور فاروقی افسروں کی تنخواہیں سات سے دس ہزار درہم تک تھیں، اتنا مالدار ہونے کے باوجود فیاض اور سخاوت میں ایک بہت بڑے مقام کے حامل تھے، آپ کے پاس ایک ہزار غلام تھے، جو روزانہ اجرت پر کام کر کے ایک بہت بڑی رقم لاتے تھے، لیکن اس مال میں سے آپ نے ایک حبہ بھی اپنی ذات پر اور اپنے اہل وعیال پر کبھی صرف نہ کیا تھا؛ بلکہ جو کچھ آتا وہ اسی وقت اللہ کے راستہ میں خرچ کر دیتے، ایک مرتبہ ایک مکان چھ لاکھ میں فروخت کیا، کسی نے کہا کہ آپ نے زیادہ قیمت لی ہے، فرمایا: ہرگز نہیں، اور وہ ساری ساری رقم راہ خدا میں تقسیم فرمادی۔

۳- حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی بہت بڑے تاجر تھے، سیدنا عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں:

"كان عامة ماله من التجارة" یعنی ان کا اکثر مال تجارت کا تھا۔

لیکن لاکھوں درہم و دینار، پانچ سو اونٹ اور پانچ سو گھوڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیوی زندگی میں اللہ کی راہ میں خرچ کیے۔ (۲)

امام ذہبی نے حافظ ابن عبد البر کا قول نقل کیا ہے کہ سیدنا عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ تجارت میں بڑے خوش قسمت انسان تھے، اور وفات کے وقت انہوں نے ایک ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں اور ایک سو گھوڑے ترکہ میں چھوڑے۔ (۳)

زندگی میں تین ہزار غلام آزاد کیے۔ (۴)

زندگی میں اتنا اللہ کی راہ میں تقسیم کیا پھر بھی وافر دولت چھوڑ گئے، ان کی چاروں بیویوں نے جن کو ترکہ میں صرف آٹھواں حصہ ملا تھا، اسی ہزار دینار پائے؛ بلکہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا کہ ہر بیوی نے ایک ایک لاکھ دینار پایا۔ (۵)

---

(۱) الاستيعاب: ۲۰۸/۱ (۲) حلیه الأولياء: ۹۹/۹

(۳) سير اعلام النبلاء: ۹۲/۱ (۴) حليه الاولياء لأبى نعيم: ۹۹/۱

(۵) سير اعلام النبلاء: ۸۹/۱-۹۱

www.besturdubooks.net

لکھا ہے کہ سونے کی اینٹیں اتنی بڑی تھیں کہ کلہاڑی سے کاٹ کاٹ کر تقسیم کی گئیں اور کاٹنے والوں کے ہاتھوں پر چھالے پڑ گئے، اور غیر منقولہ جائیداد بھی بہت چھوڑی۔(۱)

احادیث اور صحابہ کے طرزِ عمل سے پتہ چلا کہ ہر شعبے تجارت میں مسلمانوں کو ہونا چاہئے، کسی شعبہ تجارت میں دوسروں کے دست نگر نہ ہوں، جس شعبہ میں بھی غیر اسلام مزاج والے آجائیں گے، تو وہ شعبہ تجارت برباد ہو جائے گا۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا نظریہ:

چنانچہ مفکر اسلام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں ''سیادتِ مدنیہ'' پر بحث کرتے ہوئے اس بات کو اچھی طرح صاف کر دیا کہ اسلام کا معاشی نظام ایک لمحہ کے لئے بھی یہ برداشت نہیں کرتا کہ اس کی قلمرو میں تجارت، صنعت وحرفت اور مفید وجائز معاشی وسائل میں اضمحلال پیدا ہو جائے اور مملکت کی آبادی مفت خورانہ وظائف پر گذر اوقات بسر کرنے لگے اور وہ یہ بھی تصریح فرماتے ہیں کہ: عام حالاتِ زندگی میں تمام قلمروِ اسلامی کا جہاد میں مصروف رہنا بھی ضروری نہیں ہے؛ بلکہ ان میں تاجر، صناع، کاشتکار سب ہی کا وجود ضروری ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

أ يكون توزعهم في الإقبال على الاكتساب بحيث يضر بالمدنية مثل أن يقبل أكثرهم على التجارة ويدعو الزراعة أو يكتسب أكثرهم بالغزو ونحوه، وإنما ينبغي أن يكون الزراع بمنزلة الطعام والصناع والتجارة

سیاستِ ملکی میں تقسیم کار اور مختلف منازلِ کسب واکتساب کا ہونا از بس ضروری ہے اور اگر ایسا نہ ہو؛ بلکہ صورتِ حال یہ ہو کہ وہ سب ایسے کسب واکتساب کی جانب متوجہ ہو جائیں کہ آخر کار وہ ملک (شہر) کے نقصان کا باعث بن جائیں مثلاً ملک کی اکثریت

(۱) اسد الغابۃ: ۳/۳۱۷

www.besturdubooks.net

والحفظة بمنزلة الملح المصلح الخ(۲)

زراعت کو چھوڑ بیٹھے اور صرف تجارت کی جانب متوجہ ہو بیٹھے (یعنی خام اجناس کے وسائل کے باوجود ان کو پیدا نہ کیا جائے) یا اس کی اکثریت صرف غزوہ ہی میں مشغول ہوجائے (اور تجارت وصنعت وزراعت معدوم ہونے لگے) یا اسی طرح کسی ایک مشغلہ میں ملک کی اکثریت مشغول رہ کر دوسرے ذرائع ترقی ملک کو کھو بیٹھے تو یہ سیاستِ مملکت کے لئے سخت مضر ہے؛ بلکہ شہری باشندوں کو یہ سوچنا چاہئے کاشتکار اجتماعی حیات کے لئے بمنزلہ طعام کے ہیں اور تاجر وصناع اور فوج وسپاہی گویا نمک برائے اصلاحِ طعام کی مثال ہیں۔

آج ہم مسلمانوں کی صورتحال یہ ہے کہ اگر کوئی کپڑے کی تجارت میں اترتا ہے تو سارے ہی کپڑے کی تجارت کرنے لگ جاتے ہیں اور اگر کوئی لوہے وغیرہ کے کاروبار میں لگتا ہے تو سب وہی کرنے لگ جاتے ہیں، مارکیٹ کا جائزہ لینا چاہئے، ماہرین سے مشورہ کرنا چاہئے، نفع ونقصان، منفی ومثبت پہلو کا پہلے سے اندازہ کرنا چاہئے۔

نیز حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس صراحت کے ساتھ یہ بھی

(۱) شاہ ولی اللہ ، حجۃ اللہ البالغۃ : باب السیاسۃ المدنیۃ :۴۴/۱، مطبوعۃ مصر

www.besturdubooks.net

بیان کیا ہے کہ مملکت کی تباہی کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ افرادِ ملت ہاتھ کی کمائی اور ذاتی محنت کے ذریعہ تحصیل معاش کو چھوڑ کر اپنا بوجھ صرف ''بیت المال'' پر ڈال دیں اور اس کے حقیقی مصارف کے لئے باعثِ مصیبت بن جائیں، اگرچہ ان میں سے بعض افراد ملت کا حق معیشت بیت المال سے ہی کیوں نہ متعلق ہو مثلا مجاہدین اور علماء۔

وغالب سبب خراب البلدان فـي هـذا الـزمـان شيئـان: أحـدهما تضيقهم على بيت الـمـال بأن يعتادوا التكسب بـالأخـذ مـنـه على أنهم من الغزاة أو مـن الـعلماء الذين لهـم حـق فيـه، أو من الذين جـرت عادة الملوك بصلتهم كـالـزهـاد والشعراء أو بوجه مـن وجـوه التـكـدر ويـكون الـمعدة عندهم هو التكسب دون الـقيـام بـالـمـصـلحة فيـدخـل عـلي قوم فينغصون عـليهـم ويصيرون كلا على المدنية'' الخ (۱)

اور اس زمانہ میں مملکتوں کی بربادی کا سبب غالب دو امور ہیں: پہلی بات تو یہ ہے کہ بیت المال کے مالیہ پر ضیق اور تنگ حالی چھا جائے، یعنی ایسے افراد بھی اپنی تمام معیشت کا بار اس پر ڈال دیں جن کا واقعی بیت المال میں حق ہے جیسے مجاہدین اور علماء اور وہ افراد بھی جن کے لئے آج کل کے بادشاہوں نے داد ودہش کے خزانے کھول رکھے ہیں، جیسے صوفی، شعراء وغیرہ یا اسی قسم کے دوسرے مکدر اور غلط اسباب کی راہ سے بیت المال کو زیر بار کیا جائے، درحقیقت ان کے دماغوں میں یہ بات آنی چاہیئے کہ بہترین ذریعۂ معاش قوت بازو سے کمانا ہے نہ کہ

---

(۱) شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ: باب السیاسۃ المدنیۃ: ۱/۴۵، مطبوعۃ مصر

www.besturdubooks.net

اجتماعی مصالح کے قیام کی راہ سے
صرف بیت المال کے روزینہ پر
اکتفا کر بیٹھنا؛ کیوں کہ اس کا نتیجہ
یہ نکلتا ہے کہ ایک جماعت دوسری
جماعت کے ساتھ مزاحمت کرتی
ہے اور پھر آپس میں ایک دوسرے
کے لئے تکدر اور معاشی خرابی کا
باعث بنتی ہے اور بالآخر شہریت
اور مملکت کے لئے باردوش ہوجاتی
ہے۔

اور دوسری جگہ قابلِ ملامت تعیش پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایسے ملک کے باشندے معاش کے ان اصول ووسائل کو چھوڑ بیٹھتے ہیں جن پر نظامِ عالم کی بنیاد قائم ہے:

وصار جمهور الناس عيالا على الخليفة يتكففون منه تارة على أنهم من الغزاة والمدبرين المدينة، يترسمون برسومهم ولا يكون المقصود دفع الحاجة؛ ولكن القيام بسيرة سلفهم وتارة على أنهم شعراء جرت عادة الملوك بصلتهم، وتارة على أنهم

اور باشندوں کی اکثریت خلیفہ کی عیال بن جاتی اور بیت المال پر بار ہوجاتی اور کبھی وہ یہ کہہ کر وظیفہ حاصل کرتے ہیں کہ وہ ''غازی'' ہیں اور ملک کے ''سیاسی راہنما'' ہیں اور اس وظیفہ طلبی میں ضروری حاجات کا دفع کرنا مقصد نہیں رہتا؛ بلکہ باپ دادا کی رسم کو قائم رکھ کر مفت خوری مقصد ہوتا ہے، کہ وہ ''درباری شاعر'' ہیں اور کبھی یہ کہہ

www.besturdubooks.net

الخليفة أن لا يتفقد حالهم، زهاد وفقراء يصح من فيضيق بعضهم بعضا وتتوقف مكاسبهم على صحبة الملوك، والرفق بهم، وحسن المحاورة معهم التملق منهم، وكان ذلك هو الفن الذى تتعمق أفكارهم فيه وتضيقع أوقاتهم معه، فلما كثرت هذه الأشغال فى نفوس الناس هيئات خسيسة وأعرضوا عن الأخلاق الصالحةِ

کر وصول کرتے ہیں اور بادشاہوں کی جانب سے شعراء پر داد ودہش ہوا کرتی ہے ، اور کبھی یہ کہہ کر حاصل کرتے ہیں کہ وہ ''صوفی اور درویش'' ہیں اور خلیفہ ان کے تفتیش حالات کو معیوب سمجھنے لگتا ہے اور اس طرح وہ ایک دوسرے کی ضیق وتنگی کا باعث بن جاتے ہیں اور ان کا معاشی کسب واکتساب صرف بادشاہوں کی مصاحبت، ان کی خوشامد اور جی حضوری اور ان کی مدح میں چرب زبانی پر رہ جاتا ہے اور آخر کار یہ ایسا فن بن جاتا ہے کہ ان کے تمام افکار اور دماغی خیالات اس بدترین فن پر صرف ہونے لگتے ہیں اور وقت کی تباہی کا باعث بن جاتے ہیں، بہر حال: جب کسی قوم میں یہ اشغال بڑھ جاتے ہیں تو لوگوں کے نفوس میں ادنی اور ذلیل افکار وخیالات رونما ہونے لگتے ہیں اور پست خیالی اور دنائت ان کو اخلاق صالحہ سے باز رکھتی ہے۔

www.besturdubooks.net

عہد رسالت کے کپڑے کے تاجر:

خطیب نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے:

عَلَيْكَ بِالْبَزِّ يُعْجِبُهُ أَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ بِخَيْرٍ وَفِيْ خِضَبٍ(۱)

تم کپڑوں کی تجارت کو اختیار کرو، ان کو یہ اچھا لگتا تھا کہ لوگ خیر وعافیت اور خوشحال ہوں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعا مروی ہے کہ:

لَوْ أَذِنَ اللّٰهُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ فِيْ التِّجَارَةِ لَاتَّجَرُوْا فِيْ الْبَزِّ وَالْعَطْرِ (۲)

اگر اللہ عزوجل نے اہل جنت کو تجارت کی اجازت دی ہوتی تو وہ کپڑوں اور عطر کی تجارت کرتے۔

- کپڑوں کے تجار میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے جن کی تجارت ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑوں پر ہوتی تھی۔
- طلحہ بن عبید اللہ بھی ابن الجوزی کے مطابق کپڑا فروخت کرنے والے تھے۔

زبیر بن بکار نے سفیان بن عیینہ سے روایت کیا ہے کہ طلحہ بن عبید اللہ کی روزانہ کی تجارت ایک ہزار دینار تھی۔

ایک روایت میں ہے: حضرت سوید بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اور مَخْرَمَةُ الْعَبْدِيْ نے مل کر "ہجر" نامی علاقے سے کپڑے منگوائے ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شلوار کے بارے میں ہم سے معاملہ کیا اس وقت ہمارے یہاں کچھ لوگ پیسے تولنے والے ہوتے تھے جو تول کر پیسے دیتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تولنے والے سے فرمایا کہ انہیں پیسے تول کر دے دو اور جھکتا ہوا تولنا۔"زِنْ وَارْجِحْ"(۳) عبد الرحمٰن بن عوف بھی کپڑے کے تاجر تھے۔

---

(۱) تاریخ بغداد: عبد اللہ بن مروان: ۱۱/۳۸۷

(۲) المعجم الصغیر: من اسمه عبد السلام، حدیث: ۶۹۹، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے صغیر میں روایت کیا ہے اس میں عبد الرحمٰن بن ایوب السکونی ضعیف ہیں۔

(۳) ابوداؤد: باب فی الرجحان فی الوزن والوزن بالأجر، حدیث: ۳۳۳۸، عجلونی نے کشف الخفاء: ۱/۱۰۰ میں ترمذی اور نسائی کے حوالہ سے اس روایت کا صحیح ہونا نقل کیا ہے۔

www.besturdubooks.net

سوتی کپڑے کے تاجروں میں علماء:

سوتی کپڑے کے تاجروں کو کرابیسی ، بَزَّاز، بَزِّی اور طَاطَرِی کہتے ہیں او رمختلف علاقوں میں ان کے مختلف نام ہیں:

- امام دارالہجرۃ مالک بن انس باقاعدہ طالب علمی سے پہلے اپنے بھائی نضر بن انس کے ساتھ بزازی کرتے تھے یعنی سوتی کپڑے کی تجارت میں ان کے شریک کار تھے،،قاضی عیاض نے تصریح کی ہے:" وَكَانَ أَخُوهُ النَضرُ يَبِيعُ البَزَّ، وَكَانَ مَالِكٌ مَعَهُ بَزَّازًا، ثُمَّ طَلَبَ العِلْمَ" امام مالک کے بھائی سوتی کپڑے فروخت کرتے تھے اورامام مالک ان کے ساتھ بزازی کرتے تھے بعد میں تحصیل علم میں مشغول ہوگئے۔(۱)
- محدث ابوسلیمان ایوب بن سلمان کرابیسی بصری صاحب الکرابیس کی نسبت سے مشہور ہیں۔
- محدث ابوالحسن عباد بن لیث کرابیس۔
- احمد بن محمد کرابیسی ہندی۔
- محدث مروان بن طاہر دمشقی۔
- محدث ہیثم بن رافع طاطری باہلی بصری۔(۲)
- محدث ابوعوانہ وضاح بزاز واسطی ،مشہور حافظ حدیث اوراعیان محدثین میں سے ہیں۔(۳)
- محدث عبدالصمد بن نعمام بزاز کبار محدثین میں سے ہیں۔(۴)

پرانے کپڑے کے تاجر علماء:

جولوگ پرانے کپڑے سلے ہوئے یا بغیر سلے ہوئے فروخت کرتے تھے ان کو

---

(۱) ترتیب المدارك وتقريب المسالك: ، وحليته ومسكنه ومطعمه ومشربه، ۱۲۴/۱،مطبعة الفضالة ، المغرب۔
(۲) الانساب: ۶/۹
(۳) العبر :۳۶۹/۱
(۴) حوالہ سابق:۴۹۹

www.besturdubooks.net

خُلقانی کہا جاتا تھا:

- محدث ربیع بن سلیم خلقانی ازدی بصری
- محدث ابوزیاد اسماعیل بن زکریا خلقانی
- محدث ابوسعید حسن بن خلف بن سلیمان استرآبادی جرجانی خلقانی
- محدث ابوعبداللہ موسی بن داؤد ضبی خلقانی کوفی قاضی طرطوس۔(۱)

کپڑے کے ٹکڑوں کے تاجر علماء

جولوگ کپڑے کے ٹکڑے اور کٹ پیس کی تجارت کرتے تھے ان کو قِطعِی کہتے ہیں:

- محدث مشہور ابوعبداللہ حسین بن محمد بن فرزدق کوفی۔
- محدث عبداللہ بن علی بن قاسم قطعی کوفی۔

قمیص فروش علماء:

بہت سے اہل علم ہر قسم کے سلے ہوئے کپڑے اور لباس فروخت کرتے تھے آج کل کے ریڈی میٹ کی طرح ☆ محدث ابوالفتح حسین بن قاسم بن ابوسعد قُمَاصِی نیشاپوری۔

کلاہ فروش علماء:

ہر قسم کی ٹوپیاں سلنے اور فروخت کرنے والوں کو قَلَانِسِی کہتے ہیں، علماء وصلحاء کا یہ بھی ایک مستقل ذریعہ معاش تھا۔

- مشہور صوفی بزرگ ابواحمد مصعب بن احمد بن مصعب قلانسی صوفی مروزی، شیخ جنید بغدادی کے معاصر۔

لحاف اور رضائی کے تاجر علماء:

جولوگ ہر قسم کے لحاف وگدے اور رضائیاں سلتے ہیں اور ان کی تجارت کرتے تھے ان کو نَجَّادُ کہتے ہیں: اس طبقہ میں بھی کئی نامی گرامی علماء وصلحاء گذرے ہیں:

---

(۱) الانساب: ۱۷۹/۵

www.besturdubooks.net

- ابو بکر احمد بن سلمان بن حسن نجاد حنبلی بغداد حنبلی مسلک کے بہت بڑے فقیہ ومحدث۔
- محدث ابوبکر محمد بن حسن بن سلیم نجاد بغدادی نہایت معتبر اور ثقہ محدث ۔
- محدث ابوموسی ہارون بن حسین بن سعد نجاد بغدادی۔

فرش وغیرہ کے تاجر علماء:

زمین تخت اور چارپائی پر بچھائے جانے والے فرش اور بستر کو نِـمْـط" کہتے ہیں، جس کی جمع اَنْــمَـــاطٌ آتی اور اس کے بنانے والے فروخت کرنے والے کو انماطی کہتے ہیں۔

- محدث حبیب بن ابو حبیب جرمی انماطی صاحب الانماط بصری
- محدث حیان بن سلیمان جعفی انماطی کوفی یعنی فرش فروشی کے تاجر
- محدث ابوالعاس محمد بن حسین بن عبدالرحمٰن انماطی بغدادی۔

حضور ﷺ کے زمانے کا کپڑے کا بازار

مسند ابی یعلی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ بازار گیا، آپ ﷺ کپڑے فروخت کرنے والوں کے ساتھ بیٹھے، ان سے چار درہم میں پائجامے خریدے، بازار والوں کا ایک وزن کرنے والا شخص تھا اس سے آپ ﷺ نے فرمایا: "زِنْ وَارْجَحْ" انہیں تول کر دے اور جھکتا ہوا تول، وزن کرنے والے نے کہا: میں نے یہ بات کسی اور سے نہیں سنی "مَا سَمِعْتُهَا مِنْ أَحَدٍ "(۱)

عطر فروشی:

امام بخاری نے کتاب البیوع میں " بـاب الـعـطـار وبيع المسك" کے نام سے باب باندھا ہے، اس میں ابوموسی اشعری سے روایت نقل کی ہے:" ابو بردہ بن ابی موسی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

---

(۱) مسند أبي يعلى، تابع حديث مسند أبي هريرة، حديث: ۶۱۶۲، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو أبو یعلی اور طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں یوسف بن زیاد البصری ضعیف ہیں۔

www.besturdubooks.net

کہ اچھے اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے جیسے مشک والا اور لوہاروں کی بھٹی تو مشک والے کے پاس سے تم بغیر فائدے کے واپس نہ ہوگے یا تو اسے خریدو گے یا اس کی خوشبو پاؤ گے اور لوہار کی بھٹی تیرے جسم کو یا تیرے کپڑے کو جلا دے گی یا تم اس کی بد بو سونگھو گے"۔(١)

بکریوں کی تجارت حضرات انبیاء علیہم السلام کا کام

حضرت راوی بن موسیٰ عقبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ کمائی کے بہتر کاموں میں کھیتی اور بکریوں کا کام ہے، یہ نبیوں والا کام ہے، کھیتی والے کو جو بھی اس کے عمل سے یا بلا عمل کے کچھ ہوتا ہے اس کا ثواب ملتا ہے؛ یہاں تک کہ پرندے چیونٹیاں اور کیڑے جو کھاتے ہیں اس کا بھی ثواب ملتا ہے:

"مِنْ خَيْرِ اَعْمَالِكُمُ الْحَرْثُ وَالْغَنَمُ وَهُوَمِنْ عَمَلِ الاَنْبِيَاءِ وَصَاحِبُ الْحَرْثِ يُوْجَرُ فِيْ كُلِّ مَااُصِيْبَ مِنْهُ بِعَمَلِهِ اَوْبِغَيْرِ عَمَلِهِ حَتّٰى اَنَّهُ يُوْجَرُ فِيْمَا ضَرَبَ الطَّيْرُوَجَرَتِ النَّمْلَةُ وَالذَّرَّةُ"(٢)

ف: کھیت سے غلہ اگانا اور فروخت کرنا، یہ بھی اچھا پیشہ ہے، عام مخلوق کی ضرورت اس سے پوری ہوتی ہے، کھیتی میں ثواب بھی ملتا ہے، چوری ہونے یا بکری کے چر جانے سے جو نقصان ہوتا ہے اس کا بھی ثواب ملتا ہے، پرندے اور کیڑے وغیرہ جو نقصان کرتے ہیں اس کا بھی ثواب ملتا ہے۔

اور بکریوں کی تجارت اور اس کا خرید فروخت یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی تجارت ہے، اور بکری جنتی جانور ہے، اس کی خدمت اور کھلانے کا ثواب الگ ہے، اور دنیاوی نفع الگ ہے، آج کل لوگ بکریوں کی تجارت سے دلچسپی کم لیتے ہیں، اس کی ایک وجہ اس پیشہ کا نیچا سمجھنا ہے، یہ غلط ہے پیشہ سے مرتبہ نہیں گھٹتا ہے پیشے سب برابر

---

(١) بخاری: باب المسك، حديث:٥٢١٤

(٢) إصلاح المال ابن أبی الدنيا: باب الضياع، حديث:٣٠٠

www.besturdubooks.net

ہیں، بھلا انبیاء کا کام کہیں ایسا ہوسکتا ہے؟ بکریوں کا گھر میں پالنا سنت ہے اس پر تو عمل کرنا آسان ہے سنت اور برکت کی نیت سے اسے پالیں، ثواب اور دنیا کا بھی نفع ہوگا۔

کپڑے اور عطر کی تجارت و دکانداری بہتر کام ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اگر اہل جنت کو تجارت کی اجازت ہوتی تو وہ کپڑے اور عطر کی تجارت کرتے:

"لَوْاَذِنَ اللّٰهُ فِیْ التِّجَارَةِ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ لَاتَّجَرُوْا فِیْ الْبَزِّوَالْعَطْرِ"(۱)

یعنی اس سے معلوم ہوا کہ کپڑے یا عطر کی تجارت بہتر ہے، کپڑے کی تجارت سے مراد، کپڑا بن کر بھی فروخت کرنا ہے اور اسی طرح کپڑا لاکر بھی فروخت کرنا ہے، اکابر واسلاف کی ایک جماعت کپڑے سے متعلق امور سے تجارت کی ہے، امام اعظم ابوحنیفہؒ بھی کپڑے کی تجارت کرتے تھے، خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ بھی کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ مزید کپڑے اور عطر کی تجارت میں نظافت اور صفائی بھی ہے۔

موجودہ دور میں کپڑے سے متعلق تجارت تو کامیاب ہے؛ چنانچہ شہری علاقوں میں اسکے متعلق تجارتی منڈیوں کو اور دکانوں کو دیکھئے، مگر عطر کی تجارت اور دکانداری کامیاب نہیں؛ چونکہ اہل ہند کا ذوق عطر کا نہیں ہے، گو عربوں میں ابھی اس کا ذوق باقی ہے۔

ثعلبی نے کتاب التمثیل میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

لَوْ كُنْتُ تَاجِرًا لَمَا اخْتَرْتُ عَلٰى الْعَطَرِ شَيْئًا، إِنْ فَاتَنِىْ رِبْحُهُ لَمْ يَفُتْنِىْ رِيْحُهُ (۲)	اگر میں تاجر ہوتا تو میں عطر کی تجارت کو اختیار کرتا؛ اگر مجھے اس کا نفع نہ ملے تو اس کی خوشبو تو ملے گی ہی۔

---

(۱) مجمع الزوائد: باب الكسب والتجارة ومحبتها والحث على طلب الرزق، حدیث: ۶۲۳۴، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے صغیر میں روایت کیا ہے اور اس میں عبدالرحمٰن بن ایوب السکونی ضعیف ہیں۔

(۲) التمثيل والمحاضرة: الطيب: ۲۸۶/۱، الدار العربية للكتاب

www.besturdubooks.net

ناپنے اور تولنے والے:

مسند ابی یعلی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ بازار گیا، آپ ﷺ کپڑے فروخت کرنے والوں کے ساتھ بیٹھے، ان سے چار درہم میں پائجامے خریدے، بازار والوں کا ایک وزن کرنے والا شخص تھا اس سے آپ ﷺ نے فرمایا: "زِنْ وَارْجَحْ" انہیں تول کردے اور جھکتا ہوا تول، وزن کرنے والے نے کہا: میں نے یہ بات کسی اور سے نہیں سنی "مَا سَمِعْتُهَا مِنْ أَحَدٍ" (۱) حضور ﷺ کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قیمت کو تولو اور جھکتا ہوا تولو۔

سونے کے کانوں کی کھدائی کرنے والے علماء:

اصابہ میں ابی حَصِین السُّلمی کے سوانح میں ہے: حضرت جابر سے مروی ہے کہ ابو حصین السلمی سونے کی کان سے نبی کریم ﷺ کے پاس سونا لائے، (طویل حدیث ہے)۔

کھانا فروخت کرنے والے علماء:

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دیکھا جو لوگ غلہ اندازہ سے خریدتے تھے رسول اللہ کے زمانہ میں ان لوگوں کو سزا دی جاتی تھی تا کہ اس کو اپنے ٹھکانوں پر لے جا کر بیچیں: "حَتّٰى يُؤْوُوهُ إِلٰى رِحَالِهِمْ" (۲) یعنی یہ لوگ بیچی جانے والی چیز کے نہ ہوتے ہوئے اس کی خرید وفروخت کرتے تھے، آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ غلہ کی جگہ جا کر اس کی خرید وفروخت کیا کریں۔

مطبخ والے علماء:

کھانا پکانے کی جگہ کو مطبخ اور جو اس کو چلاتے ہیں ان کو مطبخی کہتے ہیں، کھانے کی

---

(۱) مسند ابی یعلی: تابع حديث مسند أبی هريرة، حدیث: ۶۱۶۲، بوصیری زوائد: باب ما جاء فی لبس التبان والسراویل، حدیث: ۵۴۵۶، میں فرماتے ہیں: اس کی سند عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم الافریقی کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۲) بخاری: باب من رأى إذا اشتري طعاما جزافا، حدیث: ۲۰۳۰

www.besturdubooks.net

دوکان اور ہوٹل کے مالک بھی اسی نام سے یاد کئے جاتے ہیں، مطبخ میں اجرت پر کھانا تیار کیا جاتا تھا، کھانا فروخت بھی ہوتا تھا اور لوگ قیمت دے کر کھاتے تھے۔

- محدث ابو محمد بن سہل بن نصر بن ابراہیم مطبخی
- محدث ابو سعید محمد بن احمد مطبخی اصفہانی
- محدث ابو عبد اللہ محمد بن حسین بن عبید مطبخی
- محدث ابو عثمان اسماعیل بن عبد الرحمٰن بن سعید عصائدی۔

ستو اور چنا پیسنے والے علماء:

سَوِیْقٌ یعنی ستو بنانے اور فروخت کرنے والے کو سَوِیْقِی اور سَوَّاقٌ کہتے ہیں، جو بھاڑ میں جو وغیرہ بھون کر ستو تیار کرتے تھے، اسی طرح چنا بھون کر فروخت کرنے والوں کو حِمَّصِیُ اور قَلّاء کہتے ہیں، محدثینؒ نے یہ کام کیا ہے۔

- محدث ابو منصور محمد بن محمد بن عثمان سویقی بغدادی
- محدث ابو محمد عبد اللہ بن مکی سویقی
- محدث علی بن احمد بن سریج سواق رقی
- محدث احمد بن صالح سواق مکی
- محدث حجاج بن منیر حمصی مصری محدث
- محدث عبد اللہ بن منیر حمصی مصری
- محدث ابراہیم بن حجاج بن منیر حمصی

قصاب علماء:

جو لوگ حلال جانور ذبح کر کے گوشت فروخت کرتے ہیں، ان کو قصاب اور جو لوگ گوشت فروخت کرتے ہیں ان کو لَحَّامٌ کہتے ہیں، ان میں بڑے بڑے علماء فقہاء اور بزرگانِ دین گذرے ہیں۔

- محدث حسن بن عبد اللہ قصاب تبع تابعی ہیں، نافع مولی ابن عمر سے روایت کی ہے۔

www.besturdubooks.net

- محدث ابوعبداللہ حبیب بن ابوعمرہ قصاب کوفی
- محدث ابوخباب عباد بن ابومعن قصاب بصری تبع تابعی
- محدث ابوحمزۃ میمون تمار قصاب اعور کوفی
- محدث ابوعبدالکریم عبدربہ قصاب ثقفی
- محدث ابوجعفر جسر بن فرقد قصاب بصری
- محدث ابوجزئی بن طریف باہلی قصاب مکفوف البصر
- محدث ابوالحسن علی بن توبہ قصاب بخاری
- محدث ابوعبداللہ حسین بن عمر بن محمد قصاب
- محدث عبدالعزیز بن موسیٰ قصاب مروزی
- محدث رافع بن قصاب ہرات
- محدث ابوبکر احمد بن مظفر تمیمی قصاب
- محدث شیبانی لحّام، لحم یعنی گوشت فروخت کرتے تھے۔
- محدث ابوالحسن لحّام۔

ماہی گیر اور ماہی فروش علماء:

عربی میں مچھلی کو سَمَکٌ کہتے ہیں اور ماہی گیری اور ماہی فروشوں کو جو تازہ مچھلی فروخت کرتے ہیں سمّاک کہتے ہیں اور مَالِحَانِی ان ماہی فروشوں کو کہتے ہیں جو مچھلی میں نمک لگا کر رکھتے اور بیچتے ہیں، مچھلی کے کاروبار کے چند علماء و محدثین یہ ہیں۔

☆ محدث ابومحمد بن سعید بن راشد سماک بصری ☆ محدث ابوالعباس محمد بن صبیح ☆ محدث ابوعمرو عثمان بن احمد بن عبداللہ بن سماک دقاق بغدادی ☆ محدث ابوالحسین محمد بن عثمان ابن سماک بغدادی ☆ مشہور واعظ ابوالحسین احمد بن حسین بن احمد بن سماک بغدادی ☆ محدث ہبۃ اللہ بن احمد بن محمد بن سماک ☆ محدث ابوالحسن علی بن عبدالعزیز ابن سماک بغدادی حنبلی ☆ محدث ابوطاہر علی بن محمد بن محمد بن عبداللہ بن بیع السمک ☆ محدث ابومحمد اسماعیل بن اسحاق بن عبداللہ مالحانی۔

www.besturdubooks.net

زراعت اور شجر کاری کرنے والے علماء

قرآن کریم میں بے شمار درختوں، انگور، انار سیب، اور بے شمار درختوں کا تذکرہ آیا ہے، اور متفرق جگہوں پر زراعت کی فضیلت سے متعلق روایات گذر چکیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، کہ نبی ﷺ ایک دن باتیں کر رہے تھے، ایک دیہات کا رہنے والا آدمی آپ ﷺ کے پاس بیٹھا تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنتیوں میں سے ایک اپنے پروردگار سے کاشتکاری کی اجازت مانگے گا، تو اللہ تعالی اس سے کہے گا کیا تو اپنی موجودہ حالت پر راضی نہیں اس نے کہا ہاں! لیکن میں کاشتکاری کرنا پسند کرتا ہوں، چنانچہ وہ بیج ڈالے گا اور پلک جھپکنے میں وہ لگ آئے گا۔ اور سیدھا ہو جائے گا اور کاٹنے کے لائق ہو جائے گا، اللہ تعالی کہے گا کہ اے ابن آدم! اس کو لے لے، تجھ کو کوئی چیز آسودہ نہیں کر سکتی، اعرابی نے کہا کہ واللہ وہ شخص کوئی قریشی ہوگا یا انصاری ہوگا، اس لئے کہ یہی لوگ کھیتی کرنے والے ہیں، ہم تو کھیتی نہیں کرتے: "وَأَمَّا نَحْنُ لَسْنَا بِأَصْحَابِ زَرْعٍ" نبی ﷺ (یہ سن کر) ہنس پڑے۔(۱)

جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اس کے باشندے عموماً زراعت کرتے تھے، ان لوگوں نے مہاجرین کو بھی اپنے ساتھ شریک کرنا چاہا چنانچہ امام بخاریؒ نے اس حوالہ سے انصار کا قول نقل کیا ہے: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب مکہ سے مہاجرین مدینہ آئے تو انصار یعنی مدینہ کے لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ ہمارے کھجوروں کے درختوں کو ہمارے اور مہاجرین کے درمیان تقسیم فرما دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں درختوں کو تقسیم نہیں کروں گا تم ہی لوگ ہماری یعنی مہاجرین کی طرف سے بھی محنت کر لیا کرو ہم پیداوار میں تمہارے شریک رہیں گے۔ انصار نے کہا کہ ہم آپ ﷺ کی اس بات کو بسر و چشم قبول کرتے ہیں: "سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا" (۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان بھی کوئی چیز

---

(۱) بخاري: باب كراء الأرض بالذهب والفضة، حديث:۲۲۲۱

(۲) بخاري: باب إذا قال اكفني مؤونة النخل أو غيره، حديث:۲۲۰۰

www.besturdubooks.net

لیتا ہے تو اس سے جو کھایا جاتا ہے تو اس کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے، جو اس کی کھیتی سے چرالے تو صدقہ کا ثواب ملتا ہے، جو درندہ کھالے تو اس کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے، جو پرندہ کھالے صدقہ کا ثواب ملتا ہے، جو بھی کمی اور نقصان ہو جائے اس پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے: "وَلَا يَرْزَؤُهُ اَحَدٌ اِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةٌ" (۱)

دیکھئے کھیتی باڑی کے پیشے میں کتنا ثواب ہے، ہر چیز پر ثواب ہے، جو چوری ہو جائے کسی بھی طرح نقصان ہو جائے سب پر صدقہ کا ثواب، اللہ اللہ کس قدر ثواب اور فضیلت کی بات ہے، متعدد احادیث میں جیسے کھیتی کی فضیلت بیان کی گئی ہے اسی طرح باغبانی کی بھی فضیلت اور ثواب ہے یہ فضیلت اور ثواب اس وقت ہے جب شریعت کے موافق کرے حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایسا بونا مثلاً آم کا درخت وغیرہ کہ اس سے مخلوق فائدہ اٹھاتی رہے تو صدقہ جاریہ کا ثواب ہے۔(۲)

اس سے ایک مخلوق کی غذائی ضرورت پوری ہوتی ہے جس سے زندگی اور حیات کا تعلق ہے، اللہ کی مخلوق جو خدا کے عیال ہیں اس کی ایک عظیم خدمت ہے۔

پس کھیتی کرنے والے کوئی ناجائز خلاف شرع امر کا ارتکاب نہ کریں تو بڑے ثواب کا باعث ہے۔ اسی وجہ سے علماء کی ایک جماعت نے کھیتی کرنے کو تجارت سے افضل قرار دیا ہے، پس اے کھیتی کرنے والو! تم مخلوق کی خدمت اور اس کی ضرورت پوری ہونے کی نیت سے کرو، یہ بڑے ثواب کا پیشہ ہے حضرت آدم علیہ السلام نے کھیتی کی ہے، جائز اور شرع کے مطابق کرو، دنیا کے نفع کے ساتھ آخرت کی دولت مفت میں پاؤ۔

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین کو آدھے پر کھیتی یا پھل سے بٹائی پر دیا:

"عَامَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرَاتٍ

---

(۱) مسلم: باب فضل الغرس والزرع، حدیث: ۱۵۵۲

(۲) مسند احمد: معاذ بن انس الجہنی، حدیث: ۱۵۶۵۴، محقق شعیب الارنوط نے اس روایت کی سند کو ضعیف کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

اَوْزَرْعٍ"(۱)

یعنی کھیتی کا کام خود کرے بوئے پانی دے کھاد دے کٹائی کرے اور پیدا شدہ غلہ حاصل کرے یہ بھی جائز ہے اور یہ جائز ہی نہیں؛ بلکہ سنت سے ثابت ہے کہ کھیت دوسرے کو بونے دے اور کھیتی میں حصہ کے اعتبار سے پیداوار میں شریک ہو، مثلاً آدھ پر تہائی پر، وغیرہ وزن اور مقدار متعین کرنا کہ اتنا کلو لونگا باقی کم وبیش تمہارا تو یہ جائز نہیں آپ ﷺ نے اسے سختی اور شدت سے منع کیا ہے، اس صورت میں زمین ایک آدمی کی ہوگی اور محنت مزدوری دوسروں کی، بکثرت روایتوں میں ہے کہ آپ ﷺ نے خیبر کی زمین کو یہودیوں کو جو اس کام سے اچھی طرح واقف تھے دیا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی زمینوں کو بٹائی پر دیدیا کرتے تھے، اور اپنے فارغ اوقات کو دینی کام جہاد وغیرہ میں لگا تے تھے؛ چنانچہ بخاری میں حضرت قیس بن مسلم کی روایت حضرت جعفر سے ہے کہ مہاجرین کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جنہوں نے تہائی یا چوتھائی پیداوار پر بٹائی کے لئے نہ دیا ہو"یَزْرَعُوْنَ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ"(۲) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر مسلم کو بھی زمین کھیتی پر دیا جا سکتا ہے اس میں کوئی کراہیت نہیں؛ البتہ شرکت کے ساتھ کام کرنے سے منع فرمایا ہے جس کا بیان مستقل آرہا ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو زراعت کرنے کے لئے جاگیریں عطا فرمائیں تھی، زبیر بن عوام کو مدینہ منورہ میں ایک زمین بطور جاگیر عطا کی تھی، اسی طرح نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کو مقام "ینبع" کے چشمے عنایت فرمائے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہاں کام کیا تھا۔

تاریخی حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی عنایت کردہ یہ جاگیریں بنجر زمین تھی جس کا مقصد تالیف قلب تھا، جن زعمائے قبائل کو یہ جاگیریں عنایت کی گئی تھیں ان میں فرات بن حیان، عباس بن مرداس سلمی، وغیرہ شامل ہیں، اسی طرح ابیض بن

(۱) بخاری: باب إذا لم يشترط السنين في الزرع، حدیث:۲۲۰۴

(۲) بخاری: باب المزارعة بالشطر، تعليقا

www.besturdubooks.net

حمال المازنی مقام مارب کی نمک کی کان بطور جاگیر دی تھی، اسی طرح سلیط انصاری کو ایک زمین عنایت کی تھی جس کو انہوں نے واپس کردیا تو اس کو حضور اکرم ﷺ نے حضرت زبیر کو عنایت فرمائی تھی (۱) اسی طرح نبی کریم نے بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، سہیل بن حنیف، عبدالرحمٰن بن عوف کو بنونضیر کی آباد اور بنجر زمینیں عنایت کی تھیں۔

الغرض نبی کریم ﷺ نے امور زراعت کی تنظیم وترتیب کے سلسلے میں خصوصی توجہ دی، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں زمین بٹائی پر دیتے تھے ہم اس اناج سے حصہ لیتے جو کوٹنے کے بعد بالیوں میں رہ جاتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی زمین ہو تو چاہئے کہ وہ اسے کاشت کرے یا اپنے بھائی کو کاشت کرنے دے ورنہ اسے چھوڑ دے:

''مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ فَلْيُحْرِثْهَا أَخَاهُ وَإِلَّا فَلْيَدَعْهَا'' (۲)

نبی کریم ﷺ نے بنجر زمینوں کے آباد کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: ''مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَوَاتًا فَهِيَ لَهُ'' (جو شخص بنجر زمین آباد کرے تو وہ اس کی ہے) (۳) ابوداؤد کی روایت میں ہے ''فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ'' (۴) کھیتی کا پیشہ ثواب اور فضیلت۔

دور رسالت میں زراعت کو بہت بڑھاوا ملا، اس دور میں حوائط کے نام سے باغ تھے جس میں کھجور کے درخت لگائے جاتے تھے، تاریخ مصادر میں چند ایک حوائط (دیواروں) کا تذکرہ ملتا ہے، جیسے حائط مَخيرِيقُ السَّبْعَةِ، حَائِطُ أَبُو الدَّحْدَاحُ جس کو انہوں نے مسلمانوں کے لئے صدقہ کردیا تھا، ان باغیچوں کے بیچوں بیچ کنویں

(۱) الإدارة فی عصر الرسول ﷺ:۱۶۴، للدكتور حافظ أحمد عجاج الكرمی، دار السلام للطباعة والنشر

(۲) مسلم: باب كراء الأرض، حدیث:۱۵۳۶

(۳) المعجم الكبير، فضالة بن عبيد الانصاری كان ينزل، حدیث:۷۲۶۷

(۴) ابوداؤد: باب فی إحياء الموات، حدیث:۳۰۷۸، محقق البانی نے اس روایت کو صحیح الاسناد کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

تھے، وہاں پانی نکالنے کا نظم تھا، اس سے پانی نکال کر درختوں کو سیراب کیا جاتا تھا، یہ باغیچے دیواروں سے گھیرے ہوئے تھے اس لئے ان کو حَوَائِط کہا جاتا تھا۔(۱)

انصار ان باغوں کو بعض غلاموں، اجیروں کے تعاون سے یہ لوگ اس کو جوتتے، اس کی کاشتکاری کرتے، یا کھیتی باڑی کے لئے ان کو اجرت پر دیتے۔

اس کے بدلے یا تو اس کی اجرت لیتے، یا اس کا حصہ لیتے سونا چاندی لیتے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں پہلے ہم پیدوار کے کچھ حصے کے عوض میں زمین کرائے پر دیا کرتے تھے اسی طرح پانی وغیرہ کے عوض میں بھی دیا کرتے تھے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع کر دیا تاہم آپ نے ہمیں اس بات کی اجازت دی راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں آپ نے ہمیں اس بات کی رخصت دی کہ ہم سونے اور چاندی کے عوض میں زمین کو کرائے پر دے سکتے ہیں:

"كُنَّا نُكْرِىُ الْأَرْضَ عَلَى عهدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ بِمَا عَلَى السَّوَاقِىْ مِنَ الزَّرْعِ"(۲)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دور رسالت میں زراعتی امور کی تنظیم وترتیب کا بھی کام کیا، معاملات کو صحیح کیا، زراعتی تعلقات میں درپیش مسائل کو حل کیا، زمینداروں اور مستاجرین کے معاملات کو حل کئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنی ثقیف کو جو خط لکھا تھا اس میں تھا:

" وَمَا سَقَتْ ثَقِيْفٌ مِنْ أَعْنَابِ قُرَيْشٍ فَإِنَّ شَطْرَهَا أَىْ شَطْرُ ثَمرِهَا لِمَنْ سَقَاهَا" (۳)

قریش کے انگور کو جو بنو ثقیف سیراب کریں گے تو اس کا نصف حصہ

---

(۱) حوالہ سابق: ۱۶۷

(۲) ابوداؤد: باب فی المزارعة: حدیث: ۳۳۹۳، محقق شعیب الارنوط نے اس روایت کو حسن لغیرہ اور اس سند کو ضعیف قرار دیا ہے

(۳) الخراج: ۸۹، امام ابو یوسف

www.besturdubooks.net

سیراب کرنے والوں کا ہوگا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس زائد زمینیں تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے پاس زائد زمین ہوتو چاہیئے کہ وہ اس میں کاشت کرے یا اپنے بھائی کو عطا کردے پس اگر وہ لینے سے انکار کرے تو اپنی زمین اپنے پاس ہی روک لے:"فَإِنْ أَبىٰ فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ"(۱)

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے پانی کی سیرابی کے تعلق سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کے درمیان فیصلہ کیا تھا، اسی طرح نبی کریم ﷺ نے وادی مَهْـرُوْز اور مَـذْيُـنَبْ کے تعلق سے یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ وہ ٹخنوں تک پانی روک لیں، پھر اوپر والے نیچے والوں کو بھیج دیں " ثُمَّ يُرْسِلُ الْأَعْلىٰ عَلَي الْأَسْفَلِ"(۲)

سبزی فروش علماء:

سبزی ترکاری کی کاشت اور تجارت کرنے والے اور مرچ و مسالے بیچنے والے کو بَقَّالٌ اور بَقَّالِیُ کہتے ہیں، چند بقال اہل علم یہ ہیں:

☆ محدث ابوسعد بن مرزبان بقال مولی حذیفہ بن الیمان ☆ محدث ابوالقاسم سعید بن محمد بن احمد بقال اصفہانی ☆ ان کے صاحبزادے ابورجاء قتیبہ بن سعید بقال ☆ ان کی بہن لامقہ بن سعید بقال محدثہ ☆ محدث ابوالقاسم حسن بن محمد بن عبداللہ یشکری بقال کوفی ☆ محدث ابواحد بن عمر بقال وراق بغدادی ☆ محدث ابوعبداللہ حسین بن حسن بن علی بقال بصر ☆ محدث ابوالفضل محمد بن ابوالقاسم بن بابجوک بقالی خوارزمی ☆ محدث ابوجعفر بن محمد بن عبداللہ بقلی بغدادی۔

میوہ فروش علماء:

تازہ میوہ جات کے تاجر کو' فَاكِهِیُ " اور خشک میوہ جات کے تاجر کو' مُخَلَّطِیُ " کہتے ہیں:

---

(۱) بخاری: باب کان أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم،حدیث: ۲۲۱۶

(۲) تاریخ المدینة المنورة :۱۰۹/۱

www.besturdubooks.net

☆ محدث ابوعمار زیاد بن میمون فاکہی، صاحب الفاکہۃ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔

گندم فروش علماء:

عربی میں حِنطَۃٌ، براور قُمحٌ گیہوں کو کہتے ہیں، اور جو لوگ اس کی کاشت اور تجارت کرتے ہیں، ان کو حَنَّاط اور بَرِّی اور قُمَّاح کہتے ہیں۔

☆ محدث ابوشہاب موسیٰ بن نافع ہذلی حناط کوفی ☆ محدث ابوشہاب حناط مدائنی کوفی ☆ قاری ابوبکر بن عیاش حناط کوفی ☆ محدث ابوعلی حسن بن عبدالرحمٰن بن حسن حناط مکی ☆ محدث حسن بن سہل حناط ☆ محدث اسماعیل بن ابان حناط غنوی کوفی ☆ ابوعبیداللہ محمد بن سلیمان ابن حناط رُعینی شاعر، ادب اور بلاغت میں بڑے مقام پر فائز تھے، ☆ محدث محمد بن عبداللہ بن مبارک حناط نیشاپوری ☆ ابومحمد بن محمد بن محمد حناط مروزی صوفی ☆ محدث ابواحمد حامد بن عبداللہ حناط نیشاپوری ☆ محدث ابوالحسین عبد الملک بن احمد بن سعید حناط بغدادی ☆ محدث ابوعبداللہ حسین بن محمد حسن طبری حناط ☆ محدث ابوالحسن محمد بن حسین جرجانی حناط ☆ محدث عیسیٰ بن ابوعیسیٰ میسرہ حناط تبع تابعین میں سے ہیں ☆ محدث مسلم حناط مدنی تابعی ہیں حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے ☆ محدث ابوسلمہ عثمان مقسم برّی کندی کوفی ☆ محدث ابوثمامہ برّی کو قمّاح ☆ محدث مسلمہ بن عثمان برّی ☆ محدث ابوالفضل عباس بن احمد بن سعید قماح مصری۔

جَوْ فُرُوش علماء:

جو لوگ خالص جو کی کاشت اور تجارت کرتے ہیں، ان کو شعیری کہتے ہیں، عربی میں شَعِیرٌ جو کو کہا جاتا ہے، ان میں مشہور علماء یہ ہیں۔

☆ محدث ابوقتیبہ مسلم بن قتیبہ شعیری بصری ☆ محدث ابوالحسن عی بن اسماعیل بن سلیمان شعیری ☆ محدث احمد بن محمد شیرازی ☆ محدث ابومحمد عبدالرحمٰن بن حسن بن ایوب شعیری ☆ محدثابوحفص عمر بن خالد بن یزید بن جارود شعیری ☆ محدث ابوعبداللہ بن احمد بن علی بن معبد شعیری ☆ محدث محمد بن جعفر بن محمد شعیری۔

www.besturdubooks.net

چاول فروش علماء:

چاول کی کاشت اور تجارت کرنے والے کو مَرَزَّار اور رُزِّی کہتے ہیں، عربی میں رزّ اور أُرُزّ چاول کو کہتے ہیں۔

☆ ابو العباس احمد بن محمد بن علویہ رزّاز جرجانی ☆ محدث ابو طالب محمد بن عبید اللہ بن احمد رزّاز ☆ محدث ابو القاسم علی بن احمد محمد بن رزاز بغدادی ☆ محدث ابو عامر سعد بن علی بن ابو سعید رزاز جرجانی ☆ محدث ابو جعفر محمد بن عمرو بن بختری رزّاز بغدادی ☆ محدث ابو الفتح عبد الملک بن عمر بن خلف رزّاز بغدادی ☆ محدث ابو الحسن علی بن احمد بن محمد بن داؤد رزّاز ☆ فقیہ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن علویہ رزّاز جراجانی

دال فروش علماء:

ہر قسم کی دال فروخت کرنے اور تیار کرنے والے کو عَدَّاس اور عَدَسِی کہتے ہیں:

☆ ابو محمد حسن بن علی بن موسی عدّاس مصری تاریخ واخبار کے عالم ☆ محدث ولید بن عباس عدّاس مصری ☆ محدث ابو الحسن احمد بن عبد اللہ بن عبدک عدس وراق جرجانی ☆ محدث ابو العباس احمد بن محمد بن احمد طحان منقی بغدادی ☆ محدث ابو بکر احمد بن طلحہ بن احمد منقی۔

آٹا پیسنے والے علماء:

گیہوں، جو وغیرہ کا آٹا پیسنے کے لئے پن چکیاں، ہوائی چکیاں اور جانوروں سے چلنے والی چکیاں ہوتی تھیں، جو لوگ پسائی کرتے تھے ان کو طَحَّان اور طَاحُونِی کہتے تھے، اہل علم کی ایک بڑی جماعت یہ پیشہ کرتی تھی۔

☆ محدث ابو یعقوب اسحاق بن حجاج طاعونی ☆ محدث ابو موسی حبیب بن صالح طحان شامی ☆ محدث ابو الہیثم خالد بن عبد اللہ طحان واسطی ☆ محدث ابو یزید رستم طحان ☆ فقیہ عالم ابو نعیم ضرار بن صرد طحان ☆ محدث معلیٰ بن ہلال طحان امی ☆ محدث ابو العباس احمد بن محمد بن سراج طحان ☆ محدث ابو جعفر محمد بن حسن بن محمد طحان ☆ محدث ابو

www.besturdubooks.net

القاسم حمدان بن سلمان بن حمدان طحان ☆ محدثا بوجعفر محمد بن سوید بن یزید طحان۔

آٹا چھاننے والے علماء:

آٹا پیسنے کے بعد اس کو میدہ بنانے کے لئے چھاننے اور بھوسی نکالنے والے کو نَاخِلِی اور نخّالِی کہتے ہیں، نخالی غالبا بھوسی بیچنے والے کو کہتے ہیں۔

☆ ابوالقاسم عمر بن محمد ناخلی دمشقی ☆ محدث ابوسعد جعفر بن عبداللہ بن محمد نخالی ☆ محدث ابوالحسن علی بن حسن بن احمد دلال۔

آٹا کے تاجر علماء:

عربی میں آٹے کو دَقِیْـــــقٌ کہتے ہیں اور جو لوگ آٹا فروخت کرتے ہیں ان کو دَقِیْقِی اور دَقَّاقٌ کہتے ہیں، اس کی تجارت میں اہل علم کی ایک بڑی جماعت مشہور ہے۔

☆ محدث ابوجعفر محمد بن عبدالملک بن مروان بن حکم دقیقی ☆ محدث ابوبکر اسماعیل بن عبدالحمید عطار دقیقی عجلی بصری صاحب الدقیق ☆ محدث ابوالقاسم عیسی بن ابراہیم بن عیسی ☆ محدث ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الواحد بن محمد دقاق اصفہانی ☆ ابوبکر نصر بن احمد بن نصر دقاق مصری اولیاء کبار میں سے ہیں ☆ محدث احمد بن عبداللہ بن سابور۔

نان بائی علماء:

عام طور سے روٹی پکانے والے کو خُبزِی، خبّاز اور خَبَّازِی کہتے ہیں:

☆ مشہور واعظ ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن عبداللہ خباز رازی ☆ محدث ابوعبداللہ محمد بن علی بن محمد خبازی نیشاپوری ☆ ابوالحسن علی بن سفیان بن ابوالعز خباز بغدادی حنبلی مسلک کے امام ☆ محمد بن عوام بن اسماعیل خباز قنطری ☆ محدث ابوبکر احمد بن محمد بن افلخ خباز عسکری ☆ محدث ابوالحسین احمد بن احمد بزاز بغدادی ابن خبزری ☆ ابو القاسم نصر بن احمد بنصر خبزارزی بصری مشہور شاعر۔

تنور بنانے والے علماء:

روٹی پکانے کے لئے جو لوگ تنور بناتے اور بیچتے تھے ان کو تنوری اور وطیسی کہتے

www.besturdubooks.net

ہیں، اس کام میں بھی اہل علم نظر آتے ہیں:

☆ محدث ابومعاذ احمد بن ابراہیم حمری جرجانی تنوری ☆ محدث محمد بن عمرو تنوری ☆ محدث عبدالوارث تنوری جرجانی ☆ محدث ابومنصور شعیب بن طاہر بن ابراہیم وطیسی ☆ محدث ابوسہل عبدالصمد بن عبدالوارث بن سعید تنوری ☆ محدث عبدالوارث بن سعید تنوری

بیکری والوں میں علماء:

مُخَبَّزٌ روٹی پکانے کی بھٹی یعنی بیکری کو کہتے ہیں، جو لوگ بھٹیاں چلاتے تھے زیادہ روٹیاں پکا کر فروخت کرتے تھے یا اجرت پر پکاتے تھے ان کو مخبزی اور مخابزی کہتے ہیں۔

☆ محدث ابوالفرج احمد بن عثمان بن فضل بن جعفر مخبزی ☆ ان کے بھائی ابوالفتح عبدالوہاب بن عثمان مخبزی۔

تُلهَنُ کا کاروبار کرنے والے علماء:

ہر قسم کے بیج سے تیل نکالنے والوں اور بیچنے والوں کو بَزُوْرِی اور بَزَّار کہتے ہیں، اس پیشہ کو بھی علماء نے اپنایا ہے۔

☆ محدث ابوعمر دینار بن عمر بزار اسدی کوفی ☆ محدث بشر بن ثابت بزار بصری ☆ محدث ابوبکر احمد بن عمرو بن عب الخالق بزار عتکی بصری ☆ محدث ابوبکر احمد بن عمور بن عبدالخالق بزار عتکی بصری ☆ محدث ان کے صاحبزادے ابوالعباس محمد بن احمد بزار عتکی بصری ☆ محدث ابوالفضل بن احمد بن مسلم بزار عبدی ☆ محدث ابومحمد عبید بن عبدالواحد بن شریک بزار ☆ محدث ابواحمد خلف بن ہشام بزار بغدادی ☆ محدث ابوعلی حسن بن صباح بن محمد بزاز بغوی۔

مشین سے تیل نکالنے والے علماء:

مشین سے تیل نکالنے والے کو "عَصَّارٌ" اور "عَصَّارِیُ" کہتے ہیں، اس پیشہ سے بھی علماء وابستہ رہے ہیں۔

www.besturdubooks.net

☆ محدث قاسم بن عیسی عصار دمشقی ☆ محدث ابوموسی ہارون بن کامل عصار بصری ☆ محدث یحی بن ہشام عصار ☆ محدث ابوالحسن احمد بن محمد بن عباس عصار جرجانی ☆ محدث ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن حسن عصار جرجانی ☆ محدث ابوعامر احمد بن علی بن ابوسعد عصار جرجانی۔

روغن فروش علماء:

ہر قسم کے روغن اور تیل بیچنے والے کو"دَهَّان" کہتے ہیں اور زَيَّاتٌ کہتے ہیں، یہ تجارت بھی اہل علم سے محروم نہیں رہی۔

☆ محدث ابوالزہر صالح بن درہم دھّان بصری ☆ محدث ابوعلی محمد بن حمزۃ بن احمد دھّان بغدادی ☆ محدث ابواحمد محمد بن عبداللہ بن احمد دھان بغدادی ☆ محدث ابو صالح بن ذکوان بن عبداللہ زیات مدنی سمان ☆ محدث ابوعمارۃ حمزۃ بن حبیب زیات کوفی مقری ☆ محدث ابواسحاق حمد بن سوید بن محمد بن زیاد زیات ☆ محدث ابراہیم بن سلیمان زیات بلخی ☆ محدث سفیان زیات ☆ محدث موسی بن رباب زیات کوفی ☆ محدث ابوخلف یاسین بن معاذ زیات کوفی ☆ ان کے صاحبزادے خلف بن یاسین زیات ☆ محدث ابوجعفر محمد بن عبداللہ بن سفیان زیات زرقان ☆ محدث ابوالعباس عبد الملک بن احمد بن عبدالرحمٰن بن ابوحمزۃ زیات ☆ محدث ابوحفص عمر بن مم بن علی ابن زیات ☆ ابوجعفر محمد بن عبدالملک بن ابان بن ابوحمزۃ ابن زیات بغدادی شاعر، ادیب ☆ ان کے بھتیجے ابوبکر طاہر بن حسین بن علی سمان رازی ☆ محدث ان کے صاحبزادے ابوسعد یحی بن طاہر بن حسین سمان رازی

معمار علماء:

جو لوگ ہر قسم کے کچے پکے مکانات، قصور و محلات، قلعہ جات اور مختلف قسم کی عمارتیں بناتے ہیں ان کو بَنَّاءٌ اور طَيَّانٌ کہتے ہیں۔

☆ ابوالطیب شواء بناء دیلمی کا تذکرہ علامہ مقدسی بشارس نے اقلیم دیلم میں کیا ہے ☆ ابوبکر بناء مقدسی شامی علامہ مقدسی بشاری کے دادا ہیں، اپنے زمانے کے تعمیر کے

www.besturdubooks.net

امام ہیں ☆ ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابوبکر بناء شامی مقدسی بشاری ابوبکر بناء مقدسی مذکور کے پوتے ہیں۔☆ ابوعلی حسن بن احمد بن بناء بغدادی حنبلی فن قرات کے امام، محدث وفقیہ ہیں ☆ محدث عبداللہ بن محمد بن احمد بناء طیان ☆ محدث ابوجعفر محمد بن حسین بن سعید بن ابان طیان ☆ محدث ابوالفتح مفضل بن حسین بن علی صواب موصلی بن طیان ☆ محدث ابوالعباس احمد بن محمد بن یوسف طیان سنجی ☆ محدث عبداللہ بن احمد بن داؤد طیان ☆ محدث ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن ابراہیم طیان اصفہانی۔

اینٹ بنانے والے علماء:

جو لوگ تعمیرات کے لئے اینٹ بناتے یا بنواتے تھے اور ان کی فروخت کرتے تھے ان کو آجُرِّی کہتے ہیں۔

☆ محدث ابوبکر محمد بن خالد بن یزید آجری ☆ عابد وزاہد ابراہیم آجری ☆ محدث ابوبکر محمد بن حسین بن عبداللہ آجری ☆ محدث ابوحفص عمر بن احمد بن ہارون مقری اب الآجری بغدادی ☆ محدث ابوحفص عمر بن احمد بن عبداللہ آجری بصری ☆ محمد بن خالد آجری صوفی ☆ ابوجعفر محمد بن جعفر بن علانی طوابیقی وراق شروطی قرائت کے بہت بڑے عالم۔

چھتوں اور دیواروں میں نقش ونگار کرنے والے علماء:

جو لوگ دیواروں اور چھتوں میں پھول پتے اور نقش ونگار بناتے ہیں اور رنگ وروغن کرتے ہیں ان کو نقاش اور مزوّق کہتے ہیں:

☆ ابوبکر محمد بن حسن بن محمد مقری نقاش موصلی امام قرائت وحافظ حدیث ☆ ابو عبداللہ ہبۃ اللہ بن عیسی ابن نقاش بزاز بغدادی لغت اور ادب کے ماہر ☆ محدث ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن محمد بن مرو مقری نقاش بغدادی ☆ محدث ابوعلی حین بن حاتم مزوق بغدادی ☆ محدث ابوموسی بن ہارون بن علی حکم مزوق ☆ محدث ابوبکر بن احمد بن ہارون مزوّق بغدادی۔

قبہ اور گنبد بنانے والے علماء:

قبہ اور گنبد بنانے میں جو لوگ مہارت وشہرت رکھتے ہیں، ان کو قباب کہتے ہیں

www.besturdubooks.net

اوراس کام میں بھی اہل علم ماہر ومشہور ہوئے۔

☆ محدث ابوبکر عبداللہ بن محمد بن محمد بن فورک ☆ محدث عمر بن یزید قباب رقی ☆ محدث ابوالحسن احمد بن محمد بن حارث قباب ☆ محدث ابوعبداللہ محمد بن محمد فورک قباب۔

دباغت کا سامان بیچنے والے:

اصابہ میں ہے سعد القرظ کی روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اپنے تنگ دست ہونے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے ان کو تجارت کا حکم دیا، تو وہ بازار گئے کچھ دباغت کا سامان خریدا اور اس کو فروخت کیا تو اس میں ان کو نفع ہوا، اس کا ذکر انہوں نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا، تو آپ ﷺ نے ان کو اسی کے اختیار کرنے کا حکم دیا: ''فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ فَأَمَرَهُ بِلُزُومِ ذٰلِكَ'' (۱)

اسماء بنت عمیس سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ جس روز حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھیوں کا انتقال ہوا تو میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، اور میں نے چالیس چمڑے دباغت دیئے تھے ''وَلَقَدْ هَنَأْتُ، يَعْنِي دَبَغْتُ أَرْبَعِينَ إِهَاباً''، اور میں نے اپنا آٹا گوندھ لیا تھا اور بچوں کو غسل دے کر ان کو تیل لگایا تھا۔ (۲)

چرم اور دبّاغ علماء:

جو لوگ چمڑے اور کھال کو نمک اور مسالہ وغیرہ کے ذریعہ سجھاتے اور استعمال کے قابل بناتے ہیں، ان کو دباغ یعنی دباغت گر کہتے ہیں، اس تجارت کے نفع بخش ہونے کی وجہ سے اس میں علماء لگے ہوئے تھے، اب یہ صنعت بہت بڑی صنعت بن گئی ہے۔

☆ ابوحبیب یزید بن ابوصالح دباغ بصری تابعی، حضرت انس سے روایت کی، ان سے وکیع بن جراح اور ابونعیم نے۔ ☆ محدث محمد بن عبداللہ دباغ کوفی ☆ محدث عبدالعزیز بن مختار انصاری دباغ بصری ☆ محدث ابوسلیمان داؤد بن مہران دباغ بغدادی

---

(۱) الإصابة: سعد بن عائذ المؤذن: ۵۴/۳

(۲) طبقات ابن سعد، اسماء: ۸ط/۲۸۲

www.besturdubooks.net

☆ محدث ابوغرت حکم بن طمہان دباغ ☆ محدث ابوجعفر حمد بن حمادی بن ہامان دباغ ☆ صوفی ابوالقاسم جنید بن محمد دباغ۔

لکڑی فروخت کرنے والے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے گھر میں کچھ ہے؟ عرض کیا ایک ٹاٹ ہے۔ کچھ بچھا لیتے ہیں اور کچھ اوڑھ لیتے ہیں اور پانی پینے کا پیالہ ہے۔ فرمایا دونوں لے آؤ۔ وہ دونوں چیزیں لے کر آئے۔ رسول اللہ نے دونوں چیزیں اپنے ہاتھوں میں لیں اور فرمایا یہ دو چیزیں کون خریدے گا؟ ایک مرد نے عرض کیا کہ میں دونوں چیزیں ایک درہم میں لیتا ہوں آپ نے دو تین مرتبہ فرمایا کہ ایک درہم سے زائد کون لے گا؟ ایک آدمی نے عرض کیا میں دو درہم میں لیتا ہوں تو آپ ﷺ نے دونوں درہم انصاری کو دیئے اور فرمایا ایک درہم سے کھانا خرید کر گھر دو اور دوسرے سے کلہاڑا خرید کر میرے پاس لے آ اس نے ایسا ہی کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے کلہاڑا لیا اور اپنے دست مبارک سے اس میں دستہ ٹھونکا اور فرمایا جا لکڑیاں اکٹھی کرو اور پندرہ یوم تک میں تمہیں نہ دیکھوں "اِنْطَلِقْ إِلیٰ هٰذَا الْفُوَادِیْ فَلَا تَدَعْنَ شَوْکًا وَلَا حَطَبًا وَلَا تَأْتِیْنِیْ إِلَّا بَعْدَ عَشَرَ فَفَعَلَ" وہ لکڑیاں چیرتا رہا اور بیچتا رہا' پھر وہ حاضر ہوا تو اس کے پاس دس درہم تھے۔ فرمایا کچھ کا کھانا خرید لو اور کچھ سے کپڑا۔ پھر فرمایا کہ خود کمانا تمہارے لئے بہتر ہے بنسبت اس کے کہ تم قیامت کے روز ایسی حالت میں حاضر ہو کہ مانگنے کا داغ تمہارے چہرہ پر ہو مانگنا درست نہیں سوائے اس کے جو انتہائی محتاج ہو یا سخت مقروض ہو یا خون میں گرفتار ہو جو ستائے۔(۱)

ایندھن میں کام آنے والی ڈال پات اور اس قسم کی لکڑی کو حطب کہتے ہیں اور جو شخص جنگل اور میدان سے اس کو چن کر یا کاٹ کر لاتا اور بیچتا ہے اس کو حطّاب اور حطّابی کہتے ہیں:

(۱) ترمذی: بیع من یزید، حدیث: ۱۲۱۸، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے

www.besturdubooks.net

☆ محدث زید بن عبد الحمید حطاب تبع تابعی ہیں ☆ محدث ابوبکر محمد بن حسین بن محمد بن عبد الخالق حطاب ☆ محدث قاضی ابوعلی حسن بن علان بن ابراہیم حطاب بغدادی

لکڑی چیرنے، پھاڑنے، کاٹنے، تراشنے اور خراد کر چیزیں بنانے والے علماء:

لکڑی چیرنے، پھاڑنے والے کو شقّاق اور اس کے کاٹنے اور تراشنے والے کو نجّات اور لکڑی خراد کر مختلف چیزیں بنانے والے کو خرّاد کہتے ہیں، اس میں علماء کا ایک گروہ گذرا ہے:

☆ محدث ابوجعفر محمد بن اسحاق بن مہران اشقاق بغدادی ☆ ابوبکر محمد بن عبد اللہ شقاق صوفی ☆ محدث مسلم بن صاعد نجّات کوفی نے حضرت علی سے روایت کی ☆ محدث ابوصخر بن یزادا ابوالخارق خراط قتبی مدنی ☆ محدث ابویوسف یعقوب بن معبد بن صالح بن عبد اللہ خراط بصی۔ ☆ محدث ابوعلی حسن بن علان خراط بغدادی

کوئلہ فروخت کرنے والے علماء:

فحم یعنی لکڑی کا کوئلہ بیچنے والے کو فحّام کہتے ہیں، یہ مستقل کاروبار تھا، اس پیشہ میں بھی محدثین وفقہاء کی ایک جماعت مشہور تھی۔

☆ محدث حاتم بن راشد فحام بصی ☆ محدث ابوعلی حسن بن یوسف بن یعقوب فحام اسوانی ☆ محدث ابومحمد حسن بن محمد بن یحی بان فحام مقری ☆ محدث ابوبکر احمد بن ولید فحام بغدادی ☆ محدث ابوالطیب بن اسماعیل بن علی بن محمد بن عبد اللہ فحام بغدادی۔

بڑھیوں میں علماء:

لکڑی کے مختلف سامان بنانے والے کو بڑھئی (نجار) کہتے ہیں، اس طبقہ میں یہ علماء و محدثین مشہور ہیں۔

☆ محدث صالح بن دینار نجار مدنی تابعی، انہوں حضرت ابوسعید خدری سے روایت ☆ محدث ابوبکر محمد بن جعفر بن عباس نجّار بغدادی ☆ محدث ابوالحسن محمد بن جعفر بن محمد ابن نجار تمیمی نحوی کوفی ثقہ عالم ہیں ☆ محدث ابوبکر محمد بن نجار بغدادی ☆ محدث

www.besturdubooks.net

ابوبکر محمد بن عثمان بن خالد نجار عسکری بغدادی ☆ محدث ابوایوب سلیمان بن داؤد ابن محمد نجار یمانی بصری۔

لکڑی کے کھلونے اور خوشنما چیزیں بنانے والے علماء:

لکڑی کے کھلونے اور عمدہ عمدہ چیزیں بنانے اور بیچنے والوں کو "طرائفی" کہتے ہیں۔

☆ محدث ابوالفضل محمد بن حسن بن موسی بن معاویہ طرائفی نیشاپوری ☆ محدث حسن بن یوسف طرائفی مصری ☆ محدث ابوبکر محمد بن احمد بن خالد طرائفی ☆ محدث ابوالحسن احمد بن محمد بن عبدوس طرائفی ☆ محدث ابو النضر احمد بن محمد بن حسن طرائفی ☆ محدث ابوعبداللہ محمد بن حمدان بن سفیان طرائفی مخرمی بغدادی۔

پرانے جہازوں اور کشتیوں کے سامان فروش علماء:

پرانے جہاز اور بڑی بڑی کشتیوں کو خرید کر ان کو توڑنے پھوڑنے کے بعد ان کی لکڑیاں، لوہے اور دوسرے سامانوں کو فروخت کرنے والے کو قافلانی کہتے ہیں، ان میں استعمال ہونے والے لوہے کو قفل کہتے ہیں، بعض لوگ ان کشتیوں کو مرمت کرنے کے بعد فروخت کرتے تھے۔

☆ محدث ابوالربیع سلیمان بن محمد قافلانی بصری ☆ محدث ابوالفضل جعفر بن محمد بن احمد قافلانی بغدادی ثقہ محدث ☆ محدث ابو القاسم حسن بن ادریس بن محمد شاذان قافلانی بغدادی۔

دلالی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قافلہ والوں سے آگے جا کر نہ ملو، اور شہری دیہاتی کے لئے بیع نہ کرے، طاؤس کا بیان ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا، شہری دیہاتی کے لئے نہ بیچے، اس کا کیا مطلب ہے؟، انہوں نے جواب دیا کہ دلالی نہ کرے۔"لَا يَكُونُ لَهُ سِمْسَارًا"(۱)

یہاں دلال سے مراد وہ ہیں جو بائع اور مشتری کے درمیان میں ہو کر چیز کو

---

(۱) بخاری: باب هل يبيع حاضر لباد، حديث:۲۰۵۰

www.besturdubooks.net

فروخت کر کے اس کی اجرت حاصل کرتے ہیں۔

دلالوں میں علماء:

دلالی کا کاروبار بڑا نفع بخش ہوتا ہے، جو لوگ یہ پیشہ اختیار کرتے ہیں، ان کو دلال کہتے ہیں، یہ بائع اور مشتری کے درمیان سامان تجارت کی قیمت طئے کرتے کراتے تھے، ہر قسم اور ہر جنس کی تجارتی چیزوں پر بولی بولتے تھے اور طئے شدہ رقم دلالی کی رقم وصول کرتے تھے۔

☆ محدث ابوالحسن احمد بن عبداللہ بن زریق بغدادی سوتی کپڑوں کے دلال تھے، ☆ محدث ابواحمد بن سلیمان بن فارس دلال نیشاپوری ☆ محدث ابومحمد عبدالعزیز بن حسن بن خلف دلال قاری جرجانی۔

منادیوں میں علماء:

جو لوگ بازار میں اشیاء فروختنی اور ان کی قیمت یا گم شدہ سامان کے لئے آواز لگاتے تھے ان کو منادی کہتے تھے۔

☆ محدث ابوبکر احمد بن موسی بن محمد منادی نیشاپور ☆ محدث ابوجعفر محمد بن داؤد عبیداللہ بن یزید منادی بغدادی ☆ ابونصر ہیثم بن حماد منادی ازدی بصری۔

جانوروں کے دلالوں میں علماء:

چوپایوں اور غلاموں کی خرید وفروخت میں دلالی کرنے والے نخاس کہتے ہیں، طرفین کے بیچ جانور کی رقم طئے کر کے دلالی کی رقم وصول کرتے تھے، سمعانی کہتے ہیں کہ اس پیشہ سے علماء ومحدثین اور ان کے آباء واجداد کی ایک جماعت منسلک تھی۔

☆ محدث ابوجعفر محمد بن سلیمان بن حبیب نخاس گھوڑوں کے دلال تھے، ☆ محدث ابوجمیلہ مفضل بن صالح نخاس ☆ محدث ابوعلی حسن بن علی بن موسی نخاس ☆ محدث ابوبکر احمد بن جعفر نخسا رملی ☆ محدث ابوالقاسم عبداللہ بن حسن بن سلیمان نخاس مقری ☆ محدث ابوالحسین محمد بن نضر بن محمد بن سعد نخاس موصلی ☆ محدث ابوالفتح عبداللہ بن عبداللہ بن عبدالملک بن محمد نخاس ☆ محدث ابوالفتح احمد بن علی بن محمد نخاس

www.besturdubooks.net

☆ محدث ابوطالیسا محمد بن مظفر بن ابوبکر نخاس ☆ محدث ابواسحاق ابراہیم بن میمونہ نخّاس۔

پارچہ باف (کپڑے بننے والے)

ہر قسم کے پارچہ بافوں کو حائک اور نساج کہتے ہیں۔

امام بخاری نے کتاب البیوع میں ''باب النساج'' کے نام سے باب قائم کیا ہے۔

احیاء العلوم میں کتاب الفقر والزہد میں سنان بن سعد کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: میں نے نبی کریم ﷺ کے لئے اون کا ایک جبہ بنا، اور اس کے کونے کالے بنائے جب نبی کریم ﷺ نے اس کو پہنا تو فرمایا: " اُنظُرُوا مَا أَحسَنَهَا وَأَبهَجهَا" (دیکھو یہ کتنا اچھا اور بہترین ہے) ایک دیہاتی کھڑا ہوا کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اسے مجھے ہبہ کردیں تو راوی کہتے ہیں کہ: آپ ﷺ سے جب کسی چیز کا سوال کیا جاتا انکار نہ فرماتے، آپ نے اس کو وہ جبہ دے دیا اور دوسرا جبہ بننے کے لئے کہا۔(۱)

اس سے پتہ چلا کہ دور رسالت میں کپڑے بننے والے بھی تھے۔

مدینہ منورہ میں پارچہ بافی کا پیشہ انصار کا تھا، خاص طور سے بنونجار اس پیشہ میں شہرت ومہارت رکھتے تھے اور عمدہ عمدہ کپڑے تیار کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ اپنا لباس مبارک بنونجار سے بنواتے تھے، عبداللہ بن حسن کا بیان ہے:

رسول اللہ ﷺ کے دو کپڑے (حلے) قبیلہ بنی نجار میں بنے جاتے تھے، آپ ان کے لئے وہاں آتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہمارے لئے ان کو جلد تیار کرو، ہم ان خوبصورت کپڑوں کو پہن کر لوگوں کے سامنے آئیں گے: " عَجِّلُوا بِهِمَا عَلَينَا نَتَجَمَّلُ بِهِمَا فِيُ النَّاسِ" (۲)

مدینہ منورہ میں ایک کپڑا اقطا نام کا تیار کیا جاتا تھا، اس کے اوپر کالی کالی چھوٹی

---

(۱) الإصابة فی تمییز الصحابة: السین بعدها نون: ۳/۳۰۰

(۲) آداب الاملاء والاستملاء سمعانی: ۲۶

www.besturdubooks.net

چھوٹی بوٹیاں ہوتی تھیں، اسی میں سونے کے تار ہوتے تھے، ایک مرتبہ قبا میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ کپڑا پیش کیا گیا تو مسلمانوں نے اس کو دیکھ کر حسن ونفاست کی وجہ سے تعجب کا اظہار کیا، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ کپڑا پیش کیا گیا تو مسلمانوں نے اس کو دیکھ کر حسن ونفاست کی وجہ سے تعجب کا اظہار کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اس کو دیکھ کر تعجب کرتے ہو؟ حضرت سعد کے رومال جنت میں اس سے زیادہ حسین وجمیل ہیں "لَمَنَادِيْلُ سَعْدٍ فِيْ الْجَنَّةِ أَحْسَنُ مِنْ هٰذَا" (۱)

پارچہ باف علماء:

۱۔ محدث ابویحی معن بن عیسی بن معن مدنی ابن سعد فرماتے ہیں: "وَكَانَ يُعَالِجُ الْقَزَّ بِالْمَدِيْنَةِ وَيَشْتَرِيْهِ" (۲)

۲۔ ولی کامل عطاء سلمی پارچہ باف تھے۔

۳۔ محدث فقیہ بزرگ ابوحمزۃ مجمع بن سمعان حائک تیمی پارچہ باف تھے: "وَكَانَ مَجمّعُ الزَّاهِدِ حَائِكًا" (۳)

۴۔ ابوعلی مرزوقی حائک اصفہانی مشہور محدث اور مواسیم واوقات کے عالم پارچہ باف تھے، ان کی مشہور زمانہ کتاب "كتاب الأزمنة والأمكنة" ہے، وزیر الصاحب بن عبادہ کا قول ہے کہ سرزمین اصفہان سے تین آدمی علم میں بہت آگے گئے ایک حائک، ایک حلاج اور ایک اسکاف، حائک ابوعلی مرزوقی ہیں، حلاج ابومنصور ماجد ہیں، اسکاف ابوعبداللہ خطیب ہیں۔

۵۔ مشہور مؤرخ، ماہر انساب، جغرافیہ داں ابومحمد حسن بن احمد بن یعقوب، کتاب الأکلیل اور صفۃ جزیرۃ العرب کا مصنف۔ (۴)

---

(۱) الاشتقاق: لابن درید، تسمية رجال بني زيد بن كهلان وقبائلهم: ۳۷۲/۱، دار الجیل، بیروت

(۲) طبقات ابن سعد: أبو القاسم بن أبي الزناد: ۴۳۷/۵

(۳) المعارف: الهند: ۵۷۷/۱، الهيئة العامة المصرية للكتاب، القاهرة

(۴) مقدمة صفة جزيرة العرب

www.besturdubooks.net

۶۔ ابو محمد بن حرثومہ بن عبداللہ نساج بصری، بلال بن ابو بردہ کے غلام اور تابعی ہیں۔

۷۔ ابو یعقوب فرقد بن یعقوب حائک سنجی بصری تابعی ہیں، حضرت انس، سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں۔

۸۔ محدث ابو القاسم بکر بن اُحمد بن محمی نساج واسطی۔

۹۔ ابو الحسن خیر بن عبداللہ نساج صوفی، مشہور صوفی جنید بغدادی، ابو العباس ابن عطا، ابو محمد جریری، ابو بکر شبلی کے پیر و مرشد۔

۱۰۔ ابو منصور مقرب بن حسن بن حسین نساج بغدادی مشہور صوفی بزرگ محدث۔

۱۱۔ ان کے صاحبزادے ابو بکر احمد بن مقرب نساج محدث۔(۱)

۱۲۔ عطاء بن ازرق نساج، مشہور واعظ و عابد و راوی حدیث۔(۲)

۱۳۔ خواجہ بہاء الدین نقشبندی، سلسلہ نقشبندیہ کے امام و بانی۔(۳)

۱۴۔ شیخ احمد نہر والی (پٹن گجرات) قاضی حمید الدین ناگوری کے مرید تھے، یہ پارچہ باف تھے۔

ایک دن قاضی حمید الدین ان کی ملاقات کے لئے تشریف لائے اور کہا: احمد تم کب تک اس کام میں لگے رہو گے؟ دوسرے دن شیخ احمد تانا تننے کا انتظام کررہے تھے کہ ہاتھ میں موچ آ گیا، اسی دن سے بنائی تنائی سے الگ ہو کر عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گئے، ایک رات شیخ احمد کے گھر میں چور آیا کچھ نہیں پایا، شیخ احمد نے کپڑے کا ایک تھان ان کے راستہ میں ڈال دیا تاکہ ان کے گھر آنے والا محروم نہ جائے، صبح کو وہ چور اپنے لڑکوں کو لے کر ان کی خدمت میں آیا، توبہ کر کے صلحاء و عباد میں شامل ہو گیا۔(۴)

۱۵۔ شیخ عارف ہندوستان کے مشہور بزرگ پارچہ باف تھے۔(۵)

---

(۱) الأنساب: ۸۳/۱۳

(۲) الجرح والتعديل: ۳۴۰/۳

(۳) مشكاة النبوة قلمي: ورق: ۶۲

(۴) خیار الأصفیاء: قلمی ورق: ۳۷۔۳۸

(۵) حوالہ سابق

www.besturdubooks.net

۱۶۔ سید محمد جامہ باف میر رباعی کے لقب سے مشہور ہیں، یہ پارچہ باف تھے، ابوعبد الرحمٰن نے طبقات الصوفیۃ میں لکھا ہے کہ ان کا نام محمد بن اسماعیل سامری ہے، خیر النساج نام کی وجہ یہ تھی کہ حج کے لئے روانہ ہوئے تو کوفہ کے قریب ایک شخص نے ان کو پکڑ کر کہا کہ تم میرے غلام ہو اور تمہارا نام خیر ہے، انہوں نے اس سے کوئی تعرض نہیں کیا، وہ شخص کئی سال تک ان سے ریشمی کپڑے بنواتا رہا، کچھ دنوں کے بعد اس نے کہا کہ: میں نے غلطی کی، تم میرے غلام نہیں ہو کہ تمہارا نام خیر ہے، مگر خیر نساج نے یہ نام نہیں بدلا اور کہا کہ میرا نام ایک مسلمان نے رکھا ہے، میں اس کو چھوڑ نہیں سکتا۔(۱)

ریشم کے کیڑے پالنے اور ریشم بنانے والوں میں علماء:

قَــزّ ریشم کے کیڑے کو کہتے ہیں، اور جو لوگ ان کو پالتے تھے اور ان سے ریشم نکالتے تھے ان کو قَــزَّاز اور قَــزَّازِی نام سے یاد کیا جاتا تھا، عام طور پر طبرستان اور خوارزم والے قزازی کہے جاتے تھے۔

☆ محدث فرات قزار تمیمی ☆ محدث حسین بن فرات قزاز ☆ محدث ابوالمنذر اسماعیل بن عمر واسطی قزاز ☆ ابومنصور عبدالرحمٰن بن غالب محدث ☆ قزاز ابن زریق محدث ☆ ابوالحسن محمد بن سنان بن یزید قزاز بصری محدث ☆ محمد بن عبدک بن سالم قزاز بغدادی محدث (۲) ☆ ابو یحیٰ بن عیسیٰ قزاز مدنی محدث ☆ ابو زید محمد بن فضل بن علی قزازی ہاشمی املی طبری محدث ☆ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن عبداللہ دیوکش (ریشم کے کیڑے والے) ☆ محمد بن عبداللہ دیوکش صاحبزادے محدث ☆ ابوشریح اسماعیل بن احمد بن حسن نقاض (ریشم کا کام کرنے والے) شاشی محدث۔

ریشم باف علماء:

خَــزَّاز ریشم اور حَــرِیْــر ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں اور اس کے بننے بنانے

---

(۱) طبقات الصوفیۃ: ۳۲۲ (۲) الانساب: ۱۰/۴۰۷

www.besturdubooks.net

اور فروخت کرنے والے خزاز اِبْـرِيْشَـمِـي اور حریری کہتے ہیں، کوفہ اور بصرہ میں ائمہ اسلام کی ایک بڑی جماعت یہ پیشہ کرتی تھی اور اس میں جلیل القدر فقہاء ومحدثین گذرے ہیں۔

☆ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی خزاز تھے، سمعانی نے لکھا ہے کہ:

"مَـعَ تَبَحُرِّهِ فِیُ الْعِلُمِ وَغَوُصِهِ فِیُ دَقَائِقِ الْمَعَانِیُ وَخَفِيِّهَا كَانَ يَبِيُعُ الخَزَّ وَيَأُكُلُ مِنُهُ طَلَبًا لِلُحَلَالِ" (۱)

امام ابوحنیفہ اپنے علمی تبحر اور دریائے علم میں غواصی اور دقیق وباریک معانی میں غور کرنے کے باوجود ریشمی کپڑے فروخت کر کے رزق حلال کماتے تھے۔

اور ذہبی لکھتے ہیں: "لَـهُ دَارٌ كَبِيـرٌ لِعَمَلِ الْخَزِّ، وَعِنُدَصُنَّاعٌ وَأُجَرَاءٌ" (۲) ریشمی جامہ بافی کا ان کے یہاں بہت بڑا کارخانہ تھا جس میں بہت سے کاریگر اور مزدور کام کرتے تھے۔

امام صاحب کی تجارت نہایت وسیع تھی، لاکھوں کا لین دین تھا، اکثر شہروں میں گماشتے مقرر تھے اور احتیاط کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ ناجائز کے طریقہ پر ایک حبہ بھی ان کے خزانے میں نہیں داخل ہوسکتا تھا، اس احتیاط میں کبھی کبھی نقصان بھی اٹھانا پڑتا، مگر ان کو کچھ پرواہ نہیں ہوتی تھی۔

ایک دفعہ حفص بن عبدالرحمان کے پاس خز کے تھان بھیجے اور کہلا بھیجا کہ فلاں فلاں تھان میں عیب ہے، خریدار کو جتا دینا، حفص کو اس ہدایت کا خیال نہ رہا، تھان بیچ ڈالے اور خریداروں کو عیب سے اطلاع نہ دی، امام صاحب کو معلوم ہوا تو نہایت افسوس کیا، تھانوں کی قیمت جو تیس ہزار درہم تھی سب خیرات کردی۔ (۳)

۞ ایک مرتبہ امام صاحب کے ایک شاگرد نے ان کی غیر حاضری میں مدینہ طیبہ کے

---

(۱) الأنساب: ۱۱۱/۵، دائرة المعارف العثمانية، حیدرآباد

(۲) العبر للذهبی: ۱۶۴/۱، دار الكتب العلمية، بیروت

(۳) الخیرات الحسان: ۱۰۵

www.besturdubooks.net

ایک باشندے کو چار سو درہم کی قیمت کا کپڑا دھوکے سے ایک ہزار درہم پر فروخت کردیا، امام صاحب کو اس کا علم ہوا تو شاگرد کو سخت تنبیہ کی اور اس کو دوکان کے سلسلے سے الگ کردیا اور خریدار کا حلیہ پوچھ کر اس کے پیچھے ہولئے، جب اس سے مدینہ طیبہ میں جا ملے تو کافی اصرار و تکرار کے بعد چھ سو درہم اسے واپس کردیئے اور کپڑا اس کے پاس چھوکر پھر کوفہ لوٹ آئے۔(۱)

- ایک دن ایک عورت خز کا تھان لے کر آئی کہ فروخت کرادیجئے، امام صاحب نے دام پوچھے اس نے سو روپیئے بتائے، فرمایا: کم ہیں، اس نے کہا: دو سو روپیئے، فرمایا: یہ تھان پانچ سو سے کم قیمت کا نہیں، اس نے متعجب ہوکر کہا: آپ شاید مذاق کرتے ہیں، امام صاحب نے پانچ سو روپیئے اپنے پاس سے دیدیئے اور تھان رکھ دیا، اس احتیاط اور دیانت نے ان کے کارخانہ کو بجائے نقصان پہنچانے کے اور بھی چمکا دیا۔(۲)
- شیخ محمد ابوزہرہ مصری لکھتے ہیں کہ امام صاحب میں چار تجارتی اوصاف پائے جاتے تھے، جن سے واضح ہوتا ہے: ہ آپ صرف ایک اونچے درجے کے عالم دین ہی نہ تھے؛ بلکہ ایک مثالی اجر بھی تھم:

۱) آپ دل کے غنی تھے، حرص وطمع کبھی آپ پر غالب نہ آسکی؛ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ایک امیر گھرانے میں پیدا ہوئے اور فقر وفاقہ کی ذلت سے محفوظ رہے۔

۲) امین تھے اور امانت داریوں سے عہدہ برآں ہونے میں کبھی اپنے نفس کا لحاظ نہ کرتے تھے۔

۳) بہت فیاض اور بخل وامساک کی بیماری سے محفوظ تھے۔

۴) نہایت متدین، عابد، شب زندہ دار، صائم النہار اور قائم اللیل تھے۔

---

(۱) مقام ابی حنیفہ: ۸۷۔۸۸

(۲) الخیرات الحسان: ۱۰۶، سیرۃ النعمان: ۱۶۸ دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڈھ، ہندوستان

www.besturdubooks.net

- اسی طرح ایک شخص کپڑا لایا اور امام صاحب کے ہاتھ فروخت کرنا چاہا، آپ نے پوچھا اس کی کتنی قیمت ہے؟ وہ بولا ایک ہزار، امام صاحب نے فرمایا کہ اس کی قیمت اسے بدرجہا زیادہ ہے، حتی کہ آٹھ ہزار درہم پر ان کا معاملہ طئے ہوا (۱) آپؒ نے خریدار ہونے کے باوجود بیچنے والے کے فائدہ کو پیش نظر رکھا، اور اس کی غفلت کا فائدہ نہیں اٹھایا؛ بلکہ اس کی مناسب رہنمائی فرمائی۔
- آپؒ ایسے تاجر تھے کہ اگر خریدار کی مالی حالت کمزور ہوتی، یا اس کے ساتھ تعلقات ہوتے تو اس کے لئے نفع ترک کر دیتے۔
- ایک دفعہ ایک عورت آئی اور کہنے لگی، میں کمزور ہوں اور یہ رقم میرے پاس امانت ہے، آپ یہ کپڑا مجھے اصل قیمت میں دیدیں اور نفع نہ لیں، آپ فرمایا: چار درہم میں لے لو، بولی بڑھیا عورت کا مذاق نہ اُڑاؤ، فرمایا یہ مذاق نہیں حقیقت ہے، میں نے دو کپڑے خریدے تھے، ایک کو فروخت کر کے اصل قیمت وصول کر چکا ہوں اور صرف چار درہم باقی ہیں اب یہ کپڑا مجھے صرف چار درہم میں پڑتا ہے۔ (۲)
- ایک مرتبہ ایک دوست آیا اور ایک خاص قسم کے ریشمی کپڑے کا مطالبہ کیا، اس کا رنگ اور وصف بتلایا، فرمایا: انتظار کرو چند دنوں کے بعد وہ کپڑا مل گیا، وہ دوست ادھر سے گزرا تو حضرت نے فرمایا کہ آپ کی ضرورت پوری ہوگئی اور کپڑا نکال کر دیا، اس نے پوچھا قیمت کیا ہوگی؟ فرمایا: صرف ایک درہم! بوفلا میں نہیں سمجھتا کہ آپ بھی مذاق اڑا سکتے ہیں، فرمایا: مذاق نہیں یہی حقیقت ہے، دراصل میں نے دو کپڑے بیس دینار ایک درہم کے خریدے تھے، ایک فروخت کر کے بیس دینار وصول کر لئے، دوسرا کپڑا صرف ایک درہم کا رہ گیا۔ (۳)

---

(۱) مقام أبي حنیفہ: ۸۷

(۲) تاریخ بغداد: ۳۵۸/۱۳، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

(۳) تاریخ بغداد: ۳۵۸/۱۳، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

www.besturdubooks.net

حضرت امام ابوحنیفہؒ نہ صرف تجارت میں لوگوں سے درگذر فرماتے، حرام مال سے بچنے کی کوشش کرتے جوکہ دراصل ان کی تجارت اس قدر بڑے پیمانے پر وسیع ہونے کی وجہ تھی، اس کے ساتھ ساتھ آپ اپنے سال بھر کے تجارتی منافع کو جمع کر کے اس سے مشائخین، محدثین کی روزی روزٹی، ان کے کپڑے، اوران کی دیگر ضروریات کا نظم فرماتے، پھر باقی منافع بھی ان کے حوالے کرتے اور فرماتے: ان پیسوں کو اپنی ضروریات میں خرچ کرواور اللہ کی حمد وثناء کرو؛ کیوں کہ میں نے اپنے مال سے تم کو کچھ نہیں دیا؛ لیکن یہ اللہ عزوجل نے تمہاری شکل میں مجھ پر فضل فرمایا، یہ تمہارے سامان کے منافع ہیں:

”فـانی ما أعطیتُکم من مالی شیئا، ولکن من فضل اللہ علی فیکم“ (۱)

☆ امام ابوسلمہ حماد بن سلمہ خزاز بصری ☆ محدث امام ابوعامر صالح بن رستم خزاز بصری ☆ ابوزکریا یحی بن عیسی بن عبدالرحمٰن خزاز تمیمی ☆ اسماعیل بن خلیل خزاز بن حماد بن سلمہ ☆ محدث ابوالحسین ہارون بن اسماعیل خزاز ☆ ابوبکر محمد بن عبداللہ بن غیلان خزاز سوسی ☆ ابوعمر بن محمد عباس بن محمد خزاز بغدادی ☆ ابوالحسن حمید بن ربیع بن حمید خزاز لخمی ☆ محدث ابوالحسن فضل بن عنیسہ خزاز واسطی ☆ محدث یحی بن سلیم خزاز قرشی طائفی ☆ محدث ابوعمر نضر بن عبدالرحمٰن خزاز ☆ محدث ابونصر احمد بن محمد بن احمد ابریشمی نیشابوری صوفی ☆ محدث ابونصر محمد بن عبداللہ حریری غنوی بصری ☆ محدث یحی بن بشیر بن کثیر حریری کوفی ☆ ابوالقاسم بن علی حریری بصری مقامات حریری کے مصنف۔ ☆ محدث بردحریری بیاع الحریری یعنی ریشمی کپڑے فروخت کرنے والے تھے ☆ محدث ابو کیب عبدربہ بن عبید حریری بصری ☆ محدث ابوبکر محمد بن جعفر بن احمد حریری بغدادی، امام ابوالحسن دارقطنی، قاضی جراحی، ابوالحسین بن مظفر، ابوعمرو بن حیویۃ کے اُستاذ، بڑے جلیل القدر محدث ☆ محدث ابوطالب مکی بن علی بن عبدالرزاق حریری بغدادی۔

---

(۱) تاریخ بغداد: ۱۳/۳۵۸، دارالکتب العلمیۃ، بیروت

www.besturdubooks.net

روئی کے کاشت کار علماء:

روئی اور کپاس کو" قُطن " کہتے ہیں اور اس کی کاشت اور فروخت کرنے والے کو قَطَّان کہتے ہیں:

☆ ابوسعید یحی بن سعید قطان بصری اما الجرح والتعدیل ☆ ابوبکر بن حسین بن جلیل قطان نیشاپور، علوسند کے حامل، ان کو حاکم نے تاریخ نیشاپور میں "شیخ صالح" لکھا ہے ☆ محدث ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن حسین قطان نیشاپوری ☆ محدث سکین بن عبد العزیز بن قیس قطان ☆ محدث غالب بن ابوغیلان قطان ☆ ابومحمد حسن بن ابراہیم قطان اسلمی فارسی، شیخ صالح ثقہ فی الحدیث ☆ محدث ابوالحسن محمد بن محمد قطان بغدادی ☆ محدث ابوالقاسم عبدالعزیز بن محمد بن حسین قطان۔

روئی دھننے والے علماء:

روئی دھوننے والے کو حلاج کہتے ہیں، اس پیشہ میں بڑے بڑے علماء اولیاء گذرے ہیں۔

☆ ابوالمغیث حسین بن منصور بن محمی حلاج طبقہ صوفیاء میں بہت مشہور ہیں (۱) ابواسحاق ابراہیم بن حسین حلاج بغدادی، مؤدب، فقیہ قاری اور شاعر (۲) محدث ابوعلی احمد بن عبداللہ بن محمد بن حلاج کندی کوفی۔(۳)

دھاگے اور سوت بنانے والے علماء:

جو سوت بناتا ہے یا اس کی تجارت کرتا ہے اس کو غَـزَّال کہتے ہیں اور سوت کاتنے والے کو مَغَازِلِی بھی کہتے ہیں، یہ کام علماء کی ایک بڑی جماعت کرتی تھی۔

☆ ثقہ محدث مشہور محدث ابو بکر عبد اللہ بن سرحان غزال سعدی بصری ☆ ابوالحسین محمد بن حسین بن عمر بن برہان غزالی بصری ☆ محدث ابوالفرج عبدالوہاب بن حسین غزالی۔(۴)

---

(۱) تاریخ بغداد: ۱۱۲/۸ (۲) تاریخ بعداد: ۶۰/۶

(۳) تاریخ بغداد (۴) الأنساب: ۳۱/۱۰

www.besturdubooks.net

☆ ابو جعفر محمد بن منصور فروی مغازلی بغدادی نہایت نیک صالح عالم تھے، بقدر کفاف پر اکتفا کرتے، کاتے ہوئے سوت فروخت فرماتے، ☆مخہ بنت حارث مشہور بزرگ بشر حافی بغدادی کی بہن، ان کے زہد وتقوی کا یہ حال تھا کہ وہ سوت کات کر رزق حاصل کرتی تھیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے میرے والد کے پاس آکر کہا کہ اے ابو عبد اللہ! میں رات میں چراغ کی روشنی میں سوت کاتتی ہوں، بعض اوقات چراغ بجھ جاتا ہے تو چاند کی روشنی میں کاتتی ہوں، ایسی صورت میں کیا میرے لئے ضروری ہے کہ چراغ اور چاند کی روشنی میں کاتے ہوئے سوت کو علاحدہ کروں؟ والد نے کہا کہ: اگر تمہارے دیکھنے میں دونوں میں فرق معلوم ہوتا ہے تو اس کو بیان کر دو، اس کے بعد ''مخہ'' نے کہا کہ کیا مریض کا کراہنا شکوہ ہے؟ والد نے کہا کہ: میرے خیال میں شکوہ نہیں ہے؛ بلکہ اللہ سے فریاد ہے، یہ سن کر وہ چلی گئی، اس کے بعد والد نے مجھ سے کہا کہ میں نے کسی آدمی کو ایسا مسئلہ معلوم کرتے ہوئے نہیں دیکھا تم اس عورت کا پتہ چلاؤ میں اس کے پیچھے پیچھے چلا اور دیکھا کہ وہ بشر حافی کے گھر میں چلی گئی اور میں سمجھ گیا کہ یہ بشر حافی کی بہن ہے۔

ایک مرتبہ میں نے امام احمد سے سوال کیا کہ ابو عبد اللہ! میری کل پونجی دو دانق ہیں جن سے روئی خرید کر کاتتی ہوں اور نصف درہم میں فروخت کر کے ایک دانق میں ہفتہ بھر کا کام چلاتی ہوں، ایک رات میں سوت کات رہی تھی کہ پہرے دار مشعل لئے گذرا اور اس کی روشنی میں دو طاقے سوت کات لئے میں سمجھتی ہوں کہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ مجھ سے سوال کرے گا آپ میری خلاصی کی صورت بتائیں، امام صاحب نے فرمایا کہ تم دونوں دانق کو خیرات کر دو، اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے عوض میں تمہارے لئے کوئی دوسری صورت پیدا فرما دے گا۔(۱)

☆ ابو منصور محمد بن عبد العزیز بن صالح بزاز ابن المغازی، ثقہ وصدوق محدث۔(۲)

(۱) وفیات الأعیان: ۱/۹۵، ذکر بشر حافی (۲) الأنساب: ۱۲/۳۶۵

www.besturdubooks.net

دھاگے بیچنے والے علماء:

جولوگ کپڑے کی سلائی کے لئے ہر قسم کے دھاگے بناتے اور فروخت کرتے ہیں ان کو خَیُوطِی کہتے ہیں۔

☆ محدث ابو العباس احمد بن مسلم خیوطی ابار، ☆ محدث ابو حامد احمد عیسی بن عباس خیوطی ☆ محدث ابو الحسن علی بن فضل بن عباس بغدادی ☆ محدث قاضی ابو جعفر احمد بن محمد بن علی خیوطی ☆ محدث قاضی ابو الفرج احمد بن علی خیوطی

سوزن گر علماء:

ابرہ کے معنی سوئی کے ہیں، جس سے کپڑے سلے جاتے ہیں، اس کے بنانے والے اور فروخت کرنے والے کو ابار اور ابری کہتے ہیں۔

☆ ابو حفص عمر بن عبد الرحمٰن بن قیس ابار قرشی کوفی، یحی بن معین کے استاذ، بڑے ثقہ محدث، یحی بن معین فرماتے ہیں: "کَانَ یَعْمَلُ الِابِرَ وَیَضْرِبُ بِمِطْرَقَتِهِ" وہ خود اپنے ہتھوڑے سے سوئی بناتے تھے (۱) ☆ محدث ابو القاسم بن منصور بن محمد ابری۔

درزی

ہر قسم کے کپڑے سینے والے کو خَیَّاطٌ یعنی درزی کہتے ہیں۔

ابن سعد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے: نبی کریم ﷺ گھر کے کام کاج کر دیا کرتے تھے، اور کپڑے سی لیا کرتے تھے، ابن قتیبہ نے معارف میں نقل کیا ہے: عثمان بن طلحہ کلید بردار کعبہ ٹیلر تھے۔

خطیب بغدادی نے سہل بن سعد سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ "عَمَلُ الْأَبْرَارِ مِنَ الرِّجَالِ الْخِیَاطَةُ، وَعَمَلُ الْأَبْرَارِ مِنَ النِّسَاءِ الْمَغْزَلُ" (۲) (مردوں میں سے نیکوکاروں کا کام ٹیلر رہا ہے اور نیکوکار عورتوں کا کام سوت کاتنا رہا ہے)۔

---

(۱) الانساب: ۱/۸۶

(۲) تاریخ بغداد: سلیمان بن عمرو بن عبداللہ، ۹/۱۷

www.besturdubooks.net

انس رضی اللہ عنہ بن مالک کو کہتے ہوئے سنا کہ ایک درزی نے نبی ﷺ کو اس کھانے کی دعوت دی جو اس نے آپ کے لئے تیار کیا تھا، "أَنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ لَهُ" (۱) انس بن مالک کا بیان ہے کہ میں بھی آپ کے ساتھ اس کھانے کی دعوت میں گیا اس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس روٹی اور شوربا جس میں کدو تھا اور بھنا ہوا گوشت لا کر رکھا، میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ پیالے کے چاروں طرف سے کدو ڈھونڈ کر کھاتے تھے ان کا بیان ہے کہ میں اسی دن سے برابر کدو پسند کرنے لگا۔ (۲) اس روایت پر امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے " باب ذکر الخیاط"۔

اس پیشہ میں بھی نامی گرامی محدثین گذرے ہیں:

علامہ سمعانی نے لکھا ہے: "وَجَمَاعَةٌ مِنْ شُيُوْخِنَا يَعْمَلُوْنَ عَمَلَ الْخِيَاطَةِ" یعنی ہمارے اساتذہ وشیوخ کی ایک بڑی جماعت سلائی کا کام کرتی ہے۔

☆ ابوبکر عماد الدین محمد بن معالی بن غنیّۃ خیاط بغدادی، ابوبکر حلاوی کے لقب سے مشہور ہیں، حنبلی مذہب کے امام اور بہت بڑے محدث، یہ درزی تھے (۳) ☆ ابوعبداللہ احمد بن محمد بن علی ابن خیاط تغلبی دمشقی، مشہور شاعر (۴) ☆ حافظ وقاری ابومحمد قاسم بن احمد بن یوسف خیاط تمیمی کوفی (۵) ☆ محدث ابوالقاسم عثمان بن سعید بن صالح خیاط۔ (۶)

رفو گروں میں علماء:

جو لوگ پھٹے پرانے کپڑوں اور لباسوں کی رفو گری کرتے تھے اور اس فن میں شہرت ومہارت رکھتے تھے اور اسی پیشہ کو ذریعۂ معاش بناتے تھے، ان کو رَفَّاء کہتے ہیں۔

☆ ابوالحسن سری بن احمد بن سری رفا کندی مشہور شاعر، ☆ ابوعلی حامد بن محمد بن عبداللہ رفاء واعظ ہروی، محدث خراسان ☆ محدث ابوالحسن علی بن احمد بن علی رفاء مقری

---

(۱) السنن الكبري للبيهقي: باب ما يستحب من إجابة من دعاه إلي طعام، حديث: ۱۴۳۷۲

(۲) بخاری: باب السهولة والسماحة فی الشراء، حديث: ۱۹۸۶

(۳) الانساب: ۹/۵۹۔۶۰ (۴) طبقات الحنابلة: ۲/۷۷

(۵) وفيات الأعيان: ۱/۴۷ (۶) تاريخ بغداد: ۱۲/۲۸۹

www.besturdubooks.net

بغدادی، محدث ابن ابن الدنیا سے ان کی تصانیف روایت کی ☆ حفص بن عمر رفاء امام شعبہ سے حدیث روایت، ان سے ابو حاتم نے ☆ ابوحفص عمر بن عمر رفاء مزوری فقیہ واعظ ☆ عقبہ بن عطیہ رفاء۔

رنگ ساز علماء:

جو لوگ طرح طرح کے رنگ تیار کر کے ان کی تجارت کرتے تھے ان کو "صِبْغِیْ" کہتے ہیں:

☆ محدث محمد بن عبداللہ بن محمد صبغی نیشاپوری شافعی مسلک کے ائمہ وفقہاء میں سے تھے ☆ محدث ابوبکر احمد بن اسحاق بن ایوب صبغی نیشاپوری ☆ محدث ابوالعباس محمد بن اسحاق صبغی ☆ محدث ابویعقوب اسحاق بن یوسف بن یزید صبغی۔ ☆ محدث ابو منصور محمد بن قاسم بن عبدالرحمٰن صبغی ☆ محدث فقیہ ابوالحسن علی بن حسین صبغی نیشاپوری ☆ فقیہ ادیب ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن ابوبکر اسحاق صبغی ☆ محدث ابوالحسن علی بن محمد بن ایوب صبغی۔

رنگ ریز علماء:

رنگ بنانے اور بیچنے والوں کو "صِبْغِیْ" اور جو لوگ کپڑے رنگتے ہیں اور مختلف قسم کے رنگوں کے کپڑوں کو زینت دیتے ہیں ان کو "صَبَّاغٌ" کہتے ہیں:

☆ محدث ابوخریم یوسف بن میمون صباغ، حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کے خاندان کے غلام تے، عطاء بن ابی رباح سے روایت کی ☆ محدث ابونصر بن فضل بن محمود صباغ اصفہانی، الحافظ من الحفاظ، العالم، مفید الجماعۃ، کما ذکرہ الذہبی ☆ محدث ابو الحسن علی بن عبدالواحد بن محمد صباغ خطیب بغداد کے شیوخ میں سے ہیں۔

چھینٹ بنانے والے علماء:

جو لوگ کپڑوں پر چھاپ کر نقش ونگار، پھول پتے بناتے تھے، ان کو وشاء مطرز اور طرازی کہتے تھے، چھینٹ کی مختلف قسموں اور شکلوں کی وجہ سے ان کے چھاپنے اور بنانے والوں کو مختلف ناموں سے یاد کرتے ہیں۔

www.besturdubooks.net

☆ محدث ابو یزید دثیمہ بن موسیٰ وشّا فسوی فارسی ☆ محدث ابو اسحاق ابراہیم بن عبد السلام بن محمد وشاء بغدادی ☆ محدث ابو علی حسن بن محمد بن عنبر وشاء بغدادی ☆ محدث ابو الطیب محمد بن اسحاق بن یحیٰ وشاء بغدادی ☆ محدث ابو عمران موسیٰ بن سہل بن کثیر وشاہ حرفی (۱) ☆ محدث ابو الحسن بن ابراہیم بن محمد مطرز اصفہانی ☆ محدث ابو یعلیٰ محمد بن حسن بن عباس مطّرز ☆ شاعر ابو القاسم عبد الواحد بن محمد بن یحیٰ مطرز بغدادی ☆ محدث ابو بکر قاسم بن زکریا بن یحیٰ مطرز ☆ محدث ابو بکر بن یحیٰ بن سہل مطرز نیشاپوری ☆ محدث ابو محمد بن عبداللہ بن ابو بکر مطرز ☆ محدث ابو بکر محمد بن محمد احمد طرازی مقری بغداد ☆ محدث ابو الحسن علی بن ابو بکر طرازی نیشاپوری۔

جائز تصویر کشی کرنے والے:

امام بخاری نے اپنی صحیح میں یہ باب باندھا ہے " بیع التصاویر التی لیس فیھا روح ، وما یکرہ من ذلك" پھر سعید بن الحسن کی روایت نقل کی ہے کہ میں ابن عباس کے پاس تھا کہ ان کے پاس ایک شخص آیا کہنے لگا: اے ابن عباس! میں ایک ایسا انسان ہوں جس کی روزی اپنی دست کاری پر ہے تو میں یہ تصویریں بناتا ہوں، تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تصویر کی ممانعت والی روایت کے ذکر کرنے کے بعد فرمایا: "إِنْ أَبَيْتَ إِلَّا أَنْ تَصْنَعَ فَعَلَيْكَ بِهَذَا الشَّجَرِ" (۲) اگر تمہیں بنانا ہی ہے تو اس درخت (غیر جاندار) کی تصویریں بناؤ، ہر وہ چیز جس میں روح نہ ہو۔

دودھ فروش:

ابو بکر بن ابو مریم کہتے ہیں کہ مقدام بن معدی کرب کی ایک باندی تھی جو دودھ بیچا کرتی تھی، مقدام اس کی قیمت وصول کرتے تھے، ان سے کہا گیا: "سُبْحَانَ اللّٰهِ أَتَبِيعُ اللَّبَنَ وَتَقْبِضُ الثَّمَنَ"؟ (کیا وہ دودھ بیچتی ہے اور آپ قیمت وصول کرتے ہیں) فرمایا: ہاں، اس میں کوئی حرج نہیں، میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے: "لَيَأْتِيَنَّ

---

(۱) الانساب: ۳۴۳/۱۳

(۲) بخاری: باب بیع التصاویر التی لیس فیھا روح، حدیث:۲۱۱۲

www.besturdubooks.net

عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَنْفَعُ إِلَّا الدِّیْنَارَ وَالدِّرْهَمَ" ایک زمانہ ایسا آئے گا جب دینار اور درہم ہی فائدہ دیں گے۔(۱)

ملا علی قاری نے طیبی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ:" لَا یَنْفَعُ النَّاسَ إِلَّا التَّكَسُّبَ إِذْ لَوْ تَرَكُوْهُ لَوَقَعُوْا فِیْ الْحَرَامِ" (۲) لوگوں کو کمائی ہی فائدہ دے گی اس لئے کہ اگر وہ اس کو ترک کردیں گے تو حرام میں مبتلا ہو جائیں گے۔

بعض سلف سے یہ منقول ہے کہ ان سے یہ کہا گیا: کسب وکمائی تم کو دنیا سے قریب کردے گی تو فرمایا: اگر کسب وکمائی مجھے دنیا سے قریب کرے گی تو مجھے اس سے بچائے گی بھی "فقد صاننی عنها" سلف کہتے تھے: تجارت کرو اور کمائی کرو، اس لئے کہ تم ایسے زمانے میں ہو جب تم میں سے کوئی شخص محتاج ہوگا تو سب سے پہلی چیز اس کے دین کو کھا جائے گی، سفیان سے روایت ہے کہ ان کے پاس تجارتی سامان تھا جس کو پلٹتے تھے اور فرماتے تھے:" لَوْلَا هٰذِهِ الدَّنَانِیْرُ لَتَمَنْدَلَ بِیْ بَنُوْ الْعَبَّاسِ" اگر یہ دنانیر نہ ہوتے تو بنو عباس مجھ کو رومال بنالیتے، یعنی رومال کی طرح مجھ سے اپنی گندگیوں کو پوچھا کرتے۔(۳)

دودھ کا کاروبار کرنے والے علماء:

دودھ کا کاروبار کرنے والوں کو لَبَّان کہتے ہیں، یہ گائے، بھینس، بکری اور دودھ دینے والے جانور پالتے اور ان کا دودھ فروخت کرتے تھے، اور یہی ان کا ذریعہ معاش تھا۔

☆ محدث ابوعبدالرحمٰن حسین بن احمد لبان جرجانی ☆ محدث ابوالحسین محمد بن عبداللہ بن حسن ابن لبان فرضی بصری ☆ محدث عبدالسلام بن محمد بن عبداللہ، ابن لبان اصفہانی ☆ محدث ابوحاتم محمد بن عبدالواحد بن محمد خزاعی لبان رازی ☆ محدث ابومحمد عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن ابن اللبان اصفہانی۔

---

(۱) مسند احمد: حدیث المقدام بن معدیکرب، حدیث: ۱۷۲۴۰، محقق شعیب الارنوط فرماتے ہیں، اس کی سند ابوبکر بن ابومریم کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۲) مرقات المفاتیح لملا علی القاری: باب الکسب، ۹/۲۷۲

(۳) مرقات المفاتیح لملا علی القاری: باب الکسب، ۹/۲۷۲

www.besturdubooks.net

دورِ رسالت کی صنعت:

مدینہ آمد اسلام سے قبل ہی سے زراعت اور صناعت میں شہرت رکھتا تھا، جب مہاجرین کو مدینہ میں گھر بنانے کی ضرورت درپیش ہوتی تو نبی کریم ﷺ بذات خود ان کے لئے نقشہ تیار کرتے، جگہوں کا تعین فرماتے۔(۱)

تعمیر کے تعلق سے نبی کریم ﷺ نے چند ایک ہدایات دی ہیں، ایک بنی حنیفہ کا وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں آیا، وہ شخص مٹی کو اچھی طرح ملانا جانتا تھا، نبی کریم ﷺ مسجد کی تعمیر میں مصروف تھے، تو آپ نے فرمایا: اس حنفی کو مٹی ملانے کے لئے چھوڑ دو، وہ شخص پھاوڑا لگا کر مٹی ملانے لگا اور نبی کریم ﷺ ان کو دیکھ رہے تھے، اور فرمایا: "إِنَّ هَذَا الْحَنَفِيَّ لَصَاحِبُ طِيْنٍ"(۲)

دورِ رسالت میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے دشمنوں کے دفاع کے لئے خندق کھدوائی گئی، حضور اکرم ﷺ نے بذات خود خندق کی جگہوں اور اس کی مسافت کی تعیین فرمائی، جبل سلع کو مسلمانوں کے پشت پر کیا، حضور اکرم نے کدال، پھاوڑا وغیرہ کھودنے کے آلات استعمال فرمائے، بعض کو بنی قریظہ سے عاریت کے طور پر لیا۔ بڑھئی کا پیشہ بھی دورِ رسالت میں رائج تھا، بڑھیوں کو فوجی ضروریات کی تکمیل کے لئے بھی استعمال کیا جاتا، وہ جنگی اسلحہ بناتے، دبابہ، منجنیق وغیرہ یہ بڑھائی ہی بناتے، نیزے بھی بڑھئی بناتے، اور آپ ﷺ نے اس کی ترغیب دلائی:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا خداوند قدوس عزت اور بزرگی والا تین آدمیوں کو جنتی بنادے گا ایک تیر کی وجہ سے۔ ایک تیر نیک نیتی سے بنانے والا۔ دوسرے تیر چلانے والا اور تیسرے تیر پھینکنے والا۔

"صَانِعُهُ يَحْتَسِبُ فِيْ صُنْعِهِ الْخَيْرَ وَالرَّامِيُ بِهِ وَمُنْبِلُهُ"(۳)

---

(۱) البلاذری: الانساب: ۲۷۰/۱ (۲) فقه السيرة للغزالى: ۱۹۰

(۳) نسائی: ثواب من رمی بسهم فی سبیل الله، حدیث: ۳۱۴۶

www.besturdubooks.net

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: حلال کمائی جہاد ہے، اور اللہ تعالیٰ عزوجل دست کار بندے کو پسند فرماتے ہیں:

"طَلَبُ الْحَلَالِ جِهَادٌ وَاَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُحْتَرِفَ"(۱)

یعنی وہ عمل جو ہاتھ سے کر کے فروخت کیا جائے جیسے فرنیچر، درزی اور بنائی کا کام یہ کام حضرات انبیاء علیہم السلام نے بھی کیا ہے؛ چنانچہ بخاری شریف میں ہے، حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے۔

لوہاری کا پیشہ

دور رسالت میں ہتھیار اور خنجر بھی مشہور صنعت تھی، صحابہ اپنے تلواروں کو پتھروں سے تیز کرتے تھے (۲) نبی کریم ﷺ نے دبابے کو حملوں میں استعمال فرمایا، اور دو اصحاب عروہ بن مسعود، غیلان بن سلمہ کو جرش کے یہاں دبابہ کی صنعت سیکھنے کے لئے بھیجا (۳) دور رسالت کے مشہور پیشوں میں لوہاری کا پیشہ بھی تھا۔

زمین سے لوہا نکالنے اور اس کو قابل استعمال بنانے والے کو حَدَّادِی کہتے ہیں اور جو شخص لوہے کی خرید و فروخت کرتا ہو اس کا سامان بناتا ہو اس کو آہن گر اور لوہار کہتے ہیں، اہل علم کی ایک بڑی جماعت یہ پیشہ اختیار کیے ہوئی تھی۔

حضرت خباب رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں عہد جاہلیت میں لوہاری کا پیشہ کرتا تھا "كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ" عاص بن وائل پر میرے کچھ دام تھے وہ لینے کے لئے میں اس کے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ میں تیرا واجب الادا اس وقت تک نہیں دے سکتا ہوں جب تک تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار نہ کرے گا میں نے کہا اللہ کی قسم میں ان کے ساتھ یہ معاملہ اس وقت تک نہیں کر سکتا ہوں جب تک کہ اللہ تعالی تجھے مار کر دوبارہ زندہ نہ کرے عاص نے کہا اچھی بات ہے

---

(۱) اصلاح المال لابن أبي الدنيا، باب الاحتراف، حديث:۲۰۴

(۲) سبل الهدى والرشاد: ۲۸۶/۴ (۳) الإصابة :۴۷۶/۲

www.besturdubooks.net

جب مجھے دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو میرے پاس مال ہوگا اس وقت میں تیرا مطالبہ پورا کردوں گا چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی: "اَفَرَأَیْتَ الَّذِیْ کَفَرَ بِآیَاتِنَا" الخ۔(۱)

امام بخاری نے باب قائم کیا ہے" باب القین والحداد"

علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے: مقاتل کہتے ہیں: خباب نے عاص کے لئے کچھ زیور بنوائے، جب اس سے اجرت کا مطالبہ کیا تو کہا: تم یہ گمان کرتے ہو کہ جنت میں ریشم، سونا، چاندی اور چھوٹے چھوٹے بچے ہوں گے، خباب نے کہا: ہاں، عاص نے کہا: ہم تمہاری اجرت جنت میں دیں گے، پھر علامہ عینی فرماتے ہیں: لوہاری کا پیشہ اگر عدل وانصاف کے ساتھ کیا جائے تو نقصاندہ نہیں " أَنَّ الْحَدَّادَ لَا یَضُرُّہُ مِھْنَۃُ صِنَاعَتِہِ إِذَا کَانَ عَدْلًا"(۲)

اصابۃ میں ہے جب نبی کریم ﷺ نے طائف کا محاصرہ کیا تو ازرق بن عقبۃ الثقفی نے اسلام قبول کیا فرماتے ہیں وہ لوہار تھے۔

الأجوبة المهمة میں ہے: جب نبی کریم ﷺ نے خیبر فتح کیا تو اس میں تیس لوہار قید میں آئے، ان کے تعلق سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان کو مسلمانوں کے بیچ رہنے دو لوگ ان کی صنعت سے فائدہ اٹھائیں گے، اور اپنے دشمن سے جہاد میں اپنا دفاع کر پائیں گے، ان کو چھوڑ دیا گیا ان کے پاس جو بھی صنعت سیکھتا اس کو صانع یا معلم کہتے تھے۔" فَمَنْ تَعَلَّمَ عَلَیْھِمُ الصِّنَاعَۃَ سُمِّیَ صَانِعًا أَوْ مُعَلِّمًا"

نیزے فروخت کرنے والے:

استیعاب میں ہے کہ نوفل بن حرث بن عبد المطلب نیزوں کی تجارت کرتے تھے، غزوہ بدر میں یہ جب گرفتار ہوئے تو انہوں نے نیزوں سے ہی اپنا فدیہ ادا کیا، وہ ہزار نیزے تھے۔"وکانت ألف رمح"

طبقات ابن سعد میں ہے: 'نوفل بن حارث کو جب جنگ بدر میں گرفتار کیا گیا تو

---

(۱) بخاری: باب التقاضی، حدیث:۲۲۹۳

(۲) عمدة القاری: باب ذکر الخیاط:۱۱/۲۱۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت

www.besturdubooks.net

ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"أَفْدِ نَفْسَكَ بِرِمَاكَ الَّتِيُ بِجَدَّةَ" تمہارے جدہ کے نیزوں سے اپنے جان کا فدیہ ادا کرو، فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، پھر نیزے سے اپنا فدیہ ادا کیا، یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے غزوہ حنین میں نبی کریم ﷺ کی تین ہزار نیزوں سے مدد کی "أَعَانَ النَّبِيُّ يَوْمَ حُنَيْنٍ بَثَلاَثَةِ آلاَفِ رُمْحٍ" نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے ابوالحارث میں اس وقت دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے نیزے مشرکین کی پیٹھوں میں چبھ رہے ہیں۔(۱)

سنار

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب فاطمہ سے شب زفاف کا ارادہ کیا تو میں نے بنوقینقاع کے ایک سنار سے معاہدہ کیا کہ وہ میرے ہمراہ چل کر اذخر لے آئے اور میں وہ اِذْخِر سناروں کے ہاتھ بیچ کر اس سے اپنے نکاح کی دعوت ولیمہ میں امداد حاصل کروں "أَسْتَعِيُنُ بِهِ فِيُ وَلِيُمَةِ عُرسِيُ"(۲)

اس روایت سے سنار سے معاملہ کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

نقّاش:

ابن ابی حاتم نے "العلل" میں محمد بن عقیل سے وہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ عقیل کے پاس آئے ان کو ایک انگوٹھی دی جس کو شاہِ نجاشی نے نبی کریم ﷺ کو ہدیہ کیا تھا، اس میں نبی کریم ﷺ نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدُ اور معوذتین کندہ کروائے: " فَكَتَبَ رَسُوُلُ اللّٰهِ ﷺ فِيُهِ : قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، وَالْمُعَوَّذَتَيْنِ"۔(۳)

سونے کی ناک بنوانا اور سونے سے دانتوں کو باندھنا:

عرفجہ بن اسعد کی ناک ایک جنگ میں (ضائع ہوگئی، یعنی کٹ گئی) کلاب

(۱) طبقات ابن سعد: ربیعة بن الحارث: ۴/۴۷

(۲) بخاری: باب السهولة والسماحة فی الشراء، حدیث: ۱۹۸۳

(۳) علل الحدیث لابن أبی حاتم، علل اخبار رویت فی اللباس: ۳/۳۳۹

www.besturdubooks.net

والے دن پس انہوں نے چاندی کی ناک بنوائی تھی وہ ناک بدبودار ہوگئی رسول کریم ﷺ نے حکم فرمایا سونے کی ناک بنوالی جائے۔

امام ترمذی اس روایت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

کئی ایک اہل علم سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے دانتوں کو سونے سے باندھا، آپ ﷺ نے یہ بتلایا کہ سونے کی خاصیت یہ ہے کہ وہ بدبودار نہیں ہوتا۔

اسی طرح ابوداؤد نے اس روایت پر باب باندھا ہے:" باب ما جاء في ربط الأسنان بالذهب" پھر یہ حدیث نقل کی ہے کہ عرفجہ بن اسعد کی ناک یوم الکلاب میں کٹ گئی، تو انہوں نے چاندی کی ناک بنوائی، "فَأَنْتَنَ عَلَيْهِ" وہ بدبودار ہوگئی تو آپ نے ان کو سونے کی ناک بنوانے کے لئے کہا۔(۱)

ابن سعد نے طبقات میں نقل کیا ہے کہ: عثمان رضی اللہ عنہ اپنے دانتوں کو سونے سے باندھتے تھے۔

آہن گر اور لوہار علماء:

☆ فقیہ ابوبکر محمد بن احمد بن جعفر حداد، امام نسائی کے استاذ، فقہ شافعی کے مشاہیر علماء میں سے ہیں ☆ صوفی حسن بن یعقوب بن یوسف حداد نیشاپوری ☆ صوفی ابوحفص حداد نیشاپوری ☆ محدث ابوالمقدام ثابت بن ہرمز حداد، جلیل القدر تابعین سے روایت کی (الانساب: ۴/۴۷) ☆ محدث ابوبکر احمد بن سندی حسن بن بحر حداد بغدادی ☆ فقیہ ابوالفضل محمد بن حسین بن محمد حاکم حداد مزوری ☆ محدث ابوعبداللہ طاہر بن محمد بن احمد حدادی مطوی بخاری صوفی واعظ ☆ محدث محمد بن خلف حداد مقری۔

صفاروں میں علماء:

تانبے (نَحَّاس) اور پیتل (صَفُرَہ) کے برتن بنانے والے کاریگروں اور ان کے فروخت کرنے والے تاجروں کو نحاس اور صَفَّارٌ کہتے ہیں، اس پیشے میں بھی نامی گرامی علماء گذرے ہیں۔

(۱) ترمذی: شد الأسنان بالذہب، حدیث: ۱۷۷۰، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے

www.besturdubooks.net

☆ محدث عبداللہ بن حمران صفار عبدی بصری ☆ محدث ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن احمد صفار اصفہانی نیشاپوری ☆ مفتی وفقیہ ابو الحسن محمد بن محمد بن یحی صفار اسفرائینی ☆ ابوالحسین محمد بن محمد سری صفّار ☆ محدث ابونصر اسحاق بن احمد بن شیث صفار بخاری ☆ ابواسحاق ابراہیم بن اسماعیل بن ابونبصر صفار ☆ محدث ابوالحامد بن حماد بن ابراہیم بن اسماعیل صفار ☆ محدث ابوعمیر بن محمد نحّاس رملی ☆ محدث ابوجعفر احمد بن محمد بن اسماعیل نحاس نحوی مصری ☆ محدث ابومحمد عبداللہ بن ہاشم نحاس ☆ محدث ابوالعباس فضیل بن عبد اللہ بن ہاشم نحّاس ☆ محدث ابو محمد عبد الرحمٰن بن عمر بن محمد بزار نحاس ☆ محدث ابوالمعالی عبدالخالق بن عبدالصمد بن بدن نحّاس۔

کمہاروں میں علماء:

ظروف گری، یعنی مٹی کے برتن بنانے اور بیچنے والے کو خَزَّافٌ اور خَـزَّافِی کی نسبت سے یاد کیا جاتا ہے، اور مٹی کی رکابی اور کونڈے وغیرہ بنانے اور بیچنے والوں کو عَـضَائِرِیُ کہا جاتا ہے، اس نسبت کے علماء ومحدثین کے آباء واجداد اور خاندان والے یہ پیشہ رکھتے تھے یا خود وہ حضرات براہ راست یہ کام کرتے تھے۔

☆ فقیہ وعلم وادب کے ماہر سعید بن زرعہ خرزاف ☆ محدث امام ابوبکر محمد بن علی رشادی خزفی سرخی ☆ محدث ابوالحسن محمد بن فضل بن علی خزفی بغدادی ☆ محدث ابوالحسن علی بن عبدالحمید بن عبداللہ عضائر حلبی ☆ محدث ابوعبداللہ بن حسین بن حسن بن محمد غضائر مخزومی بغدادی خطیب بغدادی کے استاذ ☆ محدث ابو بکر طیب بن محمد احمد غضائری صوی ☆ محدث ابوفتوح نصر بن حسین بن ابراہیم مقری عضائری (۱)

جوتہ سازوں اور جوتہ فروشوں میں علماء:

جولوگ جوتے بناتے اور فروخت کرتے تھے ان کو حَذَّاء اور نَعَّالِی کہتے ہیں:

☆ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن معاویۃ حذاء واسطی ☆ محمد بن سالم حذاء واسطی حمدون ☆ محدث قاسم بن امیہ حذاء ☆ محدث ابوعقیل یحی بن متوکل حذاء ☆ محدث

(۱) الانساب: ۱۱۸/۵-۱۲۲

www.besturdubooks.net

ابواسحاق عاصم بن سلیمان حذاء تمیمی بصری ☆ محدث ابوجعفر محمد بن عبداللہ حذاء انباری ☆ محدث ابوعمرو احمد بن محمد بن عمر حذاء مقری ☆ مشہور محدث خالد بن مہران حذاء بصری اور ابوعبد الرحمٰن عبید بن حمید جفت سازوں کے ساتھ بیٹھے سے حذاء مشہور ہوئے (۱) ☆ محدث عبیدہ بن حمید حذاء کوفی حافظ الحدیث (۲) ☆ محدث کثیر بن عبید حذاء حمصی مذحجی (۳) ☆ محدث یحیٰ بن سلیم حذاء طائفی ثقہ محدث (۴) ☆ محدث ابو جعفر احمد بن حسین بن نصر حذاء ہمدانی (۵) ☆ محدث ابوعلی حسن بن حسین بن عباس بن مغیرہ بن ومانعالی بغدادی ☆ محدث ابوبکر محمد بن اسحاق بن محمد نعالی ☆ محدث ابوالحسن محمد بن طلحہ بن محمد بن عثمان نعالی بغدادی خطیب بغدادی ہم سبق واستاذ (۶) ☆ محدث ابواسحاق ابراہیم بن غیاث بن علی نعالی۔(۷)

موچیوں میں علماء:

جوتے کی مرمت کرنے والے کو خصاف کہتے ہیں:

☆ امام ابوبکر بن عمر خصّاف شیبانی امام ابوحنفیہ کے تلمیذ التلامیذ، بہت سی کتابوں کے مصنف، نہایت عابد وزاہد بزرگ، اپنی کمائی سے کھاتے تھے۔

حجام میں علماء:

سر اور چہرے کے بال کی تراش خراش کر کے چہرے کی آبرو اور زینت میں اضافہ کرنے والے کو عربی میں مزین کہتے ہیں، یعنی زیب وزینت دینے والا جس کو نائی یا حجام کہتے ہیں، اس پیشہ میں بھی بڑے اولیاء اللہ، علماء اور محدثین اور بزرگانِ دین گذرے ہیں۔

☆ مشہور عابد زاہد ابوجعفر مزین کبیر ☆ ابوالحسن علی بن محمد مزین صغیر بغدادی اولیائے کبار میں سے ہیں۔

---

(۱) الانساب :۹۵/۴-۹۷
(۲) العبر : ۳۰۶/۱
(۳) العبر :۴۵۶/۱
(۴) العبر : ۳۲۰/۱
(۵) تاریخ بغداد: ۹۷/۴
(۶) الانساب: ۱۴۰/۱۳
(۷) تاریخ بغداد: ۱۴۰/۴

www.besturdubooks.net

حجاموں یعنی پچھنا لگانے والوں میں علماء:

حجامت یعنی پچھنے لگا کر خون نکالنے والے کو حجام کہتے ہیں۔

☆ حضرت ابوطیبہ حجام مولی انصار رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو پچھنے لگا کر آپ کے جسم مبارک سے خون نکالا ہے، ان کا نام دینار یا نافع ہے (۱)
☆ ابوسعد حجام سمرقندی نے امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی کو پچھنے لگائے اوران سے حدیث روایت کی ہے۔(۲)

موزہ بنانے والے علماء:

سردی سے بچانے کے لئے پیروں میں خف یعنی چمڑے کے موزے پہنے جاتے ہیں، خف سازوں میں بھی بڑے علماء گذرے ہیں ان کو خَفَّاف کہا جاتا ہے:

☆ محدث عطاء بن مسلم خفاف کوفی ☆ محدث ابونصر عبدالوہاب بن عطاء خفاف بصری ☆ محدث ابوعثمان، بشار بن موسیٰ خفاف عجلی بصری۔

سقاء یعنی بہشتیوں میں علماء:

بازاروں، راستوں اور عام جگہوں پر پیاسے لوگوں کو پانی پلانے اور گھروں میں پانی پہنچانے والوں کو سقا کہتے ہیں، اہل بغداد ان کو شاربی کہتے ہیں، یہی ان کا مستقل ذریعۂ معاش تھا۔

☆ ابوعبد محمد عبداللہ بن محمد بن عبداللہ مزنی واسطی ابن السقاء، بڑے محدث تھے ☆ محدث ابوحفص عمر بن علی بن بحر سقاء بصری، حدیث میں امامت کا درجہ رکھتے تھے ☆ محدث احمد بن مسلم سقاء مصری شامی ☆ محدث ابوبکر احمد بن محمد بشری مقری مروزی بغدادی۔

استخواں بندوں میں علماء:

ٹوٹی ہڈی اور کمر کولھوں کو درست کرنے والے کو "مُجَبِّر" کہتے ہیں، اس فن میں بھی اہل علم گذرے ہیں، جنہوں نے اپنے علم وحکمت سے اللہ اور بندوں کے ٹوٹے

---

(۱) روضۃ العقلاء، ابن حبان: ۱۹ (۲) الانساب: ۶۹/۴

www.besturdubooks.net

ہوئے رشتہ کو جوڑا ہے۔

☆ محدث ابوالحسن احمد بن محمد بن موسیٰ مجبر بغدادی ☆ محدث ابوالحسین عبد الرحمٰن بن سیما بن عبداللہ مجبر بغدادی۔

رسی بٹنے والے علماء:

ہر قسم کی رسی بٹنے اور بیچنے والے کو حَبَّــال کہتے ہیں اور کشتیوں اور جہازوں میں کام آنے والی موٹی موٹی رسیوں اور رسوں کے بنانے بٹنے والے کو قَـلُـوِی اور قَلَّاس کہتے ہیں، اس پیشہ سے بھی چند مشہور علماء وابستہ رہے ہیں:

☆ محدث قاضی بن بکر بن عبداللہ بن محمد حبال رازی ☆ محدث ابوالحسن علی بن عبداللہ ابراہیم حبال اصفہانی ☆ محدث ابو یوسف یعقوب بن اسحاق زیاد قلوسی بصری ☆ محدث ابو یوسف یعقوب بن مسدد بن یعقوب بن اسحاق قلوسی بصری ☆ محدث ابوالحسین مسدد بن یعقوب بن اسحاق قلوسی ☆ محدث ابوعبداللہ محمد بن خزیمہ قلاس نخلی ☆ محدث ابو یحییٰ زکریا قلاس عابد وزاہد محدث بزرگ ☆ محدث حسین یا حسن قلاس بغدادی امام شافعی کے اقوال وآراء کے زبردست عالم ☆ محدث ابو یحییٰ جعفر بن ہاشم بن حلبیس قلاس ☆ محدث ابوابراہیم اسحاق بن عبداللہ بن ربیع قلاس بخاری ☆ محدث ابومحمد عنبری بن یزید قلاس ☆ محدث ابومحمد بن یعقوب بن قلاس بغدادید ☆ محدامام ابو نصر احمد بن محمد بن نصر قلاس نسفی ☆ محدث ابوالحسن بن علی بن احمد بن محمد قلاس نسف کے رئیس تھے ☆ محدث ابوطاہر محمد بن نصر بن احمد قلاسی نسفی ☆ محدث ابوبکر محمد بن محمد بن نصر قلاسی ☆ محدث ابومحمد نصر بن نصر قلاس نسف ☆ محدث ابوسعید حاتم بن عقیل بن مہتدی قراری لولوی ☆ محدث ابو احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن حمدان مزاری نیشاپوری ☆ محدث ابوحامد احمد بن حمدان مرازی ☆ محدث ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد بن مندہ مفتولی اصفہانی۔

چٹائی بنانے والے علماء:

بوریہ اور حصیر یعنی چٹائی بنانے اور فروخت کرنے والے کو بورانی، بورائی،

www.besturdubooks.net

حَصِیرِیُ اور حَصَائِرُ کہتے ہیں، رزق حلال کمانے والے علماء کا یہ خاص پیشہ رہا ہے۔

☆ محدث ابوعلی حسن بن ربیع بورانی بجلی کوفی، ایک قول کے مطابق یہ بخاری ومسلم کے استاذ ہیں، ایک مرتبہ عبداللہ بن مبارکؒ نے ان سے پوچھا کہ حسن! تمہارا پیشہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میں بورانی ہوں، تو انہوں نے دریافت کیا کہ بورانی کس کو کہتے ہیں؟ حسن نے بتایا: "لی غلمان یصنعون البواری" یعنی میرے یہاں نوکر اور مزدور چٹائیاں بناتے ہیں، یہ سن کر ابن مبارک نے فرمایا: "لو لم یکن لك صناعة ما صحبتنی" یعنی اگر تم کوئی پیشہ نہ کرتے تو میرے ساتھ نہیں رہ سکتے، ان کو خشاب کہتے ہیں۔

☆ ابوبکر احمد بن محمد بن خالد بورانی قاضی تکریت ☆ محدث احمد بن محمد بورانی حدیثی ☆ محدث ابوعبداللہ راشد بن ملیک بن حمائل بورائی ☆ صوفی ابوعبدالرحمٰن سلمان بن حردمان بورائی ماکسینی ☆ محدث ابواحمد بن ابراہیم بن ادریس بورائی ☆ محدث سعید بن ایوب بن ثواب حصری بصری ☆ محدث علی بن محمد حصری ☆ محدث احمد بن ہشام بن حمید حصری ☆ ابوالحسن عی بن ابراہیم صوفی حصری ☆ محدث ابوالقاسم عبد اللہ بن عثمان بن زیدان حصری بغدادی ☆ محدث ابوعلی حسن بن حبیب حصائری دمشقی حُصری ☆ محدث ابومحمد جعفر بن احمد بن نصر حصیر نیشاپوری (۱) ☆ محدث ابوالمفتوح نصر بن ابوالفرج محمد بن علی حصری بغدادی حنبلی۔ (۲)

ٹوکری بنانے والے علماء:

کھجور کے پتوں، درخت کی چھالوں اور بانس وغیرہ سے ٹوکری، ماعونی اور استعمالی ظروف اور پنکھے بنانے اور بیچنے والے کو خواص کہتے ہیں، یہ اولیاء ومشائخ کا خاص پیشہ تھا۔

☆ محدث مسلم بن میمون خواص ملک کے عباد وزیاد میں بڑے مقام ومرتبہ کے بزرگ ہیں ☆ محدث ابوسلمہ عیسی بن میمون خواص واسطی ☆ صوفی ابوعتبہ عباد بن عباد

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ: ۲/۲۴۴ (۲) تذکرۃ الحفاظ: ۴/۱۶۹

www.besturdubooks.net

خواص فارسی(۱)☆ صوفی ابو عبید خواص بڑے عالی مرتبہ کے بزرگ تھے (۲) ☆ابواسحاق ابراہیم بن احمد بن اسماعیل خواص ☆ جعفر بن محمد بن نصیر خواص خلدی بغدادی، سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کے حلقہ سے فیضاب ہیں (۳) علی خواص برمسی اولیائے کاملین۔

پنکھا بنانے والے علماء:

ٹوکری اور پنکھا بنانے والے کو خَــوَّاص کہتے ہیں اور جولوگ خاص طور پر پنکھا بناتے تھے، ان کو مراوحی کہتے ہیں۔

☆ ابونصر عبدالصمد بن فضل بن خالد مرواحی ربعی۔(۴)

خادموں میں علماء:

قدیم زمانے میں امراء وسلاطین اور اعیان واشراف کے گھر میں خصی ملازم اور نوکر چاکر ہوتے تھے، ان کو خادم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، ان میں بڑے بڑے علماء وفضلاء فقہاء ومحدثین مشائخ اور ارباب جاہ گذرے ہیں۔

☆ ابوعلی حسن بن علی آبی خادم شاعر ☆ محدث ابوالہوالنسیم بن عبداللہ خادم خلیفہ المقتدر باللہ ☆ محدث ابوالحسن نظر بن عبداللہ خادم کمالی امیر الحاج ☆ محدث ابوالمسک عنبر بن عبداللہ خادم تستری ☆ محدث ابوالندی طل بن عبداللہ خادم ارجوانی ☆ محدث ابو الدر جوہر بن عبداللہ خادم تابی حبشی۔

شکاریوں میں علماء:

ہر قسم کے چرند و پرند اور مرغ و ماہی کا شکار کر کے ان کے ذریعہ روزی کمانے والے کو صیاد کہتے ہیں۔

☆ محدث ابوعثمان سعید بن مغیرہ صیاد مصیصی ☆ محدث ابومحمد بن یوسف بن وصیف صیاد بغدادی ☆ محدث ابوبکر محمد بن احمد صیاد بغدادی۔

---

(۱) الانساب: ۲۱۹/۵ (۲) الطبقات الکبری : شعرانی: ۱۵۳/۱

(۳) الطبقات الکبری شعرانی: ۱۳۱/۱ (۴) الانساب: ۱۷۷/۱۲

www.besturdubooks.net

بکریاں چرانا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے ایسا کوئی نبی مبعوث نہیں کیا ہے جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں یہ سن کر آپ ﷺ کے صحابہ نے پوچھا کہ کیا آپ ﷺ نے بھی بکریاں چرائی ہیں فرمایا ہاں میں چند قیراط کی اجرت پر اہل مکہ کی بکریاں چراتا تھا "نَعَم كُنتُ أَرعَى عَلَى قَرَارِيطِ لِأَهلِ مَكَّة"(۱)

حضرت عتبہ بن منذر کہتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے آپ ﷺ نے سورۂ طٰسٓمٓ پڑھی اور جب آپ ﷺ حضرت موسی علیہ السلام کے قصہ پر پہنچے تو فرمایا کہ موسی نے اپنی عفت کو بچانے کے لئے اور پیٹ بھرنے کے لئے اپنے آپ کو آٹھ سال یا دس سال تک مزدوری میں دے رکھا تھا "عَلَى عِفَّةِ فَرجِهِ وَطَعَامِ بَطنِهِ "(۲)

حمالوں اور بار برداروں میں علماء:

اجیروں، مزدوروں اور حمالوں، بار برداروں اور محنت کشوں میں بڑے بڑے علماء وفضلاء گذرے ہیں جو دوسروں کے سامان واسباب کا بوجھ اپنے سر اور پشت پر لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے تھے، ایسے حضرات کو حمال کہتے ہیں:

ابن حوقل نے صور الأرض میں لکھا ہے کہ میں نے خوزستان کے شہر تستر، اہواز اور چندی سابور سے گذرتے ہوئے ایک حمال کو دیکھا جو اپنے سر پر بھاری بوجھ لئے دوسرے حمال کے ساتھ چل رہا تھا، اس کے سر پر بھی بھاری بوجھ تھا اور دونوں حمال راستہ میں تفسیر اور حقائق کی بحث کرتے ہوئے چلے جا رہے تھے اور ان دینی باتوں میں اپنا اپنا بوجھ ہلکا کر رہے تھے۔

---

(۱) بخاری: باب رعی الغنم علي قراريط، حديث: ۲۱۴۳

(۲) ابن ماجة: باب إجارة الأجير على طعام بطنه، حديث: ۲۴۴۳، بوصیری مصباح الزجاجۃ میں فرماتے ہیں اس روایت کی سند بقیہ کے ضعیف کی وجہ سے ضعیف ہے۔

www.besturdubooks.net

☆ مشکل حمّال تابعی ہیں، حضرت ابوذر غفاری سے روایت کی ہے ☆ محدث ابوموسی ہارون بن عبداللہ بن مروان حمال ☆ ان کے صاحبزادے موسی بن ہارون حمال محدثین کے امام ہیں ☆ محدث رافع حمال اپنے زمانہ کے مشہور فقیہ تھے ☆ ابوسلیمان حمال بغدادی صاحب کشف وکرامات بزرگ ہیں۔

کرایہ پر سامان اور جانور پہنچانے والے علماء:

جولوگ کرایہ پر چوپایوں کے ذریعہ لوگوں کے مال واسباب ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے ہیں اور اپنی ذمہ داری میں تاجروں کے تجارتی سامان لاتے لے جاتے تھے ان کو مُکَارِیُ اور مُجَہِز کہتے ہیں:

☆ محدث ابوعمران موسی بن ہارون بن برطق مکاری بغدادی ☆ محدث ابوالحسن احمد بن محمد بن احمد مجہز ☆ محدث ابوبکر عبدالغفار بن محمد بن حسین شیروبی مجہز ☆ محدث ابو الحسین مبارک بن حسین مجہز ☆ محدث ابوالقاسم جابر بن عبداللہ بن مبارک جلاب موصلی ☆ محدث ابوایوب سلیمان بن اسحاق بن ابراہیم جلاد بغدادی۔

محمل والے علماء:

قدیم زمانے میں ایک مقام سے دوسرے مقام تک جانے کے لئے قافلہ بنا کر پیدل سفر کرنے کے علاوہ مختلف قسم کی سواریوں کا استعمال ہوتا تھا اور مسافر کرایہ دے کر ان پر سفر کرتے تھے، اس دور میں سب سے زیادہ آرام دہ محمل کی سواری ہوتی تھی، جو لوگ اونٹ پر محمل بنا کر مسافروں کو لے جاتے تھے، ان کو محاملی کہتے ہیں، سمعانی کہتے ہیں: ”وهذا بيت كبير ببغداد لجماعة من أهل الحديث والفقه“ یہ کام کرنے والا بغداد میں فقہاء محدثین کا ایک بہت بڑا گھرانا تھا۔

☆ محدث ابوعبید قاسم بن اسماعیل بن محمد بن محاملی بغدادی ضبی ☆ ان کے بڑے بھائی ابوعبداللہ حسین بن اسماعیل محاملی بغدادی ضبی محدث ☆ فقیہ ابوالحسن احمد بن محمد بن احمد محاملی بغدادی ضبی ☆ محدث ابوعبداللہ احمد بن عبداللہ بن حسین محاملی بغدادی ضبی ☆ محدث ابوالحسین محمد بن احمد بن قاسم محاملی بغدادی ضبی ☆ محدث ابوبکر محمد بن عی

www.besturdubooks.net

بن محمد محاملی بغدادی ضبی ☆ محدث ابوالفتح عبدالکریم بن محمد بن احمد محاملی بغدادی ضبی۔

اونٹ بھیڑ اور بکری کے چرواھے علماء:

عام جانوروں کے پالنے والوں کو راعی، بکری کے چرواہے کو مَـعَّــاز، بھیڑ کے چرواہے کو کَبَّــاش اور اونٹ کے چرواہے کو ساربان کہتے ہیں، ان طبقوں میں بھی علماء ومحدثین گذرے ہیں:

☆ صوفی ابوالحسن بن ہارون معاز بغدادی ☆ محدث ابوالحسن علی بن ایوب بن حسین ابن ساربان کاتب شیرازی بغدادی ☆ محدث ابوالعباس وہب بن جعفر بن الیاس کباس ☆ محدث ابوالحسین ذِمر بن حسین بن محمد ابن کباس بغدادی۔

گھاس بھوسا چارہ فروش علماء:

چوپایوں کے لئے چارہ بیچنے والے مختلف القاب سے مشہور تھے، درختوں کے پتے توڑ کر بیچنے والے کو خباط کہتے ہیں، ایک گھاس ہے، جس کو کھا کر جانور فربہ ہوتے ہیں، اس کے تاجروں کو قتات کہتے ہیں، اور عام چارہ گھاس، بھوسا بیچنے والوں کو عَلَّاف کہتے ہیں، علماء نے اس کی تجارت میں حصہ لیا ہے۔

☆ محدث عیسی بن ابوعیسی میسرہ خباط ☆ محدث مسلم خباط مدنی تابعی، حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں ☆ محدث ابویحی عبدالرحمٰن بن دینار قتات کوفی ☆ محدث ابوعمر محمد بن جعفر بن محمد بن حبیب قتات کوفی ☆ ان کے بھائی محدث حسین بن جعفر قتات کوفی ☆ محدث ربیع بن لقمان قتات کوفی ☆ ابویحی مسلم قتات ☆ عمر بن یزید رقی قتات ☆ محدث ابوبکر حسین بن علی بن احمد ابن علاف شاعر ☆ ابوبکر ہبت اللہ بن حسین بن محمد علاف فارسی شیرازی علامہ، ادیب، نحوی، شاعری، محدث اور اپنے زمانہ کے امام ☆ محدث ابومحمد عبداللہ بن عیسی بن حسن تمیمی علاّف بغدادی۔ ☆ محدث ابوطاہر محمد بن علی بن محمد علاف واعظ بغدادی ☆ محدث ابوعمر وعثمان بن محمد بن یوسف علاف بغدادی ☆ محدث ابوالحسن علی بن محمد بن علاف بغدادی ☆ محدث ابواسماعیل کثیر مولی بن تیم اللہ نوانے عطیہ ☆ محدث علی بن محمد بن عصب نوّانے۔

www.besturdubooks.net

علماء اور تجارت:

بے شک متقدمین علماء بزّار (کپڑا فروش) قدوری (ہانڈی بنانے والے) خَصَّاف (جوتیاں درست کرنے والے) حلوائی (مٹھائی بیچنے والے) نَصَّاف (کتابیں نقل کر کے فروخت کرنے والے) حَدَّاد (لوہار) وغیرہ بہت سارے پیشے اختیار کر لئے تھے، یقیناً اس کی وجہ سے آدمی خود دار، غیرت مند ہوتا ہے اور بہت سے لوگوں کی امداد بھی کر لیتا ہے، اس موضوع پر مورخ اسلام قاضی اطہر مبارکپوری کی مشہور کتاب ہے، ہر طبقہ اور پیشہ میں علم اور علماء، بلا شبہ راسخ العلم اور پختہ مزاج علماء کسی بھی شعبۂ تجارت میں رہیں گے تو اس تجارت پر اسلامی رنگ چڑھے اور باقی رہے گا۔ لیکن سوچنا یہ ہے کہ موجودہ دور دورِ فتن ہے، نفسانیت اور مادیت پہلے سے ہی طبیعتوں پر سوار ہے، جید الاستعداد علماء کرام کی ویسی ہی قلت ہے، خدمت دین کے تقاضے ہر طرف روز بروز بڑھ رہے ہیں، تجارتوں میں اُتھل پتھل، بددیانتی، اور معاملات میں خرابی، پھر مالی تنازعات کا ایک طوفان کھڑے ہوتے رہتے ہیں، اگر کوئی عالم دین زد میں آجائے تو ان کی شبیہ مسخ ہوتی ہے، لوگوں کا اعتماد ختم ہو جاتا ہے، منبر و محراب پر انہیں آنے نہیں دیا جاتا، چنانچہ موجودہ زمانے میں ہمارے بیشتر اکابر کی رائے یہی ہے کہ حتی الامکان علماء خدمت دین میں یکسو رہیں، چنانچہ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

> ''تجارت سنت ہے، لیکن یہ بتاؤ! نبی پاک ﷺ نے نبوت کے بعد کتنی تجارت کی'' اور ایک جگہ فرماتے ہیں: ایک بوڑھیا مسئلہ پوچھنے کے لئے آئی، میں نے اس کو جواب دیا تو کہنے لگی: یہ جواب تو فلاں مولوی صاحب نے بھی دیا تھا؛ لیکن وہ تاجر ہیں، اس لئے میں سوچ رہی تھی کہ ان کے جواب دینے میں کوئی ذاتی تجارتی مصلحت ہو۔
>
> اس کے علاوہ فرماتے ہیں کہ: ایک شخص دو طرف پورا متوجہ نہیں ہوسکتا؛ اگر ملازم سرکار دوسرے کا کام کرے گا تو خود سرکاری کام میں خلل واقع ہوگا؛ اس لئے اس کو اجازت نہیں کہ بحالت ملازمت

www.besturdubooks.net

دوسرا کام کرے‘‘۔

پھر فرماتے ہیں: علماء کے کسب معاش کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ: ایک مولوی صاحب ایک دینی مدرسہ میں ملازم تھے:

مگر لکڑیوں کی تجارت کرتے تھے، خود اپنا قصہ بیان کرتے ہیں کہ مدرسہ کے وقت میں طلباء کو پڑھانے بیٹھے ہیں کہ گاہک آگیا اور اس نے لکڑی کا سودا کرنا چاہا، پس مولوی صاحب کشمکش میں پڑ گئے اگر اٹھتے ہیں تو مدرسہ کا حرج اور نہیں اٹھتے ہیں تو خریدار لوٹ جاتا ہے، مجبوراً اس سے کہتے ہیں کہ بھائی ابھی اٹھتا ہوں ذرا ٹھہرو اس میں تھوڑا جھوٹ بھی ہوتا۔

غرض ان کا دل بٹ جاتا، سبق میں کچھ سے کچھ بیان کر جاتے، پہلے تو طالب علموں کو ہنسی خوشی بتلا رہے تھے اب دل دوسری طرف ہوگیا، طلباء کچھ پوچھتے ہیں اور پوچھنے کے سبب اٹھنے میں دیر ہوتی ہے تو ان پر جھنجھلاتے ہیں، غصہ ہوتے ہیں، علماء کے دنیا میں مشغول ہونے کا یہی اثر ہوتا ہے کہ دین کا کام پوری طرح نہیں کر سکتے۔

حضور اکرم ﷺ کا نبوت کے بعد ترک معاش:

حضور اکرم ﷺ کا اصل پیغمبرانہ منصب لوگوں کو اللہ تعالی کا پیغام یا اس کی رضا وناراضی کے احکام پہنچاتے رہنا تھا، نبوت کے بعد آپ کسبی یا معاشی مشاغل میں نہیں پڑے، نہ لوگوں سے سوال وطلب کا معاملہ رکھا، سورہ مومنون میں براہ راست آپ کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا:

’’أَمْ تَسْأَلُهُمْ خَرْجاً فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ‘‘(۱) آپ لوگوں سے کچھ خرچ تو مانگتے نہیں، آپ کو تو جو کچھ بے مانگے آپ کا پروردگار دے دیتا ہے بہتر ہے، اور وہی بہترین روزی رسان ہے، آپ کا کام تو بس لوگوں کو سیدھی راہ بتلاتے اور اس کی طرف بلاتے رہنا ہے۔(۲)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ علماء کے تجارت وغیرہ دنیا

(۱) المؤمنون: ۷۲ (۲) تجدید معاشیات، مولانا عبدالباری ندوی: ۳۱۱

www.besturdubooks.net

کے مشاغل سے کنارہ کش رہنے میں عافیت ہے، اس تعلق سے فرماتے ہیں:

> ''علمی اشتغال چاہے علومِ ظاہری ہوں یا علومِ باطنہ یقیناً بہت اہم ہے اور ایسے لوگوں کے لئے یقیناً کسی دوسری چیز میں مشغول ہونا ہر گز نہ چاہئے اور محض نادانوں، احمقوں کے طعن و تشنیع کے خوف سے اس اہم مشغلہ کے ساتھ کمائی وغیرہ کی طرف لگنا جاہلوں کے طعن کے خوف سے اپنی قیمتی مایہ کو ضائع کرنا ہے، نادانوں کے طعن و تشنیع سے نہ اہل علم بچے، نہ انبیائے کرام بچے''

آج کل یہ وبا بہت عام ہوتی جارہی ہے کہ اہل علم کو اپنا گذر چلانے کے لئے کسی صنعت وحرفت کا سیکھنا ضروری ہے اور اہل علم بھی دنیا داروں کے طعن و تشنیع سے بددل ہوکر اس کی اہمیت کو محسوس کر رہے ہیں اور مدارسِ عربیہ دینیہ میں یہ سلسلے بھی جاری ہورہے ہیں؛ لیکن یہ علم کو بہت زیادہ نقصان دینے والی چیز ہے، اس میں اسلاف کے نمونے سامنے رکھے جاتے ہیں جنہوں نے اپنے معاش کے لئے تجارت وحرفت وغیرہ کے مشاغل اختیار کرتے ہوئے دین کی اور علم کی خدمت کی اور یقیناً اگر اللہ جل شانہ توفیق عطا فرمائے تو یہ طریقہ بہترین طریقہ ہے؛ مگر ہم لوگوں کے قلوب اور ہمارے قوی اور ہمارے احوال نہ تو اس کے متحمل ہیں کہ ہم لوگ دو کام بیک وقت کرسکیں اور نہ ہماری طمعِ نفس اور حب دنیا اس کی گنجائش دیتی ہے کہ مال کی بڑھوتری کے اسباب پیدا ہونے کے باوجود اللہ کے واسطے دین کی خاطر علم کی خاطر ہم اپنے اوقات کو دنیا کے کمانے کے مشاغل سے زیادہ سے زیادہ فارغ کرسکیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ابتداء میں دونوں کام شروع کیے اور آخر میں علمی مشغلہ پر دنیا کی کمائی اور طلب غالب آگئی جس کے بارہا تجربے ہوچکے ہیں۔

امام غزالیؒ نے طلبِ علم کے جو دس آداب لکھے ہیں، اس میں لکھتے ہیں کہ چوتھا ادب یہ ہے کہ دنیا میں مشغولی کو بہت ہی کم کردے اور اپنے اہل اور وطن سے دور چلا جائے؛ اس لئے کہ تعلقات کی کثرت مشغولی کا سبب ہوتی ہے اور مقصد سے ہٹانے

www.besturdubooks.net

والی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے لئے دو دل نہیں بنائے (کہ ایک دل علم میں مشغول رہے اور دوسرا دنیا کمانے میں، یہ قرآن پاک کی آیت ''مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ'' (۱) کی طرف اشارہ ہے) اور جتنا زیادہ اپنے فکر وغور کو متفرق چیزوں میں مشغول کروگے علوم کے حقائق سے دور ہوگے، اسی وجہ سے کہا گیا کہ علم تجھے اپنا تھوڑا سا حصہ جب دے گا جب تو اپنے آپ کو پورا کا پورا علم کے نذر کردے گا اور جو غور وفکر متفرق امور کی طرف منتشر رہتا ہے، اس کی مثال اس نالی کی سی ہے جس کی ڈول ٹوٹ گئی ہو کہ اس میں سے پانی ادھر اُدھر نکلے گا اور بہت کم کھیت میں پہنچے گا (احیاء)۔(۲)

لوگ کہتے ہیں کہ علماء کا کوئی ذریعہ معاش ہونا چاہئے، لیکن طبیعتیں کمزور ہوگئیں، صفات مضمحل ہوگئے، تجارت غالب آجاتی ہے، خدمت دین باقی نہیں رہتی، یہی بات تقریباً فضائل تجارت میں اسی مضمون کو اکابر کی زندگیوں کی روشنی میں دیکھنا ہے۔

مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:

علماء تجارت وخدمت دین کو جمع کریں تو چونکہ نتیجہ ارذل کے تابع ہوتا ہے، (جیسے دودھ اور گندا پانی جمع ہوجائے تو گندا پانی ہی غالب رہتا ہے) پھر تجارت ہی خدمت دین پر غالب آجاتی ہے۔

حضرت قاری امیر الحسن صاحب رحمہ اللہ، خلیفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب سے ہمارے ایک مدرس دوست نے مشورہ کیا کہ وہ مدرسہ چھوڑ کر یا ساتھ ساتھ کچھ تجارت کرنا چاہتے ہیں، تو حضرت نے جواب دیا کہ یہ کہاں کی عقل مندی ہے کہ سونے چاندی کو چھوڑ کر کوئی آدمی گارے مٹی کا کاروبار کرے۔

تجارت یا ملازمت کے لئے بیرونی ممالک کا سفر

آج کل یہ مسئلہ سنگین ہوتا جارہا ہے کہ تجارت یا ملازمت کے لئے سالہا سال بیرونِ ملک کا قیام دینی اعتبار سے کیا حیثیت رکھتا ہے، مختصراً یادر ہے:

---

(۱) الأحزاب: ۴

(۲) فضائل صدقات: ۳۲۶، ایم عاشقین اینڈ کمپنی، حویلی اعظم خان، جامع مسجد دہلی

www.besturdubooks.net

(کیوں کہ تفصیلا تو یہ مضمون ہماری کتاب مسنون معاشرت :۲/۴۷، مطبوعہ فیصل انٹرنیشنل میں لکھ دیا جاچکا ہے) کہ دین وآخرت اصل ہے، روزی روٹی دین وآخرت کے لئے ضروری ہے، اگر فرائض چھوٹ رہے ہوں، داڑھی مونڈھنا پڑتا ہو (یاد رہے کہ داڑھی مونڈھنا بالاتفاق حرام ہے، البتہ ٹخنوں سے اوپر ڈھیلا پینٹ اور شرٹ پہنا جاسکتا ہے) بیویاں آوارہ ہوجاتی ہیں، ماں باپ کی خدمت سے آدمی محروم رہ جاتا ہے، پھر جس ملک میں قیام کیا ہے، اس ملک کا قانون ہماری نسلوں کو دین اسلام پر نہ رہنے دیتا ہو، بچوں کے لئے اسلامی مزاج والے اسکول و مدارس نہ ہوں، خودسر پرست میں اتنی داعیانہ قوت نہ ہو کہ وہ ماحول کو بدل دے تو ہرگز بیرونِ ملک کا سفر نہیں کیا جاسکتا؛ لیکن ماحول اور مزاج کچھ اس قسم کا بن چکا ہے کہ غیر ملکی ملازمتوں کو حد سے زیادہ اہمیت دی جارہی ہے، وہاں کے سب قوانین کو گوارہ کرلیا جاتا ہے، اور اکثر و بیشتر شروع میں فیملی ویزا نہیں ملتا، نئی نویلی دلہنوں کو چھوڑ کر مختلف معاشرتی برائیوں کے حوالے کردیا جاتا ہے، یہ مسئلہ اچھی طرح جاننا چاہئے کہ بیوی کی اجازت کے بغیر چار مہینے سے زیادہ کی دوری جائز نہیں ہے، اگر اجازت ہو تب بھی فتنوں کے اس دور میں علماء نے مناسب نہیں سمجھا؛ مگر اہل خاندان کے ساتھ قیام ہو تو نسلیں گذر جاتی ہیں، لیکن واپسی کا خیال نہیں آتا۔

وطن کی جائیدادوں میں خیانتیں ہوتی ہیں، ناجائز قبضے ہوتے ہیں، دھاندلیاں پیش آتی ہیں اور زندگی کے شام کے وقت نہ صحت ہاتھ میں رہتی ہے اور نہ پیسہ اور نہ بیویاں ماتحت رہتی ہیں اور نہ اولاد، اپنے وطن میں بھی لمبی غیر موجودگی کی وجہ سے پردیسی رہتا ہے، اور پردیس میں تو یہ پردیسی ہی ہے، شہریت بھی بآسانی نہیں دی جاتی، اگر شہریت مل بھی گئی تو یہ مسئلہ جاننا چاہئے کہ دوسرے ملک کی شہریت جب کہ دین وایمان کا جنازہ نکل رہا ہو اور نسلیں اجڑ رہی ہوں کیا جائز ہے؟ سینگ نکلنے اور پر لگنے کے بعد کوئی چرند پرند اور درندا اپنے ماں باپ کے ساتھ نہیں رہتے، کیا انسان کو بھی ڈگری اور ویزے کے پر لگنے کے بعد حیوانات کی طرح ہوجانا چاہئے، اپنے ماں باپ سے علاحدہ ہوکر۔

www.besturdubooks.net

☆ کفار و مشرکین کے ساتھ ان کے محلے اور بستی میں رہن سہن اور ان کے ساتھ اقامت ممنوع ہے۔

چونکہ حدیث میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" لَا تُسَاكِنُوْا الْمُشْرِكِيْنَ وَلَا تُجَامِعُوْهُمْ فَمَنْ سَاكَنَهُمْ اَوْ جَامَعَهُمْ فَلَيْسَ مِنَّا " (۱)

مشرکوں کے ساتھ سکونت اختیار نہ کرو اور نہ ان کے ساتھ اختلاط رکھو، جو شخص ان کے ساتھ سکونت اختیار کرے یا ان کے ساتھ میل جول رکھے گا تو وہ ہم میں سے نہیں: " أَنَا بَرِيْءٌ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ يُقِيْمُ بَيْنَ اَظْهُرِ الْمُشْرِكِيْنَ " (۲)

علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں کہ: ان کے ساتھ صلہ رحمی، دنیاوی معاملات و امورِ خرید و فروخت، لین دین وغیرہ کے تعلقات میں کوئی ممانعت نہیں، البتہ ان کے ساتھ رہائش اختیار نہیں کی جاسکتی:

"ولم يمنع من صلة أرحام لهم من الكافرين ولا مخالتطهم فى أمر الدنيا بغير سكنى فيما يجرى مجرى المعاملة" (۳)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی کتاب الزهد میں ہے "میرے دشمنوں کے داخل

---

(۱) السنن الكبرى للبيهقى باب الأسير يؤخذ عليه العهد: حديث:۱۸۲۹۱

(۲) ترمذی: كراهية المقام بين أظهر المشركين، حديث:۱۶۰۵، ابن الملقن کہتے ہیں کہ: ابوداؤد اور ترمذی نے کہا ہے کہ: اس کو ایک جماعت نے روایت کیا ہے اور اسمیں انہوں نے جریر کا ذکر نہیں کیا ہے، اور یہی صحیح ہے، اور امام بخاری نے کہا ہے کہ: صحیح مرسل روایت ہے، اور اسی طرح ابو حاتم الرازی اور دارِ قطنی "العلل" میں ان سے اس بارے میں سوال کئے جانے پر یہی کہا ہے، میں کہتا ہوں: اس کو امام شافعی اور اسی طرح نسائی نے اپنی سنن میں مرسل روایت کیا ہے: البدر المنير: الحديث السابع: ۱۶۳/۹، دار النشر والتوزیع، الریاض)

(۳) عون المعبود: باب الاقامة بأرض الشرك: ۳۳۸/۷، دار الکتب العلمیة، بیروت

www.besturdubooks.net

ہونے کی جگہوں میں داخل مت ہو، اور میرے دشمن کا لباس مت پہنو، اور نہ میرے دشمنوں کی سواریوں پر سوار ہو، ورنہ تو تم بھی میرے ان کی طرح دشمن ہو جاؤ گے "فَتَكُونُوا أَعْدَائِيْ كَمَا هُمْ أَعْدَائِيْ" (۱)

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کے کافروں کے بیچ رہنے سے منع فرمایا ہے، اگر وہ وہاں سے ہجرت کر سکتا ہو تو ہجرت کر جائے، اور آپ ﷺ نے فرمایا: میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے بیچ رہے، کہا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیوں؟ وہ ایک دوسرے کی آگ کو دیکھنے نہ پائیں " لَا تَرَاءَ نَارَاهُمَا " یعنی ان کے اتنا قریب نہ رہو کہ ان کے گھر کی آگ تمہیں دکھائی دے۔ (۲)

یہ تو جمہور کے قول کے مطابق اس صورت میں ہے جب کہ اس کیلئے اپنے دین کی حفاظت وصیانت غیر بلاد اسلامیہ میں ممکن نہ ہو، اس کے دین، عزت وآبرو اور جان ومال پر خطرات کے بادل منڈلا رہے ہوں۔

اس کے برخلاف اگر اس کیلئے غیر اسلامی ممالک میں اس کے دین پر عمل آوری کے سلسلے میں آزادی حاصل ہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ	بیشک جب ایسے لوگوں کی جان
ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ	فرشتے قبض کرتے ہیں جنہوں نے
كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ	اپنے کو گنہگار کر رکھا تھا تو وہ ان
فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ	سے کہتے ہیں کہ تم کس کام میں تھے
اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا	وہ کہتے ہیں کہ ہم سرزمین میں محض
فِيْهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰاهُمْ جَهَنَّمُ	مغلوب تھے وہ کہتے ہیں کہ کیا خدا
وَسَآءَتْ مَصِيْرًا، اِلَّا	تعالیٰ کی سرزمین وسیع نہ تھی تم کو
الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ	ترک وطن کرکے اس میں چلا جانا

(۱) الزهد لابن حنبل: بقية زهد عليه السلام: ۱/۱۰۳، دار الريان للتراث

(۲) عون المعبود: ۷/۳۳۹، دار الكتب العلمية، بيروت

www.besturdubooks.net

وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا (۱)	چاہئے تھا سوان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور جانے کیلئے وہ بری جگہ ہے پہنچنے کی مگر جو ہیں بے بس، مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے جو نہیں کر سکتے کوئی تدبیر اور نہ جانتے ہیں کہیں کا راستہ۔

اس آیت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اس شخص کیلئے دارالکفر میں اقامت اور رہائش درست ہے جو وہاں رہ کر اپنے دین پر علی الاعلان عمل کر سکتا ہو، اور وہاں وہ کمزور نہ ہو۔

۲- جو مسلمان ہجرت کی قدرت رکھتے تھے جیسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب وغیرہ ان کو رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کرنے کو نہیں کہا، حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ: سنتِ رسول ﷺ سے پتہ چلا کہ ہجرت اس شخص پر فرض ہے جس کو اپنے دین پر آنچ آنے کا اندیشہ ہو:

"إن فرض الهجرة على من أطاقها إنما هو على من فتن فى دينه فى البلاد الذى يسلم فيها، لأن رسو ل الله ﷺ أذن لقوم بمكة أن يقيموا بها بعد اسلامهم، منهم العباس بن عبد المطلب " (۲)

۳- نعیم بن نحام رضی اللہ عنہ نے جب ہجرت کرنی چاہی تو ان کے پاس ان کی قوم بنی عدی کے لوگ آئے، ان سے کہا: تم ہمارے یہاں اپنے دین کے ساتھ مقیم رہو، جو تم کو تکلیف پہنچانا چاہے تو ہم اس کا دفاع کریں گے، یہ ایک مدت تک انہیں کے یہاں مقیم رہے، پھر انہوں نے وہاں سے ہجرت کی، حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا تھا: " قومك كانوا لك خيرا من قومى لى، قومى أخرجونى وأرادو قتلى، وقومك حفظوك

---

(۱) النساء: ۹۷-۹۸

(۲) كتاب الأم : اصل فى فرض الجهاد : ۱۶۱/۴

www.besturdubooks.net

ومنعوك " تمہاری قوم تمہارے لئے میری قوم سے بہتر ثابت ہوئی، میری قوم نے مجھے اپنے شہر سے نکالا اور میرے قتل کا ارادہ کیا اور تمہاری قوم نے تمہاری حفاظت کی اور تمہارا دفاع کیا۔(١)

تو اس حدیث سے پتہ چلا کہ جس کو دارالکفر میں حمایت اور صیانت حاصل ہو اور اس کو اپنے دین میں فتنہ اور آزمائش کا اندیشہ نہ ہو تو اس کا وہاں کی اقامت اختیار کرنا جائز ہے۔

٤- نجاشی شاہِ حبشہ جب دورِ رسالت میں مسلمان ہوئے تو وہیں اپنے ملک میں مقیم رہے، اور وہاں سے ہجرت کیے بغیر ان کا وہیں انتقال ہو گیا، حضور ﷺ نے ان کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھائی، اور ان کے تعلق سے فرمایا: " مَاتَ الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ " (٢) آج ایک نیک شخص کا انتقال ہوا ہے، اس سے بھی پتہ چلا کہ اگر دیارِ کفر میں دین و ایمان کے محفوظ رہنے کی ضمانت دی جاسکتی ہو تو وہاں کی اقامت اختیار کرنا جائز ہے۔

٥- یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت فدیک رضی اللہ عنہ خدمتِ اقدس ﷺ میں حاضر ہوئے کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! لوگوں کا یہ خیال ہے کہ جو شخص ہجرت نہ کرے وہ ہلاک ہو جائے گا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے فدیک! نماز قائم کرو، زکوۃ دو، اور برائی کو ترک کر دو، اور اپنی قوم میں جہاں چاہے رہو: " أَقِمِ الصَّلٰوةَ، وَآتِ الزَّكٰوةَ، وَاهْجُرِ السُّوْءَ، وَاسْكُنْ مِنْ دَارِ قَوْمِكَ حَيْثُ شِئْتَ " راوی کہتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تم مہاجر ہو جاؤ گے۔(٣)

٦- حضرت سلیمانؒ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد (حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ) سے نقل

---

(١) الطبقات الکبری لابن سعد: ٤/١٣٨، دار صادر، بیروت

(٢) بخاری: باب موت النجاشی، حدیث: ٣٦٦٤

(٣) صحیح ابن حبان: باب الهجرة، حدیث: ٤٨٦١، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے اوسط اور کبیر میں اختصار کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں: مجمع الزوائد: باب فضل المہاجرین، حدیث: ٩٣٠٣

www.besturdubooks.net

کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ جب کسی شخص کو کسی چھوٹے یا بڑے لشکر کا امیر مقرر فرماتے تو خاص طور پر اس کی ذات سے متعلق تو اس کو اللہ سے ڈرتے رہنے کی اور اس کے ساتھ جانے والے مسلمانوں کے متعلق اس کو نیکی و بھلائی کرنے کی نصیحت فرماتے اور اس کے بعد یہ فرماتے کہ جاؤ اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں۔یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کیلئے اور ان کے دین کا جھنڈا سر بلند کرنے کی غرض سے اسلام دشمن طاقتوں سے جنگ کرو اس شخص کے خلاف جہاد کرو جس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ہے جہاد کرو، جب تم اپنے مشرک دشمنوں کے سامنے پہنچو تو پہلے ان کو تین چیزوں میں سے کسی ایک کو اختیار کر لینے کی دعوت دو، ان تین چیزوں میں سے وہ مشرک جس چیز کو تم سے اختیار کریں اور اپنے لئے پسند کریں تم اس کو منظور کر لو اور ان کو اس سے زیادہ کسی اور چیز پر مجبور کرنے سے باز رہو، پھر یعنی ان تین چیزوں میں سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ ان کو اسلام کی دعوت دو اگر وہ اس دعوت کو قبول کریں تو تم بھی اس کو منظور کر لو، اور ان سے جنگ کرنے سے باز رہو، (پھر وہ اسلام قبول کریں تو) ان کو اپنے ملک یعنی (دارالحرب سے) مہاجرین کے ملک (یعنی دارالاسلام) کو منتقل ہو جانے یعنی ہجرت کرنے کی دعوت دو، اور ان کو یہ بتا دو کہ ایسا کریں گے یعنی ہجرت کر کے دارالاسلام آ جائیں گے تو ان کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو مہاجرین کو حاصل ہیں اور ان پر وہی ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو مہاجرین پر عائد ہیں، اگر وہ ترکِ سکونت اختیار کرنے پر تیار نہ ہوں تو ان کو بتا دو کہ ایسی صورت میں وہ دیہاتی مسلمانوں کی طرح ہوں گے اور ان پر اللہ کا ایسا حکم کیا جائے گا جو تمام مسلمانوں پر نافذ ہوتا ہے یعنی نماز، روزہ وغیرہ کا واجب ہونا اور قصاص و دیت جیسے احکام کا نافذ ہونا اور غنیمت و فئی کے مال میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا البتہ اس وقت حصہ ملے گا جبکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو کر جہاد کریں۔"وَلَا يَكُونُ لَهُمْ فِي الْفَيْءِ وَالْغَنِيمَةِ نَصِيبٌ"(۱)

---

(۱) ابوداؤد: باب فی دعاء المشرکین، حدیث: ۲۶۱۲، محقق شعیب الارنؤط کہتے ہیں: اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے: مسند احمد: حدیث بریدة الأسلمی، حدیث: ۲۳۰۲۸۔

www.besturdubooks.net

اس حدیث سے پتہ چلا کہ اگر کوئی شخص دیارِ کفر میں مسلمان ہو جائے تو اس کیلئے دیارِ اسلام کو ہجرت کر جانا مستحب ہے، اگر وہ ہجرت نہ کرے تو اس پر کوئی پکڑ نہیں، البتہ اسلامی احکام کا اجراء اس پر ہوگا، اور اس کو مالِ غنیمت اور مالِ فئی سے حصہ نہ مل پائے گا۔

۷- اس کے علاوہ اگر دار الکفر میں مسلمانوں کے اقامت کی اجازت نہ دی جائے تو دعوتِ اسلام پیش کرنے کا موقع اور میدان اس سے بڑھ کر کہاں ملے گا، اسلام کی حقیقت اور اسلام کی اصل روح کا پتہ ان کو کیسے چلے گا۔

چنانچہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی تو وہ دارالاسلام نہیں تھا، اور یہ اقامت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تھی۔

ان ساری برائیوں کے باوجود ہمارے معاشرے میں سود کا رواج بہت ہو رہا ہے ، معمولی کاروبار کے شروع کرنے کے لئے پیسہ سود پر لیا جاتا ہے، پس اندازی، یعنی تھوڑے تھوڑے پیسے جمع کرنا اور کفایت شعاری کے پرانے انداز کا خاتمہ ہوگیا، دیندار سمجھے جانے والے لوگ بھی فینانس پر گاڑیاں خریدنے ، مشینوں کے لانے کو گناہ ہی نہیں سمجھتے ، شاید ہی کوئی سنجیدگی سے ان سارے معاہدات کو پڑھا ہوگا، جن معاہدات پر لون لیتے ہوئے دستخط کئے جاتے ہیں۔

سود اور سرمایہ دارانہ نظام یک طرف سود کے لئے ہر حال میں نفع حاصل ہونے کا نام ہے، بنک اور فینانس کمپنیاں آخری قسطوں کی ادائیگی کے بغیر مال اور اونر بننے کے پیپرس نہیں دیتے ، بیماریاں اور حوادث، بازار کے اونچ نیچ، احتجاج و ہڑتال، گھریلو مسائل کی وجہ سے کسی قسط کی ادائیگی میں تاخیر ہو جائے تو سود میں اضافہ کردیا جاتا ہے، سرمایہ دارنہ نظام کے چال کے مطابق ؛ کیوں کہ وہ خواہش و خواہشات والی زندگی کا عادی ہو جاتا ہے، اس لئے مزید معیارِ زندگی یا رسم ورواج کے پورا کرنے کے لئے مزید سود پر پیسہ لیتا ہے، کبھی قسطوں پر قسطیں باقی رہنے لگتی ہیں، سود میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، فینانس پر دی گئی چیز آٹوز وغیرہ چھین لیا جاتا ہے، بطور شیر وٹی کے رکھے گئے زمین و مکان کے

www.besturdubooks.net

کاغذات ضبط کرلئے جاتے ہیں، کوئی بنک کا مال قرض لینے والوں کا بے گھر ہونا، سواریوں کا چھینا جانا نہیں دکھلاتا، شاندار مکان، چمکتی ہوئی رنگوں کی تصویریں آویزاں کی جاتی ہیں، فینانسروں سے تنگ آکر خودکشی کرنے والوں کی تصویریں کوئی آویزاں نہیں کرتا۔

سود لینے کی وجہ سے حالات آتے ہیں تو ہم سود سے توبہ کرنے کے بجائے مزید سودی قرض کو تلاش کرتے ہیں، خواہشات کو کم کرنے، رسم ورواج سے توبہ کرنے کے بجائے، مزید سودی قرض کو تلاش کرتے ہیں، کرائے کے مکان میں رہنا، یا کرائے کا آٹو یا کار وغیرہ چلانا اللہ سے اعلانِ جنگ کرنے کے مقابلہ میں بدرجہا بہتر ہے، مہینہ کی ایک تاریخ سود پر پیسے لینے والے کے سر پر ننگی تلوار کی طرح لٹکتی ہے، فینانس پر پیسے دینے والے بے رحم لوگوں کی ہراسانی پر ذلت کے فاقے آتے ہیں، ظاہر بات ہے کہ محنت کا کانٹا آٹھ گھنٹے یا بارہ گھنٹے چلے گا، تو سود کا بہرحال چوبیس گھنٹے کا ادا کرنا ہی ہے، چاہے مہینہ کے درمیان میں بند منایا جائے، یا کچھ اور مصیبت آجائے، سود تو پورے تیس دن کا ادا کرنا ہے۔

مولانا عمر صاحب پالن پوریؒ فرماتے ہیں: اگر کوئی ٹانکی پچاس لیٹر پانی کی ہو، اگر اس کو پانچ نل لگائے جائیں تو تب بھی اندر کا پچاس لیٹر پانی ہی نکلے گا اور اگر بیس نل لگائیں تب بھی پچاس لیٹر پانی ہی نکلے گا، نلوں کے بڑھنے سے آدمی کا مقدر بڑھا نہیں کرتا، مقدر بہرحال مل کر رہے گا، کیا سود پر لینے والے کا مقدر بڑھ گیا، کیا ان کی خواہشات پوری ہوگئیں، قناعت کے بغیر کوئی راستہ نہیں، اللہ کے دیئے پر راضی ہونا پڑے گا، چاہے شروع میں یا تھک ہار کر:

"مَنْ لَمْ يَرْضَى قَضَائِيْ وَلَمْ يَصْبِرْ عَلَى بَلَائِيْ ، وَلَمْ يَشْكُرْ عَلَى نُعَمَائِيْ فَلْيَطْلُبْ رَبًّا سَوَائِيْ" (۱)

---

(۱) المعجم الکبیر، ابو ھند الداری: حدیث: ۸۰۷، تاریخ دمشق لابن عساکر: سعید بن زیاد فائد بن زیاد: ۶۰/۲۱، دار الفکر، بیروت

www.besturdubooks.net

یاد رکھیں! دیکھنے میں حرام ہمیشہ زیادہ نظر آتا ہے:

”قُل لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثُ“(۱)

---

(۱) المائدة:۱۰۰

www.besturdubooks.net

آیات:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۱) — اور اللہ پر نظر رکھو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

اور یہ بھی ارشاد باری ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (۲) — اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ رکھنا چاہئے۔

اور یہ بھی ارشاد باری عز وجل ہے:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (۳) — اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

اور ایک جگہ ارشاد باری عز وجل ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ (۴) — بیشک اللہ تعالی ایسے اعتماد کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔

اللہ پر توکل کرنا یہ اللہ سے محبت اور اللہ پر بھروسہ کا سب سے اعلی مقام ہے، جو

---

(۱) المائدۃ: ۲۳ — (۲) ابراہیم: ۱۲

(۳) الطلاق: ۳ — (۴) آل عمران: ۱۵۹

www.besturdubooks.net

شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے، اس کا محبوب بن جاتا ہے اور محبوب کو عذاب اور عقاب سے دوچار نہیں کیا جاتا اور ایک جگہ ارشاد باری عزوجل ہے:

أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ (۱) — کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کافی نہیں۔

جو شخص دوسرے کو کافی مانتا ہے وہ متوکل نہیں اور اس آیت کا جھٹلانے والا ہے، اور ایک جگہ فرمایا:

وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (۲) — اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ زبردست ہیں (اور) حکمت والے (بھی) ہیں۔

اور یہ بھی بتلایا کہ اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے ان کی ضروریات کی تکمیل بھی اس کے ذمہ ہے، اس لئے اس پر توکل اور اعتماد کیسے کیا جاسکتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقاً فَابْتَغُوا عِندَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ (۳) — تم لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر محض بتوں کو پوج رہے ہو اور (اس کے متعلق) جھوٹی باتیں تراشتے ہو تم خدا کو چھوڑ کر جن کو پوج رہے ہو وہ تم کو کچھ رزق بھی دینے کا اختیار نہیں رکھتے سو تم لوگ رزق خدا کے پاس سے تلاش کرو اور اسی کی عبادت کرو۔

---

(۱) الزمر: ۳۶ (۲) لأنفال: ۴۹

(۳) العنکبوت: ۱۷

www.besturdubooks.net

احادیث:

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو مختلف امتیں دکھائی گئیں، آپ کی امت کے آنے میں تاخیر ہوئی، نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر مجھے میری امت دکھائی گئی، جس کی کثرت پر مجھے بہت تعجب ہوا کہ انہوں نے ہر ٹیلے اور پہاڑ کو بھر رکھا تھا، مجھ سے کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے، ان کے ساتھ ستر ہزار آدمی ایسے ہیں جو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو داغ کر علاج نہیں کرتے، جھاڑ پھونک اور منتر نہیں کرتے، بدشگونی نہیں لیتے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں، یہ سن کر عکاشہ بن محصن اسدی کھڑے ہو کر پوچھنے لگے یارسول اللہ ! اللہ سے دعا کر دیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل کر لے؟ نبی ﷺ نے ان کے لئے دعا کر دی، پھر ایک اور آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا یارسول اللہ ! اللہ سے دعا کر دیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل کر لے؟ نبی ﷺ نے فرمایا عکاشہ تم پر سبقت لے گئے۔'' سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ"(۱)

اور ایک روایت میں توکل کی حقیقت کو بیان فرمایا:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم اللہ پر اس طرح بھروسہ کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح رزق دے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیتا ہے صبح کو وہ بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں "تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا" (۲) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تم اگر اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوئے بہترین طریقے سے طلب معاش کرو گے تو اللہ عزوجل تم کو حلال رزق سے نوازیں گے۔

اور ایک روایت میں ہے: جو شخص اللہ کی طرف کٹ جاتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے لئے ہر مصیبت کے لئے کافی ہو جاتے ہیں اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں

---

(۱) بخاری: باب من اكتوى أو كوى غيره وفضل من لم يكتوى، حدیث:۹۱۱

(۲) ترمذی:السفر يوم الجمعة، حدیث:۵۲۷، امام ترمذی نے اس روایت کو غریب قرار دیا ہے۔

www.besturdubooks.net

جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کرتا، اور جو شخص دنیا کی جانب کٹ جاتا ہے تو اللہ عز وجل اس کو دنیا کے حوالہ کر دیتے ہیں: " وَمَنِ انْقَطَعَ إِلَى الدُّنيَا ، وَكَّلَهُ اللّٰهُ إِلَيْهَا "(۱)

اور ایک روایت میں ہے: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ مالدار اور غنی ہو جائے تو اس کو جو کچھ اللہ کے یہاں ہے اس پر اس سے زیادہ اعتماد کرنا چاہئے جو اس کے ہاتھ میں ہے

' فَلْيَكُنْ بِمَاعِنْدَ اللّٰهِ أَوْثَقُ مِنْهُ بِمَا فِيْ يَدَيْهِ" (۲)

اور توکل کے تعلق سے یہ بھی روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا جانے لگا تو ان سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: آپ کو کوئی ضرورت در پیش ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، چونکہ اللہ عز وجل کے اس قول پر اعتماد تھا" حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ " (میرے لئے اللہ کافی ہے وہی میرا ذمہ دار ہے) اس کو انہوں نے اس وقت کہا جب ان کو آگ میں ڈالا جانے لگا، تو اللہ عز وجل نے ان کے تعلق سے فرمایا: "وَإِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى " (۳) اور نیز ابراہیم علیہ السلام کے جنہوں نے احکام کی پوری بجا آوری کی۔

اللہ عز وجل نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اے داؤد! جو بندہ بھی میری پناہ میں آتا ہے مخلوق کی نہیں، پھر اس کے خلاف آسمان و زمین کی تمام چیزیں بھی مکر کرتی ہیں تو اس کے لئے راستہ فراہم کر دیتا ہوں:" إِلَّا جَعَلْتُ لَهُ مَخْرَجًا " (۴)

---

(۱) المعجم الأوسط للطبرانی، من اسمه جعفر، حدیث:۳۳۵۹،علامہ ہیثمی فرماتے ہیں:اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے،اسم میں ابراہیم بن اشعث صاحب الفضیل یہ ضعیف ہیں،ان کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ کبھی غریب روایتیں لاتے ہیں،کبھی خطا کرتے ہیں اور کبھی مخالفت کرتے ہیں اور اس کے بقیہ رجال ثقہ ہیں:مجمع الزوائد:باب ما جاء فی العزلة، حدیث:۱۸۱۸۹۔

(۲) المستدرك: کتاب الأدب، حدیث:۷۷۰۷،علامہ عراقی فرماتے ہیں:اس کو حاکم اور بیہقی نے کتاب الزہد میں ابن عباس کی حدیث سے سند ضعیف کے ساتھ نقل کیا ہے۔

(۳) النجم: ۳۷

(۴) إحياء العلوم للغزالی:بیان فضیلة التوکل من الآیات: ۴/۴۴۲

www.besturdubooks.net

آثار:

سعید بن جبیر فرماتے ہیں: مجھے بچھونے کاٹ لیا تو میری ماں نے قسم کھایا وہ بچھو کے کاٹ کا رقیہ کرائے گی تو میں نے رقیہ کرنے والے کو اس ہاتھ پر رقیہ کرنے کو کہا جس کو بچھونے کاٹا نہیں تھا" فَنَاوَلْتُ الرَّاقِيَ يَدِيَ الَّتِي لَمْ تُلْدَغْ"(۱)

خواص نے اللہ عزوجل کا ارشاد پڑھا:" وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ" (۲) (بھروسہ کر اس زندہ ذات پر جس پر موت نہیں آتی)۔ پھر فرمایا: اس آیت کے بعد بندہ کے لئے مناسب نہیں کہ وہ غیر اللہ کی پناہ لے۔

توکل کے تین درجے ہیں:

۱۔ توکل کی ایک صورت یہ ہے کہ انسان نظری طور سے تو اپنا معاملہ اللہ ہی کے سپرد رکھے، لیکن عملی طور پر اس کا دھیان اسباب ہی کی طرف لگا رہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ آپ اپنا مقدمہ کسی وکیل کے سپرد کر دیتے ہیں، اس پر بھروسہ تو ہوتا ہے؛ لیکن آپ معاملہ اس کے سپرد کر کے بالکل فارغ نہیں ہو جاتے؛ بلکہ ہر وقت دھیان اور کوشش اس طرف لگی رہتی ہے۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آپ ظاہری اسباب کو معمولی طور سے صرف اس لئے اختیار کریں کہ اللہ تعالی نے انہیں اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، اس کے بعد معاملہ اللہ کے حوالہ کر دیں اور یہ بات ہر آن مستحضر رکھیں کہ یہ ظاہری اسباب کوئی حقیقت نہیں رکھتے، کرنے والا اللہ ہی ہے، اس سے آپ کی بیشتر توجہات اللہ ہی کو پکارنے اور اسی کے سامنے اپنی حاجتیں بیان کرنے میں صرف ہوں گی ،توکل کی یہ حالت اس سے بڑھی ہوئی یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے ساتھ اس کا اعتماد بچے کے اپنی ماں پر اعتماد اور بھروسہ کی طرح ہو، چونکہ بچہ ماں کے علاوہ کسی کو جانتا ہی نہیں اور اسی کی جانب دوڑتا ہے اور اسی پر بھروسہ کرتا ہے، جب اس کو

---

(۱) إحياء العلوم للغزالي: بيان فضيلة التوكل من الآيات: ۴۴۲/۴

(۲) الفرقان: ۵۸

www.besturdubooks.net

دیکھتا ہے تو اس کے دامن سے چمٹ جاتا ہے، اور جب کبھی ماں کی عدم موجودگی کوئی حادثہ اس کے ساتھ درپیش ہوجاتا ہے تو ماں کو آواز دیتا ہے۔ اور اس کے دل میں ماں کا ہی خیال آتا ہے۔

۳۔ تیسرا توکل کا درجہ سب سے اعلیٰ ہے، کہ بندہ اللہ عزوجل کی جناب میں ایسے ہوجائے جس طرح مردہ غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے، یعنی مردہ جس طرف غسل دینے والا اسے پلٹا تا ہے اس طرف پلٹ جاتا ہے اسی طرح بندہ اپنے آپ کو اپنے ہر معاملہ میں اللہ عزوجل کے حوالے کردے۔(۱)

شریعت میں مطلوب توکل کا دوسرا درجہ ہے، حضور اکرم ﷺ نے سنت اسی کو قرار دیا ہے کہ ظاہری اسباب کو معمولی طور سے اختیار کرو، اللہ سے دعائیں بھی کرو، لیکن بھروسہ ان ظاہری اسباب پر کرنے کے بجائے اللہ ہی پر رکھو۔

ترکِ اسباب کا نام توکل نہیں:

بعض ناواقف لوگوں نے ''توکل'' کو غلط استعمال کیا کہ انہوں نے اسباب کو بالکل ترک کردینے کا نام توکل رکھا ہے، واقعہ یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں جتنے کام کرتا ہے یا تو جلب منفعت (نفع حاصل کرنا) یا حفظ منفعت (حاصل شدہ نفع کی حفاظت) یا دفع مضرت (کسی نقصان کو ختم کرنا) اللہ نے ان کاموں کے لئے کچھ اسباب بنائے ہیں:

یقینی سبب: یعنی ایسے اسباب جن کے ذریعہ مسبب کا حصول یقینی ہوتا ہے مثلاً بھوک لگ رہی ہے، روٹی سامنے رکھی ہے، یقین ہے کہ اس کے کھا لینے سے بھوک ختم ہوجائے گی ایسے اسباب کو چھوڑ دینا توکل نہیں، جنون ہے اور شرعاً حرام۔

ظنی اسباب: یعنی ایسے اسباب جن کو اختیار کرنے سے مسبب کا حصول پوری طرح یقینی تو نہیں ہے؛ لیکن عادۃً ہو جایا کرتا ہے، مثلاً تجارت، زراعت وغیرہ کے ذریعے معاش کا حصول، ایسے اسباب کو ترک کرنے کی بھی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ نہ سبب کو اختیار کرے، نہ اسباب کے ماحول میں رہے مثلاً کوئی شخص جنگل میں جا کر بیٹھ

(۱) اتحاف سادة المتقين: كتاب التوحيد والتوكل: ۱۲/۱۴۱۔۱۴۳ دارالكتب العلمية بيروت

www.besturdubooks.net

جائے یہ تو شرعاً ناجائز ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ اسباب کے ماحول میں رہ کر اسباب کو چھوڑ دے، مثلاً شہروں میں لوگوں کے ساتھ رہے؛ لیکن کسب معاش کی فکر نہ کرے، عام حالات میں تو یہ بھی جائز نہیں؛ لیکن چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

(الف) صاحب عیال نہ ہو یعنی کسی کا نان ونفقہ شرعاً اسکے ذمہ نہ ہو۔ (ب) صاحب عزم اور پختہ کار ہو۔ (ج) ہر حال میں راضی برضا رہے۔ (د) کسی سے صراحۃً یا اشارۃً سوال نہ کرے۔

ان شرائط کے ساتھ بطور علاج کے اسباب معاش کو چھوڑا جا سکتا ہے؛ لیکن ان میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو ناجائز ہوگا؛ گذشتہ اولیاء اور صوفیاء کرام سے جو منقول ہے کہ وہ اسباب معاش کو ترک کر بیٹھے تو ان کا یہی حال تھا کہ وہ واقعتاً راضی برضا اور اولوالعزم اور پختہ کار تھے، کسی دیکھنے والے کو گمان ہی نہ ہوتا تھا کہ یہ فاقہ سے ہیں، یا انہیں روپئے پیسے کی کوئی ضرورت ہے، قرآن کریم نے اصحاب صفہ کی یہی شان بتلائی ہے: "يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ" (۱) (ناواقف آدمی ان کے نہ مانگنے کی وجہ سے انہیں مالدار سمجھتا ہے)۔

دور دراز کے باریک اسباب کے پیچھے پڑے نہ رہنا چاہئے، یہ توکل کے منافی ہے، البتہ سامنے کے ان ظاہری اسباب کو تو ضرور اختیار کیا جائے جو انسان کے بس میں ہوں، حدیث میں حضور اکرم ﷺ اسی بات کو یوں تعبیر فرمایا ہے:

"أَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ وَتَوَكَّلُوا عَلَيْهِ" (کسی چیز کو طلب کرنے میں اختصار سے کام لو اور پھر اللہ پر بھروسہ کرو)

حدیث میں ہے حضور اکرم ﷺ نے ان افراد کا ذکر فرمایا جو بے حساب جنت میں داخل ہوں گے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو "لَا يَكْتَوُوْنَ" (داغ دینے کا علاج نہیں کرتے)۔ (۲)

---

(۱) البقرة: ۲۷۳

(۲) بخاری: باب يدخل الجنة سبعون ألفا بغير حساب، حديث: ۶۱۷۵

www.besturdubooks.net

اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ باریک تدبیروں کے پیچھے لگنا اسلام میں پسندیدہ نہیں۔کیونکہ اہل عرب داغنے کو آخری علاج سمجھتے تھے،مقولہ مشہور ہے: " آخــر الدواء الــکـــی" (آخری دوا داغ دینا ہے) خود حضور اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ اسباب اور تدبیروں کو اختیار فرماتے اور اسکے بعد یہ دعا فرماتے:

" اَللّٰھُمَّ ھٰـذَا التُّـکْلَانُ وَعَـلَیْکَ الْبَلَاغُ" (اے اللہ! یہ اپنی سی کوشش تھی اور بھروسہ آپ ہی پر ہے)۔(۱)

(۱) تـرمـذی: بـاب منـه، حدیث:۳۴۱۹،امام ترمذی نے اس روایت کو غریب کہا ہے،مجالس مفتی اعظم،مولانا عبدالرؤف سکھروی:۴۶۱،ادارالمعارف کراچی۔

www.besturdubooks.net

کسب وکمائی مقصود کے حصول کا ذریعہ

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ، مَا أُرِيْدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَا أُرِيْدُ أَن يُطْعِمُوْنِ ،إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ (۲)

اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں، میں ان سے (مخلوق کی) رزق رسانی کی درخواست نہیں کرتا اور نہ یہ کہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھکو کھلایا کریں۔ اللہ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا نہایت قوت والا ہے۔

بس یہی آیات اسلامی معاشیات کے سارے اصول وفروع کی اساسی بنیاد ہیں، معاش یا قرآن کی اصطلاح مں رزق بلاشبہ زندگی کی سب سے مقدم اور ناگزیر ضرورت ہے؛ لیکن ذریعہ یا ضرورت ہی، زندگی کا مقصد بہر حال نہیں، لہٰذا جب تک پہلے خود مقصد معلوم ومتعین نہ ہو اس کے مناسب وموافق کسی ذریعہ یا وسیلہ کا تعین کیسے ہوگا،؟ جہاں کہیں وسیلہ نفسی وسیلہ کی حیثیت سے باہر قدم نکالے تو یا اصل مقصد میں معاون ہونے کی جگہ مزاحم ہونے لگے گا تو وہیں اس کو روک دینا پڑے۔

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ" میں دوٹوک انداز میں فرمایا کہ انسان کی پیدائش کا مقصد ومدعا اس کے سوا کچھ نہیں بس اپنے پیدا کرنے والے کی

(۱) الذاریات: ۵۶=۵۷

www.besturdubooks.net

عبادت عبدیت یا پرستش و بندگی میں لگا رہے۔

انسان کی پیدائش کا ملائکہ میں اعلان فرما کر جب ان کو اس کے سجدے کا حکم دیا گیا تو خاص خصوصیت اس کی یہ بتلائی گئی کہ اس کے اندر میں (خدا) نے خود اپنی روح کی ایک شان پھونکی ہے (وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ) دوسرے عنوان سے کائنات میں اسی کے خاص مقام کا تعین فرمایا گیا کہ ''زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں'' کسی کا خلیفہ اور جانشین حقیقی معنی میں وہی ہوگا اور ہوسکتا ہے جو اپنے مستخلف یا خلیفہ بنانے کی ذات وصفات سے دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ مماثلت واقربیت رکھتا ہو، حضرات صوفیہ اسی معنی میں انسان کو حق جل جلالہ کا مظہر اتم کہتے ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات وصفات کے کمالات کو سب سے زیادہ ظہور بخشا ہے، ایک اور اعتبار سے اسی حقیقت کو امانت سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

کسی کی جانشینی یا خلافت کی حقیقت وکمال یہی ہے کہ اپنی خوشی وخواہش کو اپنے جانشیں یا خلیفہ بنانے والے کی مرضی ومشیت کے بالکل تابع؛ بلکہ اس میں فنا کردے، یہی مطلب عبادت وعبدیت کا ہے، عبد اپنے رب، بندہ اپنے مالک کے حوالے اپنے کو اس طرح کردے کہ اس کی مرضی ومشیت کے ساتھ پورا پورا توافق پیدا ہو کر کوئی تعارض وتصادم باقی نہ رہ جائے۔

عبدیت کی اس خصوصیت کو اس مثال سے واضح فرمایا:

ایک شخص نے غلام خریدا خریدنے کے بعد دریافت کیا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ حضور آج سے تو وہی نام ہے جس سے آپ پکاریں، دریافت کیا کہ کھایا کیا کرتے ہو؟ کہا، آج سے کھانا بھی وہی ہے جو آپ کھلائیں؟ دریافت کیا پہنا کیا کرتے ہو؟ کہا: آج سے پوشاک بھی وہی ہے جو حضور پہنائیں۔

اسی طرح حاجی امداد اللہ صاحب کے سامنے آیت ''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ'' پر اشکال کیا گیا کہ اس میں جن وانس کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ خدا تعالیٰ کی عبادت تو ساری مخلوق ہی کرتی ہے۔

www.besturdubooks.net

حضرت نے فرمایا ایک مثال سے اس کا فرق سمجھو ایک تو نوکر ہے اور ایک غلام (عبد) نوکر کا کام تو متعین ہوتا ہے خواہ ایک خواہ متعدد، مثلاً باورچی کہ اس کے لئے کھانا پکانے کی خدمت متعین ہے اور غلام کی کوئی خدمت معین نہیں ہوتی ؛ بلکہ تمام خدمات اس کے ذمہ ہیں، جس کا بھی حکم ہو جائے، چنانچہ ایک وقت اس کو آقا کا پائخانہ بھی اٹھانا پڑتا ہے اور ایک وقت آقا کی پوشاک پہن کر آقا کا قائم مقام اور نائب (خلیفہ) بن کر جلسہ یا دربار میں جانا پڑتا ہے، غرض غلام کو کسی وقت کسی خدمت سے بھی انکار نہ ہوگا۔

حاصل یہ ہے کہ جن وانس کے سوا دیگر مخلوقات میں سے ہر ایک کی طاعت وعبادت کی کوئی نہ کوئی صورت معین ہے، یعنی ہر مخلوق سے کوئی نہ کوئی خاص کام ہی متعلق ہے جس کے سوا دوسرا کام اس سے نہیں لیا جاسکتا۔ مگر انسان کی کوئی خدمت معین نہیں ایک وقت میں انسان کا سونا عبادت ہے، ایک وقت میں پاخانہ پھرنا عبادت ہے مثلاً جماعت تیار ہو اور پاخانہ پیشاب کا زور ہو تو پاخانہ پیشاب سے فراغت واجب ہے اور نماز پڑھنا حرام، اس کا اس وقت پائخانہ ہی عبادت ہے اور ایک وقت انسان کی یہ شان ہے کہ مظہر حق بنا ہوا ہے۔

کسب وتدبیر

یہ مطلب نہیں کہ رزق ومعاش کی اسبابی فکر وتدبیر ترک کردے، اپاہجوں کی طرح ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے اور خود سے فاقہ کو دعوت دے یا آسمان سے خوان اترنے کا انتظار کرنے لگے؛ بلکہ ہمارے اندر کسب واختیار کی جو ودیعت فرمائی گئی ہے، اسی کا دہرا مطالبہ ایک طرف یہ ہے کہ حصول معاش کے اسباب مشاغل وتدابیر میں اپنی فہم وبصیرت کے موافق آزادی کیساتھ اپنے کسبی اختیار کو کما حقہ استعمال کریں، اسی طرح اس کی امانتی جہت کا یہ تقاضا ہے کہ طلب رزق کی ساری تدبیروں اور کوششوں میں صاحب امانت (حق تعالی) کی مرضی ومنشاء کا بھی پورا پورا لحاظ رکھا جائے۔

ایک طرف اگر صنعت وحرفت زراعت وتجارت، ضروری وملازمت وغیرہ

www.besturdubooks.net

معاشی اسباب میں ہمارے اختیار کو تکوینی آزادی بخشی گئی ہے تو دوسری طرف ان اسباب کی بعض صورتوں پر حرام وحلال جائز ناجائز کی کچھ تشریعی پابندیاں خود ہماری خلافتی روحانی فطرت یا انسانیت کی ترقی وتکمیل کے لئے عائد کر دی گئی ہیں۔

فقر وسلطنت:

اب ان آزادیوں اور پابندیوں کو ساتھ ساتھ لے کر چلنے میں اگر کبھی ہم کو بھوکا رہنا پڑے تو یہ سمجھنا درست ہوگا کہ ہمارا پروردگار (رب) ہی خود ہماری ہی پرورشی مصلحتوں کے تحت اسی طرح بھوکا رکھنا چاہتا ہے جس طرح طبیب کسی مریض کو اوراگر آزادی وپابندی کے اس ''سندان عشق'' اور ''جام شریعت'' کی ''بازی'' یا ہم آہنگی میں ''دودھ گھی'' کیا ہفت اقلیم کی سلطنت ودولت مل جائے تو اس کو بھی اپنے رب کی طرف سے اور اپنی عبدیت ہی کی پرورش وربوبیت کا سامان اورامتحان جاننا چاہئے۔

إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيراً بَصِيراً(۱)

رزق میں فراخی وتنگی کرنے والا تو خود تمہارا رب (پالنہار) ہی ہے جو اپنے بندوں کو خوب جانتا سمجھتا ہے کہ کس کے حق میں فراخی مناسب ہے اور کس کے تنگی۔

تدبیر کی غرض:

انسان کی پیدائش کا مقصد ومدعا عبادت وعبدیت قرار دینے کے ساتھ ہی ساتھ یہ فرمانا کہ ''تمہارے پیدا کرنے کی غرض رزق ومعاش کے مسائل حل کرانا نہیں'' اس کا مطلب یہی ہے کہ آدمی کو پیدا ہونے اور زندگی ملنے کے بعد زندگی کی حفاظت وبقاء کے لئے سب سے پہلی فکر رزق کی لگ جاتی ہے، اس سے بےفکر فرما دیا جائے؛ تا کہ زندگی کی اصل مراد وغرض بندگی کی تحصیل وتکمیل میں یکسوئی سے لگے رہنے میں پیٹ کا دھندا حائل نہ ہو، دنیا میں بھی غلام اور باندی کا تصور یہی رہا ہے کہ جب آقا غلام کے سارے وقت

---

(۱) الاسرا: ۳۰

www.besturdubooks.net

وقوت کو اپنی غلامی کے لئے گھیر لیتا ہے تو بقائے حیات بھر کی اس کی معاشی حاجتوں کی پابجائی خود اپنے ذمہ رکھتا ہے، یہی صاف سیدھی بات معلوم ہوتی ہے کہ درج عنوان پہلی آیت میں ایک طرف انسان سے اگر پوری کی پوری زندگی کو بندگی بنا دینے کا مطالبہ فرمایا گیا ہے تو دوسری طرف ہی آیت میں رزقی احتیاجات کی ذمہ دارانہ تگ ودو سے سبکدوشی فرما کر خود ہی اس کی ضمانت فرمالی ہے کہ روزی رساں تو دراصل صرف اللہ ہے، پکی قوت والا ہے۔"إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْن"۔(۱)

اہل وعیال کے نان ونفقہ کی ایک درجہ میں ذمہ دارانہ فکر وتدبیر مامور ہے، پھر بھی سورہ طٰہٰ میں عبدِ کامل بلکہ اکمل العباد صلی اللہ علیہ وسلم کو اولاً خود دن رات کے مختلف اوقات میں تسبیح یا نماز وعبادت کا حکم فرما کر ساتھ ہی آگاہ فرمایا کہ:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَى مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجاً مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَى (۲)

اور ہرگز ان چیزوں کی طرف آپ آنکھ اٹھا کر مت دیکھیئے جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لیے متمتع کر رکھا ہے (وہ محض) دنیوی زندگی کی رونق ہے(اور آپ کے رب کا عطیہ)جو آخرت میں ملے گا) بدرجہا بہتر ہے اور دیرپا ہے۔

اس کے بعد ہی اہل وعیال کے معاملہ میں فرمایا ہے:

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقاً نَّحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَى (۳)

اور اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہیئے اور خود بھی اس کے پابند رہیئے ہم آپ سے معاش (کموانا) نہیں چاہتے معاش تو ہم

(۱) الذاریات: ۵۸ (۲) سورۃ طہ: ۱۳۱ (۳) طہ: ۱۳۲

www.besturdubooks.net

آپ کو دیں گے اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔

اسلامی وغیر اسلامی معاشیات کا فرق

بہرحال اسلامی اور غیر اسلامی معاشیات کا سب سے پہلا فرق تو یہی ہے کہ:

۱۔ اسلامی معاشیات کا بنیادی تعلق معادیات یا آخرت کی نہ ختم ہونے والی زندگی کے بناؤ بگاڑ یا فلاح وخسران سے ہے جس کی طرف اشارہ تمہیدی سطروں ہی میں کیا گیا۔

۲۔ دوسرے اسلامی معاشیات کی رو سے انسان کے رزق ومعاش کا مدار ''ایجاد بندہ'' معاشیاتی نظریات پر قطعاً نہیں، بقائے جان کے لئے جس طرح ہر جاندار کے رزق کی ضمانت خود اللہ تعالیٰ نے لے رکھی ہے، اسی طرح مومن وکافر ہر انسان کی بھی۔

وَكَأَيِّن مِن دَابَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (۲)

اور بہت سے جانور ایسے ہیں جو اپنی غذا اٹھا کر نہیں رکھتے اللہ ہی ان کو (مقدر) روزی پہنچاتا ہے او رتم کو بھی وہ سب کچھ سنتا ہے سب کچھ جانتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد باری عزوجل ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِيْ الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (۳)

اور کوئی (رزق کھانے والا) جاندار روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اسکی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو۔

اس وقت کی رزق رسانی کا وہ خود ہی ضامن ہے، حدیث میں تو یہاں تک اور اس قوت کے ساتھ اس ضمانت کی تصریح فرمادی گئی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مر

(۱) طٰہٰ:۱۳۲ (۲) العنکبوت:۶۰ (۳) ہود:۶

www.besturdubooks.net

ہی نہیں سکتا جب تک اپنا مقررہ رزق پورا نہ کرلے۔

”إِنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتَّى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا“(۱)

تدابیر کا درجہ:

اسباب وتدابیر کا درجہ اتنا ہے جیسے ریل کا ملازم لال جھنڈی دکھلا دے جس سے ریل گاڑی فورا رک جائے گی، سو ظاہر ہے کہ لال جھنڈی میں تاثیر کی قوت نہیں، اگر ڈرائیور انجن کو نہ روکے تو ہزار جھنڈیاں بیکار ہو جائیگی، پس لال جھنڈی کا درجہ اتنا ہے کہ ایک اصطلاح مقرر کر لی ہے؛ لیکن اگر ڈرائیور اس قرارداد (اصطلاح) کے خلاف کرنا چاہے تو جھنڈی میں اس کو روکنے کی طاقت ہرگز نہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ قاعدہ مقرر فرما دیا ہے کہ جو شخص اسباب کو اختیار کرے گا ہم مسببات کو ان پر فائز کر دیں گے؛ لیکن کسی وقت اگر وہ مسببات کو پیدا نہ کرنا چاہیں تو اسباب سے کچھ نہیں ہو سکتا۔

حقیقت میں مؤثر وہی ہیں اسباب میں تاثیر کی طاقت نہیں وہ صرف علامات ہیں جیسے ابھی لال جھنڈی کی مثال دی، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس مضمون کو بار بار بیان فرمایا ہے، ایک جگہ بہت تصریح کے ساتھ فرماتے ہیں:

أَفَرَأَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ،أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ،إِنَّا لَمُغْرَمُونَ، بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ، أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ،أَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ ،لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ	ذرا دیکھو تو سہی کہ جو کچھ تم بوتے ہو اس کو اگاتے تم ہو یا ہم ہیں، اگانے والے اگر ہم چاہیں تو (اس ساری پیداوار) کو چور چور کر دیں پھر تم (اس طرح کی) باتیں بناتے رہ جاؤ کہ ہم تو بڑے تاوان (تباہی) میں آ گئے؛ بلکہ سرے سے خالی ہاتھ ہی رہ گئے

(۱) مسند البزار: عاصم عن زرّ عن حذيفة، حدیث:۲۹۱۵، علامہ منذری فرماتے ہیں: اس کو ابویعلی نے روایت کیا ہے، اس کی سند حسن درجے کی ہے: الترغیب: کتاب البیوع وغیرھا، حدیث:۲۶۳۱

www.besturdubooks.net

أُجَاجاً فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ، أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ، أَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنشِؤُونَ (۱)

(کہ اصل سرمایہ تک جاتا رہا) اچھا پھر دیکھو کہ پانی جو تم پیتے ہو وہ بادل سے تم برساتے ہو یا ہم ہیں برسانے والے ، اگر ہم چاہیں تو اس کو (پینے کے ناقابل) کھاری بنادیں سو تم شکر کیوں نہیں کرتے ، پھر دیکھو کہ (اسی طرح) آگ جو تم جلاتے ہو (اس کی لکڑی) درخت تم نے پیدا کیا یا پیدا کرنے والے ہم ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اعیان واشیاء ہی کے ساتھ یہ معاملہ نہیں کہ ان کے افعال وآثار اندھے بہرے قانون طبیعت کی نہیں ؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کی قانون مشیت کی پیداوار ہوتے ہیں، انسان اپنی کھیتی باڑی کھانے پینے وغیرہ کی معاشی ضروریات کے لئے جو اختیاری تدابیر وافعال اختیار کرتا ہے وہ بھی اپنی کامیابی ناکامیابی میں علماء معاشیات کے مزعومہ قوانین معیشت کے نہیں ؛ بلکہ بالکلیۃ اللہ تعالیٰ کے قانون کے محتاج ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ رزق کی بسطی وقدری حکمتوں یا معاشی کشادگی کی مصلحتوں کو محض کھیل کود میں گنوانے والی چند روزہ زندگی کی ترازو میں تولتے اور اتراتے رہنا آخرت سے بے خبری وغفلت کی حماقت کے سوا کیا ہے۔

بلکہ درحقیقت اس غفلت وحماقت ہی نے دنیوی زندگی کو کھیل کود بنادیا ہے ورنہ اگر اسی معاشی خوشحالی وفراغت یا مال ودولت کو خدا کی راہ میں لگایا اور آخرت بنانے والے مصارف میں صرف کیا جاتا تو سراسر کامیابی وکامرانی کا ذریعہ بن جاتی، کیا روزمرہ کے تجربات سے دیکھتے نہیں کہ رزق ومعاش کی زیادتی وکمی کا دارومدار خالی انسانی

(۱) سورۃ الواقعۃ:۶۳=۷۲

www.besturdubooks.net

تدبیروں پرنہیں ؛ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے رزق زیادہ دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے بے شبہ اس (زیادتی وکمی) میں ایمان لانے والوں کے لئے (اللہ کی حکمتیں) نشانیاں ہیں ، بس (اس معاشی کشاکش کا حقیقی اخروی نفع حاصل کرنا ہے تو اس کو اہل حقوق پر اللہ کی راہ میں خرچ کرو) رشتہ دار کو رشتہ دار کا حق دو، مسکین کو مسکین کا اور مسافر کو مسافر کا (اسی طرح اور بھی جو مالی حقوق اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں ان کو ادا کرنے میں) ان لوگوں کے لئے بھلائی ہے جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ، فَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالی جس کو چاہے روزی زیادہ دیتا ہے اور جس کو چاہے کم کر دیتا ہے اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔ پھر قرابت دار کو اس کا حق دیا کرو اور مسکین اور مسافر کو بھی یہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

لیکن عام آدمی کا حال یہ ہے کہ جہاں اس کو کچھ خوشحالی یا مال ودولت کی نعمت عطا ہوئی تو خدا و آخرت سب کو بھول کر الٹے اسکو اپنی دانش وتدبیر کا نتیجہ جاننے لگتا ہے:

ثُمَّ إِذَا خَوَّلْنَاهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ (۲)

حالانکہ دراصل یہ آزمائش ہوتی ہے کہ دیکھیں تم ہمارے اس عطیہ ونعمت کو دنیا ہی کی پست زندگی اور کھیل کود میں کھپا دیتے ہو یا اس سے ہماری رضا جوئی اور آخرت کی فلاح کا کام لیتے ہو "بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ" بلکہ وہ ایک آزمائش

(۱) روم: ۳۷=۳۸ (۲) الزمر: ۴۹

www.besturdubooks.net

ہے لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں‘۔(۱) پھر جس وقت (اس مشرک) آدمی کو تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارتا ہے پھر جب ہم ان کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرما دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھ کو (میری) تدبیر سے ملی ہے

معاشی فراخی وتنگی کا مقصود:

جب ساری کائنات ارضی وسماوی کا مدعا انسان کو اس کی انسانیت کی تربیت وتکمیل کے لئے ابتلاء وآزمائش سے گذارنا ہے تو معاشی تنگی وفراخی یا رزقی بسط وقدر سے بھی مشیت کا مقصود اس ابتلاء ہی کے سوا اور کیا ہوسکتا تھا۔

سورۃ الفجر میں معاش ورزق کی اس ابتلائی نوعیت کو خصوصیت کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے، پہلے عاد وثمود، فرعون وغیرہ کے سے جاہ ومال، سلطنت وثروت والے بڑے بڑے جباروں کی سرکشی وفساد انگیزی اور پھر اسی دنیا تباہ وبرباد ہونے کا ذکر ہے۔

فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّيْ أَكْرَمَن، وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّيْ أَهَانَن (۲)

(سو آدمی کو جب اس کا پروردگار آزماتا ہے یعنی اس کو (ظاہراً) اکرام دیتا ہے تو وہ (بطور فخر) کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر بڑھادی۔ اور جب اس کو (دوسری طرح) آزماتا ہے یعنی اس کی روزی اس پر تنگ کردیتا ہے تو وہ (شکایۃً) کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر گھٹادی۔

آگے شدت کے ساتھ متنبہ کیا گیا کہ ہرگز (کلا) اصل بات نہ یہ ہے نہ وہ، تم کو مال وجاہ دیا جاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ دوسروں کے مقابلہ میں اکڑ اور اپنی بڑائی ہانکو؛ بلکہ دراصل یہ تمہارا اصل امتحان ہے کہ تم اس جاہ ومال کو یتیموں، مسکینوں وغیرہ کی خدمت وعزت میں خرچ کرکے اپنی انسانیت وآخرت کو سنوارتے ہیں

---

(۱) الزمر: ۴۹ (۲) سورۃ الفجر: ۱۵۔۱۶

www.besturdubooks.net

یا نہیں، سو تمہارا عام حال یہ ہے کہ تم خود یتیموں کی قدر پہچانتے ہو نہ دوسروں کو مسکینوں کو کھلانے پلانے پر اپنی مثال و ترغیب سے آمادہ کرتے ہو، حد یہ ہے کہ اپنی ہی کمائی نہیں میراث تک کے مال کو سمیٹ کر خود ہی اپنے عیش و عشرت پر اڑا دیتے ہو، پھر بھی مال سے جی نہیں بھرتا اور جائز و ناجائز، حق و ناحق کی تمیز کے بغیر اس کے عشق و طلب میں غرقاب رہتے ہو:

"كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ،وَلَا تَحَاضُّونَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِينِ ،وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلاً لَّمّاً، وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبّاً جَمّا"(۱)

ہرگز نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے، اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو، اور میت کا ترکہ سب سمیٹ کر کھا جاتے ہو، اور مال سے بہت زیادہ محبت رکھتے ہو.

حالانکہ اپنی واجبی ضرورتوں سے جو زائد مال تم کو دیا گیا تھا اس کا مقصد ہرگز نہ تھا کہ اپنی ہی عیش و عشرت جاہ و منزلت کا اس کو ذریعہ بنالو، اور پھر بھی "ھل من مزید" کی جہنم نہ بھرے، بلکہ وہ دراصل تمہاری اس آزمائش کے لئے تھا کہ دوسرے اہل حقوق اور اہل حاجت پر صرف کر کے اپنی انسانیت و آخرت کے بناؤ کا انتظام کرلو؛ لیکن تم نے ایسا نہ کیا تو اب کان کھول کر سن لو کہ آخرت یا قیامت میں تمہاری خسارہ اور نقصان ہوگا۔

معاشیات ہی کے ایک مشہور عالم کا قول ہے کہ:

"کسی دیوار میں کبھی کوئی کیل بھی تو بلا اخلاقیات کے نہیں ٹھونکی گئی اور آپ کہتے ہیں کہ تم معاشیات سے اخلاقی احکام کو یکسر نکال دو"۔

معاش کا رخ معاد کی طرف:

قرآن کریم کی بے شمار آیتیں خود معاشیات کے اسی مضمون میں ایسی نقل کی گئی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاش کے معاملہ میں بھی اسلام کا اصلی رخ معاد ہی کے

(۱) الفجر: ۱۷۔۲۰

www.besturdubooks.net

ابتلائی وپرورشی مصالح کی طرف ہے، ارشاد ہے کہ تمہارا مال اور اولاد سب درحقیقت تمہاری آزمائش اور امتحان کے لئے اور اس امتحان میں کامیابی پر آخرت میں تمکواللہ کے پاس بڑا اجروانعام ملے گا۔

"إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللّٰهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيْمٌ"(۱)

احادیث سے قطع نظر ذرا خود ہی قرآن کی اسپرٹ مدنظر رکھکر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلام کی غرض زندگی کا عام معیار بلند کرنا یا معاشی اونچ نیچ کومٹانا بالکل نہیں ہے کہ خود اللہ ہی نے توگوں ناگوں حکمتوں کی بناء پر یہ اونچ نیچ پیدا فرمائی ہے "وَاللّٰهُ الَّذِیْ فَضَّلَ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِیْ الرِّزْقِ" (۲) بلکہ اس کو باقی رکھ کر ہر ایک کو اسی کے معاشی مقام وعمل کے لحاظ سے آخرت کی امتحانی تیاری میں لگانا ہے۔

معاشی زندگی کے دواصل مسئلے:

ہمارے اس مقصد کے لئے معاشی زندگی کے بنیادی مسائل اصل میں دو ہیں: (۱) دولت کا حصول (۲) اس کا استعمال۔

احادیث کسب کا صحیح مطلب:

انسان کو معاش کے معاملے میں اصلاکسب معاش کا نہیں ؛ بلکہ معاش کو تمام تر معاد کے تابع رکھنے کا ذمہ دار اور جواب دہ ٹھہرایا گیا ہے۔

حدیث میں جو یہ آتا ہے کہ آدمی کو قیامت کے دن چار باتوں کا جواب دیئے بغیر بیٹھنے کی اجازت نہیں ہوگی، ان میں سے دو مال ہی کے متعلق ہوں گی کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا" مِنْ اَیْنَ اکْتَسَبَهُ وَفِیْمَا أَنْفَقَهُ" دولت کے حصول واستعمال کی نص وصراحت ہاتھ آگئی، حالانکہ صراحت وزور یہاں بالذات کسب وانفاق کے مسائل ومشاغل پر قطعا نہیں ؛ بلکہ اس پر ہے کہ ان معاشی مسائل ومشاغل میں بھی اس نے معادی بناؤ بگاڑ کا پورا اہتمام رکھا یا نہیں۔

---

(۱) التغابن :۱۵ (۲) النحل :۷۱

www.besturdubooks.net

اسی طرح مثلاً ”کَسْبُ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃِ“ میں مقصود کسب حلال پر زور دینا ہے نہ کہ نفس کسب کی تعلیم وترغیب یا ”اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ“ سے مراد بھی حلال ہی کا کسب کرنے والا ہے، ورنہ اگر نفس کسب کا سب یا کمانے والے مراد ہوتو بقول مجدد تھانوی علیہ الرحمۃ کے یہ ایسا ہی ہوگا جیسے کوئی ڈاکو نام سب رکھے اور اس کو ”اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ“ کا مصداق بنانے لگے۔(۱)

بات یہ ہے کہ طلب معاش یا کسب رزق آدمی کی دنیوی زندگی اور بقائے حیات کے لئے اس درجہ ناگزیر ہے کہ زمین پر قدم رکھتے ہی جس چیز کا سب سے زیادہ محتاج اور جس پر سب سے زیادہ مضطر ہوتا ہے اور جس سے بے نیاز ہوکر ایک دن بھی بسر کرنا دشوار ہوتا ہے وہ کسی نہ کسی صورت میں رزق ومعاش کا کسب وحصول ہی ہے۔

جب تک خود کسب کے قابل نہیں ہوتا سارے جہانوں کے پالنے والے ”رب العالمین“ نے ماں باپ کے اندر ایسی زبردست ”کَمَا رَبَّیَانِیْ“ کی پرورشی شفقت بھر دی ہے کہ خود خالی پیٹ رہ کر بھی بچوں کا پیٹ بھرتے ہیں۔

ترغیب کسب کی عدم ضرورت:

غرض رزق ومال کے کسب وحصول کی ضروری طلب ہی نہیں، اتنی حریصانہ تڑپ انسان کے اندر خود اس کے خالق کی پرورشی حکمت یا ربوبیت اللہ نے رکھ دی ہے کہ اس سے غفلت اور بے پرواہی کا کسی حال میں کسی آن اندیشہ وامکان نہیں، خود فرمایا کہ ”تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا“ شاہ عبدالقادرؒ نے اس کا ترجمہ کیا ہے ”تم پیار کرتے ہو مال کو جی بھر کے“ مفردات راغب وغیرہ لغت کی کتابوں میں ”جَمًّا“ کے معنی اتنے بھر جانے کے یا اتنی زیادتی کے دیئے ہیں کہ مزید کی گنجائش نہ رہے، یعنی انتہائی زیادتی وشدت، جس کا مطلب یہی ہوا کہ انسان میں پیدائشی طور پر مال ومعاش کی محبت اتنی پیدا کردی گئی ہے کہ اب اس کی طلب وتحصیل کے لئے کسی مزید ترغیب وتحریص کی قطعاً ضرورت نہیں رہتی، ضرورت لگانے کی ہے ایڑ لگانے کی بالکل نہیں۔

---

(۱) علاج الحرص:۱۵

www.besturdubooks.net

ایک جگہ مال ودولت کے ساتھ اور بھی کئی ایسی چیزوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جن کی محبت وزینت انسان کی گھٹی میں ڈال دی گئی ہے:

زُيِّـنَ لِـلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِـنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْـمُـقَـنْـطَـرَةِ مِـنَ الذَّهَـبِ وَالْـفِـضَّةِ وَالْـخَيْـلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْـحَيَـاةِ الـدُّنْيَـا وَاللّٰهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ (۱)

خوشنما معلوم ہوتی ہے (اکثر) لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی (مثلا) عورتیں ہوئیں بیٹے ہوئے لگے ہوئے ڈھیر ہوئے سونے اور چاندی کے۔ نمبر (یعنی نشان) لگے ہوئے گھوڑے ہوئے (یا دوسرے) مواشی ہوئے اور زراعت ہوئی (لیکن) یہ سب استعمالی چیزیں ہیں دنیوی زندگانی کی اور انجام کار کی خوبی تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

نفس مال ومعاش کی محبت وطلب انسان کی سرشت ہی میں اتنی شریک ہے کہ اس کے کسب وحصول کی ترغیب وتحسین کڑوے کریلے کو نیم چڑھانا ہوتا۔

حدیث میں اسی سرشت کو اس تمثیل سے واضح فرمادیا گیا:

لَـوْ كَـانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيًـا مِنَ الْـمَـالِ لَابْتَغٰى ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَهُ إِلَّا التُّرَابُ (۲)

ابن آدم کے پاس مال ودولت کی دو دو وادیاں بھری پڑی ہوں، پھر بھی وہ تیسری کی فکر وطلب میں لگا رہے گا اور اس کے پیٹ کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہ بھر سکے گی۔

---

(۱) آل عمران: ۱۴

(۲) بخاری: باب ما یتقی من فتنة المال، حدیث: ۶۰۷۲

www.besturdubooks.net

واقعی حریص کے پیٹ کو مٹی بھر سکتی ہے اور مرنے سے پہلے مال ومتاع کی کوئی بڑی مقدار اس کو قانع نہیں بنا سکتی۔

معاشیات کی اصل روح انفاق وایثار ہے:

دوسری طرف اسلامی یا معادی معاشیات کی اصل روح انفاق وانفاقیت یا ایثار وقربانی ہے، اس میں کسب کی گنجائش جو کچھ ہے بھی تو زیستن برائے خوردن کے لئے نہیں ؛ بلکہ ''خوردن برائے زیستن'' کے لئے اور ''زیستن'' بھر کے ''خوردن'' کی حاجتوں کو پورا کرنے کے لئے ایک تو خود انسان کی فطرت میں کسب وحصول کا داعیہ اتنا قوی اور عقل معاش اس کو اتنی کافی عطا کر دی گئی ہے کہ معاش میں کسی غفلت واختلال کا احتمال نہیں۔

''کسب کے لئے قرآنی اصطلاح ''ابتغاء فضل اللہ'' کا راز:

قرآن مجید میں دو چار جگہ کسب کی جو تعلیم ہے اس کیلئے بھی ''ابتغاء فضل'' کی اصطلاح استعمال فرمائی گئی ہے '' وَابۡتَغُوۡ مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ '' اور خدا کا فضل وہی ہوسکتا ہے جس سے اس کی زیادہ سے زیادہ رضا حاصل ہو، بالفاظ دیگر جس سے معاد ہی کا معیار اونچا ہو؛ لیکن چونکہ ظاہری صورت طلب فضل کی بھی کسب ہوتی ہے ؛ لہذا حکم یا تاکید کا عنوان، ''ابتغاء فضل'' کے لئے بھی نہیں اختیار فرمایا بس اجازت یا بہت سے بہت سے استحسان کا درجہ رکھا ہے، ارشاد ہے کہ جب نماز جمعہ سے فارغ ہو چکو تو اپنے اپنے رزقی مشاغل کی جگہوں میں پھیل کر خدا کا فضل تلاش کرو ''فَـإِذَا قُـضِيَـتِ الـصَّلَاةُ فَانۡتَشِرُوۡا فِیۡ الۡأَرۡضِ وَابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ'' جس کا مطلب یہ کوئی بھی نہیں لیتا اور نہ لے سکتا ہے کہ نماز جمعہ کے بعد کسی نہ کسی کاروبار یا معاشی دہندے میں لگنا فرض وواجب ہے ؛ بلکہ مقصود یہ ہے کہ کھانے کمانے کے دھندے میں اتنا منہمک نہ ہو کہ نماز کھا جاؤ جیسے ہی نماز کی پکار (اذان) ہو سب کاروبار چھوڑ چھاڑ کے خدا کی یاد کے لئے دوڑ پڑو، اسی میں تمہاری حقیقی بھلائی اور بہبودی ہے:

''إِذَا نُـودِیَ لِلصَّلَاةِ مِنۡ یَوۡمِ الۡجُمُعَةِ فَاسۡعَوۡا إِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ

www.besturdubooks.net

وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْن"(۱)

ہاں جب نماز ختم ہو چکے تو پھر اپنے معاشی کاموں یا کسبی مشاغل خدا کی رضا اور احکام کے تابع رہ کر لگ سکتے ہو کہ تب ہی یہ کسب "فضل اللہ" کا مصداق ہوگا ورنہ خدا کا فضل کیا الٹے خدا کا غضب خرید وگے، تاکید ہے تو اس کی نماز سے فارغ ہو کر بھی جب پیٹ یا دنیا کے دھندوں میں لگو تب بھی خدا کی یاد سے غفلت ہرگز نہ ہو برابر کثرت سے اس کی یاد بھی ساتھ ساتھ چلی جائے یعنی اس کے احکام سے معاشی و دنیوی کاموں کے دوران میں تجاوز و سرتابی قطعا نہ ہو کہ خدا کی حقیقی و عملی یاد یہی ہے، اور اسی پر دنیا و آخرت دونوں کی فلاح و بہبود منحصر ہے، "وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ "(۲) اسی طرح دوسری جگہ حکم ہے یہ کہ دیکھو "مسلمانو ایسا نہ ہونے پائے کہ تمہارے مال و دولت آل واولاد کے دنیوی بکھیڑے تم کو خدا کی یاد سے غافل و بے پرواہ کر دیں، اور جو بھی ایسا کرے گا بالآخر دین و دنیا ہر اعتبار سے وہ گھاٹے ہی گھاٹے میں رہنے والے ہوں گے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ (۳)

معادی معاشیات والوں کی خاص پہچان:

ایک اور جگہ دینی یا معادی معاشیات والوں کی خاص پہچان یہ بتلائی کہ وہ ان لوگوں کی تجارت یا کاروبار اور خرید و فروخت کے مشاغل ان کو اللہ کی یاد اور (اس کے احکام، نماز، زکوۃ وغیرہ) سے غافل نہیں ہونے دیتے "رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاة "(۴) غافل نہ ہونے کا راز یہی ہے کہ ان لوگوں نے اپنے معاشی مشاغل بالکلیہ معادی مصالح کے تابع کر رکھے ہیں اور ان مصرفیتوں کے دوران میں بھی وہ مواخذہ یا آخرت کے "يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْأَبْصَارُ، لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا "(۵) (اس دن سے ڈرتے ہیں

---

(۱) سورۃ الجمعۃ:۹ (۲) سورۃ الجمعۃ:۱۰ (۳) المنافقون:۹

(۴) النور:۳۷ (۵) النور:۳۷-۳۸

www.besturdubooks.net

جس میں ایسے ڈرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا بہت ہی اچھا بدلہ عطا فرمائے گا اور بدلہ کے ماسوا خاص اپنے فضل سے اور بھی بہت کچھ دے گا۔

اور چونکہ آدمی کاروباری یا معاشی کامیابیوں کو تمامتر اپنی تدبیری سرگرمیوں پر موقوف جانتا ہے اس لئے ساتھ ہی اس پر متنبہ فرمادیا کہ رزق ومعاش کا دارو مدار در اصل اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے وہ جس کو چاہتا ہے (بلا تدبیر بھی) بیشمار دیدیتا ہے "یَرْزُقُ مَن یَشَاءُ بِغَیْرِ حِسَاب"۔(۱)

کسب کے بجائے انفاق پر حرص واصرار کا راز:

دین واسلام کی قیمت وحقیقت خدا وآخرت پر نظر کے سوا آخر اور ہے ہی کیا، اس لئے اسلامی معاشیات میں نہ جاگیردار وزمیندار ہونا جرم ہوسکتا ہے نہ سرمایہ دار ومالدار ہونا، مسلمان اگر مسلمان ہے تو وہ جس محنت ومشقت سے مال ودولت پیدا کرے گا اس سے بہت زیادہ جوش وخروش اور خود اپنی خوشی واختیار سے اس کو نیک راہوں میں لٹاتا اور خرچ کرتا رہے گا تو پھر حکومت وریاست کو جاگیرداری وسرمایہ داری کو زور وجبر سے مٹانے کے لئے خود اس سے زور وجبر پر کروڑوں کا سرمایہ صرف کرنے کی ضرورت ہی کیا رہتی ہے، اس کام تو اپنا سارا زور دنیا طلبی اور خدا فراموشی کو مٹانے پر لگا دینا ہے، پھر تو مال یا دنیا جتنی بھی ہوگی سب عین دین بن کر رہے گی، فقراء صحابہ نے اغنیاء صحابہ کے جب اس فضل کو محسوس کیا تو حضور اکرم ﷺ ہی نے فرمایا کہ پھر یہ تو خدا کی دین ہے، اور خود بڑے بڑے سرمایہ دار ومالدار موجود تھے، اس کا اندازہ "التجارۃ فی الاِسلام" ہی سے منقول چند واقعات سے لگالیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت ایک ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں اور لاکھوں اشرفیاں چھوڑیں؛ مگر ساتھ یہ وصیت فرمائی کہ پانچ ہزار خدا کی راہ میں خرچ ہوں، باقی زندگی میں تو ہزاروں اونٹ گھوڑے اور نقد اسلام کی خدمت وحفاظت میں لگاتے رہے۔

---

(۱) البقرۃ: ۲۱۲

www.besturdubooks.net

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زمین یا زمینداری کا ایک حصہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سات لاکھ درہم میں فروخت کیا اور ایک ہی رات میں تقسیم کر دیا، اس پر بھی بائیس لاکھ درہم دو لاکھ دینار (اشرفیاں) اور تین کروڑ درہم کی جائداد چھوڑی۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی چار بیویوں میں سے ہر ایک کے حصہ میں گیارہ لاکھ درہم ترکہ میں آئے اور یہ حصہ شرعی تقسیم کی رو سے پورے ترکہ کا صرف تیسواں جزء تھا، باون لاکھ جائیداد چھوڑ دی، ایک مکان چھ لاکھ درہم میں فروخت ہوا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے صرف نقد کی زکوۃ پانچ ہزار درہم نکلتی تھی اور ڈھائی لاکھ نقد چھوڑے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا صرف نقد ترکہ (۹۰) ہزار درھم تھا۔(۱)

---

(۱) یہ سارا مضمون مولانا عبدالباری رحمہ اللہ کی کتاب ''تجدید معاشیات'' کی تلخیص ہے۔

www.besturdubooks.net

کامیاب تجارت کے چند نبوی ہدایات

(۱) رزق کو حلال طریقے سے حاصل کیا جائے

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضور پاک ﷺ کا یہ فرمان مبارک ہے کہ کسی حریص لالچی کے حرص سے اللہ پاک اس کی طرف رزق نہیں بھیجے گا اور نہ کسی مخالف کی دشمنی اور نہ چاہنے سے وہ رد ہوگا:

"فَاِنَّ رِزْقَ اللّٰہِ لَایَسُوْقُهُ اِلَیْكَ حِرْصُ حَرِیْصٍ وَلَا یَرُدُّہٗ عَنْكَ كَرَاهِیَّةُ كُرْہٍ"(۱)

اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ جو ہر وقت دنیا کی حرص ولالچ اور حاصل کرنے میں پڑا رہے، نہ شرع کو دیکھے نہ اپنی شرافت وراحت دیکھے، ہمہ وقت اسی کی ہائے ہائے میں پڑا رہے ایسوں کو رزق کوئی زیادہ نہیں ملتا ہے، رزق کا فیصلہ حکمت اور تقسیم خداوندی سے ہے، اسی طرح کوئی مخالف دشمنی اور حسد سے محروم کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا ہے۔

پس اے مال اور دنیا کمانے والو! حرص اور لالچ کی وجہ سے اعتدال وطمانیت نہ کھوؤ، عبادت اور راحت کا وقت نکال کر اسے شرافت وسکون سے حاصل کرو۔

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو کچھ اللہ پاک صبح میں پیدا کرتے ہیں اسے آسمان کے فرشتے جان لیتے ہیں اور جو کچھ زمین میں

---

(۱) مسند الفردوس، باب الألف، حديث: ۷۹۸، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس میں خالد بن عمری ہے جو وضع کے ساتھ متہم ہے، مجمع الزوائد، باب طلب ارزق من بابہ، حدیث: ۶۲۹۱

www.besturdubooks.net

اللہ پاک اس دن پیدا کرنا چاہتے ہیں، اور بندوں کے حق میں جو رزق ہو جاتا ہے، اگر انسان اور جنات سارے کے سارے جمع ہو کر کوشش کریں کہ اس کا رزق رک جائے نہ ملے تو ان کو اس کا اختیار نہیں۔

"مَاخَلَقَ اللّٰهُ مِنْ صَبَاحٍ يَعْلَمُ مَلِكٌ مِنَ السَّمَاءِ وَلَافِي الْأَرْضِ بِمَا يَصْنَعُ اللّٰهُ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَاِنَّ الْعَبْدَ لَهُ رِزْقُهُ فَلَواجْتَمَعَ عَلَيْهِ الثَّقَلَانِ الجِنُّ وَالْإِنْسُ اَنْ يَّصُدُّوا عَنْهُ شَيْئاً مِنْ ذٰلِكَ مَااسْتَطَاعُوْا"(۱)

یعنی اللہ پاک نے جو رزق لکھدیا ہے وہ کسی طرح ملنا ہے، اور اس کے ملنے کا اللہ پاک ہی سبب بنادینگے دنیا کی کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی اور نہ ایک حبہ اس کے حصہ سے کم کر سکتی ہے؛ چونکہ اللہ کا فیصلہ اور مقدر کردہ کوئی روک نہیں سکتا؛ لہذا اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں ہماری روزی کو باندھ دیا ہے، روزی پر دشمن نے کچھ کر کے روک دیا ہے سو یہ عقیدہ اور بات بالکل غلط اور جہالت ہے، کسی کی روزی کو کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتا۔

پس اے مسلمانو، اللہ کا مقدر کردہ رزق مل کر رہیگا تو اس لئے ہرگز حرام سبب اختیار نہ کرو؛ بلکہ اسے حلال راستہ سے حاصل کرو، اور اپنے آپ کو پریشان مت کرو سبب اختیار کر کے انتظار کرو۔

(۲) آمدنی اور خرچ کی ترتیب ہونی چاہئے؟

صدقہ وخیرات کی کثرت بھی انسان کے نامہ اعمال میں نیکیوں کے اضافے، گناہوں کی معافی اور دوزخ کے عذاب سے بچاؤ کا ایک مؤثر ذریعہ ہے، قرآن وحدیث میں صدقے اور بھلائی کے کاموں میں پیسہ خرچ کرنے کے بہت فضائل وارد

---

(۱) المعجم الأوسط، من اسمه الحسين، حديث:۳۴۹۷،اس روایت کے بارے میں علامہ منذری فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے سند جید کے ساتھ اور ابن حبان اور بیہقی نے روایت کیا ہے، الترغيب: كتاب البيوع وغيره، حديث:۲۶۳۸

www.besturdubooks.net

ہوئے ہیں، قرآن وحدیث میں صدقے اور بھلائی کے کاموں میں پیسہ خرچ کرنے کی بہت فضائل وارد ہوئے ہیں جن کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب بن سکتی ہے، اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی قدس سرہ نے ''فضائل صدقات'' کے نام سے اس موضوع پر جو کتاب تحریر فرمائی ہے وہ اس موضوع پر بہت جامع کتاب ہے؛ قرآن وحدیث کے ذکر کردہ فضائل کو یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں، تفصیل کے لئے اس کتاب کا مطالعہ کیا جائے۔

لیکن یہاں جس چیز کی جانب توجہ دلانا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ صدقہ وخیرات کے فضائل حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ زیادہ پیسہ ہی خرچ کیا جائے؛ بلکہ ہر شخص اپنی مالی حیثیت کے مطابق صدقہ وخیرات کر کے یہ فضیلت حاصل کرسکتا ہے؛ اگر کسی شخص کے پاس ایک ہی روپیہ ہو اور وہ اس میں سے ایک پیسہ کسی نیک کام میں خرچ کردے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا ہی ہے جیسے ایک لاکھ روپیئے کا مالک ایک ہزار روپیئے صدقہ کرے، اللہ تعالیٰ کے یہاں اصل قدر وقیمت اخلاص کی ہے، اخلاص کے ساتھ کم سے کم مقدار کا صدقہ بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے، حدیث شریف میں ہے: '' اِتَّقُوْا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمَرَةٍ'' (۱) (جہنم کی آگ سے بچو، خواہ ایک کھجور کے آدھے حصہ ہی کے ذریعے کیوں نہ ہو، اس حدیث سے پتہ چلا کہ جن کی مالی حالت کمزور ہے وہ بھی اپنے آپ کو صدقہ کے فضائل نہ محروم رکھیں؛ بلکہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق کم سے کم خرچ کر کے بھی اس سعادت میں حصہ دار بن سکتے ہیں، زکوۃ ادا کر کے مطمئن نہ ہونا چاہئے؛ بلکہ زکوۃ کے علاوہ بھی نیک مصارف میں خرچ کرتے رہنا چاہئے، اس غرض کے لئے بزرگان دین کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ اپنی آمدنی کا کچھ فی صد حصہ خیرات کے لئے مخصوص کرلیا کرتے تھے، اور جب کوئی آمدنی آتی اس کا اتنا حصہ الگ کر کے ایک تھیلے یا لفافے میں رکھتے تھے، حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ تو اپنی آمدنی کا پانچواں حصہ (بیس فیصد) ہمیشہ اس کام کے لئے الگ کرلیا کرتے تھے، بعض دوسرے بزرگ بھی

(۱) بخاری: باب اتقوا النار ولو بشق تمرة ، حدیث:۱۳۵۱

www.besturdubooks.net

بیسواں حصہ یا دسواں حصہ نکال کر الگ رکھ لیتے تھے، اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی خیرات کا مصرف سامنے آتا ہے تو اس کے سوچنا نہیں پڑتا؛ بلکہ وہ لفافہ یاد دہانی کرتا رہتا ہے کہ میرے لئے کوئی نیک مصرف تلاش کرو اور وقت پر خیرات کرنے کے لئے پیسہ کا انتظام کرنے میں تکلیف نہیں ہوتی۔

صدقہ وخیرات کی برکت اور اس اصول کی اہمیت وافادیت اور اس سے مال سے مال وتجارت اور منافع میں برکت اور بڑھوتری کا اندازہ ان احادیث وواقعات سے لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی ایک جنگل میں تھا کہ اس نے بادلوں سے ایک آواز سنی کہ فلاں باغ کو پانی لگا تو پھر ایک بادل ایک طرف چلا اور اس نے ایک پتھریلی زمین پر بارش برسائی اور وہاں نالیوں میں سے ایک نالی بھر گئی وہ آدمی برستے ہوئے پانی کے پیچھے پیچھے گیا اچانک اس نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنے باغ میں کھڑا ہوا اپنی پھاوڑے سے پانی ادھر ادھر کر رہا ہے اس آدمی نے باغ والے آدمی سے کہا اے اللہ کے بندے تیرا نام کیا ہے اس نے کہا فلاں اور اس نے وہی نام بتایا کہ جو اس نے بادلوں میں سنا تھا پھر اس باغ والے آدمی نے اس سے کہا تو نے میرا نام کیوں پوچھا ہے اس نے کہا میں نے ان بادلوں میں سے جس سے یہ پانی برسا ہے ایک آواز سنی ہے کہ کوئی تیرا نام لے کر کہتا ہے کہ اس باغ کو سیراب کر، تم اس باغ میں کیا کرتے ہو اس نے کہا جب تو نے یہ کہا ہے کہ تو سنو میں اس باغ میں پیداوار پر نظر رکھتا ہوں اور اس میں سے ایک تہائی صدقہ خیرات کرتا ہوں اور ایک تہائی اس میں سے میں اور میرے گھر والے کھاتے ہیں جبکہ ایک تہائی میں اسی باغ میں لگا دیتا ہوں:

”أَمَّا إِذَا قُلْتَ هٰذَا فَإِنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهِ وَآكُلُ أَنَا وَعِيَالِيْ ثُلُثًا وَأَرُدُّ فِيْهَا ثُلُثَهُ“ (۱)

---

(۱) مسلم: باب الصدقة فى المساكين: حديث: ۷۶۶۴

www.besturdubooks.net

حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

حضرت والد صاحب سے بارہا یہ واقعہ سنا کہ دیو بند میں ایک متقی بزرگ تھے، کچھ زیادہ لکھے پڑھے نہ تھے؛ مگر حلال روزی اور تقوی کا بڑا اہتمام تھا، اس لئے اپنی معاش کی صورت یہ اختیار کر رکھی تھی کہ جنگل سے گھاس کھود کر لاتے اور بازار میں فروخت کر کے اس سے گذارہ کرتے تھے، کیوں کہ جنگل کی خودرو گھاس براہِ راست خداداد حلال رزق ہے، کسی انسان کا اس میں واسطہ نہیں، اس میں بھی اصول یہ بنایا ہوا تھا کہ صرف اتنی گھاس روزانہ لاتے تھے جو بازار میں آسانی کے ساتھ چھ پیسے میں فروخت ہو جائے، نہ اس سے کم لاتے نہ زیادہ، اور یہ کام جتنی دیر میں ہوتا اس کے علاوہ تمام اوقات عبادت اور ذکر اللہ میں گذارتے تھے۔

گھاس فروخت کرنے کے سلسلے میں بھی یہ اصول بنایا ہوا تھا کہ نہ چھ پیسے سے کم میں دیتے نہ زیادہ میں، کوئی زیادہ دینا بھی چاہتا تو نہ لیتے تھے، سب لوگ ان کی بزرگی کی وجہ سے احترام کرتے تھے۔

ایک دفعہ دیو بند کے تحصیل دار کا ایک چپراسی ان کو بلا کر لے گیا کہ تحصیل دار صاحب کے یہاں گھاس لے چلو، وہ چلے گئے، مگر چپراسی نے چھ پیسے کے بجائے ان کو چار پیسے دیئے، انہوں نے کہا: میری گھاس تو چھ پیسے کی ہے، اس نے ڈانٹ دیا، یہ بے چارے صبر کر کے واپس چلے آئے مگر ہوا یہ کہ جوں ہی گھوڑے نے گھاس کو منہ لگایا، اچانک اس کے درد شدید شروع ہوا اور گر کر تڑپنے لگا، تحصیل دار صاحب نے مویشی کے ڈاکٹر بلائے، کچھ نہ ہوا، پھر کچھ لوگوں نے تحصیل دار صاحب کو سمجھایا کہ یہ گھاس والے جن کی گھاس آپ کے یہاں دو پیسے کم کر کے رکھ لی گئی ہے، خدارسیدہ بزرگ ہیں، ان پر ظلم کا یہ نتیجہ ہے، آپ ان کو راضی کر لیں تو گھوڑا اچھا ہوگا، اسی وقت نوکر دوڑے اور ان گھاس والے بزرگ کو بلا لائے، تحصیل دار نے معذرت کر کے ان کو دو پیسے کے بجائے دو روپیہ دینا چاہا، مگر ان بزرگ نے کہا کہ: میرے تو صرف دو پیسے ہیں، وہ دے دو، زیادہ نہ مجھے ضرورت ہے، نہ میں لوں گا، مجبور ہو کر دو پیسے دیئے گئے، وہ رخصت ہوئے

www.besturdubooks.net

اور گھوڑا اچھا خاصا ہو کر کھڑا ہو گیا۔

یہ چھ پیسے جو اس متقی بزرگ کی روزانہ کی آمدنی تھی، اب اس کے خرچ کا انتظام سنئے، وہ اپنی اس آمدی میں چار پیسے تو روزانہ تو اپنے کھانے پینے اور دوسری ضروریات کے لئے رکھتے تھے، باقی ماندہ دو پیسے میں سے ایک پیسہ روزانہ اپنی شادی شدہ لڑکی کے لئے اور ایک پیسہ علماء وصلحاء کی دعوت کے لئے رکھتے تھے، جب دس بارہ پیسے ان دونوں مدوں میں جمع ہو جاتے تو لڑکی کا حق اس کو جا کر دیتے، اور علماء کی دعوت کے لئے پیسے دارالعلوم دیوبند کے اکابر مولانا محمد یعقوب صدر مدرس، مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم اور چند بزرگوں کے لئے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے حوالے کرتے تھے۔ اور سب حضرات ان کے حلال پیسوں کی بڑی قدر کرتے، اور ان کے دیئے ہوئے پیسوں سے جس قدر کھانا پک سکتا بڑے اہتمام سے پکاتے اور سب مل کر تھوڑا تھوڑا بڑی قدر کے ساتھ کھاتے تھے، اس شب میں عبادت میں گذارنے کے جذبات سب میں پیدا ہوتے۔(۱)

(۳) آمد وخرچ کا ایک اصول:

حضرت حکیم الامت فرمایا کرتے تھے کہ خرچ کرنا اپنے اختیار میں ہے اور آمدنی بڑھانا اپنے اختیار میں نہیں ہے، جو اختیار میں ہے یعنی خرچ کم کرنا اسے تو لوگ قابو میں لاتے نہیں ہیں اور جو قابو میں نہیں ہے یعنی آمدنی بڑھانا اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔

(۴) تجارت کے مسائل کی جانکاری حاصل کرے:

اس لئے تجارت کے حرام وحلال کے مسائل کی جانکاری کا حکم دیا گیا۔ گرچہ تجارت کا پیشہ نہایت افضل پیشہ ہے، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: "لَا يَبِعْ فِيْ سُوْقِنَا هَذَا مَنْ لَاتَفَقَّهَ فِيْ الدِّيْنِ" (۲) جو خرید وفروخت کے مسائل کو نہ جانتا ہو وہ ہمارے بازار میں نہ بیٹھے۔

---

(۱) میرے والد ماجد اور ان کے مجرب عملیات، حضرت مفتی شفیع صاحب: ۷۹، ادارۃ المعارف کراچی

(۲) کنز العمال: آداب متفرقة، حديث: ۹۸۶۴

www.besturdubooks.net

حضرت امام مالکؒ نے بھی اس شخص کو بازار سے نکلوا دینے کا حکم فرمایا تھا جو احکام نہ جانتا ہو کہ مسائل نہ جاننے کیوجہ سے لوگوں کو سود نہ کھلا وے، تاتارخانیہ میں فتاوی سراجیہ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے کہ کسی شخص کا تجارت میں مشغول ہونا اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ وہ بیع وشراء کے احکام کو نہ جان لے کہ کیا جائز ہے اور کیا ناجائز ہے؟

امام محمدؒ سے ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ تقویٰ کے بارے میں ایک کتاب لکھ دیں، انہوں نے فرمایا: میں نے ''بیوع'' (خرید وفروخت) کے بارے میں ایک کتاب لکھ دی ہے، اس کتاب کے مسائل کو ذہن میں رکھتے ہوئے جب کوئی شخص خرید وفروخت کرے گا اور ناجائز اور حرام سے بچے گا تو متقی ہوگا، اس کا کسب حلال ہوگا اور عمل اچھا ہوگا۔(۱)

مختصر یہ کہ تجارت کے افضل ہونے میں تو کوئی شک نہیں، لیکن تجارت کے مسائل کا جاننا بھی ضروری ہے، قرب قیامت میں مال ودولت کی حرص کی وجہ سے لوگوں میں حرام وحلال کی تمیز ختم ہوجائے گی اور ہر شخص کا مقصد زندگی صرف مال اکھٹا کرنا رہ جائے گا خواہ حلال طریقہ سے اکھٹا ہو یا حرام طریقہ سے، جب کہ اسلام نے مال کے کمانے اور خرچ کرنے دونوں پر پابندی لگائی ہے: ایک حدیث میں آیا ہے: ''لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی اس بات کی کوئی پروانہیں کرے گا کہ وہ حلال طریقے سے مال کمارہا ہے یا حرام طریقے سے" لَا يُبَالِيُ الْمَرْءُ بِمَا أَخَذَ الْمَالَ أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَام" (۲)

(۵) کاروبار میں بے برکتی کا علاج:

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوہ تبوک کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے (وعظ کیلئے) اللہ کی تعریف کی اور فرمایا:

اے لوگو! میں تم کو اسی چیز کا حکم دیتا ہوں جس کا اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے، اور اسی

(۱) بلوغ الأمانی :۸۲

(۲) بخاری: باس السهولة والسماحة فی الشراء، حدیث:۱۹۷۷

www.besturdubooks.net

چیز سے تم کو منع کرتا ہوں جس سے اللہ پاک نے منع کیا ہے، تلاش رزق سنجیدگی سے حاصل کرو، جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے تمہارا رزق تم کو اسی طرح تلاش کرتا ہے، جس طرح موت، اگر تم پر رزق کی تنگی ہو جائے تو اللہ کی اطاعت وفرماں برداری سے حاصل کرو۔ (گناہ میں پڑ کر حاصل مت کرو)

"فَاجْمِلُوْا فِیْ الطَّلَبِ فَوَالَّذِیْ نَفْسُ اَبِیْ الْقَاسِمِ بِیَدِہٖ اِنَّ أَحَدَکُمْ لَیَطْلُبُ رِزْقَهٗ کَمَا یَطْلُبُهٗ أَجَلُهٗ فَاِنْ تَعَسَّرَ عَلَیْکُمْ شَیْءٌ مِنْهُ فَاطْلُبُوْهُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ"(۱)

یعنی اللہ پاک نے بندے کو پیدا کیا تو اس کے ساتھ اس کے رزق کو بھی پیدا کیا؛ چونکہ رزق اللہ پاک نے اسباب میں چھپا رکھا ہے، اس لئے ہمیں اسباب اختیار کرنے کا حکم ہے، جس طرح موت یقینی ہے اسی طرح رزق یقینی ہے، اب کبھی رزق میں کچھ پریشانی اور تنگی ہو جاتی ہے، تو آدمی گھبرا کر ناجائز کام کرنے لگ جاتا ہے، گناہ کے کام میں لگ جاتا ہے، مثلاً امانت میں خیانت کرنا، دوسرے کا مال ہڑپ کر لینا وغیرہ۔

پس اے مسلمان تاجرو! دکاندارو، کبھی تجارت میں پریشانی ہو جائے تو اسباب کے ساتھ اللہ کی اطاعت اور عبادت وتلاوت واستغفار میں لگ جاؤ، فرائض وواجبات کو چھوڑ کر اس کے پیچھے پریشان ہو۔

(۶) جس علاقے وشہر میں رزق ملنے لگے وہیں رک جائے۔

☆ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام شہر اللہ کا شہر ہے تمام بندے اللہ کے بندے ہیں، پس جہاں بھی تم کو مال کی سہولت ہو وہاں ٹھہر جاؤ۔

"اَلْبِلَادُ بِلَادُ اللّٰهِ وَالْعِبَادُ عِبَادُاللّٰهِ فَحَیْثُ مَا أَصَبْتَ

---

(۱) مجمع الزوائد: باب طلب الرزق من بابه، حدیث:۶۲۹۲، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے، اور اس میں عبد الرحمٰن بن عثمان الحاطبی ہے جس کو ابوحاتم نے ضعیف کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

خَیرُ اَفَاَقِمُ"(۱)

ف: اس دنیا کو اللہ پاک نے دارالاسباب بنایا ہے، رزق اسباب کے دائرے میں مقدر کیا ہے اور چھپا کر رکھا ہے، پس جس سبب سے اور جس مقام سے رزق مل رہا ہے تو اس سے پتہ چلا کہ اللہ پاک نے اس کے رزق کو اسی مقام سے وابستہ کیا ہے، بس اس جگہ قیام کر کے رزق حاصل کرتا رہے، ہاں مگر یہ کہ خود ہی اسباب میں فتور واقع ہو جائے، یا اور کوئی مانع اور رکاوٹ آجائے تو پھر دوسری بات ہے، ہم جہاں سے کمائی ہو رہی ہے حتی الوسعت اسے بغیر کسی خاص سبب کے نہ چھوڑیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اس کی ممانعت منقول ہے آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ پاک جب کسی طریقہ اور راستہ سے رزق دے رہا ہو اسے نہ چھوڑے تاوقتیکہ اس میں نمایاں تغیر اور خرابی واقع نہ ہو۔" حَتّی یَتَغَیَّرَ لَهُ أَوْ یَتَنَکَّرَ لَهُ"(۲)

(۷) جب رزق کسی دروازے سے مل رہا ہو تو اسے نہ چھوڑے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ پاک کسی سبب کے ذریعہ رزق دے رہا ہو تو اسے مت چھوڑو تاوقتیکہ وہ خود خراب نہ ہو جائے:

"اِذَا سَبَّبَ اللّٰهُ لِاَحَدِ کُمْ رِزْقاً مِنْ وَجهٍ فَلاَیَدَعْهُ حَتّی یَتَغَیَّرَلَهُ"(۳)

---

(۱) مسند احمد: مسند زبیر بن العوام، حدیث: ۱۴۲۰، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اسکو احمد نے روایت کیا ہے، اس میں ایک جماعت جس کو میں نہیں جانتا، علامہ عراقی فرماتے ہیں: اس کو احمد اور طبرانی نے حضرت زبیر کی حدیث سندِ ضعیف کے ساتھ ذکر کی ہے۔

(۲) ابـن ماجة: باب إذا قسم للرجل رزق من وجه، حدیث: ۲۱۴۸، بوصیری کہتے ہیں: اس کی سند میں کلام ہے، ابو عاصم کے والد جن کا نام مخلد بن ضحاک ہے یہ مختلف فیہ ہیں، عقیلی اور ساجی کہتے ہیں: ان کی حدیث کا کوئی متابع نہیں، ان کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے، زبیر بن عبید کو ذہبی نے مجہول کہا ہے اور ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔

(۳) ابن ماجه: إذا قسم للرجل رزق من وجه، حدیث: ۲۱۴۸، محقق البانی اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

مطلب یہ ہے کہ جب آپ کوئی بھی کام کررہے ہوں اوراس سے آپ کا کام چل رہا ہو،اورمناسب نفع بھی مل رہا ہو، پھرآپ نے سوچا کہ دوسرا کام یادوسرا طریقہ اختیارکرلیں،خواہ اس وجہ سے کہ فلاں کررہاہے،خواہ اس وجہ سے کہ نفع اس میں زیادہ ہے،یااس وجہ سے کہ یہ اس سے آسان ہے یااورکوئی خاص سبب نہ ہوتو ہرگز پہلے سبب کو نہ چھوڑے،اسی طرح معمولی کوئی رنجش کی بات ہوتو تب بھی نہ چھوڑے کہ اس دروازے سے تو رزق مل رہاہے کیا معلوم اسے چھوڑ دیگا تو دوسرا کام آئے گا کہ نہیں وہ سیٹ کریگا کہ نہیں،اس کا خیال صحیح ہوگا کہ نہیں، پہلا تو چھوڑ دیا دوسرا ابھی ملا نہیں تو پھر گذارہ اوقات کی پریشانی ہوجائے گی،اسی لئے کہا گیا ہے، لگا ہوا دروازہ نہ چھوڑے،حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس کا اہتمام کیا،حضرت نافع بن سمرہ کا بیان ہے میں شام اورمصر سامان بھیجا کرتا تھا اسے چھوڑ کرعراق بھیجنے لگا،ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا تو میں نے بتایا کہ پہلے میں شام سے تجارت کرتا تھا اوراب میں نے عراق مال بھیجا ہے،تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا،تم کو اورتمہاری تجارت کو کیا ہوگیا میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اللہ پاک جب کسی طریقہ سے اورراستہ سے رزق دے رہا ہوتو اسے نہ چھوڑے تاوقتیکہ اس میں تغیر نہ واقع ہوجائے اورگڑبڑی نہ ہوجائے، یعنی بند ہوجائے یا نفع ختم ہوجائے۔

پس معلوم ہوا کہ لگی ہوئی روزی نہ چھوڑے یہ خدا کی نعمت کی ناشکری ہے، اوررزق کی توہین ہے بہت سی مرتبہ دیکھا گیا ہے کسی معمولی بات پر یا کسی معمولی وجہ سے بھی لگی ہوئی روزی خواہ ملازمت ہو یا اورکوئی سبب ہوتو آدمی چھوڑ دیتا ہے،تو دوسرا سیٹ نہیں ہوتا اورشدید پریشانی ہوجاتی ہے، نان شبینہ کامحتاج ہوجاتا ہے، یہ بے قدری کی سزا ملتی ہے، ہاں اگرخود ہی چھوٹ جائے، بند ہوجائے یا خلاف شرع ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا تو پریشان نہ ہوا انشاء اللہ دوسرا انتظام ہوگا، وہ مسبب الاسباب ہے، اس کی قدرت میں ہزاروں اسباب ہیں اس کے ہاتھ میں ہزاروں دروازے ہیں کسی بھی سبب کو کھول سکتا ہے سنجیدگی سے تلاش بھی کرتا رہے، اوردعاؤں میں بھی لگا رہے وہ رزّاق

www.besturdubooks.net

ہے اور قادر ہے کوئی نہ کوئی دروازہ اپنی قدرت سے رزق کا کھولیگا، ایسی صورت میں بظاہر کوئی معمولی سا بھی سبب ملے تو قبول کرے، شاید اسی سے آگے ترقی ہوجائے۔

پس اے تاجرو، اور کمانے والو، لگی ہوئی روزی ہو اور کام چل رہا ہے تو اس کی ناقدری نہ کرو اسے نہ چھوڑو شاید کہ دوسرا کامیاب نہ ہو۔

(۸) تاجروں اور دکانداروں کے لئے صدقہ وخیرات کی تاکید۔

☆ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے تاجروں کی جماعت تم بہت قسم کھایا کرتے ہو، پس اس کے ساتھ صدقہ خیرات ملالیا کرو:

"یَامَعْشَرَ التُّجَّارِ اِنَّکُمْ تُکْثِرُوْنَ الْحَلْفَ فَاخْلِطُوْبَیْعَکُمْ هَذَا بِالصَّدَقَةِ"(۱)

☆ حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے تاجروں کی جماعت اس خرید وفروخت میں جھوٹ، قسم کی باتیں ہوجاتی ہیں، بس اس کی تلافی صدقہ خیرات سے کیا کرو۔

" یَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ! إِنَّ هٰذَ الْبَیْعَ یَحْضُرُهُ الْکَذِبُ وَالْیَمِیْنُ فَشُوْبُوْهُ بِالصَّدَقَةِ "(۲)

"عَنْ قَیْسٍ رضی اللہ عنہ یَامَعْشَرَ التُّجَّارِ اَنَّ الشَّیَاطِیْنَ وَالِاثْمَ یَحْضُرَانِ الْبَیْعَ فَشُوْبُوْا بَیْعَکُمْ بِالصَّدَقَةِ"(۳)

یعنی سامان بیچنے والے اس وجہ سے کہ سامان گاہک لیلے اور ہمیں نفع مل جائے سامان کی تعریف میں اور دام کی کمی کے بارے میں مبالغہ آرائی کرتے ہوئے خلاف

---

(۱) مسند الرویانی، عمرو بن دینار، ۲۸۳/۱، مؤسسۃ قرطبۃ، قاہرۃ

(۲) ابوداؤد: باب فی التجارة یخالطها، حدیث: ۳۳۲۶، محقق شعیب الارنوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

(۳) ترمذی: التجار وتسمیة النبی ﷺ، حدیث: ۱۲۰۸، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

واقعہ بات بول دیتے ہیں، مثلاً یہ کہ یہ کسی کے پاس نہیں ملے گا سب کے پاس نقلی ہے۔ ہمارے پاس اصلی ہے، اسی طرح قیمت کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہم بہت رعایت کررہے ہیں، دام کے دام دے رہے ہیں، وغیرہ توان باتوں سے گناہ ہوتا ہے، اور گناہ سے رزق کی کمی ہوجاتی ہے، برکت کم یاختم ہوجاتی ہے، جسکی وجہ سے تجارت پر اثر پڑتا ہے، لہٰذا آپنے اسکی تلافی کیلئے صدقہ خیرات کا حکم دیا، کہ اس سے گناہ کی بھی معافی، اور برکت غلط بیانی کی نحوست سے بھی پا کی اور نجات۔

اے تاجرو! کچھ صدقہ خیرات کرتے رہا کرو، نقد مال نہ ہوسکے تو اپنی تجارت ہی میں سے سہی تا کہ برکت اور گناہ کی بے برکتی سے نجات حاصل ہوتی رہے۔

(۹) تھوڑا بھی نفع ہو تو بیچ دے، زیادہ کی جستجو میں نہ رہے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، تھوڑا نفع پر مت واپس کرو، ورنہ زیادہ نفع سے محروم رہوگے۔ "لَاتُرَدُّوْا قَلِيْلَ الرِّبْحِ، فَتُحَرِّمُوْا كَثِيْرَةً"(۱)

یعنی مطلب یہ کہ اگر تھوڑا اور معمولی نفع ہوجائے تو اسے بیچ دو، روک کر مت رکھو ایسا ہوسکتا ہے کہ تھوڑے نفع کی وجہ سے نہ بیچا پھر وہ رک گیا اور نقصان ہوگیا، اس میں فتور یا کچھ کمی آجائے، تو بجائے نفع کے اصل مال جاتا رہے گا، دوسری بات یہ ہے تھوڑا نفع زیادہ بکری یہ بہتر ہے زیادہ نفع کم بکری سے اس سے خریدار کم ہوجائیں گے تو نفع کا تناسب کم ہوجائے گا، مزید کم ہوجائے گا، مزید کم نفع لینے میں مخلوق کی خیر خواہی اور رعایت بھی ہے جس کا ثواب ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جو بڑے جلیل القدر نہایت ہی مالدار صحابہ میں ہیں ان سے پوچھا گیا آپ کی مالداری کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے کہا ۳/ چیزیں ہیں:

۱) میں نے تھوڑے سے نفع پر کبھی واپس نہیں کیا۔

۲) میں نے کسی جاندار کی بیع میں تاخیر نہیں کی (جلدی بیچا چونکہ ہر دن کھانے کا صرفہ ہوتا ہے)۔

---

(۱) إحياء علوم الدين، كتاب آداب الكسب والمعاش: ۸۰/۲

www.besturdubooks.net

۳) اور ادھار نہیں بیچا دیکھئے یہ تجارت کے اصول میں ہے، جو اسے اپنائے گا وہ اچھا نفع اٹھائے گا۔

پس اے تاجرو! دکاندارو، سامان کو روک کر مت رکھو تھوڑا بھی نفع ہو تو اسے فروخت کر دو، خریدار بڑھیں گے نفع کا تناسب بھی بڑھے گا، اور مخلوق کی رعایت کا ثواب بھی ملے گا۔

(۱۰) تجارت اور دوکانداری کے لئے صبح جانا بہتر

☆ حضرت صخر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے دعا فرمائی تھی، کہ اے اللہ ہماری امت کو دن کے اول حصہ میں برکت عطا فرما، آپ ﷺ جب کوئی جماعت یا لشکر روانہ فرماتے تو دن کے اول حصہ میں روانہ فرماتے، اور حضرت صخر رضی اللہ عنہ (جو اس روایت کے نقل کرنے والے ہیں) تاجر تھے، جب تجارتی سامان بھیجتے تھے تو دن کے اول حصہ میں روانہ کرتے تھے تو اس سے نفع بہت ہوتا تھا اور مال زائد ملتا تھا:

"اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِیْ فِیْ بُكُوْرِھَا وَكَانَ اِذَا بَعَثَ سَرِیَّةً اَوْجَیْشاً بَعَثَھُمْ مِنْ أَوَّلِ النَّھَارِ وَكَانَ صَخْرٌ تَاجِراً فَكَانَ یَبْعَثُ تِجَارَتَهُ مِنْ أَوَّلِ النَّھَارِ فَاَثْرِیَ وَكَثُرَمَالُهُ"(۱)

دیکھئے آپ ﷺ کی دعا کی وجہ سے یہ شروع دن میں تجارت کا سامان بھیجتے تھے، اور اس کو صبح میں روانہ کرتے تھے، خوب نفع ہوتا تھا، جس کی وجہ سے یہ مالدار ہو گئے، پس صبح میں برکت ہے، اس وقت کا کام اچھا ہوتا ہے، لہذا جب سفر کرنا اور کہیں جانا ہو تو شروع دن ہی میں جائے۔ پس اے تاجرو! اور بیچنے والو، نکلنا ہو جانا ہو تو صبح کے وقت نکل جاؤ بیچ دن میں اور شام کو نہ نکلو، برکت اور سہولت بھی رہے گی اور فراغت کے بعد واپسی میں بھی سہولت رہے گی جلد جانے سے کام جلد ہوگا دیر سے جانے سے کام دیر سے ہوگا۔

---

(۱) ترمذی: التکبیر فی التجارۃ، حدیث:۱۲۱۲، منذری فرماتے ہیں: اس کو ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجۃ، ابن حبان نے روایت کیا ہے، ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

اور ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: " إِذَا صَلَّيْتُمُ الْفَجْرَ فَلَا تَنُوْمُوْا عَنْ طَلَبِ اَرْزَاقِكُمْ" (۱) (جب تم فجر پڑھ لو اپنے رزق کی جد و جہد کے بغیر نیند (آرام) کا نام نہ لو۔

(۱۱) بالکل صبح سویرے سے دیر رات تک دکانداری بہتر نہیں

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں میں مت ہو جاؤ جو سب سے پہلے بازار میں جاتے ہیں اور سب سے آخر میں بازار سے نکلتے ہیں، شیطان بازار میں انڈے دیتا ہے۔ (اپنی اولاد پیدا کرتا ہے):

" اَلَّا تَكُنْ أَوَّلُ مَنْ يَّدْخُلُ السُّوْقَ وَ آخِرُ مَنْ يَّخْرُجُ مِنْهَا فَفِيْهَا بَاضَ الشَّيْطَانِ"(۲)

دیکھئے اس حدیث پاک میں آپ ﷺ نے تاکید فرمائی ہے صبح ہوتے ہی بازار اور پھر رات تک بازار، گویا کہ ہر وقت دنیا اور مال کی فکر یہ اچھی بات نہیں گویا کہ اسے عبادت، ذکر تلاوت کا ذوق نہیں، آخرت جہاں جانا ہے وہاں کی فکر نہیں، مومن کی یہ شان نہیں، دن کا شروع وقت عبادت تلاوت ذکر فکر آخرت میں لگائے، اسی طرح شام یا رات کا وقت کچھ آرام راحت گھریلو کام پھر ذکر عبادت میں لگائے، دنیا کے لئے زیادہ تعب میں نہ ڈالے۔

پس اے دکاندارو! صبح کا اول وقت ذکر و عبادت میں لگا لو؛ تاکہ اس کی برکت دن میں باقی رہے اسی طرح رات میں دیر تک نہ لگے رہو، کچھ آرام راحت بھی کچھ عبادت و تلاوت بھی کر لو، کہ کل قیامت میں کام آئے۔

(۱۲) آپ ﷺ فجر کی نماز کے بعد رزق کی دعا مانگتے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ فجر کی نماز کے بعد جب سلام پھیرے تو یہ دعا مانگتے۔" اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا

---

(۱) کنز العمال: الفصل الثانی فی آداب الکسب، حدیث:۹۲۹۹

(۲) مسلم: باب من فضائل ام سلمة، حدیث:۶۴۶۹

www.besturdubooks.net

وَرِزْقاً طَيِّباً“ (۱) اے اللہ ہمیں نفع دینے والا علم اور قبول ہونے والا عمل اور پاک رزق عطا فرما۔

یعنی ان تینوں میں رزق حلال اصل اور بنیاد ہے، اگر رزق حلال اور پاکیزہ نہ ہوگا تو نہ علم نافع حاصل ہوگا اور نہ عمل مقبول ہوگا، علم نافع سے مراد وہ علم ہے جس سے آخرت کا فائدہ ہو اگر آخرت کا فائدہ نہ ہو تو وہ بدبختی کا ذریعہ ہوتا ہے اسی وجہ سے آپ نے علم نافع نہ ہو تو اس سے پناہ مانگی ہے، اور عمل مقبول نہ ہو تو سوائے مشقت عمل کے کچھ حاصل نہیں، اور رزق حلال نہ ہو تو دنیا اور دین دونوں کی بربادی، دینا ہی بے برکتی اور مصائب کا باعث اور آخرت میں جہنم کا باعث اسی وجہ سے آپنے ان امور کی دعا مانگی ہے، صبح کے بعد رزق کی تقسیم کا وقت ہوتا ہے اسی وجہ سے آپ رزق طیب کی دعا صبح کی نماز کے بعد کیا کرتے تھے۔

پس اے لوگو! صبح کی نماز میں سلام کے بعد یہ دعا کرلیا کرو؛ تاکہ حلال اور پاکیزہ رزق مہیا ہو، اور اس کے اسباب پیدا ہوں۔

(۱۳) تجارت کے جائز وناجائز کے مسائل کی معلومات حاصل کرے

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں دومرتبہ فرمایا ہے ”فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ“ (۲)

☆ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا؟ لوگ میرے پاس آتے ہیں اور اس چیز کے خریدنے کا سوال کرتے ہیں جو میرے پاس نہیں ہوتا ہے تو میں اسے بازار سے خرید کر لا کر دیتا ہوں، تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: جو چیز تمہارے پاس نہ ہو اس کو مت بیچو:

---

(۱) ابن ماجة: باب ما يقال بعد التسليم، حديث: ۹۲۵، بوصیری فرماتے ہیں اس سند کے رجال ثقہ ہیں، سوائے مولی ام سلمہ کے کیوں کہ ان کے نام کا ذکر نہیں: مصباح الزجاجة، كتاب إقامة الصلاة: ۱/۱۴۴، دار الجنان، بیروت۔

(۲) النحل: ۴۳، الأنبياء: ۷

www.besturdubooks.net

”یَاْتِیْنِیْ الرَّجُلُ فَیَسْاَلُنِیْ فِیْ الْبَیْعِ مَالَیْسَ عِنْدِیْ اَبْتَاعُ لَهٗ مِنَ السُّوْقِ ثُمَّ اَبِیْعُهٗ قَالَ لَاتَبِعْ مَا لَیْسَ عِنْدِكَ“(۱)

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ اس وقت بڑے تاجر تھے، تجارت میں بہت مشہور تھے لوگ ان کے پاس آکر کوئی چیز مانگتے تھے تو یہ بیع کر لیتے تھے پھر دوسری جگہ سے لاکر ان کو دیتے تھے اس کے متعلق انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ سے منع فرمایا، کہ جو چیز پاس میں نہیں ہے، اور قبضہ میں نہیں ہے تو اس کو نہیں بیچا جاسکتا ہے؛ چنانچہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیا تو وہ رک گئے، اگر وہ آپ سے معلوم نہ کرتے تو اسی غلط کام میں نادانی کی وجہ سے لگے رہتے۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ جس کا جائز اور ناجائز ہونا واضح نہ ہوا سے اہل علم سے معلوم کرے؛ تاکہ گناہ کی نوبت نہ آئے۔

(۱۴) تاجر دنیا کی حد سے زیادہ حرص نہ کریں

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (زیادہ) جائیداد کے پیچھے مت پڑو کہ دنیا ہی میں لگے رہو: ”لَاتَتَّخِذُوْا الضَّیْعَةَ فَتَرْغَبُوْا فِیْ الدُّنْیَا“(۲)

مطلب یہ ہے کہ زیادہ جائیداد (جس سے عیش کی زندگی ہو) کے جھمیلے میں نہ پڑو، اس سے دنیا میں زیادہ وقت لگے گا آخرت کے اعمال عبادت اور اس کے متعلقہ امور کا وقت نہیں ملے گا، زیادہ جائیداد رہے گی تو دنیا کی مشغولی زیادہ رہے گی، کبھی اس کا نظم کبھی اس جائیداد پر مصروفیت، نفلی عبادت تو کیا فرض عبادت کا بھی موقعہ نہ ملے گا، دنیا کی دولت چاہے پریشانیوں کے ساتھ ہی ہو۔

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے رزق کو مخلوق کے درمیان تقسیم فرمادیا ہے اللہ پاک دنیا سے اسے نوازتا ہے جس کو پسند

---

(۱) ترمذی: کراھیة بیع ما لیس عندك، حدیث:۱۲۳۲، علامہ زیلعی فرماتے ہیں: اس روایت کو چاروں نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا ہے: نصب الرایة: باب خیار الرؤیة: ۱۲/۴۔

(۲) ترمذی: باب منه، حدیث: ۲۳۲۸، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث حسن ہے۔

www.besturdubooks.net

کرتا اور اسے بھی دیتا ہے جس کو پسند نہیں کرتا ناراض رہتا ہے، اور دین صرف اسی کو دیتا ہے جسے وہ پسند کرتا ہے پس جسے اللہ پاک نے دین سے نوازا ہے، (گو مال نہ ہو) اسے خدا نے پسند کیا ہے، اور اسے اپنا محبوب بنایا ہے: "فَمَنْ اَعْطَاهُ اللّٰهِ عزوجل الدِّیْنَ فَقَدْ اَحَبَّهُ"(۱)

دیکھئے اس حدیث پاک میں آپ ﷺ نے کیسی بنیادی اور جڑ والی بات بتائی ہے، دنیا اور مال کا ہونا مال کی فراوانی اللہ کے خوش ہونے کی ہرگز علامت نہیں، اللہ پاک جس سے ناراض رہتا ہے اسے بھی دیتا ہے؛ چونکہ دنیا اور مال اللہ کے نزدیک قیمتی شئی نہیں ہے کہ مخالف اور دشمن سے روک لے، ہاں مگر دین کی دولت عمل صالح کی دولت، جنت کے اعمال کی توفیق خلاف شرع اور ناجائز امور سے بچنے اور پرہیز کرنے کا ذوق صرف اسی کو نوازتا ہے جس سے وہ خوش ہوتا ہے جسے وہ پسند کرتا ہے خواہ اس کے پاس مال نہ ہو۔

پس اے ایمان والو! جس کے پاس دنیا اور مال زیادہ ہے ہرگز مت سمجھو کہ اللہ پاک خوش ہے تب ہی تو دیا ہے، اور دین کی دولت دیکھو تو سمجھو کہ اللہ اس سے خوش ہے۔

(۱۵) تاجر دنیا کے لئے دین کو برباد نہ کریں۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہمیشہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" مخلوق کو غضب الٰہی سے بچاتا رہتا ہے۔ (اللہ کی گرفت اور پکڑ اور برے فیصلہ سے) جب تک کہ وہ دنیا کے معاملہ کو ترجیح دے کر دین کو پیچھے نہ ڈالے:

"لَاتَزَالُ لَا اِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تَدْفَعُ عَنِ الْخَلْقِ سَخَطَ اللّٰهِ مَالَمْ يُؤْثِرُوْا صَفْقَةَ دُنْيَا هُمْ عَلَى آخِرَتِهِمْ"(۲)

مطلب یہ کہ اللہ کی گرفت اور پکڑ سے آدمی اس وقت تک بچا رہتا ہے، جب تک

---

(۱) مستدرك: كتاب الإيمان، حدیث:۹۴، امام حاکم نے اس روایت کو صحیح الاسناد کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

(۲) شعب الإيمان، الحاوي والسبعون من شعب الإيمان، حدیث:۱۰۴۹۷، علامہ عراقی فرماتے ہیں اس کو ابویعلی اور بیہقی نے سند ضعیف کے ساتھ ذکر کیا ہے (مغني عن حمل الأسفار، في بيان العدل: ۴۲۴/۱)۔

www.besturdubooks.net

وہ دنیا کی وجہ سے دین کو پامال اور برباد نہ کرے، اگر دنیا کے نفع اور اس کے حاصل کرنے میں دین اور آخرت کی کوئی پرواہ نہ کرے، دنیا کے نفع کے خاطر آخرت کا گھاٹا برداشت کرے، جیسا کہ ناجائز تجارت میں خیانت کرنے میں دھوکا دے کر عیب دار سامان کے نکالنے، کسی کا مال لے کر کھا جانے میں دنیا کا تو کچھ فائدہ ہے، مگر آخرت کا خسارہ اور گھاٹا ہے، تو ایسی صورت میں وہ خدا کی مدد و نصرت اور برکت سے محروم کر دیا جاتا ہے، خدا کے مواخذہ میں گرفت میں پریشان کن مصائب میں مال کے نظر آتے ہوئے سکون کے نہ پانے میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

پس اے لوگو! مال کو حاصل کرنے میں تجارت اور دکانداری میں آخرت کو برباد نہ کرو، (٦٠) سالہ (٧٠) سالہ زندگی کے لئے ہمیشہ رہنے والی راحت اور دولت کو پامال کرنا عقلمندی کی بات نہیں آخرت آباد رہے، اور دنیا کچھ کم ہے تو برداشت کرلو۔

(١٦) جمعہ کی پہلی اذان کے ساتھ دوکانداری بند کردے۔

اللہ پاک جل شانہ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ “(١)

جب جمعہ کی اذان ہو جائے تو ذکر خدا، نماز کی طرف دوڑ پڑو، اور خرید فروخت کو چھوڑ دو، یعنی جب جمعہ کی نماز کی اذان ہو جائے تو تمام دنیاوی کاروبار، لین دین، دوکانداری فوراً چھوڑ دو، اور جمعہ کی نماز کی جانب چلدو، ویسے چاہئے تو یہ تھا کہ اذان سے قبل نہا دھو کر عمدہ صاف کپڑے پہن کر مسجد میں چلے جاتے؛ لیکن خدانخواستہ اگر اذان تک نہ جاسکے تو اب جیسے ہی اذان ہو جائے اور کان میں اذان کی آواز اللہ اکبر پڑے فوراً دنیاوی کام مت کرو، لہٰذا اللہ پاک کے اس حکم کی رو سے اذان کے بعد خرید فروخت ناجائز اور حرام ہے، بڑے افسوس اور رنج کی بات ہے کہ لوگ دنیا کے ایسے حریص اور ظاہری اسباب کے ایسے پیچھے پڑے ہیں، رزق دینے والے کی مخالفت کرتے ہوئے

---

(١) الجمعة :٩

www.besturdubooks.net

اذان کے بعد بھی دنیاوی کام کرتے رہتے ہیں۔

(۱۷) نفع کتنا لے

اقتصادی تنظیم، یا قوت عرض وطلب، بازار کے اتار چڑھاؤ کی اہمیت اسلام میں کچھ نہیں ہے، اللہ عزوجل نے قیمتوں کے اتار اور چڑھاؤ کو یہ فطرت سے جوڑ دیا ہے:

ارشاد باری عزوجل ہے:

"نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَيۡنَهُم مَّعِيۡشَتَهُمۡ فِيۡ الۡحَيَاةِ الدُّنۡيَا وَرَفَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعۡضُهُم بَعۡضاً سُخۡرِيّاً "(۱)

دنیوی زندگی میں (تو) ان کو روزی ہم (ہی) نے تقسیم کر رکھی ہے اور ہم نے ایک کو دوسرے پر رفعت دے رکھی ہے تا کہ ایک دوسرے سے کام لیتا رہے (اور عالم کا انتظام قائم رہے)۔ اللہ عزوجل نے اس آیت مبارکہ میں رزق کی تقسیم کو اپنی جانب منسوب کیا ہے، تو اس سے پتہ چلا اقتصادی تنظیم یہ اللہ عزوجل کے حوالہ ہے، اللہ عزوجل نے کچھ فطری قوتیں پیدا کی ہیں جو لوگوں کے نظام معاش تنظیم وترتیب کرتی ہیں، انہیں فطری قوتوں کو ہم عرض وطلب کی قوت سے تعبیر کرتے ہیں، اللہ عزوجل نے ایک کی ضرورت کو دوسرے سے وابستہ کیا ہے، بیچنے والا خریدنے والے کا اور خریدنے والا بیچنے والے کا محتاج ہے، کسی کو بھی ایک دوسرے سے استغناء نہیں ہے۔

اسی طرح احادیث رسول اللہ ﷺ سے بھی اس کی تائید وتوثیق ہوتی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ نرخ بہت بڑھ گئے ہیں آپ ہمارے واسطے قیمت مقرر فرما دیں: "غَلَا السِّعۡرُ فَسَعِّرۡ لَنَا" (۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالی ہی نرخ مقرر کرنے

---

(۱) الزخرف:۳۲

(۲) سنن أبوداؤد: باب فی التسعیر، حدیث:۳۴۵۳، سبل السلام، التفریق بین الوالدة وولدھا، حدیث:۷۶۵، امیر عزالدین نے سبل السلام میں فرمایا ہے کہ: اس کو اس کو سوائے نسائی کے پانچوں نے ذکر کیا ہے اور اس کو ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

والے ہیں اور وہی رزق دینے والے ہیں اور بیشک میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالی سے اس حالت میں ملوں کہ تم میں سے کوئی مجھ سے کسی خون یا مال کا مطالبہ نہ کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چیزوں کے نرخ مقرر کردیجئے "یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ سَعِّرْ" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نرخ مہنگے اور ارزاں اللہ ہی کرتا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اللہ سے اس حال میں ملوں کہ میری طرف کسی کا کوئی ظلم نہ ہو۔(۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ باسعادت میں مہنگائی بڑھ گئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ ہمارے لئے نرخ مقرر فرما دیجئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیمت مقرر کرنے اور نرخ مقرر کرنے والا اللہ ہی ہے "إِنَّ اللّٰہَ هُوَ الْمُقَوِّمُ وَالْمَسْعِرُ"، میں چاہتا ہوں کہ جب میں تم سے جدا ہوکر جاؤں تو تم میں سے کوئی اپنے مال یا جان پر کسی ظلم کا مجھ سے مطالبہ کرنے والا نہ ہو۔(۲)

ان تمام احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیمتوں کے اتار اور چڑھاؤ کو اللہ عزوجل کی جانب منسوب کیا ہے، تو اس سے پتہ چلا کہ حکومت کے منصوبوں سے قیمت کی تنظیم ممکن نہیں، یہ تو صرف اللہ عزوجل کے ذمہ ہے، قیمت پر حکومت کا کنڑول یا تاجروں کا کنڑول اس کو اسلام ظلم گردانتا ہے اس کو اس کی طبعی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔

اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ تمام اصحاب اموال کو بالکل آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ جو چاہیں کریں، اس آزادی کی وجہ سے بازار کا نظام بگڑ جائے گا۔

سود، جوے، اٹکل کی حرمت یہ اسی لئے ہے کہ اس سے دولت صرف مالدار لوگوں کے ہاتھوں میں اکٹھا ہوجاتی ہے، اسی لئے سرمایہ دار نظام نے ان تمام وسائل اور طریقوں سے تمام دولت کو اپنی مٹھی میں کرلیا اور وہ بازار پر قابض تھے۔

یونس بن عبید کے تعلق سے مروی ہے کہ ان کے یہاں مختلف اقسام کے کپڑے

---

(۱) حوالہ سابق

(۲) أبوداؤد: باب في التسعير، حدیث: ۳۴۲۵، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

تھے، کچھ تو چار سو کے اور کچھ دوسو کے، ایک دفعہ وہ نماز کے لئے گئے اور ان کا بھتیجا دوکان پر تھا، اس نے دوسو والے حلہ کو چار سو میں فروخت کر دیا، اور وہ دیہاتی اس کو بخوشی لے کر چلتا بنا، اس کی راستے میں یونس بن عبید سے ملاقات ہوئی، انہوں نے اس دیہاتی سے پوچھا: کتنے میں خریدا؟ اس نے کہا: چار سو میں، یونس نے کہا: یہ تو دوسو کا ہے، واپس جا کر دوسو درہم واپس کرلو، پھر انہوں نے اپنے بھتیجے کو ڈانٹ پلائی اور فرمایا: کیا تم اللہ سے حیاء نہیں کرتے، اللہ سے ڈرتے نہیں " أَمَا اسْتَحْيَيْتَ وَأَمَا اتَّقَيْتَ اللّٰهَ تَرْبَحُ مِثْلَ الثَّمَنِ "۔(۱)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا گیا آپ کی خوش حالی اور فارغ البالی کا راز کیا ہے: انہوں نے فرمایا: تین عادتیں اور خصلتیں، میں نے کبھی بھی نفع کو (گرچہ وہ تھوڑا ہو) رد نہیں کیا، نہ میں نے ادھار بیچا، جب بھی کسی نے جانور کی خرید وفروخت کو کہا تو میں نے اس کی خرید وفروخت کو نہ مؤخر کیا اور نہ میں نے اس کو ادھار بیچا، یہ روایت ہے کہ انہوں نے ہزار اونٹ فروخت کئے، صرف اس کے نکیل منافع میں پائے، ہر نکیل کو ایک درہم میں فروخت کیا تو اس سے ہزار درہم کا نفع ہو:" فَرَبِحَ فِيهَا أَلْفًا "۔(۲)

اسلام نے ذخیرہ اندوزی کی ممانعت، تلقی جلب، بیع الحاضر للبادی (شہری کا دیہاتی کے لئے بیچنا) اور تمام فاسد اور باطل خرید وفروخت پر پابندی اس لئے لگائی ہے کہ اس سے بازار کی صورت حال بدل جاتی ہے، عرض وطلب کی قوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں، جس سے طبعی قوتیں مفلوج اور ناکارہ ہو جاتی ہیں۔

بزار، احمد، ابویعلی، طبرانی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے: "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص چالیس دن تک غذائی ضروریات کی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے:

" مَنِ احْتَكَرَ الطَّعَامَ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى

---

(۱) إحياء العلوم: الباب الرابع في الإحسان في المعاملة: ۷۹/۲، دارالمعرفة، بيروت

(۲) إحياء العلوم: الباب الرابع في الإحسان في المعاملة: ۸۰/۲، دارالمعرفة، بيروت

www.besturdubooks.net

وَبَرِأَ اللّٰهُ مِنْهُ" (۱)

وہ اللہ سے بری ہے اور اللہ اس سے بری ہے اور جس خاندان میں ایک آدمی بھی بھوکا رہا ان سب سے اللہ کا ذمہ بری ہے۔

اس سلسلے میں اسلامی اقتصادی نظام نے تین طرح سے دخل اندازی کی ہے:

۱۔ دینی دخل اندازی: کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ غیر مشروع طریقے سے کمائی کرے، یعنی، سود، جوا، اٹکل یا تمام فاسد یا باطل معاملات کے ذریعے۔

۲۔ حکومت کی خلل اندازی: حکومت بھی بازار کی نرخ و بھاؤ میں اگر وہ طبعی اور فطری طور پر چل رہے ہوں تو اس کو دخل اندازی کی اجازت نہیں، ہاں البتہ اگر کوئی شخص بازار میں دخل اندازی کی کوشش کرے تو اس کو طبعی صورتحال پر واپس لانے کے لئے حکومت دخل اندازی کرسکتی ہے۔

حسنؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ معقل بن یسار رضی اللہ تعالی عنہ بیمار ہو گئے عبید اللہ بن زیاد ان کی بیمار پرسی کے لیے آیا اور کہنے لگا کہ اے معقل کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں نے کسی کا خون بہایا ہے انہوں نے فرمایا مجھے معلوم نہیں ابن زیاد نے پوچھا کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے مسلمانوں کے نرخ میں کچھ دخل اندازی کی ہے؟ انہوں نے فرمایا مجھے معلوم نہیں مجھے اٹھا کر بٹھایا اور پھر فرمایا اے عبید اللہ سن۔ میں تجھ سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو میں نے نبی ﷺ سے ایک دو مرتبہ نہیں سنی ہے میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے نرخ میں دخل اندازی کرتا ہے تو اللہ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اسے جہنم کے بڑے حصے میں بٹھائے: "أَنْ يَقْعُدَهُ بِعِظَمٍ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" (۲)

---

(۱) المغني عن حمل الأسفار: في بيان العدل: ۴۲۲/۱، حدیث: ۱۶۰۰، علامہ عراقی فرماتے ہیں: اس کو احمد اور حاکم نے سند جید کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ابن عدی ابن عمر کی حدیث کے تعلق سے محفوظ نہیں ہیں۔

(۲) مسند احمد: حدیث معقل بن یسار رضی اللہ عنہ، حدیث: ۲۰۳۲۸، مؤسسۃ قرطبۃ قاہرۃ، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کے ایک راوی مرۃ ابو یعلی ہیں، ان کی سوانح حیات نہیں ملی، اس کے بقیہ رجال صحیح کے رجال ہیں۔

www.besturdubooks.net

سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہو کر گزرے اور وہ انگور بیچ رہے تھے بازار میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو تم نرخ بڑھا دو یا ہمارے بازار سے اٹھ جاؤ" إِمَّا أَنْ تَزِيْدَ فِيْ السِّعْرِ وَإِمَّا أَنْ تَرْفَعَ مِنْ سُوْقِنَا" (۱) اس سے پتہ چلا کہ اگر بازار کا فطری نظام بگڑ رہا ہو تو حکومت کو دخل اندازی کا اختیار رہے۔

۳۔ اخلاقی دخل اندازی: اسلام میں اخلاقی احکام کی بھی اہمیت ہے، بیشتر یا بہتر نفع کمانے یہ انسان کا اصل مقصود نہیں، اسی لئے اسلام لوگوں میں یہ جذبات ابھارتا ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ بہتر معاملہ کریں، وہ اپنی تنگی وتنگ دستی کے باوجود ان کو اپنے اوپر ترجیح دیں۔ان میں خرچ اور انفاق کے جذبات کو ابھارتا ہے نہ یہ کہ وہ نفع اندوزی اور دولت وثروت کے اکٹھا کرنے میں بازی لے جائیں، اس قسم کے بے شمار اخلاق خرید وفروخت کے باب میں یہ بازار کے نرخ اور اس کی قیمت کو برابر سرا برر کھنے میں ممد ومعاون ہیں۔(۲)

(۱۸) اقالہ کی فضیلت

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دو شخصوں کے درمیان کسی چیز کی بیع کا معاملہ ہوا اور فریقین کی طرف سے بات بالکل ختم ہوگئی لین دین بھی ہوگیا، اس کے بعد کسی ایک نے اپنی مصلحت سے معاملہ فسخ کرنا چاہا مثلاً خریدار نے جو چیز خریدی تھی، اس کو واپس کرنا چاہا یا بیچنے والے نے اپنی چیز واپس لینی چاہی تو اگرچہ قانون شریعت کی رو سے دوسرا فریق مجبور نہیں ہے کہ اس کے لئے راضی ہو لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاقی انداز میں اس کی اپیل کی ہے اور اس کو بہت بڑی نیکی قرار دیا ہے، شریعت کی زبان میں اس کو "اقالہ" کہتے ہیں:

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی مسلمان کے

---

(۱) موطامالك: الحكرة والتربص، حديث:۲۳۹۹

(۲) فتح الملهم :۱:۳۱۳

www.besturdubooks.net

بکے ہوئے سامان کو واپس کرلے کل قیامت کے دن اللہ پاک اس کے گناہ کو معاف فرمائے گا۔"مَنْ اَقَالَ مُسْلِماً اَقَالَهُ اللّٰهُ عَثْرَتَهُ يَوْمَ الْقِيامَةِ"(۱)

یعنی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی جوش میں شوق میں سامان خرید لیتا ہے، پھر واپس کرنا چاہتا ہے، سامان کی ضرورت نہیں سمجھتا یا روپیہ کی ضرورت معلوم ہوتی ہے وغیرہ، تو اگر بکا ہوا سامان صحیح حالت میں ہے، اس میں کوئی خرابی یا کمی پیدا نہ ہوئی ہو تو اسے واپس کرلے اس کا بڑا ثواب ہے، یہ غیر مسلموں کا عمل ہے کہ بکا ہوا سامان واپس لینا اچھا نہیں سمجھتے۔

پس اے دکاندارو! اگر مال ٹھیک ہو تو واپس لے کر اس کا روپیہ دیدو، کل قیامت میں تمہارے گناہوں کے مٹانے کا ذریعہ ہوگا۔

☆ اور ایک روایت میں ہے کہ: "مَنْ أَقَالَ نَادِمًا بَيْعَتَهُ أَقَالَ اللّٰهُ عَثْرَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"(۲) جو شخص بیع پر نادم ہونے والے شخص سے کیا جانے والا معاہدہ ختم کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی لغزشات سے درگذر کریں گے۔

☆ ابوشریح رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے بھائی کی خریدی ہوئی چیز کو واپس کرے قیامت کے دن اللہ پاک اس کے گناہ کو واپس یعنی معاف کردیگا:"مَنْ اَقَالَ اَخَاهُ بَيْعًا اَقَالَهُ اللّٰهُ عَثْرَتَهُ يَوْمَ القِيَامَةِ"(۳)

پس اے تاجرو! اے دکاندارو! یہ نہ کہو کہ خریدنے کے بعد واپس نہ ہوگا، اور نہ لکھ کر دکان میں لگاؤ، کہ یہ ہماری شریعت میں پسندیدہ بات نہیں۔

(۱۹) ذخیرہ اندوزی کی ممانعت

جس طرح ہمارے زمانے میں بہت سے تاجر غلہ وغیرہ ضروریاتِ زندگی کی

---

(۱) ابوداؤد : باب فضل الإقامة، حدیث:۳۴۶۲،علامہ منذری فرماتے ہیں:اس کو ابوداؤد، ابن ماجۃ، ابن حبان اور حاکم نے روایت کی ہے اور حاکم نے اس صحیحین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

(۲) کشف الخفاء، حدیث:۲۳۸۳

(۳) المعجم الاوسط: أول الكتاب، حدیث:۸۸۹،منذری ترغیب میں کہتے ہیں:اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے رواۃ ثقہ ہیں اور علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں یہی کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

ذخیرہ اندوزی کر کے مصنوعی قلت پیدا کر دیتے ہیں جس کے نتیجے میں مہنگائی اور گرانی بڑھ جاتی ہے اور عام صارفین پر بوجھ پڑتا ہے اور ان کے لئے گزارہ دشوار ہوجاتا ہے، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی کچھ تاجر ایسا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ نے اس کو سختی سے منع فرمایا: اس کو عربی زبان میں ''احتکار'' کہتے ہیں:

حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو تاجر احتکار کرے (یعنی غلہ وغیرہ ضروریات زندگی کا ذخیرہ عوام کی ضروریات کے باوجود مہنگائی کے لئے محفوظ رکھے) وہ خطا کار گنہگار ہے ''مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ'' (۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جالب (غلہ وغیرہ باہر سے لاکر بیچنے والا تاجر) مرزوق ہے (یعنی اللہ تعالی اسکے رزق کا کفیل ہے) اور ''محتکر''، یعنی مہنگائی کے لئے ذخیرہ اندوزی کرنے والا) ملعون ہے (یعنی اللہ کی طرف سے پھٹکار اور اس کی رحمت وبرکت سے محرومی ہے۔ (۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول کریم ﷺ یہ فرماتے تھے کہ جو شخص غلہ روک کر گراں نرخ پر مسلمانوں کے ہاتھ فروخت کرتا ہے اللہ تعالی اسے جذام وافلاس میں مبتلا کر دیتا ہے: ''ضَرَبَهُ اللّٰهُ بِالْجُذَامِ وَالْإِفْلَاسِ'' (۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو غلہ کو روک کر رکھے (تاکہ نہ ملنے پر گراں قیمت میں فروخت کرے پھر اگر پونجی نفع کے ساتھ بھی صدقہ خیرات کریگا تو جو گناہ ہوا ہے، اس کا کفارہ نہ ہوگا: '' مَنِ احْتَكَرَ طَعَاماً ثُمَّ تَصَدَّقَ بِرَاسِ مَالِهِ وَالرِّبْحِ لَمْ يُكَفِّرْ عَنْهُ'' (۴)

---

(۱) مسلم : باب تحريم الاحتكار فى الأقوات، حديث:۱۶۰۵

(۲) ابن ماجه، باب الحكرة والجلب، حديث:۲۱۵۳، علامہ حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں: اس کو ابن ماجۃ اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے، اسی طرح علامہ بوصیری مصباح الزجاجۃ: ۲/۴ میں فرماتے ہیں: اس کی سند علی بن یزید بن جدعان کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۳) ابن ماجه: باب الحكرة والجلب، حديث:۲۱۵۵، علامہ ابن حجر فتح الباری میں اس روایت کی سند کو حسن قرار دیتے ہیں۔

(۴) مصنف ابن ابی شيبه، فی احتكار الطعام، حديث:۲۰۳۹۱

www.besturdubooks.net

یعنی ایک عام مخلوق پر جسے خدا نے اپنا عیال بیان کیا ہے حق تلفی اور ظلم ہے، اللہ پاک نے اسے آسمان کے پانی زمین کی مٹی سے پیدا کیا؛ تا کہ مخلوق کھائے اور اس سے فائدہ اٹھائے اور یہ اللہ کا بندہ مخلوق پر اس کو روک رہا ہے اور اسے روک کر رکھ رہا ہے اپنے فائدہ کے لئے خدا کا عام کرنا اور ادھر اس کا رد کرنا ایسا ظلم ہے جس کی تلافی سب غلہ کے صدقہ سے جو روک کر رکھا ہے اس سے بھی نہیں ہوگی، اس لئے اس سے پہلے جو مخلوق پریشان ہو چکی ہے اس کی تلافی تو ہو نہیں سکتی۔

پس ایسا ظلم ہے جو صدقہ کرنے سے بھی معاف نہیں، خیال رہے یہ وعید اس وقت ہے، جب بازار میں بالکل نہ مل رہا ہو مخلوق پریشان اور یہ روکے ہوئے ہے اور اگر بازار میں مل رہا ہے اور یہ رکھے ہوئے اسٹاک کئے ہے تب گناہ نہیں ہے اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ یہ سزا مخلوق کی پریشانی پر ہے۔

اے تاجرو ہرگز غلہ اور کھانے پینے کی چیزوں کو دام بڑھنے کے لئے مت روکو، اور مخلوق کو پریشان مت کرو۔

فروخ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں مسجد جانے کے لیے گھر سے نکلے، راستے میں انہیں جگہ جگہ غلہ نظر آیا، انہوں نے پوچھا یہ غلہ کیسا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ درآمد کیا گیا ہے، فرمایا اللہ اس میں برکت دے اور اس شخص کو بھی جس نے اسے درآمد کیا ہے، لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین ! یہ تو ذخیرہ اندوزی کا مال ہے، پوچھا کس نے ذخیرہ کر کے رکھا ہوا تھا؟ لوگوں نے بتایا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے غلام فروخ اور آپ کے فلاں غلام نے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو بلوا بھیجا اور فرمایا کہ تم نے مسلمانوں کی غذائی ضروریات کی ذخیرہ اندوزی کیوں کی؟ انہوں نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین ! ہم اپنے پیسوں سے خریدتے اور بیچتے ہیں (اس لئے ہمیں اپنی چیز پر اختیار ہے، جب مرضی بیچیں) فرمایا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کی غذائی ضروریات کی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے، اللہ تعالی اسے تنگدستی اور کوڑھ کے مرض میں مبتلا کر دیتا ہے۔ فروخ تو

www.besturdubooks.net

یہ سن کر اسی وقت کہا امیر المومنین ! میں اللہ سے اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گا، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غلام اپنی اسی بات پر اڑا رہا کہ ہم اپنے پیسوں سے خریدتے اور بیچتے ہیں (اس لئے ہمیں اختیار ہونا چاہیے) ابو یحییٰ کہتے ہیں کہ بعد میں جب میں نے اسے دیکھا تو وہ کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہو چکا تھا: "فَلَقَدْ رَأَيْتُ مَوْلَى عُمَر مَجْزُوْمًا" (۱)

امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک احتکار صرف غذائی اشیاء میں ہے لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک احتکار کی حرمت صرف غذائی اشیاء میں نہیں ہے؛ بلکہ ہر وہ شی جس سے عامۃ الناس کو ضرر پہنچے اس کا چند لوگوں میں سمٹ جانا اور اس کا روک رکھنا احتکار ہے، اور حرام ہے (۲) امام شوکانی نے لکھا ہے کہ اس شی ء کا روک رکھنا احتکار کہلاتا ہے جس سے انسانوں اور جانوروں کو تکلیف پہنچے۔

احتکار اور اکتناز قریباً ایک معنی ہیں، لیکن فقہ کی اصطلاح میں احتکار سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص غلہ وغیرہ کو بڑی مقدار میں خرید کر لے اور جب بازار میں غلہ گراں ہو جائے اور عوام میں اس کی طلب اور مانگ کا مرکز صرف وہی بن جائے اور عوام اس کے بھاؤ پر لینے پر مجبور ہو جائیں اور وہ اپنی مرضی کے موافق مہنگائی کے ساتھ بیچے۔

(۲۰) غلہ کو روکنے کے بجائے ہر دن بھاؤ سے بیچنا ثواب کا باعث

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو غلہ لا کر (جمع نہ کرے روکے نہیں) اسی دن کے بھاؤ میں فروخت کر دیا کرے تو اس کو صدقہ کا ثواب ملے گا: " مَنْ جَلَبَ طَعَاماً فَبَاعَهُ بِسِعْرِ يَوْمِهِ فَكَأَنَّمَا تَصَدَّقَ بِهِ"(۲)

مطلب یہ ہے کہ ذخیرہ بنا کر روک نہ رکھے کہ جب ملنے پر دام بڑھے گا تو فروخت کر لیں گے؛ بلکہ لوگوں کے ہر دن کی ضرورت کے پیش نظر روزانہ فروخت کرتا

---

(۱) مسند احمد (۲) رد المحتار: ۲۸۲/۵

(۲) إحياء علوم الدين، كتاب آداب الكسب والمعاش: ۷۳/۲

www.besturdubooks.net

رہے، جس سے عام لوگوں کو پریشانی نہ ہو تو اس کو صدقہ کا ثواب ملے گا؛ چونکہ اس نے لوگوں کی ضرورتوں کا خیال رکھا، اور روک کر رکھنے کے نفع کو قربان کردیا لوگوں کی سہولت کی وجہ سے پس لوگوں کو اس سے فائدہ پہونچا، اس کا ثواب اسے ملے گا، اس کے مقابلہ میں جو روک کر غلہ اس نیت سے رکھے گا کہ نہ ملنے پر لوگ مجبوراً دام بڑھا کرلیں گے تو اس پر خدا کی لعنت اور پھٹکار ہوگی۔

حدیث پاک میں ایسے شخص کو ملعون فرمایا گیا ہے، اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر یہ تمام روکے ہوئے غلہ کو صدقہ خیرات بھی کردے تب بھی اس گناہ کی تلافی نہ ہوگی۔

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی علاقے سے مسلمانوں کے علاقہ میں غلہ لے جائے اور اسے روزانہ ملنے کے بھاؤ سے بیچ دے، (روک کر زیادہ قیمت کے لئے نہ رکھے) تو اسے اللہ کے نزدیک شہید کا ثواب ملے گا، پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور دوسرے لوگ سفر کرتے ہیں، اللہ کے فضل رزق کو تلاش کرتے ہیں اور دوسرے لوگ اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہیں:

" وَآخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِيْ الْأَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَآخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ"(۱)

مطلب یہ ہے کہ غلہ کو روک کر نہ رکھ کر روزانہ کے بھاؤ میں بیچنے والا شہید کا ثواب پائے گا اس وجہ سے کہ روک کر رکھتا تو کچھ دنیاوی نفع ملتا، اس نے لوگوں کی رعایت میں اوران کی خیر خواہی میں اپنا نفع قربان کردیا، اور لوگوں کی روزانہ ضرورت کا خیال رکھا، اس کی وجہ سے یہ ثواب عظیم پائے گا۔

پس اے غلہ کی تجارت کرنے والو! روک کر رکھنے کے بجائے روزانہ کے بھاؤ میں روز بیچا کرو اور شہید کا ثواب پاؤ۔

احیاء العلوم میں اس سلسلے میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک بزرگ جو واسط میں

---

(۱) إحياء علوم الدين ، كتاب آداب الكسب والمعاش، ۷۳/۲

www.besturdubooks.net

رہتے تھے انہوں نے گیہوں کی کشتی تیار کی اور اسے بصرہ بھیجا، اور اپنے وکیل کو لکھ بھیجا کہ جس دن کشتی بصرہ آئے اسی دن یہ غلہ بیچ دینا، دوسرے دن کے لئے مؤخر نہ کرنا، اس نے مناسب قیمت پائی، لیکن اس سے وہاں کے تاجروں نے کہا: اگر تم اسے جمعہ تک مؤخر کرلوگے تو دوگنا پاؤگے، چنانچہ اس نے اس کو جمعہ تک مؤخر کیا تو اس کو دوگنا نفع ہوا، اس نے ان بزرگ کو اس بارے میں لکھ بھیجا تو انہوں نے وکیل کو لکھ بھیجا کہ "یَا هَذَا إِنَّا كُنَّا قَنَعْنَا بِرِبْحٍ يَسِيْرٍ مَعَ سَلَامَةِ دِيْنِنَا" اے شخص ہم ہمارے دین کی سلامتی کے ساتھ تھوڑے سے نفع پر راضی ہوتے ہیں، تم نے ہماری بات کی مخالفت کی اور دینداری کے جاتے ہوئے ہم نے زیادہ نفع کیا، تم نے تو یہ جرم کیا، میرا خط جب تمہارے پاس پہنچے تو اس تمام مال کو بصرہ کے فقراء پر تقسیم کردینا۔(۱)

(۲۱) دھوکہ دہی اور مبیع کے عیب کو ظاہر نہ کرنے کی ممانعت

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلہ کے ایک ڈھیر پر سے گزرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا مبارک ہاتھ ڈالا تو انگلیاں تر ہوگئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلہ کے مالک سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ بارش کی وجہ سے بھیگ گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ تر حصہ اوپر نہیں کرسکتے تھے کہ لوگ اس کو دیکھ لیتے پھر فرمایا جس نے دھوکہ دیا ہو مجھ سے نہیں۔ "مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا"(۲)

طبرانی نے معجم کبیر و معجم صغیر میں یہی واقعہ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کے آخر میں ان الفاظ کا اضافہ ہے "وَالْمَكْرُ وَالْخِدَاعُ فِيْ النَّارِ"(۳)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جس نے عیب دار چیز عیب ظاہر کئے بغیر فروخت کی وہ مسلسل اللہ کی ناراضگی

---

(۱) تفسیر القرطبی، سورة المزمل: ۵۶/۱۹، دار الکتب المصریة، القاهرة

(۲) ترمذی: کراهية الغش فی البیوع، حدیث: ۱۳۱۵، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔

(۳) صحیح ابن حبان: باب الصحبة والمجالسة، حدیث: ۵۶۷، محقق شعیب الارنوط نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ اس طرح کی دغابازی اور دھوکہ دہی کا انجام جہنم ہے۔

www.besturdubooks.net

میں رہے گا اور فرشتے مسلسل اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔" لَمْ يَزَلْ فِيْ مَقْتِ اللّٰهِ أَوْ لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تَلْعَنُهُ" (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔قافلہ سے آگے جا کر نہ ملو جو آگے جا کر ملا اور اس سے مال خرید لیا جب مالک بازار آیا تو اس کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہوگا۔یعنی اگر اس کو نقصان معلوم ہو گیا تو:"فَإِذَا أَتٰى سَيِّدُهُ فَهُوَ بِالْخِيَارِ"(۲)

دور رسالت میں یوں ہوا کرتا تھا کہ لوگ دیہاتوں سے چھوٹے چھوٹے قافلوں کی شکل میں غلہ لاتے تھے ان کو"جلب" کہا جاتا تھا، چالاک تاجران قافلہ والوں کو بازار اور منڈی پہنچنے سے پہلے ہی ان کا مال خرید لیتے، وہ بازار کا بھاؤ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے ان کو کم قیمت پر بیچ دیتے، پھر یہ عام لوگوں سے زیادہ قیمت پر بیچتے، یہاں حضور ﷺ نے قافلہ والوں کو معاملہ کو فسخ کرنے کا اختیار دیا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ قافلہ والوں سے آگے جا کر نہ ملو اور نہ تم میں سے بعض بعض کی بیع پر بیع کرے نجش نہ کرو (کسی سودے کے نمائشی خریدار بن کر اس کی قیمت بڑھانے کا کام کرو) اور نہ شہری دیہاتی کے ہاتھ بیچے اور نہ بکریوں کے تھن میں دودھ روکے رکھو اور جو شخص اس کو خریدے تو دوھنے کے بعد اس کو اختیار ہے اگر چاہے تو اسے روک رکھے اور اگر ناپسند ہو تو وہ جانور اور ایک صاع کھجور واپس کردے۔"وَإِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ" (۳)

---

(۱) ابن ماجه، باب من باع عيبا فليبينه، حدیث:۲۲۴۷،علامہ بوصیری مصباح الزجاجۃ:۲/۱۷ میں فرماتے ہیں: یہ سند بقیۃ بن الولید کی وجہ سے ضعیف ہے اور ان کو ان کے شیخ نے ضعیف کہا ہے، میں کہتا ہوں: اس کو ابو بکر بن شیبہ نے طویل زیادتی کے ساتھ ذکر کیا ہے جیسا کہ میں زوائد المسانيد العشرة میں ابو سباغ عن واثله بن الأسقع کی روایت سے نقل کیا ہے۔

(۲) مسلم: باب تحريم تلقي الجلب: حدیث:۱۵۱۹

(۳) مسلم: باب تحريم بيع الرجل على بيع أخيه، حدیث:۱۵۱۵

www.besturdubooks.net

یہاں اس حدیث میں چند ایک آداب بتائے گئے:

۱) باہر کے تجارتی قافلوں سے بازار اور منڈی میں پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں جا کر ان سے مال نہ خریدا جائے۔

۲) اگر کوئی خریدار دکاندار سے کوئی چیز خرید رہا ہے تو دوسرا دوکاندار معاملہ میں مداخلت کر کے کہے یہی چیز تم مجھ سے خرید لو۔

۳) یعنی کوئی شخص دکاندار سے کوئی چیز خرید کر رہا ہو تو کوئی اور صاحب صرف نمائشی خریدار بن کر کھڑے ہو جائے اور زیادہ قیمت لگائے۔

۴) نہ شہری دیہاتی کے ہاتھ بیچے یعنی شہری غلہ کو اپنے پاس اس ارادہ سے رکھیں کہ قیمت زیادہ ملنے پر فروخت کریں گے، بلکہ دیہاتی جب بھی لائیں فروخت ہو جانا چاہئے؛ تا کہ وہ پھر لائیں۔

۵) کوئی ایسا نہ کرے کہ اپنا دودھ دینے والا جانور ایک دو وقت اس کا دودھ دوہنا چھوڑ دے تا کہ خریدار اس کے بھرے ہوئے تھنوں کو دیکھ کر سمجھے کہ بہت دودھ دینے والا ہے۔

☆ مبیع کے تمام ظاہری اور پوشیدہ عیوب کا اظہار کرے، مبیع کے عیوب کا چھپانا یہ ظلم، دھوکہ دہی ہے اور یہ حرام ہے، مثلاً کپڑا کا اچھا حصہ ظاہر کرے اور خراب حصہ چھپائے، یا مبیع کو اندھیرے میں فروخت کرے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلہ کے ایک ڈھیر پر سے گزرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا مبارک ہاتھ ڈالا تو انگلیاں تر ہو گئیں، "فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهِ فَرَأَى بَلَلًا" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلہ کے مالک سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ بارش کی وجہ سے بھیگ گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ تر حصہ اوپر نہیں کر سکتے تھے کہ لوگ اس کو دیکھ لیتے پھر فرمایا جس نے دھوکہ دیا ہو مجھ سے نہیں۔(۱)

ابوسباع کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت واثلہ کے گھر سے ایک اونٹنی

---

(۱) أبوداؤد: باب النهي عن الغش، حديث:۳۴۵۲

www.besturdubooks.net

خریدی میں جب اس اونٹنی کو لے کر نکلنے لگا تو مجھے حضرت واثلہ مل گئے وہ اپنی چادر کھینچتے ہوئے چلے آ رہے تھے انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ اے اللہ کے بندے کیا تم نے اسے خریدلیا ہے میں نے کہا جی ہاں انہوں نے پوچھا کیا انہوں نے تمہیں اس کے متعلق سب کچھ بتایا ہے میں نے کہا کہ سب کچھ سے کیا مراد ہے انہوں نے فرمایا کہ یہ خوب صحت مند جو نظر بھی آ رہا ہے یہ بتاؤ کیا تم اس پر سفر کرنا چاہتے ہو یا ذبح کر کے گوشت حاصل کرنا چاہتے ہو میں نے عرض کیا میں اس پر حج کے لیے جانا چاہتا ہوں وہ کہنے لگے کہ پھر اس کے کھر میں ایک سوراخ ہے اس پر اونٹنی کا مالک کہنے لگا اللہ آپ کے حال پر رحم کرے کیا آپ میرا سودا خراب کرنا چاہتے ہیں" رَحِمَكَ اللّٰهُ أَفْسَدتَّ عَلَيَّ بَيْعِيْ" انہوں نے فرمایا میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کسی آدمی کے لیے یہ بات جائز نہیں کہ وہ کسی چیز کو بیچے اور اس میں عیب بیان نہ کرے اور جو اس عیب کو جانتا ہو اس کے لیے بھی حلال نہیں ہے کہ اسے بیان نہ کرے۔(۱)

عیوب کو چھپا کر خرید و فروخت کرنا یہ رزق میں اضافہ کا سبب نہیں؛ بلکہ برکت کے ختم ہونے کا ذریعہ ہے، ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص کے پاس ایک گائے تھی جس کا دودھ وہ دوہا کرتا اور اس میں پانی ملا کر بیچا کرتا، ایک دفعہ سیلاب آیا جس میں اس کی گائے بہہ گئی تو اس کے لڑکے نے کہا:" تِلْكَ الْمُتَفَرِّقَةُ الَّتِيْ صَبَبْنَاهَا فِيْ اللَّبَنِ اِجْتَمَعَتْ دَفْعَةً وَاحِدَةً وَأَخَذَتِ الْبَقَرَةُ" جس پانی کو ہم نے دودھ میں ملایا وہ اکٹھا ہو کر دفعۃً گائے کو لے کر چلا گیا۔

ابن سیرینؒ نے بکری فروخت کی، اور خریدنے والے سے فرمایا: میں اس میں موجود ہر عیب سے بری ہوں، یہ اپنے پیر سے چارہ کو الٹ پلٹ کرتی ہے" أَنَّهَا تُقَلِّبُ الْعَلَفَ بِرِجْلِهَا"(۲)

☆ فروخت کی جانے والی چیز کی مقدار کو نہ چھپائے، برابر تولے، اللہ تعالی کا ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے تعلق سے ارشاد ہے:" وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِيْنَ"

---

(۱) مسند احمد (۲) احیاء العلوم: کتاب آداب الکسب والمعاش: ۲/۷۷

www.besturdubooks.net

(ہلاکت ہوناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے)(۱) ناپ تول میں کمی سے اسی وقت محفوظ رہا جا سکتا ہے جب دے تو جھکتا ہوا تولے اور لے تو کم ،بعض بزرگ یوں کہا کرتے تھے ، میں غلہ کے ایک دانہ کے بدلہ اللہ کی تباہی کو خریدنا نہیں چاہتا، جب وہ لیتے تو آدھے دانہ کم لیتے اور دیتے تو ایک دانہ زائد دیتے ، اور وہ یوں کہا کرتے : اس کے لئے تباہی ہے جو ایک حبہ کے بدلے آسمانوں اورزمین کی وسعت کی مقدار جنت فروخت کردے۔

☆ موجودہ قیمت کے تعلق سے سچ بیانی سے کام لے ، یعنی صحیح اور موجودہ قیمت بتلائے ،حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ شہر کی طرف آنے والے تاجروں سے راستہ ہی میں مل کر اپنی مرضی کے بھاؤ سودا خریدلیا جائے یا کوئی شہری کسی دیہاتی کی طرف سے خرید و فروخت کرے " وَأَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ "۔(۲)

یعنی شہری دیہاتی کے پاس آئے جو اس سامان کو جلد بیچنا چاہتا ہو یا اس سے کہے کہ اسے میرے پاس چھوڑ دو میں اسے دام بڑھنے پر بیچ دوں گا، یہ حرام ہے۔

(۲۲) کسی عیب و کمی کو چھپانا حرام ہے کہ اگر خریدار جان لیتا تو خریدتا ؟

☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ اپنے بھائی سے سامان کے کسی ایسی بات کو چھپائے کہ وہ جان لیتا تو نہ خریدتا چھوڑ دیتا۔

" اَلْمُسْلِمُ اَخُوالْمُسْلِمِ لَايَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يُّغَيِّبَ مَا بِسِلْعَتِهِ عَنْ اَخِيْهِ اِنْ عَلِمَ بِهَا تَرَكَهَا "(۳)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب

---

(۱) المطففین:۱ (۲) بخاری: باب من کرہ أن یبیع حاضر لباد بأجر، حدیث:۲۰۵۱

(۳) مسند احمد: حدیث عقبۃ بن عامر، حدیث: ۱۷۴۵، محقق شعیب الارنوط فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے، اس کی سند ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس کے توابع موجود ہیں اور اس سند کے باقی رجال ثقہ صحیح کے رجال ہیں۔

www.besturdubooks.net

تم کوئی سامان بیچو تو اس میں کوئی عیب ہو تو اسے مت چھپاؤ۔(۱)

ف: عام طور پر بیچنے والا کوئی کمی یا نقص سامان میں ہوتا ہے جس سے اسے اندیشہ ہوتا ہے، کہ اگر اس کو پتہ چل جائے گا تو نہ لے گا، اور ہمارا سامان پڑا رہے گا، تو اسے چھپا دیتا ہے ظاہر نہیں کرتا، گویا کہ دھوکا دے رہا ہے، یہ حرام ہے، اسے عیب بتا دو ظاہر کر دو، جاننے کے بعد خواہ کم دام میں سہی خریدے تو یہ جائز ہے، بتانے کے بعد دھوکے کا گناہ نہ ہوگا۔

اے خرید فروخت کرنے والو! بکنے والے سامان میں کوئی کمی ہو نقص ہو تو اسے ظاہر کر دو، دھوکا دے کر بیچنا جائز نہیں ایسا نفع اور آمدنی حرام ہے حرام سے دنیا میں کوئی برکت نہیں اور آخرت میں جہنم کی سزا ملے گی۔

اگر چاہو تو جس سے خرید و اس کو واپس لینے کا اختیار دید و سنت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی شخص کو بیچنے کے بعد اسے واپسی کا اختیار دیا تھا۔ "اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیَّرَ أَعْرَابِیًّا بَعْدَ الْبَیْعِ "(۲)

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی شخص سے اونٹ خریدا تھا، اس کو آپ نے یہ فرما دیا تھا اگر تمہارا من چاہے کہ اونٹ واپس لے لو، تو تم کو اختیار ہے واپس لے لینا میں واپس کر دوں گا، یعنی یہ افسوس کرنا کہ اچھا اونٹ ہاتھ سے نکل گیا۔

جب دونوں جانب سے بات طے ہو کر خرید طے اور مکمل ہو جائے تو پھر اختیار ختم ہو جاتا ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچنے والے کو واپس لے لینے کا اختیار از راہ اخلاق دیا تھا، اس کا بڑا ثواب ہے، اس طرح خریدنے کے بعد کوئی شخص کسی وجہ سے واپس کرنا چاہے ہے تو واپس کر دینا چاہیے، یہ کہنا بہتر نہیں کہ واپس نہیں ہوگا، اس کا بڑا ثواب ہے، اس میں رعایت ہے اور اللہ پاک اپنے بندوں کے ساتھ رعایت سے بہت خوش ہوتے ہیں۔

---

(۱) مجمع الزوائد: باب بيان العيب ،حدیث:۶۳۵۲، ان دونوں کی سندوں میں ابن لہیعہ ہے، اور اس میں کلام ہے اور ان کی حدیث حسن ہے اور اس کے بقیہ رجال صحیح کے رجال ہیں۔

(۲) ترمذی: باب ،حدیث:۱۲۴۹، امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

www.besturdubooks.net

کسی نیک شخص نے اپنے نوکروں کو ہدایت دے رکھی تھی کہ وہ لوگوں کو سامان میں عیب ہو تو بتلا دیں، اگر عیب ہوتا تو وہ بتلا دیتے، ایک دفعہ ایک یہودی عیب زدہ کپڑا لے کر چلا گیا، دکان والے صاحب اس وقت موجود نہ تھے، انہیں آنے پر پتہ چلا تو پوچھا کہ وہ کپڑا تو عیب دار تھا کیا تم نے عیب کے متعلق اطلاع دی تھی؟ اس نوکر نے کہا: نہیں تو وہ اس یہودی کی تلاش میں ایک قافلہ کے ساتھ چلے گئے اور انہوں نے قافلہ کو تین دن کے بعد پالیا، اس یہودی سے مل کر عیب زدہ کپڑے کی خریدار کے متعلق پوچھا اور اس سے کہا: یہ تمہارے درہم لے لو اور میرا کپڑا واپس کر دو۔

یہودی نے کہا: تم یہ کپڑا واپس لینے کیوں آئے؟ تو اس آدمی نے کہا اسلام اور رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کہ "مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا" (جو دھوکہ دے ہم میں سے نہیں) اس کی خاطر میں یہاں چلا آیا۔

یہودی نے کہا: میں نے جو دراہم تم کو دیئے تھے وہ کھوٹے تھے، اس کے بدلے تین ہزار صحیح درہم لے لو اور اس سے مزید یہ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں" (۱)

(۲۳) پھلوں کی فصل تیاری سے پہلے نہ بیچی، نہ خریدی جائے

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کے بیچنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ اس کا قابل انتفاع ہونا ظاہر ہو جائے اور بائع (بیچنے والا) مشتری (خریدنے والا) دونوں کو آپ ﷺ نے منع فرمایا: "نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ" (۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھجوروں کی بیع سے منع کیا یہاں تک کہ وہ سرخ یا زرد ہو جائیں اور بالیوں کے سفید ہونے سے پہلے بیع سے منع فرمایا یہاں تک کہ وہ آفات سے محفوظ ہو جائیں "وَيَأْمَنُ الْعَاهَةَ" (۳)

---

(۱) موسوعة الأخلاق والزهد والرقاق: الورع: ۱۴۶/۱، مؤسسة اقراء فسطاط

(۲) بخاری: باب بيع الثمار قبل أن يبدو صلاحها، حديث: ۲۰۸۲

(۳) مسلم: باب النهی عن بيع الثمار قبل بدو صلاحها، حديث: ۱۵۳۵

www.besturdubooks.net

دور رسالت میں بھی ہمارے یہاں آم کے باغوں کی فصل آم کے تیار ہونے سے پہلے فروخت کی جاتی ہے، اسی طرح کا رواج تھا، کھیتوں میں تیار ہونے والے غلہ کو انگور اور کھجور کے باغات اور درختوں کے پھلوں کو اس کی تیاری سے پہلے فروخت کر دیا جاتا رسول اللہ ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی، کیوں کہ اس میں خطرہ ہے کہ فصل پر کوئی آفت آجائے مثلاً تیز آندھیاں یا آسمان سے گرنے والے اولے غلہ کو یا پھلوں کو ضائع کر دیں یا ان میں کوئی خرابی یا بیماری پیدا ہو جائے تو بے چارے خریدنے والے کو نقصان ہو۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کے بیچنے سے جب تک کہ زرد نہ ہو جائے منع فرمایا پوچھا گیا زرد ہونا کیا ہے کہا یہاں تک کہ سرخ ہو جائے پھر فرمایا اچھا بتاؤ جب اللہ نے پھل کو روک لیا تو کس چیز کے عوض تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا مال کھائے گا:" بِمَا يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مَالَ أَخِيهِ" (۱)

(۲۴) غلط قسم کھا کر مال فروخت کرنے والا خدا کی رحمت سے محروم۔

☆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: (۳) لوگ ایسے ہیں، جن سے اللہ پاک قیامت کے دن نہ بات کرینگے نہ ان کی جانب نگاہ کرم فرمائیں گے اور نہ ان کے نفس کو صاف فرمائیں گے کہ (وہ جنت میں داخل ہوں) ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا، یہ لوگ بڑے گھاٹے اور خسارے میں ہونگے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، وہ ٹخنے سے نیچے لباس لٹکانے والے، احسان کر کے جتلانے والے اور وہ لوگ جو اپنے سامان کو نکالنے کیلئے جھوٹی قسمیں کھانے والے ہوں گے۔ "وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ" (۲)

مطلب یہ ہے کہ سامان بک جائے رک نہ جائے یا کم دام میں نہ بکے اس کی

(۱) بخاری: باب إذا باع الثمار قبل أن يبدو، حديث:۲۰۸۶

(۲) مسلم: باب بيان غلظ تحريم اسبال ،حديث:۳۰۶

www.besturdubooks.net

جھوٹی تعریف کر کے خریدار کو راغب کر لیتے ہیں، اور اس پر قسم بھی کھا بیٹھتے ہیں، عموماً آپ قصائی کو اور بعض کپڑے والے کو دیکھیں گے کیسا ہی ناپسند گوشت ہو اس کی تعریف پر قسم کھا بیٹھتے ہیں، کپڑا پسند نہیں بھی ہوتا ہے تو خلاف واقعہ قسم کھا بیٹھتے ہیں؛ تا کہ مال نہ رکے، اور تجارت پر نفع کا سلسلہ قائم رہے۔

اے تاجرو! قسم کھا کر مال مت نکالو، صحیح بات بتادو، خلاف واقعہ قسم کھا کر اپنا سامان مت نکالو، سن لو! اگر اس طرح مال نکل بھی جائیگا تو برکت نہ ہوگی، اس نفع سے حقیقۃً تم فائدہ مقصودہ حاصل نہ کرو گے، خدا کے نگاہ کرم سے محروم رہو گے، سخت سزا الگ پاؤ گے۔

(۲۵) سامان کی حد سے زیادہ تعریف نہ کرے

اگر سامان کی تعریف اس انداز سے کرتا ہے جو اس میں نہیں تو یہ جھوٹ ہے، اگر خریدار اس کے باوجود خرید لیتا ہے تو یہ جھوٹ کے ساتھ ظلم بھی ہے، بس سامان کی اتنی ہی تعریف کرے جتنی خوبی کہ اس میں موجود ہے اور قسم کھانے سے پرہیز کرے، حدیث میں ہے "وَيْلٌ لِلتَّاجِرِ مِنْ بَلٰى وَاللّٰهِ وَلَا وَاللّٰهِ" (اس تاجر کے لئے ہلاکت اور بربادی ہے جو اللہ کی قسم، اللہ کی قسم کہے) اور ایک روایت میں ہے: تین اشخاص ایسے ہیں جن کی جانب اللہ عزوجل نظر نہ کریں گے: ایک تکبر کرنے والا، دوسرا دے کر احسان جتانے والا، تیسرا اپنے سامان کو قسم کے ذریعے بیچنے والا) "وَمُنْفِقٌ بِسِلْعَتِهِ بِيَمِيْنِهِ" بخاری کے الفاظ ہیں "اَلْحَلْفُ مُنْفِقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مُمْحِقَةٌ لِلْبَرَكَةِ" (۱) قسم سامان کو بیچنے والی اور برکت کو ختم کرنے والی ہے)۔

(۲۶) غیر موجود چیز کی خرید وفروخت کی ممانعت

کاروباری دنیا میں حضور ﷺ کے زمانہ میں بھی یہ ہوتا تھا اور ہمارے زمانہ میں بھی ہوتا ہے کہ تاجر کے پاس ایک چیز موجود نہیں ہے؛ لیکن اس کے طالب خریدار سے وہ اس کا سودا اس امید پر کر لیتا ہے کہ میں کہیں سے خرید کر اس کو دے دوں گا، رسول اللہ ﷺ

(۱) بخاری: باب السهولة والسماحة فی الشراء، حدیث: ۱۹۸۱

www.besturdubooks.net

نے اس طرح کی بیع سے بھی منع فرمایا ہے، کیوں کہ امکان ہے کہ وہ چیز فراہم نہ ہو سکے یا فراہم ہو جائے مگر خریدار اس کو پسند نہ کرے، اس صورت میں فریقین میں نزاع اور جھگڑا ہو سکتا ہے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس سے منع فرمایا کہ جو چیز میرے پاس نہیں ہے میں اس کی بیع فروخت کا کسی سے معاملہ نہ کروں: "أَنْ أَبِيْعَ مَا لَيْسَ عِنْدِيْ"(۱)

(۲۷) خرید وفروخت میں فسخ کا اختیار

خرید وفروخت کے معاملہ میں دونوں فریق (بیچنے والے اور خریدنے والے) یا دونوں میں سے کوئی ایک یہ شرط کرلے کہ ایک دن یا دو تین دن تک مجھے اختیار ہوگا کہ میں چاہوں تو اس معاملہ کو فسخ کر دوں تو شرعاً جائز ہے، اور شرط کرنے والے فریق کو فسخ کر دینے کا اختیار ہوگا، فقہ اور شریعت کی اصطلاح میں اس کو "خیار شرط" کہا جاتا ہے، اس کا حدیث میں صراحۃً ذکر ہے اور اس پر فقہاء کا اتفاق ہے، امام شافعیؒ اور بعض دوسرے ائمہ کے نزدیک اس طرح کی شرط اور قرارداد کے بغیر بھی فریقین کو معاملہ فسخ کرنے کا اس وقت تک اختیار رہتا ہے جب تک وہ دونوں اسی جگہ رہیں جہاں سودا طئے ہوا، لیکن اگر کوئی ایک بھی اس جگہ سے ہٹ جائے تو یہ اختیار ختم ہو جائے گا، اس کو فقہ کی زبان میں "خیار مجلس" کہا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اور دوسرے ائمہ اس "خیار مجلس" کے قائل نہیں ہیں، اس بارے میں ان کا مسلک یہ ہے کہ خرید وفروخت کی بات جب فریقین کی طرف سے بالکل طئے ہوگئی اور سودا پکا ہو گیا اور لین دین بھی ہو گیا تو اگر پہلے سے کسی فریق نے بھی فسخ کے اختیار کی شرط نہیں لگائی ہے تو اب کوئی فریق بھی یک طرفہ طور پر معاملہ فسخ نہیں کر سکتا، ہاں باہمی رضامندی سے معاملہ فسخ کیا جا سکتا ہے، جس کو شریعت کی اصطلاح میں "اقالہ" کہتے ہیں۔

---

(۱) ترمذی: کراهية بيع ما ليس عندك، حدیث:۱۲۳۵، محقق البانی نے اس روایت کو صحیح اور محقق شعیب الارنوط نے صحیح لغیرہ کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بائع (بیچنے والا) اور مشتری (خریدنے والا) ہر دو کو اختیار ہے جب تک کہ دونوں جدا نہ ہوں (بدنی اعتبار سے نہیں بلکہ معاملاتی اور قولی علاحدگی مراد ہے) مگر یہ کہ اختیار کی بیع ہو: "إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ"(۱)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ جدائی تک بیچنے اور خریدنے والے کو اختیار ہے البتہ اگر بیع میں خیار کی شرط لگائی ہو تو بعد میں بھی اختیار باقی رہتا ہے پھر ان میں سے کسی کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ دوسرے سے اس لیے جلدی جدائی اختیار کرے کہ کہیں وہ بیع فسخ نہ کردے: "أَنْ يُّفَارِقَ صَاحِبَهُ خَشْيَةَ أَنْ يَّسْتَقِيْلَهُ"(۲)

(۲۸) خیار عیب کی وجہ سے معاملہ کو فسخ کرنا

خرید وفروخت کا معاملہ فسخ کرنے کی اختیار کی دو صورتوں کا ذکر ہو چکا، ایک "خیار شرط" دوسرے "خیار مجلس" ایک تیسری شکل یہ ہے کہ خریدی ہوئی چیز میں کوئی عیب معلوم ہو جائے جو پہلے معلوم نہیں تھا، اس صورت میں بھی خریدار کو معاملہ فسخ کرنے کا اختیار ہوگا، اس کی ایک مثال وہ ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مندرجہ ذیل روایت میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے غلام خریدا اسے کام میں لگایا پھر اس میں عیب دیکھا تو واپس کر دیا۔ فروخت کرنے والے نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس نے میرے غلام کو کام میں لگا کر فائدہ اٹھایا تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا نفع ضمان کے ساتھ مربوط ہے: "اَلْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ" (۳) "یعنی نفع کا مستحق وہی ہے جو نقصان کا ضامن ہے"۔

---

(۱) بخاری: باب إذا كان البائع بالخيار هل يجوز، حدیث: ۲۰۰۷

(۲) ترمذی: البيعين بالخيار مالم يتفرقا، حدیث: ۱۲۴۷، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔

(۳) ترمذی: فيمن يشتري العبد ويستغله، حدیث: ۱۲۸۵، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

(۲۹) خیارِ رُؤیت

اگر کوئی چیز بغیر دیکھے خریدے تو اس کو خیار رویت حاصل ہوگا اگر دیکھ کر چاہے تو خرید لے یا رد کردے، اور یہ خیار رد کرنے سے رد نہ ہوگا، بلکہ دیکھنے کے بعد پسند اور ناپسند کی صوابدید پر موقوف ہوگا۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کوئی سامان خریدا اور اسے دیکھا نہیں تھا تو اسے دیکھنے کے بعد اختیار رہے گا (پسند ہو تو رکھ لے ورنہ واپس کردے) " مَنِ اشْتَرَى شَيْئًا لَمْ يَرَهُ فَهُوَ بِالْخِيَارِ اِذَا رَاٰهُ " (۱)

مطلب یہ ہے کہ خریدار نے جلدی میں یا کسی وجہ سے دیکھا نہیں پھر خریدنے کے بعد اس نے دیکھا کہ کمی ہے یا ایسی بات پائی جس سے وہ راضی نہیں تو اس کو واپس کرنے کا حق ہوگا، اور دکاندار کو چاہئے کہ وہ واپس کرلے یہ نہیں کہے کہ بکنے کے بعد واپس نہیں ہوگا، شریعت نے واپسی کا حق دیا ہے، اس کے حق کو پامال اور ضائع نہ کرو، ہاں اگر وہ سامان پیک تھا، اور اوپر میں سامان کی نوعیت اور اس کی پوری تفصیل لکھی تھی اس نے پڑھ لیا پھر لیا تو دیکھنے کے حکم میں ہے، اس طرح بند سامان تھا اسے کھول دیا یا سیل کو توڑ دیا تو واپسی کا اختیار نہ ہوگا کہ اس میں بائع کا ضرر اور نقصان ہے، اسی طرح اگر سامان خراب کردیا، کچھ کردیا جس کی وجہ سے اس کی قیمت پر اثر پڑا تو بھی بیچنے والے کو حق ہے کہ واپس نہ لے۔

پس اے تاجرو! کسی نے بغیر دیکھے سمجھے سامان خرید لیا اور سامان اسی طرح ہے، جیسا خریدا تھا تو واپس کرلو یہ نہ کہو کہ بکنے کے بعد واپس نہ ہوگا، مذہب اسلام میں ایسا نہیں ہے۔

(۳۰) شرکت کے آداب

شراکت کہتے ہیں کہ دو یا دو سے زیادہ افراد کسی کاروبار میں متعین سرمایہ کے نفع

---

(۱) دارقطنی، کتاب البیوع، حدیث: ۸، دارقطنی کہتے ہیں: یہ مرسل ہے اور ابوبکر بن ابی مریم یہ ضعیف ہیں۔

www.besturdubooks.net

کے حصول کے لئے اکھٹے ہوں اور کاروبار کے نفع نقصان میں پہلے سے طئے شدہ نسبتوں کے ساتھ شریک ہوں۔

ضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں دو شریکوں کے درمیان ایک تیسرا نگہبان ہوں جب تک کہ ان میں سے کوئی اپنے دوسرے شریک کے ساتھ خیانت نہیں کرتا۔ اور جب وہ خیانت و بددیانتی پر اتر آتے ہیں تو میں ان کے درمیان سے ہٹ جاتا ہوں "فَإِذَا خَانَهُ خَرَجْتُ مِنْ بَيْنِهِمَا" (۱)

یہ حدیث قدسی سے اس سے تجارت اور کاروبار میں شرکت کا جواز؛ بلکہ باعث برکت بھی ہونا معلوم ہوتا ہے، البتہ شراکت میں خیانت اور بددیانتی سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ایسی حدیث کو حدیث قدسی کہتے ہیں، گویا کہ یہ قرآن کی طرح ہے، اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں، دو آدمی جب کوئی تجارت دکانداری یا کوئی بھی پیشہ کاروبار مل کرتا ہے تو اس میں برکت ہوتی ہے، خدا کی نصرت ہوتی ہے، اور اللہ پاک کی غیبی مدد رہتی ہے، کاروبار تیزی سے بڑھتا پھولتا ہے، دونوں کو خوب نفع ہوتا ہے، اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے، پھر جب ان میں سے کوئی ایک خیانت کرنے لگ جاتا ہے بلا بتلائے کھانے اور نکالنے لگ جاتا ہے، اپنے حق میں زیادہ خرچہ کرلیتا ہے اور بتاتا نہیں یہاں تک کہ اس سے چرا کر سامان اور روپیہ نکالنے لگ جاتا ہے، تو پھر کاروبار میں خدا کی نصرت ختم ہوجاتی ہے، برکت چلی جاتی ہے، اس لئے کہ خیانت سے مال بڑھتا نہیں گھٹتا ہے، اس کے برخلاف صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا بڑھتا ہے: "اَلْخِيَانَةُ لَا تَزِيْدُ فِيْ

---

(۱) ابوداؤد: باب في الشركة، حديث: ۳۳۸۵، بوصیری نے البدر المنیر: ۶/۲۱۷ میں اس روایت کو جید الاسناد کہا ہے، ابوداؤد: باب في الشركة، حديث: ۳۳۸۳، حاکم نے مستدرک میں اس روایت کو صحیح الاسناد کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے، اسی طرح ابن الملقن نے بدر المنیر میں اس روایت کو جید الاسناد کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

اَلْمَالِ وَالصَّدَقَةُ لَاتَنْقُصُ"

شرکت میں اگر خیانت ہونے لگے تو کاروبار الگ کرلے، کہ خیانت کی وجہ سے برکت سے محرومی ہوگی۔

اے مل کر کاروبار کرنے والو! ہرگز تم میں سے کوئی ساتھی اپنے ساتھی کو بلا بتائے کوئی کام نہ کرے، روپیہ میں مال میں کوئی گڑبڑی نہ کرے، چوری چھپے کچھ نہ کھائے پیئے جو طے ہوگیا ہے اسی کے مطابق کرے خدا کی برکت ہوگی اور دن بدن ترقی ہوگی، نہیں تو پھر گھاٹا اور خسارہ ہوگا۔

اپنی تجارت میں غیر مسلم کو شریک نہ کرے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ساتھ یہودی نصرانی آتش پرست کو شریک نہ کرو، آپ سے پوچھا گیا، ایسا کیوں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس وجہ سے کہ وہ سودی کاروبار کریں گے اور سود حلال نہیں

" لَاتُشَارِكْ يَهُوْدِياً وَلَانَصْرَانِياً وَلَامَجُوْسِيّاً قِيْلَ وَلِمَ قَالَ لِاَنَّهُمْ يَرْبُوْنَ وَالرِّبَالَايَحِلُّ"(۱)

ظاہر ہے کہ غیر مسلم خواہ کسی مسلک والا ہو وہ تجارت میں ہماری شریعت میں جو ناجائز ہے، اس کی رعایت تو کریگا نہیں، نہ وہ سود کا لحاظ کرے گا، نہ اس چیز کا جو ہماری شریعت میں ناجائز ہے، اس کا لحاظ کرے گا۔

مثلاً وہ غیر موجود کا بھاؤ کرلے گا، وہ ملاوٹ کرلے گا، آمدنی کو شرکیہ امور میں خرچ کرے گا، وہ شراب سے آمدنی حاصل کرے گا؛ بہر حال مال کے حاصل کرنے میں ہماری شریعت کے ناجائز امور کی رعایت نہ کرے گا، جس کی وجہ سے مال حرام میں یہ مسلمان شریک ہوگا جو گناہ کبیرہ ہے، یہی حکم اس مسلمان کا ہے جو برائے نام کا مسلمان ہے جو تجارت اور دکانداری میں جائز ناجائز کی پرواہ نہیں کرتا، مردار کھال مردار چربی بیچ لیتا ہے، شراب بیچ لیتا ہے، شرک اور گناہ کی پرواہ نہیں کرتا ایسوں کے ساتھ شریک ہوکر

---

(۱) كنز العمال: باب في الربا وأحكامه، حديث:۱۰۱۱۶

www.besturdubooks.net

بھی کاروبار کرنا درست نہیں؛ چونکہ اللہ پاک نے کمائی سے کھانے کو کہا ہے، ہاں ان سے خریدنے اور بیچنے میں کوئی حرج نہیں، پس اے مل کر شرکت کر کے کاروبار کرنے والو! غیر مسلم اور جائز ناجائز کی پرواہ نہ کرنے والے مسلمان سے مل کر بھی کاروبار نہ کرو۔

معاملات کی شرکت میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے:

"لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلٰى نِعَاجِهِ" (۱) داؤد علیہ السلام نے کہا کہ اس نے جو تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کی درخواست کی ہے تو واقعی تجھ پر ظلم کیا ہے، یہاں دو باتیں قابل غور ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ فقرہ صرف مدعی کی بات سن کر ارشاد فرما دیا، مدعا علیہ کا بیان نہیں سنا۔ اس پر بعض حضرات نے تو یہ کہا ہے کہ وہ لغزش جس پر آپ نے استغفار فرمایا، یہی لغزش تھی۔ لیکن دوسرے مفسرین نے کہا ہے کہ در حقیقت یہاں مقدمہ کی پوری تفصیلات بیان نہیں ہو رہی ہیں، صرف ضروری باتیں بیان کی گئی ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے یقیناً مدعا علیہ سے اس کا موقف سنا ہوگا؛ لیکن اسے یہاں اس لئے بیان نہیں کیا گیا کہ فیصلوں کا معروف طریقہ یہی ہے۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہاں مدعا علیہ سے پوچھنے کا جزو محذوف ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس لغزش کی تشریح یوں فرمائی ہے کہ مقدمہ کے دونوں فریق دیوار پھاند کر داخل ہوئے، اور طرزِ تخاطب بھی انتہائی گستاخانہ اختیار کیا کہ شروع ہی میں حضرت داؤد علیہ السلام کو انصاف کرنے اور ظلم نہ کرنے کی نصیحتیں شروع کیں، اس انداز تخاطب کی بناء پر کوئی عام آدمی ہوتا تو انہیں جواب دینے کے بجائے الٹی سزا دیتا، اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ امتحان فرمایا کہ وہ بھی غصہ میں آکر انہیں سزا دیتے ہیں، یا پیغمبرانہ عفو و تحمل سے کام لے کر ان کی بات سنتے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام اس امتحان میں پورے اترے؛ لیکن اتنی فروگذاشت ہوگئی کہ فیصلہ سناتے وقت ظالم کو مخاطب کرنے کے بجائے مظلوم کو مخاطب فرمایا، جس سے ایک گونہ جانبداری نمایاں ہوتی تھی۔

---

(۱) ص: ۲۴

www.besturdubooks.net

نیز یہ بھی ہے کہ اگرچہ آنے والوں نے حضرت داؤد علیہ السلام سے عدالتی فیصلہ طلب کیا تھا، لیکن نہ وہ وقت عدالت کا تھا، نہ مجلس قضا کی تھی، نہ وہاں حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس اپنے فیصلہ کو نافذ کرنے کے وسائل جمع تھے۔اس لئے حضرت داؤد علیہ السلام نے قاضی کی حیثیت میں نہیں بلکہ مفتی کی حیثیت میں فتوی دیا۔اور مفتی کا کام واقعہ کی تحقیق کرنا نہیں ہوتا، بلکہ جیسا سوال ہو اسی کے مطابق جواب دینا ہوتا ہے۔(۱)

شرکت میں منافع ونقصانات کی تقسیم:

۱۔ نفع کی تقسیم فریقین کے مابین طئے شدہ نسبتوں کے حساب سے ہوگی اور ہر فریق کا حصہ فیصد یا نسبت کی صورت میں متعین کیا جائے گا اور کسی فریق کے لئے نفع میں کوئی رقم پہلے سے متعین نہیں کی جائے گی۔

۲۔ مساوی سرمایہ کاری کے باوجود نفع کی نسبتیں مختلف ہوسکتی ہیں۔

۳۔ حسابات کرتے وقت پہلے اصل سرمایہ علاحدہ کیا جائے گا، اس کے بعد فاضل رقم کو دیکھا جائے گا، اگر رقم بچی تو منافع اور اصل سرمایہ اگر پورا نہ ہوا تو نقصان۔

۴۔ مسلسل جاری کاروبار میں نقصانات کا ازالہ آئندہ ہونے والے منافع سے کیا جاسکتا ہے۔

۵۔ کاروبار کے نفع کے حق دار اور نفع کے مالک اس وقت قرار پائیں گے جب اصل سرمایہ مالکان سرمایہ کو واپس مل جائے، مالکان کا اپنے سرمایہ پر قبضہ عملاً بھی ہوسکتا ہے اور قانوناً بھی۔

۶۔ فقہاء کے نزدیک نقصان ہمیشہ کاروبار میں لگے ہوئے سرمایہ کی نسبت سے تقسیم کیا جائے گا، کوئی صاحب سرمایہ اپنے نسبتی حصہ کے نقصان کی ذمہ داری سے نہیں بچ سکتا۔

۷۔ جس فریق نے کاروبار میں سرمایہ نہ لگایا ہو اس کو نقصان برداشت نہیں کرنا ہوگا جیسا کہ مضاربت میں ہوتا ہے۔

---

(۱) معارف القرآن: ۷/۵۰۰، ادارۃ المعارف، کراچی

www.besturdubooks.net

۸۔ مسلسل ہونے والے نقصان کو آئندہ ہونے والے منافع سے بتدریج ختم کیا جاسکتا ہے اوراس طریقہ سے نقصان کا ازالہ کیا جاسکتا ہے۔

(۳۱) مضاربت کے احکام

اپنے سرمایہ کو نفع بخش اور کاروبار اور تجارت میں لگانے کی ایک شکل مضاربت ہے، مضاربت کا لفظ ''ضرب'' سے مشتق ہے جس کے معنی سفر کے ہیں، تجارت میں عموما سفر درپیش ہوتا ہے۔

اس کی تعریف فقہاء کے نزدیک یہ ہے کہ مالک اپنے سرمایہ کو کسی کاروباری شخص کے سپرد کردے، صاحب سرمایہ صرف سرمایہ فراہم کرتا ہے اور دوسرا کاروباری فریق اس سرمایہ کے ذریعہ کاروبار چلاتا ہے، یہ مضاربت کی سادہ ترین شکل ہے، جس میں ایک شریک صرف سرمایہ فراہم کرتا ہے جب کہ دوسرا فریق صرف کاروباری جدوجہد کرتا ہے۔

۱) سرکار دو عالم ﷺ نے نبوت کے اعلان سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال کے ساتھ مضاربت کے تحت تجارت کی۔

۲) سیدنا عباس رضی اللہ عنہ مخصوص شرائط کے ساتھ مضاربت پر کاروبار کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا: "فبلغ رسول الله ﷺ ذلك فاستحسنه" (۱)

۳) سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ انہی شرائط کے ساتھ مضاربت کرتے تھے "وكان حكيم بن حزام إذا دفع مالا مضاربة شرط مثل هذا" (۲)

۴) سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی مضاربت کیا کرتے تھے (۳)۔

۵) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرید بن خلیدہ کے ساتھ مضاربت کی۔ (۴)

۶) سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے بھی مضاربت کے اصولوں پر کاروبار کے لئے رقم دی۔

---

(۱) المبسوط: كتاب المضاربة: ۲۲/۱۷، دارالمعرفۃ، بیروت

(۲) حوالہ سابق (۳) حوالہ سابق (۴) حوالہ سابق

www.besturdubooks.net

۷) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دو صاحبزادے عبد اللہ اور عبید اللہ فوجی خدمات کے سلسلہ میں عراق گئے، واپسی پر بصرہ کے گورنر ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے انہیں کچھ رقم دی جو مدینہ پہنچ کر امیر المؤمنین کے حوالے کرنی تھی، اس رقم سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں نے مال تجارت خریدا اور مدینہ طیبہ پہنچ کر نفع پر فروخت کیا اور اصل رقم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع کرادی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا اسی طرح تمام سپاہیوں کو رقم دی گئی تھی یا صرف تمہیں دی گئی کیوں کہ خلیفہ کے بیٹے تھے؟ انہوں نے کہا: صرف ہمیں دی گئی، آپ نے ان کو تمام رقم نفع سمیت بیت المال میں جمع کروانے کا حکم دیا، سیدنا عبید اللہ نے کہا کہ اگر یہ رقم ان سے گم ہوجاتی تو پھر انہیں تمام رقم بیت المال میں جمع کروانا پڑتی؟ وہیں پر موجود ایک شخص نے کہا: یہ مضاربت کی شکل ہے، اس لئے نصف نفع بیت المال میں جمع ہو اور نصف دونوں مضارب کو دی جائے، اس کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قبول فرمایا۔(۱)

مضاربت میں نفع ونقصان کی تقسیم:

مضاربت میں نفع ونقصان کے احکام کچھ یوں ہیں:

۱۔ شراکت میں نقصان سرمایہ کے تناسب سے سرمایہ کے مالکان کو برداشت کرنا ہوتا ہے؛ چونکہ مضاربت میں سرمایہ ایک فریق کا ہوتا ہے اور عملی جدوجہد دوسرے فریق کی ہوتی ہے؛ لہٰذا نقصان کی ذمہ داری بھی اسی صاحب سرمایہ پر ہوتی ہے، یعنی کاروبار میں جو بھی نقصان ہوگا وہ صاحب سرمایہ کو پورا کرنا ہوگا۔

۲۔ نفع کی تقسیم مضاربت کے معاہدہ میں طئے شدہ نسبتوں سے ہوگی، کسی بھی فریق کے لئے کوئی متعین رقم پیشگی کے نہیں دی جاسکتی۔

۳۔ حنفی فقہ کے مطابق سرمایہ صاحب سرمایہ کے حوالہ کرنے سے پہلے منافع کی تقسیم درست نہیں۔

۴۔ مسلسل کاروبار میں نقصانات کی تلافی نفع سے کی جاتی رہے گی یہاں تک کہ

---

(۱) حوالہ سابق

www.besturdubooks.net

کاروبار ختم کر کے حسابات کر لئے جائیں۔

۵۔ فریقین کے نفع ونقصان کی مقداروں کی تعیین کاروبار ختم ہونے پر ہی کی جائے گی۔

۶۔ کاروبار میں نفع کے حق دار اور نفع کے مالک اس وقت قرار پائیں گے جب اصل سرمایہ صاحب سرمایہ کو واپس مل جائے۔

۷۔ نفع میں سرمایہ کا اضافہ کا باعث ہوگا، حقیقی منافع نہ ہونے کی صورت میں مضاربت کی محنت کا ازالہ ضروری ہے۔

(۳۲) نبی کریم ﷺ کی ایک مشفقانہ ہدایت:

مکان، باغ یا کاشت کی زمین جیسی غیر منقولہ چیزوں کی خصوصیت یہ ہے کہ نہ ان کو کوئی چرا سکتا ہے نہ ان پر اس طرح کے دوسرے حادثے آ سکتے ہیں جو اموالِ منقولہ پر آتے ہیں، دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ بغیر کسی خاص ضرورت ومصلحت کے ان چیزوں کو فروخت نہ کیا جائے اور اگر فروخت کیا جائے تو بہتر یہ ہوگا کہ اس قیمت سے کوئی غیر منقولہ جائیداد ہی خریدی جائے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا جو گھر فروخت کرے اور اس کی قیمت دوسرا گھر وغیرہ خریدنے میں صرف نہ کرے تو اس کے لیے برکت نہ ہوگی:" اَنْ لَا يُبَارَكُ لَهُ إِلَّا أَنْ يَّجْعَلَهُ فِيْ مِثْلِهِ" (۱)

(۳۳) ناپ تول میں کمی ایک عظیم گناہ:

تجارت میں ایک بڑا گناہ اور معصیت، کم ناپنا اور کم تولنا ہے، یعنی جب کوئی چیز کسی کو بیچی جائے تو جتنا اس خریدنے والے کا حق ہے اس سے کم تول کر دے، عربی میں کم ناپنے اور تولنے کو "تَطْفِيْف" کہا جاتا ہے اور یہ "تطفیف " صرف تجارت اور لین دین کے لئے مخصوص نہیں؛ بلکہ "تطفیف" کا مفہوم بہت وسیع ہے، وہ یہ کہ دوسرے کا جو بھی حق ہمارے ذمہ واجب ہے اس کو اگر اس کا حق کم کر کے دیں تو یہ "تطفیف" کے اندر داخل ہے۔

(۱) ابن ماجۃ: باب من باع عقارا ولم یجعل ثمنہ، حدیث: ۲۴۹۰

www.besturdubooks.net

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ،الَّذِيْنَ إِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ،وَإِذَا كَالُوْهُمْ أَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ،أَلَا يَظُنُّ أُولَئِكَ أَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ،لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ،يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ“(۱)

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی ،جن کا یہ حال ہے کہ جب وہ لوگوں سے خود کوئی چیز ناپ کر لیتے ہیں تو پوری پوری لیتے ہیں اور جب وہ کسی کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں، کیا یہ لوگ سوچتے نہیں کہ انہیں ایک بڑے زبردست دن میں زندہ کر کے اٹھایا جائے گا جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

☆ فروخت کی جانے والی چیز کی مقدار کو نہ چھپائے، برابر تولے، اللہ تعالیٰ کا ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے تعلق سے ارشاد ہے:”وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ“ (ہلاکت ہو ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے)(۲) ناپ تول میں کمی سے اسی وقت محفوظ رہا جاسکتا ہے جب دے تو جھکتا ہوا تولے اور لے تو کم ،بعض بزرگ یوں کہا کرتے تھے، میں غلہ کے ایک دانہ کے بدلہ اللہ کی تباہی کو خریدنا نہیں چاہتا، جب وہ لیتے تو آدھے دانہ کم لیتے اور دیتے تو ایک دانہ زائد دیتے، اور وہ یوں کہا کرتے: اس کے لئے تباہی ہے جو ایک حبہ کے بدلے آسمانوں اور زمین کی وسعت کی مقدار جنت فروخت کردے۔(۳)

(۳۴) جھکتا ہوا تولے:

☆ حضرت سوید بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وزن کرنے والے

---

(۱) المطففین:۱۔۶ (۲) المطففین:۱

(۳) احیاء العلوم: کتاب آداب الکسب والمعاش: ۲/۷۷

www.besturdubooks.net

سے فرمایا کہ وزن کروتو ذرا جھکتا وزن کرو: "یاوَازِنُ زِنُ وَارُجِحُ"(۱)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سوید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے پائے جامہ کا بھاؤ کیا، ہم نے اسے آپ کو فروخت کردیا، ایک شخص جو اجرت سے وزن کررہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا، ناپو اور جھکتا تولو: "زِنُ وَارُجِحُ" (۲)

عموماً ناپ وتول میں ذرا کم ناپنے اور نفس اور شیطان اپنا فائدہ دکھا کر کہ اتنا مال بچے گا، اس مذموم حرکت کی جانب ابھارتا ہے، سبزی اور غلہ والے جو امانت دار اور دیانت دار نہیں ہوتے ہیں ایسا کر کے اپنے گمان میں فائدہ سمجھتے ہیں؛ حالانکہ یہ ظلم، خیانت ودھوکہ چوری ہے اور گو فائدہ معلوم ہوتا ہے مگر اس میں ایک تو خیانت کا احتمال نہیں رہتا دوسرا یہ کہ ذرا زائد جھکتا تولنے کی وجہ سے برکت ہوتی ہے اور لوگوں کو بھی یہ پسند ہوتا ہے، جس کی وجہ سے لوگ ان سے معاملہ کریں گے۔

پس جھکتا تولنا سنت اور باعث برکت ہے، اے تاجرو اور دکاندارو! جھکتا تولا کرو، اس سے برکت ہوگی گاہک زیادہ تمہارے پاس آئیں گے تم پر اعتماد کی وجہ سے بکری زائد ہوگی بکری زائد ہوگی تو نفع زائد ہوگا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے مجھے اونٹ کی قیمت تول کردیا، اور جھکتا تول کردیا: "وَوَزَنَ لِیُ ثَمَنَ الْبَعِیُرِ فَارُجَحَ لِیُ"(۳)

یعنی ذرا جھکتا تول کردینا سنت ہے اور کم وزن ہونے کی جو سخت وعید اور سزا ہے اس سے حفاظت ہے، خدائے پاک نے کم تول پر سزا "ویل" سنائی ہے گو تھوڑا ہی کم ہو اس پر ہے، ویل کے متعلق مختلف تفسیر ہے ایک یہ کہ جہنم کا کنواں ہے امام غزالیؒ نے لکھا ہے جھکتا تولنے والے، ذرا سی کمی کی وجہ سے ویل کی سزا نہیں پائینگے۔ ویل جہنم کی ایک

---

(۱) المعجم الکبیر، سوید بن قیس العبدی، حدیث:۶۴۶۶

(۲) ترمذی: باب الرجحان فی الوزن، حدیث:۱۳۰۵، امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۳) مسلم: باب بیع البعیر واستثناء رکوبہ، حدیث:۷۱۵

www.besturdubooks.net

وادی ہے، یا پیپ کی ایک وادی ہے۔(۱)

پس اے وزن اور تول کر کے بیچنے والو ذرا جھکتا ہی تولو کہ ذرا بھی کمی ہوگئی تو جہنم کے ویل میں کنویں میں جانا ہوگا۔

تولنے میں عجلت نہ کرے۔(۲)

ہر دن ترازو کو صاف کرلے اور باٹ وغیرہ کی کمی پوری کرلے تاکہ "ویل للمطففین" کی وعید میں شامل نہ ہو(۳)

(۳۵)معاملات میں دوسروں کے ساتھ نرمی برتی جائے:

خرید وفروخت اور قرض وغیرہ کے لین دین کے معاملات میں بھی رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو مختلف عنوانات سے اس کی ہدایت اور ترغیب دی کہ ہر فریق دوسرے کی رعایت اور خیر خواہی کرے، جس پر کسی کا حق ہے وہ اس کو ادا کرنے کی کوشش کرے، اور جس کا کسی دوسرے پر حق ہے وہ اس کے وصول کرنے میں فراخ دلی، نرمی اور فیاضی سے کام لے اور سخت اور بے لچک رویہ اختیار نہ کرے، آپ ﷺ نے بتلایا کہ جو بندے ایسا کریں گے وہ ارحم الراحمین کی خاص الخاص رحمت کے مستحق ہوں گے، اس سلسلے میں حضور ﷺ کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے دعا کی، اللہ پاک اس بندے پر رحم فرمائے، جو بیچے تو نرمی اور درگذر کا معاملہ کرے، خریدے تو نرمی اور درگذر کا معاملہ کرے، جب (قرض وغیرہ کا) تقاضا کرے تو نرمی اور سہولت اختیار کرے:

"رَحِمَ اللّٰهُ عَبْداً سَمْحاً اِذَابَاعَ سُمْحاً اِذَااشْتَرَی سَمْحاً اِذَا اقْتَضیٰ"(۴)

---

(۱) روح المعانی:۳۰/۶۸ (۲) الأدب فی الدین:۴۳

(۳) الأدب فی الدین:۴۴

(۴) صحیح ابن حیان، کتاب البیوع، حدیث:۴۹۰۳، محقق شعیب الارنوط اس روایت کے تعلق سے فرماتے ہیں کہ: اس کی سند صحیح کی شرط پر صحیح ہے۔

www.besturdubooks.net

مطلب یہ ہے کہ ہر ایک شخص دکاندار اور خریدار اپنا معاملہ نرمی اور سنجیدگی کے ساتھ انجام دے، سختی ترش روئی سخت زبانی سخت کلام سے پیش نہ آئے، مثلاً کوئی خریدار قیمت بھاؤ پوچھے، کون اچھا رہے گا کون خراب رہے گا، فلاں جگہ تو اتنے کا مل رہا ہے، اتنے کا دوگے تو دکاندار اسے ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے، کہ چلو چلو جاؤ، بھاگ جاؤ ہماری دکان سے اب یہاں مت آنا، خریدنا ہے، کہ نہیں خالی بھاؤ کرتے ہو وغیرہ نہ کہے، اسی طرح خرید نے والا بھی ایسا سخت جملہ نہ کہے جس سے تکلیف ہو اسی طرح اپنا حق اور قرضہ وصول کرے تو سختی نہ کرے سخت لہجہ استعمال نہ کرے، نرمی اور سنجیدگی سے کہے، اس طرح معاملہ کرنے پر خدا کی رحمت اترتی ہے، ہاں اگر بلا سخت لہجہ میں کہے کام نہ چلتا ہو تو پھر دوسری بات ہے۔

اے تاجرو دکاندارو! لین دین میں نرمی اور سہولت اختیار کرو، رحمت بھی ہوگی اور لوگ مانوس ہونگے تو دکانداری زیادہ ہوگی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں (یعنی گزشتہ امتوں میں) سے ایک شخص کا واقعہ ہے کہ جب اس کے پاس موت کا فرشتہ اس کی روح قبض کرنے آیا تو اس سے پوچھا گیا کہ کیا تو نے کوئی نیک کام کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے کوئی نیک کام کیا ہو اس سے پھر کہا گیا کہ اچھی طرح سوچ لے اس نے کہا کہ مجھے قطعاً یاد نہیں آ رہا ہے ہاں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ میں دنیا میں جب لوگوں سے خرید و فروخت کے معاملات کیا کرتا تھا تو تقاضہ کے وقت یعنی مطالبات کی وصولی میں ان پر احسان کیا کرتا تھا بایں طور کہ مستطیع لوگوں کو تو مہلت دے دیتا تھا اور جو نادار ہوتے ان کو معاف کر دیتا تھا، چنانچہ اللہ تعالی نے اس کے اسی عمل سے خوش ہو کر اس کو جنت میں داخل کر دیا "فَأَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ" (۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص لوگوں کو قرض دے دیا کرتا تھا اور اپنے غلام سے کہہ دیا کرتا تھا کہ جب تو

---

(۱) بخاری : باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، حدیث:۳۲۶۶

www.besturdubooks.net

تقاضا کے لئے کسی تنگ دست کے پاس جائے تو اس سے درگزر کرنا شاید اللہ تعالی ہم سے درگزر کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر وہ (مرنے کے بعد) اللہ تعالی سے ملا تو اللہ نے اس سے درگزر فرمایا۔"فَلَقِيَ اللّٰهَ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ"(۱)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس بندہ نے کسی غریب تنگ دست کو مہلت دی یا (اپنا مطالبہ کل یا اس کا جز) معاف کر دیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی تکلیفوں اور پریشانیوں سے اس بندہ کو نجات عطا فرمائے گا" أَنْجَاهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ" (۲)

حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جس شخص کا کسی دوسرے پر کوئی حق ہو اور وہ اسے مہلت دے دے تو حقدار کو روزانہ صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے:" فَمَنْ أَخَّرَهُ كَانَ لَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ صَدَقَةٌ" (۳)

(۳۶) مجبوری کا فائدہ اٹھانا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے مجبور و پریشان حال کی خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے:" قَدْ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْمُضْطَرِّ"(۴)

مطلب یہ ہے کہ کسی کی مجبوری سے نامناسب فائدہ اٹھانا یہ ظلم ہے، اور اس کا تعاون کرنا چاہئے اور اس کی اعانت کرنی چاہئے نہ کہ اس سے اینٹھنا چاہئے، اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص سخت مجبوری کی وجہ سے مثلاً علاج کے لئے کسی پریشانی میں پھنس گیا ہے اس کی رہائی کے لئے کوئی جائیداد اور سامان بیچ رہا ہے تو اس سے اتنی کم قیمت میں

---

(۱) بخاری: باب أم حسبت أن أصحاب الكهف، حدیث: ۳۲۹۳

(۲) مسلم: باب فضل إنظار العسر، حدیث: ۱۵۶۳

(۳) مسند احمد: حديث عمران بن حصين، حدیث: ۱۹۹۹۱، محقق شعیب الارنوط اور بوصیری نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(۴) ابوداؤد: باب في بيع المضطر، حدیث: ۳۳۸۲، محقق البانی فرماتے ہیں: یہ روایت ضعیف ہے۔

www.besturdubooks.net

خریدنا جسے مجبور ہو کر قبول کر رہا ہو جائز نہیں گناہ کی بات ہے۔

اسی طرح سامان کی اشد ضرورت ہو لوگوں کی ضرورت اور توجہ کو دیکھ کر سامان کے دام کو بڑھا دینا کہ شدت ضرورت کی وجہ سے لوگ زیادہ دام دینے پر مجبور ہو جائیں، جیسے بعض تہوار کے موقعہ پر چیزوں کا دام بڑھا دینا، موسم برسات میں سوکھی لکڑی کا دام بڑھا دینا رمضان کے موقعہ پر چنا اور پھلوں کا دام بڑھا دینا، بیاہ شادی کے موسم میں کرایہ بڑھا دینا یہ سب اسی زمرہ میں آتا ہے، جو ظلم ہے،

پس اے لوگو! وقت کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر صرف اپنا فائدہ مت سوچو تم کو بھی کبھی مجبوری پیش آسکتی ہے، جو دوسروں کا خیال کرتا ہے، قدرت اس کا خیال کرتی ہے۔

(۳۷) حرام سے بچنا

حدیث وفقہ میں کسب واکل کے جو ابواب واحکام ہیں اور جو دراصل قرآن ہی کے اصول وکلیات کی تفصیلات واستنباطات ہیں ان میں بھی نفس کسب کی ترغیب وتعلیم کے بجائے یا تو مال ومعاش کے کسب وطلب کو حلال وطیب صورتوں کے اندر محدود کردیا گیا ہے یا اس سے بھی زیادہ حرام راہوں کی نفی ونہی پر زور دیا گیا ہے، حدیث کی کوئی کتاب اٹھا لو تو کسب مال یا پیدائش دولت کا جو سب سے بڑا ذریعہ بیع وشراء یا تجارت ہے اس کے بارے میں کتاب البیوع میں کثرت سے روایات نہی وممانعت کی ملیں گی، سب سے زیادہ پڑھا پڑھایا جانے والا مقبول ومشہور مجموعہ احادیث مشکاۃ ہے، اس میں کتاب البیوع کے تحت پہلے باب کا عنوان ہی کسب اور طلب حلال ہے، اس کی روایات کا ماحصل نفس کسب کی ترغیب وتوسیع یا معیار معاش کی بلندی نہیں ؛ بلکہ طیب وحلال کے اندر اس کی تحدید ہے، یا کسب کے حرام وممنوع طریقوں کی تفصیل اور ان کی نہی وممانعت، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ خود پاک ہے وہ قبول نہیں فرماتا مگر صرف پاک وطیب چیزوں کو اور اللہ نے مسلمانوں کو صرف انہی چیزوں کے اکل وکسب کا حکم دیا ہے جن کا پیغمبروں کو' اور ظاہر ہے کہ پیغمبروں کو صرف حلال وطیب ہی چیزوں کے کھانے کا حکم ہوتا ہے چنانچہ اسی کی سند اور شہادت

www.besturdubooks.net

میں خود حضور اقدس ﷺ نے یہ دو آیات تلاوت فرمائیں: "یَا أَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا" (۱) (اے پیغمبرو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو) اور "یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاکُمْ" (۲) پھر اسی روایت میں حضور اقدس ﷺ نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو مثلاً حج وغیرہ کسی نیک عمل کے لئے دور دراز سفر کی اتنی مشقت اٹھاتا ہے کہ بال پریشان اور جسم گرد وغبار سے اٹا ہے اتنی محنت ومشقت کے باوجود جب آسمان کی طرف اٹھاتا ہے اور آہ وزاری کے ساتھ، اے پروردگار کہہ کر دعا کرتا ہے تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کا بھی اگر کھانا پینا حرام کا ہے اور اس کی پرورش حرام سے ہوئی ہے تو اس کی دعا کیا قبول ہو سکتی ہے؟

حلال وحرام سے لاپرواہی:

مطلب یہ ہوا کہ دینی واسلامی یا خدا سے تعلق رکھنے والی معاشی زندگی کا اہم سوال کسب نہیں، کسب حلال ہے، جس کے بغیر حج وغیرہ کے جیسے پرمشقت اور خالص دینی اعمال وعبادات تک اپنے ثمرات وبرکات سے خالی رہتے ہیں اور جو عبادت کا مغز یا عبدیت وبندگی کی جان ہے وہ بھی اللہ کی نگاہ میں لائق توجہ وقبول نہیں رہتی۔

اس کے بعد بخاری شریف کی ایک روایت منقول ہے کہ ایک زمانہ ایسا آجائے گا کہ آدمی کھانے کمانے میں حلال وحرام کی بالکل پرواہ نہ کرے گا، کیا دور حاضر کی کسبی ومعاشی جدوجہد کی سب سے بڑی خصوصیت یہی نہیں اور روز بروز بڑھتی ہی جارہی ہے کہ مقصود جائز وناجائز حلال وحرام کی فکر تمیز مال ودولت کا محض کسب وحصول یا معاشی معیار بلند کرنا رہ گیا ہے، معاشی بلند معیاری کے ان بے تمیزیوں کے بجائے اسلامی معاشیات کا سارا زور کسب میں حلال وحرام کی تمیز ہے۔

مشتبہ چیزوں تک پرہیز:

حلال بھی کھلا ہوا ہے اور حرام بھی ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں (جن کا حلال وحرام ہونا قطعیت کے ساتھ نہیں بتلایا گیا اور اس نہ بتلانے میں تقوی کی

---

(۱) المؤمنون:۵۱ (۲) البقرۃ: ۱۷۲

www.besturdubooks.net

تربیت وترقی کی حکمت تھی، پس جس نے ان مشتبہ چیزوں کے معاملہ میں تقوی سے کام لیا (یعنی ان سے بچا رہا) اس نے اپنے دین کو (خدا کی نظر میں) اور اپنی آبرو کو لوگوں کی نظر میں (اس حرف گیری سے کہ یہ حلال وحرام کی پرواہ نہیں کرتا) بچالیا اور (جس نے اس کی پرواہ نہ کی بلکہ) مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہوا اور تو (سمجھ لو کہ) جیسے وہ چرواہا جو (ممنوعہ) چراگاہ کے بالکل کنارے چراتا ہے، اندیشہ (اور قوی احتمال ہے کہ ایک نہ ایک دن) ممنوعہ حدود میں جا پڑے، یادرکھو کہ ہر بادشاہ کی ایک محفوظ چراگاہ ہوتی ہے، اسی طرح یہ بھی یادرکھو کہ اللہ تعالیٰ کی ممنوع چراگاہ اس کے محارم ہیں (یعنی جن چیزوں کو اس نے حرام ناجائز بنا دیا ہے۔

کسب کی نبوی منفی تعلیم

اسلامی معاشیات کی نوعی حقیقت کسب کی ایجابی نہیں منفی تعلیم یا کسب امر کے بجائے اس کی نہی ونفی، یعنی کسب کی ایسی راہوں سے روکنا ہے جن سے دل کا بگاڑ یا آخرت کی بربادی ہو چنانچہ مشکوۃ ہی میں آگے جو روایات درج کی گئی ہیں ان سب کا حاصل یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فلاں چیز کی قیمت یا اس کے کسب کو خبیث یا پلید ٹھہرایا، فلاں چیز کی قیمت کی نہیں وممانعت فلاں چیز کی آمدنی یا کھانے پر لعنت فلاں چیز کی بیع وتجارت کو حرام قرار دیا۔

مثلا: آپ ﷺ نے کتے کی قیمت کو خبیث کہا، زنا کی خرچی کو خبیث کہا، حجام (یا پچھنے لگانے والے، کے کسب کو بھی خبیث کہا، اسی طرح دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے کتے کی قیمت، زنا کے مہر اور کاہن کی اجرت سے نہی فرمائی، چوتھی حدیث ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب کی، مردار کی سور کی اور بتوں کی بیع یا تجارت حرام فرمائی اس پر لوگوں نے دریافت کیا کہ مردار کی چربی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ (اس سے تو بہت کام نکلتے ہیں) مثلا کشتیوں پر ملی جاتی ہے کھالیں اس سے چرب کی جاتی ہیں، چولہوں میں جلائی جاتی ہے، آپ نے فرمایا کہ نہیں (باوجود ان کاموں میں آنے کے) وہ بھی حرام ہے۔

www.besturdubooks.net

حرام مال سے خیر وخیرات بھی قبول نہیں:

اسی طرح اور بھی آگے جو حدیثیں منقول ہیں، ان میں بھی سارا زور کسب پر نہیں کسب حرام سے ممانعت واحتیاط ہی پر ہے، یہاں تک کہ حرام کمائی کو اگر صدقہ کردے یعنی کسی کار خیر میں دیدے تو وہ بھی قبول نہیں۔

کوئی شخص حرام مال کماتا ہو پھر اس کو صدقہ کرتا ہو تو ایسا صدقہ قبول نہیں ہوتا اور نہ ایسے مال کو (خود اپنے اوپر) خرچ کرنے میں برکت ہو اور اگر ایسے مال کو ترکہ میں چھوڑا تو وہ اس کے حق میں دوزخ کا توشہ بن جاتا ہے، کیونکہ خدا برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا ہے، بلکہ بھلائی سے برائی کو مٹاتا ہے۔

اسکے بعد کی روایت ہے کہ جس گوشت کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو وہ جنت میں نہ داخل ہوگا، جو گوشت حرام مال سے پلا ہو وہ دوزخ ہی کے زیادہ لائق ہے: "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِّيَ بَالْحَرَامِ"(۱)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی روایات ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب کے معاملے میں دس شخصوں پر لعنت فرمائی، شراب بنانے والے پر (خواہ اپنے لئے یا دوسروں کے لئے) اور پلانے والے پر اور جس کے حق کے پاس اکٹھا کرلیا جائے، اور پلانے والے پر اور بیچنے والے پر خواہ اپنے لئے خریدے یا تجارت کے لئے) اور جس کے لئے خریدی گئی ہو اس پر: " وَآكِلُ ثَمَنِهَا، وَالْمُشْتَرِي لَهَا وَالْمُشْرَاةُ لَهُ" (۲)

یہ شراب اور اس کے سلسلہ کے کاروباری مشاغل آج دنیا میں کسب معاش کا اتنا بڑا ذریعہ بنے ہوئے ہیں کہ حکومتوں کو آبکاری کے صرف محصول سے کروڑوں کی آمدنی ہوتی ہے حتی کہ جو حکومتیں اصولاً شراب کو بند کرنا چاہتی ہیں وہ بھی آمدنی کے اتنے بڑے دروازہ کو بند کرتے ہچکچاتی ہیں، لیکن آپ نے دیکھا کہ اسلام نے کسب کے اس بڑے

---

(۱) الترغیب والترھیب، الترغیب فی الاکتساب، حدیث:۲۶۸۰، منذری فرماتے ہیں: اس کو ابو یعلی، بزار، طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور ان میں سے بعض کی سندیں حسن درجہ کی ہیں۔

(۲) ترمذی: باب النهی أن یتخذ الخمر خلا، حدیث:۱۲۹۵

www.besturdubooks.net

وسیع ذریعہ پر کتنا سخت پہرہ بٹھا رکھا ہے۔

اوران حدیثوں کو نقل کیا ہے جن میں گانے بجانے کے پیشوں اوران کی اجرتوں کو حرام وممنوع کیا گیا ہے اوراس کی سند میں خود قرآن کی آیت " وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي "(۱) کو خود حضور ﷺ نے پیش فرما کراس کی حرمت کو قرآنی حکم بنادیا۔

صحابہ کی اسلامی معاشی مزاج شناسی

اس کے بعد وہ مشہور حدیث ملتی ہے کہ "كَسْبُ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ" (۲) اس میں بھی نفس کسب نہیں کسب حلال کی اہمیت اور لازما کسب کی حرام راہوں سے ممانعت ہی مقصود ہے، حضرات اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اسلام کے اس معاشی مزاج کو خوب پہچان گئے تھے، کہ وہ نفسِ کسب کی تعلیم وتاکید کے لئے نہیں؛ بلکہ اس کو کسب کے حلال وطیب پاک وپاکیزہ وسائل تک محدود کرنے کے لئے آیا ہے، چنانچہ حضور اکرم ﷺ سے کسی نے سوال کیا کہ سب سے زیادہ پاک (اطیب) کونسی کمائی یا کسب ہے؟ ارشاد ہوا کہ دستکاری، کاشتکاری۔

تجارت کی ترغیب کے بجائے اس کے مفاسد سے ترہیب:

اسی کتاب البیوع کی ایک فصل میں خاص طور پر تاجروں کے بارے میں کچھ روایات نقل کی گئی ہیں، ان میں نفس تجارت کی کوئی ترغیب وتحریص نہیں بلکہ اس کے مفاسد سے ڈرایا گیا ہے، مثلاً فرمایا کہ: "تاجروں کا حشر فاسقوں، فاجروں یا جھوٹوں اور دغابازوں کے ساتھ ہوگا، بجز ان کے جنہوں نے (جھوٹ فریب وغیرہ کی بدعنوانیوں سے) پرہیز رکھا۔

ایک روایت جس میں تاجروں کا ذکر مدح کے ساتھ ہے، وہ بھی نفس تاجر ہونے کی بناء پر نہیں؛ بلکہ تجارت میں راست بازی اور امانت داری کا اہتمام چونکہ نہایت دشوار

---

(۱) لقمان:٦

(۲) شعب الإيمان للبيهقي: باب كسب الرجل وعمله بيديه، حدیث:۸۳۶۷، بیہقی نے عباد بن کثیر کی وجہ سے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

www.besturdubooks.net

ہے اس لئے ''صادق امین'' تاجروں کا اجر بھی اتنا ہی عظیم رکھا گیا ہے کہ فرمایا: ان کا حشر نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا، پھر بھی تجارت چونکہ ہے ہی ایسی چیز کہ امانت وصداقت کا اہتمام رکھنے والوں کا بھی لغزشوں سے بچنا آسان نہیں ہوتا؛ اس لئے خطاب خاص میں کچھ نہ کچھ بیہودہ باتوں اور قسم کھانے کا گناہ تو ہو ہی جاتا ہے لہٰذا اس کے کفارہ کے لئے کچھ نہ کچھ صدقہ بھی کرتے رہا کرو۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُواْ مِمَّا فِي الأَرْضِ حَلاَلاً طَيِّباً وَلاَ تَتَّبِعُواْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ (۱)

لوگو! زمین میں جو حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں، وہی کھاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ لگ جاؤ وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔

وَكُلُواْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّهُ حَلاَلاً طَيِّباً وَاتَّقُواْ اللّهَ الَّذِيَ أَنتُم بِهِ مُؤْمِنُونَ (۲)

اور اللہ نے جو حلال اور پاکیزہ رزق تمہیں کھانے کو دیا ہے اسے کھاؤ اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ (۳)

اے پیغمبروں کی جماعت پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو جو کچھ تم کرتے رہے ہو میں اسے خوب جانتا ہوں

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ (۴)

ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور گندی چیزوں کو حرام کرتا ہے۔

ان آیات میں حلال اور طیب ہر دو اصول کا تذکرہ کرتے ہوئے سخت تاکید کی گئی کہ شیطان کے قدموں کی پیروی نہیں کرنی چاہئے۔

---

(۱) البقرۃ:۱۶۸ (۲) سورۃ المائدۃ:۸۸

(۳) سورۃ المؤمنون:۵۱ (۴) سورۃ الأعراف:۱۵۷

www.besturdubooks.net

مطلب یہ ہے کہ کھانے پینے، پہننے اور اشیاء کے استعمال میں نیز تمام وسائل آمدنی میں ''اسلامی نظام معیشت'' کی روح یہ ہے کہ ایک ''مسلم'' کو ایسی تمام اشیاء سے بچنا چاہیئے جن کی ترکیب ان عناصر سے کی گئی جو جسمانی امراض کا مبدا بننے اور اس کو فاسد کرنے میں ''سَمِّیَت'' کا کام کرتے ہوں، یا قوائے حیوانی کو ابھارتے ہوں اور ان کو اعتدال سے نکال کر امراض روحانی واخلاقی کا باعث ہوتے ہوں اور ان اشیاء سے بھی احتراز ضروری ہے جو غرور، خود نمائی، بیجا تعیش، اور جابرانہ نخوت کا سبب بن کر مساوات، اخوت اور مساواتِ باہمی کے رشتوں کو قطع کرتے ہوں اور خود غرضی، ظلم اور بداخلاقی کی جانب دعوت دیتے ہوں۔

اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ جو شیء اپنی معیشت کے لئے حاصل کی گئی ہو وہ اپنی ذات میں بھی اور حصول کے طریقوں میں بھی نفس کو پاک رکھتی اور خبائث نفس سے بچاتی ہو، نیز اس سے دوسرے افرادِ امت کے لئے معاشی ضیق (تنگی) نہ پیدا ہوتی ہو اور ظلم وسرکشی اور معاشی دست وبرد کے وہ جراثیم نہ پھیلتے ہوں کہ جن سے مذموم سرمایہ داری فروغ پاتی اور عام انسانی دنیا کو لذت ومسکنت کے قعر ہلاکت میں ڈالتی ہو۔

علامہ رشید رضا مصری نے ''حلالا طیبا'' میں طیب کی تفسیر کی ہے، علامہ فرماتے ہیں:

> ''طیب سے مراد وہ اشیاء ہیں جن کے ساتھ غیر کا حق متعلق نہ ہو اس کے لئے نصِ قرآنی نے جن اشیاء کو حرام کیا ہے ان کی حرمت تو ذاتی ہے اور اس کے لئے مضطر کے علاوہ کسی حالت میں کسی کے لئے ان کا استعمال درست نہیں اور ان کے علاوہ جن اشیاء کی حرمت اس شیء کی حقیقت اور ذات میں نہیں پائی جاتی؛ بلکہ باہر کے اسباب سے حرمت آتی ہے، ان کی ممانعت ''طیب'' کہہ کر دی گئی۔
>
> پس جو ناحق لی گئی اور صحیح طریق کار سے حاصل نہیں کی گئی، بلکہ ربوا، رشوت، جوا، ظلم، غصب، دھوکہ، خیانت اور چوری جیسے ناپاک ذرائع

www.besturdubooks.net

سے حاصل کی گئی وہ بھی حرام ہے، اس لئے کہ ''طیب'' نہیں ہے،
پس ہر خبیث شیٔ حرام ہے خواہ وہ خبث باہر کے اسباب وذرائع سے
اس میں آیا ہو اور خواہ اس کے اندر موجود ہو، جیسا کہ کھانے پینے کی
چیزوں میں سڑ کر بو آنا (اور امراض جسمانی کا سبب بننا)(۱)

کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جو حرام مال کمائے اور اس میں سے خرچ کرے پھر اس میں برکت بھی ہو جائے یا وہ صدقہ خیرات کرے تو وہ قبول بھی ہو جائے اور وہ اپنے پیچھے جو کچھ بھی چھوڑ کر جائے گا اس سے جہنم کی آگ میں مزید اضافہ ہوگا، اللہ تعالیٰ گناہ کو گناہ سے نہیں مٹاتا، وہ تو گناہ کو اچھائی اور نیکی سے مٹاتا ہے، گندگی سے گندگی نہیں دور ہوتی: ''إِنَّ الْخَبِيْثَ لَا يَمْحُوا الْخَبِيثَ''(۲)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اللہ پاک ہے اور پاک ہی کو قبول کرتا ہے اور اللہ نے مومنین کو بھی وہی حکم دیا ہے جو اس نے رسولوں کو دیا اللہ نے فرمایا اے رسولو! تم پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو میں تمہارے عملوں کو جاننے والا ہوں اور فرمایا اے ایمان والو ہم نے جو تم کو پاکیزہ رزق دیا اس میں سے کھاؤ پھر ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو لمبے لمبے سفر کرتا ہے پریشان بال جسم گرد آلود اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف دراز کر کے کہتا ہے اے رب اے رب ! حالانکہ اس کا کھانا حرام اور اس کا پہننا حرام اور اس کا لباس حرام اور اس کی غذا حرام تو اس کی دعا کیسے قبول ہو؟۔ '' وَغُذِّيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ؟'' (۳)

☆ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جب آدمی اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ حلال یا حرام کس ذریعے سے اس نے مال حاصل کیا ہے۔'' ما أخذه من الحلال أم من الحرام''(۴)

---

(۱) المنار: ۸۷/۱، طبع القاہرۃ (۴) بخاری

(۲) مسند احمد: مسند عبد الله بن مسعود، حدیث: ۳۶۷۲

(۳) مسلم: باب قبول الصدقة من الكسب الطيب، حديث: ۱۰۱۵

www.besturdubooks.net

☆ ایک روایت میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''جو شخص دس درہم میں کپڑا خریدے، اور اس کی قیمت میں ایک درہم حرام کا ہو، تو جب تک وہ کپڑا اس کے جسم پر ہوگا اس کی نماز قبول نہ ہوگی'' لَمْ يُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ مَا كَانَ عَلَيْهِ'' پھر انہوں نے اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں ڈالی اور فرمایا: اگر میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ نہ سنا ہوتا میں بہرا ہوتا۔(۱)

ف: حرام خبیث اور غلیظ مال ہے، یہ مثل سنکھیا اور زہر کے ہے، زہر کا تھوڑا بھی ہلاکت کے لئے کافی ہے، اسی طرح حرام بھی گو تھوڑا ہی ہو اپنا اثر دکھانے کے لئے کافی ہے، اگر دسواں حصہ دس میں ایک حصہ بھی حرام مال شامل ہوگا تو سب کو گندہ کردے گا، چنانچہ ایسی عبادت میں حرام شئ کی آمیزش شامل ہوگی تو مقبول نہ ہوگی، اگر کپڑے میں جائیداد میں تھوڑا بھی ناجائز مل گیا تو اس کی برکت جاتی رہے گی اور اس کے ذریعہ سے کی گئی عبادت قبول نہ ہوگی، اے لوگو! پس اپنے مال میں جائیداد میں، اپنے استعمال والی چیزوں میں ناجائز مال شامل مت کرو۔

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو ایک لقمہ حرام کھائے اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں کی جائیگی، اور نہ چالیس دن کی دعا قبول کی جائیگی جس گوشت کی پرورش حرام سے ہوئی ہو وہ جہنم کے زیادہ لائق ہے ''وَكُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ الْحَرَامِ فَالنَّارُ أَوْلٰى بِهِ''، حرام کے ایک لقمہ سے بھی گوشت بن جاتا ہے۔(۲)

اللہ اللہ کس قدر سخت وعید! حرام کا ایک لقمہ اسکی یہ نحوست اور خباثت کہ چالیس

---

(۱) مسند احمد: حديث عبد الله بن عمر بن الخطاب، حدیث:۵۷۳۲، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو امام احمد نے ہاشم عن ابن عمر کی سند سے روایت کیا ہے اور ہاشم کو میں نہیں جانتا، اس کے باقی رجال ثقہ ہیں، مگر بقیہ مدلس ہیں: مجمع الزوائد: باب فيمن أكل حلالا أو حراما، حدیث:۱۸۱۰۵۔

(۲) مسند الفردوس للديلمي، باب الميم، حدیث:۵۸۵۳، علامہ عراقی نے اس روایت کو منکر کہا ہے: مغنی عن حمل الأسفار، فی فضيلة طلب الحلال، حدیث:۱۶۵۵، مکتبہ طبریہ ریاض۔

www.besturdubooks.net

دن کی نماز اور نہ چالیس دن کی دعا قبول، اور جہنم کی آگ کا لقمہ۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ ایک لقمہ کا اثر جسم میں چالیس دن تک رہتا ہے، اس لئے چالیس دن تک اسکی نحوست رہتی ہے، اللہ کے بندو، جب ایک کا یہ حال ہے تو پھر جس کا سارا کھانا ہی حرام یا اکثر تو اس کی خباثت کا کیا حال ہوگا۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا قسم خدا کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے ایک بھی حرام لقمہ جو اپنے پیٹ میں ڈالیگا اس کی وجہ سے چالیس دن تک کوئی نیک عمل قبول نہ ہوگا۔ (م۱)

اللہ اللہ کس قدر حرام مال کی خباثت ہے! ایک لقمہ حرام ہوجائے تو چالیس دن کی نیکیاں قبول نہیں ہوتیں، جس کا پورا کھانا حرام ہوا سکا کیا حال ہوگا، اس کا پورا جسم اس حرام کی سزا میں جہنم میں ڈالا جائیگا، اللہ کے بندو کیا فائدہ حرام سے جس کی ایسی مصیبت کہ دنیا میں برکت نہیں آخرت میں نیکیوں کا صلہ نہیں یعنی اس کی وجہ سے نیکیاں اکارت۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے مال حرام جمع کیا، تم نے اس کا صدقہ کیا تو اس پر کوئی ثواب نہیں ملیگا اور اس پر اسے گناہ ہی ملے گا:

”وَمَنْ جَمَعَ مَالاً حَرَاماً ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهِ لَمْ يَكُنْ لَّهُ فِيْهِ اَجْراً، وَكَانَ اِصْرَهُ عَلَيْهِ“ (۲)

☆ حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے حرام طریقہ سے مال حاصل کیا اس نے غلام آزاد کیا، یا کسی کی نیکی بھلائی پر اسے خرچ کیا تو

---

(۱) مجمع الزوائد: باب من أكل حلالا أو حراما، حدیث: ۱۸۱۰۱، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے روایت ہے اور اس میں ایک ایسا شخص ہے جس کو میں نہیں جانتا۔

(۲) صحیح ابن حبان : باب جمع المال من حله وما يتعلق به، حدیث: ۳۲۱۶، محقق شعیب الارنؤط نے اس روایت کو حسن کہا ہے اور علامہ منذری کہتے ہیں، اس کو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے: الترغیب: الترغیب في أداء الزكاة، حدیث: ۱۱۲۴۔

www.besturdubooks.net

اس پر اسے گناہ ہوگا۔ ”مَنْ كَسَبَ مَالًا مِنْ حَرَامٍ فَاعْتَقَ مِنْهُ وَوَصَلَ مِنْهُ رَحِمَهُ كَانَ ذٰلِكَ اِصْرًا عَلَيْهِ“ (۱)

مطلب یہ ہے کہ جو مال ناجائز اور حرام ہو مثلاً چوری کا، سود کا، رشوت کا، یا ناجائز راستہ سے حاصل کیا ہوگا، مثلاً دھوکا دے کر، شراب لا کر شراب کی کمپنی میں شرکت حاصل کر کے، سود کا حساب لکھ کر وغیرہ غیرہ اس قسم کا مال اللہ پاک کے نزدیک ایسا خبیث ہے کہ اگر اس کو خدا کے راستہ اور نیکی کے راستہ میں خرچ بھی کریگا تو کوئی ثواب نہیں اور خرچ پر گناہ ہی ہوگا، اللہ پاک ہے پاک ہی مال کو قبول کرتا ہے اور پاک ہی مال پر آخرت کا ثواب دیتا ہے۔

ناجائز خبیث مال خبیث ہے اللہ پاک نے فرمایا ہے خبیث مال خبیث ”شیطان“ جہنم کیلئے ہے، اللہ پاک نے حرام کو صدقہ کرنے سے منع فرمایا ہے، تو پھر اس پر ثواب کہاں؟ پس یہاں (۲) اہم اور بڑے گناہ کا ارتکاب ہوا، (۱) ناجائز اور حرام مال حاصل کرنے کا (۲) ناجائز مال کو خدا کے راستے میں لگانے یعنی صدقہ خیرات کرنے کا۔

ناجائز مال کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر اس کے مالک کو معلوم ہے، مثلاً جس کا چرایا ہے جسے دھوکہ دے کر لیا ہے، اس کو واپس کرنا اور لوٹانا ضروری ہے یہی اس گناہ کا کفارہ ہے، اگر مالک کو معلوم نہیں ہے، تو پھر بلا ثواب کی نیت سے اس کا صدقہ کرنا واجب ہوگا۔

پس اے لوگو! کیا فائدہ ناجائز اور حرام مال حاصل کرنے سے کہ اس کا صدقہ خیرات بھی مردود الٹے گناہ۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ حلال امور سے بچتا ہے، (اور اسے اختیار نہیں کرتا ہے) تو اسے اللہ حرام میں آزمائش کیلئے مبتلا کر دیتا ہے: ”مَا مِنْ عَبْدٍ اِسْتَحْيَا مِنَ الْحَلَالِ اِلَّا اِبْتَلَاهُ اللّٰهُ الْحَرَامَ“ (۲)

---

(۱) مجمع الزوائد، باب فيمن أكل حلالا أو حراما، حدیث: ۱۸۱۰۶، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس میں محمد بن ابان جعفی ضعیف ہیں۔

(۲) تاریخ دمشق لابن عساکر، مامون بن احمد بن علی السلمی: ۵۷/۴، دار الفکر، بیروت

www.besturdubooks.net

مطلب یہ ہے کہ اسباب رزق ہے، مگر اس سے وہ مطمئن نہیں ہوتا اس میں آمدنی کم معلوم ہوتی ہے اس کے بجائے حرام میں مبتلا ہوتا ہے، ظاہر ہے جب حلال نہیں اختیار کریگا تو حرام کی جانب جائیگا مثلاً کھیت ہے دکان ہے اس میں من نہیں لگتا ہے، چوری ڈکیتی میں رشوت خوری من لگتا ہے تو اللہ پاک اسی کا اس کو موقعہ دیدیتے ہیں اس طرح وہ سزا کا مستحق ہو جاتا ہے، حلال کمائی سے بے پرواہی مت برتو ورنہ حرام میں گرفتار ہو جاؤ گے۔

مشتبہات سے بھی پرہیز کیا جائے۔

☆ حضرت عطیہ سعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی شخص اس وقت تک پرہیز گاروں میں شامل نہیں ہوسکتا جب تک وہ ضرر رساں اشیا سے بچنے کے لئے بے ضرر چیزوں کو نہ چھوڑے: "حَتّٰی یَدَعُ مَا لَا بَأسَ بِهٖ حَذَرًا لِمَا بِهٖ بَأسٌ" (۱)

حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال ظاہر ہے حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے لہٰذا جس شخص نے مشتبہ چیزوں سے پرہیز کیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو پاک و محفوظ کرلیا (یعنی مشتبہ چیزوں سے بچنے والے کو نہ تو دین میں کسی خرابی کا خوف رہیگا اور نہ کوئی اس پر طعن و تشنیع کرے گا اور جو شخص مشتبہ چیزیں میں مبتلا ہوا وہ حرام میں مبتلا ہو گیا اور اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو ممنوعہ چراگاہ کی مینڈ پر چراتا ہے اور ہر وقت اس کا امکان رہتا ہے کہ اس کے جانور اس ممنوعہ چراگاہ میں گھس کر چرنے لگیں۔ جان لو ہر بادشاہ کی ممنوعہ چراگاہ ہوتی ہے اور یاد رکھو اللہ تعالی کی ممنوعہ چراگاہ حرام چیزیں ہیں اور اس بات کو بھی ملحوظ رکھو کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست حالت میں رہتا ہے یعنی جب وہ ایمان وعرفان اور یقین کے نور سے منور رہتا ہے تو اعمال خیر اور حسن اخلاق واحوال کی وجہ سے پورا جسم درست حالت میں رہتا ہے

(۱) ترمذی: باب، حدیث: ۲۴۵۱، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

اور جب اس ٹکڑے میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے یاد رکھو گوشت کا وہ ٹکڑا دل ہے "أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ" (۱)

ورع کے واقعات:

محمد بن واسع بلخ کے بازار میں ایک گھوڑا بیچنے گئے تو ان سے ایک آدمی نے کہا: کیا یہ گھوڑا میرے لئے اچھا رہے گا تو انہوں نے فرمایا: "لَوْ رَضِيْتُهُ لَمْ أَبِعْهُ" اگر یہ گھوڑا میرے لئے اچھا ہوتا تو میں اسے نہ بیچتا

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں: "لَأَنْ يَّلْبَسَ أَحَدُكُمْ أَلْوَانًا شَتّى، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْتَدِيْنَ مَا لَيْسَ عِنْدَ قَضَائِهِ" (تم میں سے کوئی رنگ برنگے (پیوند زدہ) کپڑے پہنے یہ اس سے بہتر ہے کہ جس قرض کی ادائیگی نہ کر سکتا ہو وہ قرض لے۔(۲)

(۳۸) اسراف اور فضول خرچی سے اجتناب کرے:

قرآن کریم میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

" وَكُلُوا واشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا" (۳)

کھاؤ اور پیو اعتدال سے تجاوز نہ کرو۔

"وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْراً، إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا إِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا "(۴)

بے شبہ اخراجات میں حد سے تجاوز کرنے والے شیطانوں کے بھائی (ہم پلہ) ہیں۔

ان دو آیتوں میں اپنی جائز اور حلال کمائی کے صرف کرنے کو دو شرطوں کے ساتھ مشروط کیا ہے، ایک یہ کہ ''اسراف'' نہ ہو اور دوسری یہ کہ ''تبذیر'' نہ ہو، علامہ ماوری

---

(۱) بخاری: باب فضل من استبرأ لدينه، حديث:۵۲

(۲) شعب الإيمان، فصل في التسديد في الدين، حديث:۵۵۴۷

(۳) سورة الأعراف:۳۱ (۴) سورہ بنی اسرائیل:۲۶-۲۷

www.besturdubooks.net

اسراف اور تبذیر کے باہمی فرق پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کمیت یعنی مقدار خروج میں حد سے تجاوز کرنا اسراف ہے اور یہ ثبوت ہے ان عائد شدہ حقوق کی مقدار سے جہالت کا جو اس کے ذمہ ہیں اور کیفیت یعنی مواقع صرف وخرچ میں حد سے تجاوز کا نام ''تبذیر'' ہے اور یہ شہادت ہے ان مواقع صرف سے ناداں بننے کی جو صحیح اور حق مواقع ہیں۔(۱)

اور علامہ شبیر احمد عثمانی فوائد القرآن میں ''تبذیر'' کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''اور خدا کا دیا ہوا مال فضول بے موقع مت اڑاؤ، فضول خرچی یہ ہے کہ معاصی اور لغویات میں خرچ کیا جائے یا مباحات میں بے سوچے سمجھے اتنا خرچ کر دے جو آگے چل کر تفویت حقوق (حقوق کا پورا نہ کرنا) اور ارتکابِ حرام کا سبب بنے''۔

اور صاحب روح المعانی آیت ''كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ''(۲) کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:

اور ''ولا تطغوا فيه'' سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو جو رزق عطا فرمایا ہے، اس میں سرکشی نہ کرو یعنی ناشکری نہ کرو اور مال کو اسراف، غرور اور خدا کے احکام کی خلاف ورزی اور حقوق واجبہ کے تلف کا ذریعہ نہ بناؤ۔(۳)

(۳۹) خرچ میں میانہ روی اختیار کی جائے:

صرف وخرچ میں اسراف اور تبذیر معیشت فاسدہ کی علامات ہیں، اس لئے ''اقتصاد'' اور میانہ روی اختیار کرنا ضروری ہے، مثلاً عام حالات میں یہ ہرگز نہیں ہونا چاہئے کہ خرچ آمدنی سے بڑھ جائے اور پھر حاجت کے وقت دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا پڑے؛ بلکہ حتی الامکان اس کی سعی کرنی چاہئے کہ ان تمام اجتماعی حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ جو غنی ہونے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اس پر عائد کئے ہیں، اپنی

---

(۱) روح المعانی: ۶۱/۸، دارالکتب العلمیۃ، بیروت (۲) طہٰ:۸۱

(۳) روح المعانی: ۵۵۰/۸، دارالکتب العلمیۃ، بیروت

www.besturdubooks.net

اوراپنے اہل وعیال کی حاجات وضروریات کے لئے کچھ پس انداز ہو، نیز یہ بھی نہیں ہونا چاہئے کہ بخل اورتقتیر کو کام میں لائے اورخود اپنے اوراپنے اہل وعیال کے لئے عطاء الٰہی کے باوجود معیشت کوتنگ کرے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ کاارشاد ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (آمدوصرف میں) میانہ روی معاشی زندگی کی خوشگواری کا نصف حصہ ہے "اَلْـاِقْتِـصَادُ فِیْ النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِیْشَةِ"(۱) معاشی زندگی کی خوشگواری کا نصف حصہ ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (جب میں نے اپنے کل مال کوصدقہ کردینے کا ارادہ کیاتو) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے مال میں سے کچھ بچالو یہ تمہارے حق میں بہتر رہے گا،تب میں نے عرض کیا: خیبر کی زمین میں جومیرا حصہ ہے وہ میں نے بچالیا ہے۔

"أَنْ تَـدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْـنِيَـاءَ خَيْـرٌ لَّكَ مِـنْ أَنْ تَدَعُهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ فِیْ اَیْدِیْهِمْ" (۲)

اپنے ورثاء کوصاحب مال چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ وہ محتاج رہ جائیں اور بھیک مانگتے پھریں۔

حافظ عمادالدین بن کثیر اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے جب ''انفاق'' (خرچ کرنے) کا حکم دیا تو ''اسراف'' سے منع فرمادیا اور میانہ روی کی تلقین فرمائی جیسا کہ دوسری آیت میں بہت صراحت کے ساتھ اس کا حکم فرمایا ہے، ارشاد ہے:

" وَالَّذِیْنَ إِذَا أَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْ"(۳)

اورایمان والے وہ لوگ ہیں کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف

---

(۱) شعب الإيمان، الثاني والأربعون من شعب الإيمان، حديث:۶۵۶۸،اس کوطبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اوراس میں مخیس بن تمیم حفص بن عمر سے روایت کرتے ہیں، ذہبی کہتے ہیں: یہ دونوں مجہول ہیں۔

(۲) بخاری: باب فضل النفقة على الأهل، حديث:۵۰۳۹ (۳) الفرقان: ۶۷

www.besturdubooks.net

کرتے ہیں اور نہ بخل اختیار کرتے ہیں۔

پھر تبذیر سے نفرت دلاتے ہوئے مبذر کو شیطان کا ہمسر بنایا اور اسی قسم کی اور بھی آیات ممانعت تبذیر میں نازل ہوئی ہیں، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حق کے خلاف ہر قسم کے صرف وخرچ کا نام ''تبذیر'' ہے اور مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حق کی طرف سب کچھ خرچ کرڈالا تو یہ اسراف نہیں اور اگر اپنا تھوڑا سا مال بھی ناحق صرف کر دیا تو یہ تبذیر ہے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: تبذیر مال کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ناحق اور فساد کے مواقع میں صرف کرے اور امام احمد رحمہ اللہ بروایت ہاشم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بنی تمیم کا ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں بہت مالدار ہوں اور میرے اہل وعیال بھی ہیں اور مہمانداری بھی خاصی ہوتی رہتی ہے تو آپ مجھے یہ بتایئے کہ میں کس طرح خرچ کروں اور اس معاملے میں کیا کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مال سے پہلے زکوۃ نکال اگر وہ زکوۃ کی مقدار کو پہنچتا ہے اس لئے کہ زکوۃ مال کو خباثت سے پاک کر دیتی ہے، اور پھر اقرباء کے ساتھ صلہ رحمی کر اور سائل پردیسی اور مسکین کے حقوق کی نگہداشت کر، اس شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس تمام تفصیل کو جامع اور مختصر الفاظ میں فرما دیجئے (کہ میں اس کو دستور زندگی بنالوں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر سنائی: ''وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهُ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا'' (۱) پس ادا کر قرابت والوں کو ان کا حق اور مسکین کا اور مسافر کا اور ناحق ہرگز خرچ نہ کرو، سائل نے یہ سن کر عرض کیا کہ بس یہ میرے لئے کافی ہے۔(۲)

(۴۰) ربا (سود) کی ممانعت:

تجارتی معاملات کی ایک بڑی قبیح چیز سودی لین دین ہے، ہمارے یہاں رائج سود کے مثل دور رسالت میں بھی کچھ سرمایہ کار تھے جو ضرورت مند لوگوں کو قرض دیتے،

(۱) بنی اسرائیل: ۲۶ (۲) تفسیر ابن کثیر، سورۃ الفرقان: ۳۹۶/۳

www.besturdubooks.net

طئے ہوتا کہ وہ یہ رقم فلاں وقت تک اتنے اضافے کے ساتھ ادا کریں گے، پھر اگر مقررہ وقت پر قرض لینے والا ادا نہ کرتا تو مزید مہلت لے لیتا اور اس مہلت کے حساب میں سود کی رقم میں اضافہ طئے ہوجاتا، اس طرح غریب قرض داروں کا بوجھ بڑھتا رہتا اور سود خور ان کا خون چوستے رہتے، ظاہر ہے کہ یہ چیز اسلام کی روح اور اس کے تجارتی لین دین کے مزاج کے بالکل خلاف تھی، اسلام کی تعلیم اور ہدایت تو اس کے بالکل برعکس یہ ہے کہ غریبوں کی مدد کی جائے، کمزوروں کو سہارا دیا جائے اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کی جائے اور لوگوں کو ادائیگی میں مہلت دی جائے۔

قرآن کی سورہ بقرۃ کی ۲۷۵ سے ۲۸۰ کی وہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں واضح طور پر ربو (سود) کی حرمت کا اعلان کیا گیا ہے یعنی "اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا" سے لے کر "وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ" (۱)

ان آیتوں میں یہ بھی صراحت کر دی گئی اگر پچھلے لین دین کے سلسلے میں کسی کی کوئی سودی رقم کسی مقروض کے ذمے باقی ہے تو وہ بھی اب نہیں لی دی جائے گی، انہی آیتوں میں آخر میں یہ بھی اعلان فرمادیا گیا کہ سودی کاروبار کی حرمت کے اس اعلان کے بعد بھی جو لوگ باز نہ آئیں اور خداوندی قانون کی نافرمانی کریں ان کے خلاف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے "فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ" اللہ کی پناہ!۔

یہ وعید (یعنی اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ کی وعید) سودی کاروبار کے سوا زنا شراب، خون ناحق وغیرہ کسی بھی بڑے سے بڑے گناہ کے بارے میں قرآن مجید میں وارد نہیں ہوئی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی نگاہ میں یہ گناہ دوسرے سب گناہوں سے زیادہ شدید وغلیظ ہے، آگے درج ہونے والی حدیثوں سے معلوم ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ نے سود خوری کو انتہائی درجہ کے کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا ہے اور سود لینے والوں کے ساتھ اس کے دینے والوں یہاں تک کہ سودی

(۱) البقرۃ: ۲۷۵-۲۸۰

www.besturdubooks.net

دستاویز لکھنے والوں اور سودی معاملے کے گواہ بننے والوں کو بھی مستحق لعنت قرار دیا ہے اور بعض روایات میں سود کا گناہ زنا سے ستر گنا زیادہ بتلایا گیا ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات ہلاک کرنے والی باتوں سے دور رہو۔لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کونسی باتیں ہیں فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور جادو کرنا اور اس جان کا ناحق مارنا جس کو اللہ تعالی نے حرام کیا ہے اور سود کھانا، اور یتیم کا مال کھانا، اور جہاد سے فرار یعنی بھاگنا اور پاک دامن بھولی بھالی مومن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا: "وَقَذْفُ الْمُحْصِنَاتِ الْغَافِلَاتِ"(۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شب مجھے معراج اور سیر کرائی گئی میں ایک جماعت کے پاس سے گزرا جن کے پیٹ کمروں کی مانند تھے ان میں بہت سے سانپ پیٹوں کے باہر سے دکھائی دے رہے تھے میں نے کہا جبرائیل ! یہ کون لوگ ہیں؟ کہنے لگے یہ سود خور ہیں: "قَالَ هٰؤُلَاءِ أَكَلَةُ الرِّبَا"(۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سود خوری کے ستر حصے ہیں ان میں سے ادنی اور معمولی ایسا ہے کہ جیسے اپنی ماں کے ساتھ منہ کالا کرنا" أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّه" (۳)

---

(۱) مسلم: باب بيان الكبائر وأكبرها، حدیث:۸۹

(۲) ابن ماجة: باب التغليظ في الربا، حدیث:۲۲۷۳،علامہ بوصیری مصباح الزجاجۃ:۲۰/۲ اوراتحاف الخیر المھرۃ میں فرماتے ہیں: یہ سند ضعیف ہے علی بن زید کے ضعف کی وجہ سے اس کو احمد نے اپنی مسند میں اور اصبہانی دونوں نے علی بن زید کی سند سے نقل کیا ہے۔

(۳) ابن ماجه: باب التغليظ في الربا، حدیث:۲۲۷۴،حاکم نے مستدرک میں اس کی روایت کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے، علامہ ذہبی نے ان کی تائید کی ہے، علامہ منذری الترغیب میں فرماتے ہیں: اس کو ابن ماجۃ اور بیہقی نے ابی معشر سے نقل کیا ہے اور ان کی سعید مقبری سے روایات کی توثیق کی گئی ہے اور ابن ابی الدنیا نے عبد اللہ بن سعد سے نقل کیا ہے اور یہ وہی ہیں جو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔

www.besturdubooks.net

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے اور کھلانے والے، سود لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی اور ارشاد فرمایا یہ سب گناہ میں برابر شریک ہیں۔" وقال هم سواء" (۱)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (معاملات میں) سب سے آخر میں سود کی آیت نازل ہوئی (اس لئے وہ منسوخ نہیں) اور اللہ کے رسول ﷺ کا وصال ہو گیا اور آپ اس آیت کی پوری تفسیر نہ فرما سکے اس لئے سود کو چھوڑ دو اور جس میں سود کا شبہ ہو اسے بھی چھوڑ دو: "فَدَعُوا الرِّبَا وَالرِّيبَةَ" (۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سود کھانے والے، کھلانے والے، سودی معاملے پر گواہ بننے والے اور اسے تحریر کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہو، نیز یہ کہ جس قوم میں سود اور زنا کا غلبہ ہو جائے، وہ لوگ اپنے اوپر اللہ کے عذاب کو حلال کر لیتے ہیں: "إلا أحلوا بأنفسهم عقاب الله عزوجل" (۳)

حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا سود کا وہ ایک درہم جو انسان جانتے بوجھتے کھاتا ہے ۳۶ مرتبہ بدکاری سے زیادہ سخت گناہ ہے: "أَشَدَّ مِنْ سِتَّةٍ وَّثَلَاثِيْنَ زَنْيَةً" (۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا سود (میں) ستر گناہ ہیں سب سے ہلکا گناہ ایسے ہے جیسے مرد اپنی ماں سے زنا کرے "أَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ" (۵)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا سود جتنا مرضی

---

(۱) مسلم: باب لعن آكل الربا ومؤكله، حدیث: ۱۵۹۸

(۲) ابن ماجه: باب التغليظ فى الربا، حدیث: ۲۲۷۶، علامہ بوصیری فرماتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

(۳) مسند احمد: مسند عبد الله بن مسعود، حدیث: ۳۸۰۹

(۴) مسند احمد، حديث عبد الله بن حنظلة بن الراهب، حدیث: ۲۲۰۰۷

(۵) ابن ماجه: باب التغليظ فى الربا، حدیث: ۲۲۷۴، محقق البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

بڑھتا جائے اس کا انجام ہمیشہ قلت کی طرف ہوتا ہے۔"فَإِنَّ عَاقِبَتَهُ تَصِيرُ إِلٰى قِلٍّ" (۱) اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:" يَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَيُرۡبِي الصَّدَقَاتِ" (۲) ربا اور سود کی کمائی ہوئی دولت کو اللہ تعالیٰ برکت سے محروم رکھتا ہے اور اس پر دیر سویر بربادی آتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ کوئی شخص سود کھائے بغیر نہ رہے گا اور اگر وہ سود نہ بھی کھائے گا تو اس کے دھوئیں سے تو بچا نہ رہیگا۔ ابن عیسی کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ اس کے غبار سے تو بچا نہ رہے گا"أَصَابَهُ مِنۡ غُبَارِهِ"(۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ راستہ میں گری ہوئی کھجور کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ شاید یہ صدقہ کی ہو تو میں اسے کھالیتا،"لَوۡلَا أَنِّيۡ أَخَافُ أَنۡ تَكُوۡنَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَأَكَلۡتُهَا" (۴)

یہ حدیث حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دینی احتیاط اور ان کے کمال تقوی کی واضح مثال ہے کہ انہیں جیسے ہی معلوم ہوا کہ ان کے پیٹ میں ایک چیز ایسی چلی گئی ہے جو ایک حرام سلسلے میں حاصل ہوئی تھی تو انہوں نے فوراً قے کر کے اسے باہر نکال دیا بلکہ وہ چیز چونکہ کہانت اور اس کے ساتھ ہی فریب کی آمیزش کی وجہ سے بڑی شدید حرمت کی حامل تھی اس لئے انہوں نے قے کر کے صرف اسی چیز کو نکال دینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر اس چیز کو نکالنا ضروری سمجھا جو پیٹ کے اندر اس کے علاوہ تھی کیونکہ انہیں خوف تھا کہ اس چیز کے کسی بھی جز نے پیٹ میں دوسری چیزوں کو بھی ملوث کر دیا ہوگا۔

---

(۱) مسند احمد: مسند عبد الله بن مسعود، حدیث:۳۷۵۴، حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے

(۲) البقرة:۲۷۶

(۳) ابوداؤد: باب في اجتناب الشبهات ،حدیث:۳۳۳۳، حاکم نے کہا ہے کہ ہمارے ائمہ کے مابین حسن کے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماعت میں اختلاف ہے، اگر حسن کا سماع حضرت ابو ہریرہ سے ثابت ہے تو یہ حدیث صحیح ہے، ذہبی نے تلخیص میں حسن کے حضرت ابو ہریرہ سے سماعت کی صورت میں اس روایت کو صحیح مانا ہے۔

(۴) بخاری: باب إذا وجد تمرة في الطريق، حدیث:۲۲۹۹

www.besturdubooks.net

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے حضرت امام شافعیؒ نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی حرام چیز کھالی ہو اور وہ اس نے اس کی حرمت کے علم کے باوجود کھائی یا لاعلمی میں کھائی ہو اور بعد میں اسے معلوم ہوا کہ وہ حرام چیز تھی تو اس پر لازم ہے کہ فورا قے کر کے اس چیز کو پیٹ سے نکال دے۔

حضرت امام غزالیؒ نے منہاج العابدین میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ فعل ورع یعنی تقوی و پرہیز گاری کی قسم سے ہے نیز انہوں نے لکھا ہے کہ ورع کا حکم یہ ہے کہ تم کسی سے کوئی چیز اس وقت تک نہ لو جب تک کہ اس کے بارے میں پوری تحقیق نہ کر لو پھر تحقیق کے بعد یہ یقین بھی حاصل کر لو کہ اس چیز میں کسی بھی درجے کا کوئی اشتباہ نہیں ہے اگر اس چیز کے بارے میں پوری تحقیق اور یہ یقین حاصل نہ ہو سکے تو اس چیز کو نہ لو اور اگر لے لی ہو تو اسے واپس کر دو۔

حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں ایک دن امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دودھ نوش فرمایا تو انہیں بہت اچھا لگا جس شخص نے انہیں دودھ پلایا تھا اس سے انہوں نے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں کا ہے؟ اس نے انہیں بتایا کہ ایک پانی پر یعنی نام لے کر بتایا کہ فلاں جگہ جہاں پانی تھا میں گیا، وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ زکوۃ کے بہت سے اونٹ موجود ہیں اور انہیں پانی پلایا جا رہا ہے پھر اونٹ والوں نے اونٹوں کا تھوڑا سا دودھ نکالا اس میں سے تھوڑا سا دودھ میں بھی لے کر اپنی مشک میں ڈال لیا یہ وہی دودھ ہے یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ اپنے منہ میں ڈالا اور قے کر دی۔ ”فَاسْتَقَاءَہٗ“(۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل کمال تقوی اور انتہائی ورع کی بنا پر تھا ورنہ تو جہاں تک مسئلے کی بات ہے یہ تو بتایا جا چکا ہے کہ اگر مستحق زکوۃ کے مال کا مالک ہو جانے کے بعد اسے کسی غیر مستحق زکوۃ کو ہبہ کر دے یا اسے تحفہ کے طور پر دے دے تو اسے استعمال میں لانا اور اسے کھانا جائز ہے چنانچہ ابھی گزشتہ صفحات میں بریرہ رضی اللہ عنہا کا جو واقعہ گزرا ہے اس

(۱) شعب الإیمان، الفصل الثالث: فی طیب المطعم والملبس، حدیث:۵۷۷۱،موطا مالک: ماجاء فی أخذ الصدقات والتشدید فیھا، حدیث:۹۲۴۔

www.besturdubooks.net

میں آنحضرت ﷺ نے اس مسئلہ کے جواز ہی کو بیان فرمایا تھا۔

امام غزالیؒ نے محمد بن المُنکدِر کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ان کے کچھ کپڑے کے ٹکڑے تھے، ان میں سے کچھ پانچ درہم کے تھے اور کچھ دس کے، ان کی عدم موجودگی میں ان کے غلام نے پانچ درہم کے کپڑے کو دس میں بیچ دیا، جب ابن المنکدر واپس آئے اور ان کو معلوم ہوا تو دن بھر اس دیہاتی خریدار کو ڈھونڈتے رہے، اس سے ملاقات ہوئی تو اس کہا کہ میرے غلام نے تم کو پانچ درہم کے کپڑے دس میں بیچ دیا، دیہاتی نے کہا: میں دس پر راضی ہوں، ابن المنکدر نے کہا ہم تمہارے لئے اسی پر راضی ہیں جس پر ہم اپنے لئے راضی ہیں، تین کاموں میں ایک کرنا ہوگا، یا تو تم تمہارے دراہم کے عوض دس والا کپڑا لے لو، یا پانچ درہم واپس لے لو، یا ہمارا کپڑا واپس کردو اور اپنے دراہم واپس لے لو " وَإِمَّا أَنْ نَرُدَّ عَلَيْكَ خَمْسَةً، وَإِمَّا أَنْ تَرُدَّ شُقَّتَنَا، وَتَأْخُذُ دَرَاهِمَكَ" اس کو پانچ درہم واپس دیئے۔(۱)

(۴۱) جوا کی حرمت:

اس آیت کریمہ میں سود کے تعلق سے سخت تنبیہ اور اسلوب اختیار کیا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ، إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ (۲)

اے ایمان والو! یہ شراب، اور یہ جوا، یہ آستانے، اور پانسے، سب گندے شیطانی کام ہیں؛ لہٰذا ان سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاسکو۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے

(۱) إحياء علوم الدين، كتاب آداب الكسب والمعاش، حديث:۸۰/۲

(۲) المائدة:۹۰-۹۱

www.besturdubooks.net

درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روک دے تو کیا تم باز آتے ہو؟

اس آیت شریفہ میں اللہ رب العزت نے شراب، جوا اور بت اور پانسے (جوئے کے تیر) چار چیزوں کی حرمت بیان فرماتے ہوئے ان چار چیزوں کو ''رجس'' قرار دیا ہے اور ''رجس'' عربی زبان میں ایسی گندگی کو کہا جاتا ہے جس سے انسان کی طبیعت کو گھن اور نفرت پیدا ہو، تو مطلب یہ ہوا کہ یہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ اگر انسان ذرا بھی عقل سلیم اور طبع سلیم رکھتا ہو تو خود بخود ان چیزوں سے اس کو گھن اور نفرت ہوگی۔(۱)

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا(۲)

تجھ سے پوچھتے ہیں حکم شراب کا اور جوئے کا کہہ دے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور فائدے بھی لوگوں کو اور ان کا گناہ بہت بڑا ہے ان کے فائدے سے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب فرماتے ہیں:

میسر مصدر ہے اور اصل لغت میں اس کے معنی تقسیم کرنے کے ہیں یاسر تقسیم کرنیوالے کو کہا جاتا ہے جاہلیت عرب میں مختلف قسم کے جوئے رائج تھے جن میں ایک قسم یہ بھی تھی کہ اونٹ ذبح کر کے اس کے حصے تقسیم کرنے میں جوا کھیلا جاتا تھا بعض کو ایک یا زیادہ حصے ملتے بعض محروم رہتے تھے محروم رہنے والے کو پورے اونٹ کی قیمت ادا کرنا پڑتی تھی گوشت سب فقرا میں تقسیم کیا جاتا خود استعمال نہ کرتے تھے۔

اس خاص جوئے میں چونکہ فقرا کا فائدہ اور جوا کھیلنے والوں کی سخاوت بھی تھی اسی لئے اس کھیل کو باعث فخر سمجھتے تھے جو اس میں شریک نہ ہوتا اس کو کنجوس اور منحوس کہتے تھے۔

---

(۱) معارف القرآن: ۳/۲۴۴، ۳۳۵

(۲) سورۃ البقرۃ: ۲۱۹

www.besturdubooks.net

تقسیم کی مناسبت سے قمار کو میسر کہا جاتا ہے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین وتابعین اس پر متفق ہیں کہ میسر میں قمار یعنی جوئے کی تمام صورتیں داخل اور سب حرام ہیں ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اور جصاص نے احکام القرآن میں نقل کیا ہے کہ مفسر القرآن حضرت عبد اللہ بن عباس اور ابن عمر اور قتادہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور معاویہ بن صالح اور عطا اور طاؤس نے فرمایا:

"اَلْمَيْسِرُ الْقِمَارُ حَتّٰى لَعِبَ الصِّبْيَانُ بِالْكَعَابِ وَالْجَوْزِ" ۔یعنی ہر قسم کا قمار میسر ہے یہاں تک کہ بچوں کو کھیل لکڑی کے گٹکوں اور اخروٹ وغیرہ کے ساتھ۔

اور ابن عباس نے فرمایا المخاطر من القمار یعنی مخاطرہ قمار میں سے ہے (جصاص)

ابن سیرین نے فرمایا جس کام میں مخاطرہ ہو وہ میسر میں داخل ہے۔ (روح البیان)

مخاطرہ کے معنی ہیں کہ ایسا معاملہ کیا جائے جو نفع وضرر کے درمیان دائر ہو یعنی یہ بھی احتمال ہو کہ بہت سا مال مل جائے اور یہ بھی کہ کچھ نہ ملے جیسے آجکل کی لاٹری کے مختلف طریقوں میں پایا جاتا ہے یہ سب قسمیں قمار اور میسر میں داخل اور حرام ہیں اس لئے میسر یا قمار کی تعریف یہ ہے کہ جس معاملہ میں کسی مال کا مالک بنانے کو ایسی شرط پر موقوف رکھا جائے جس کے وجود وعدم کی دونوں جانب مساوی ہوں اور اسی بنا پر نفع خالص یا تاوان خالص برداشت کرنے کی دونوں جانبیں بھی برابر ہوں (۱) مثلاً یہ بھی احتمال ہے کہ زید پر تاوان پڑ جائے اور یہ بھی ہے کہ عمر پر پڑ جائے اس کی جتنی قسمیں اور صورتیں پہلے زمانے میں رائج تھیں یا آج رائج ہیں یا آئندہ پیدا ہوں وہ سب میسر اور قمار اور جوا کہلائے گا معمے حل کرنے کا چلتا ہوا کاروبار اور تجارتی لاٹری کی عام صورتیں سب اس میں داخل ہیں ہاں اگر صرف ایک جانب سے انعام مقرر کیا جائے کہ جو شخص فلاں کام کرے گا اس کو یہ انعام ملے گا اس میں مضائقہ نہیں بشرطیکہ اس شخص سے کوئی فیس وصول نہ کی جائے کیونکہ اس میں معاملہ نفع وضرر کے درمیان دائر نہیں بلکہ نفع اور عدم نفع کے درمیان دائر ہے۔ (۲)

---

(۱) شامی : کتاب الخطر والاباحة (۲) تفسیر ابن کثیر

www.besturdubooks.net

اسی لئے احادیث صحیحہ میں شطرنج اور چوسر وغیرہ کو حرام قرار دیا گیا ہے جن میں مال کی ہار جیت پائی جاتی ہے تاش پر اگر روپیہ کی ہار جیت ہوتو وہ بھی میسر میں داخل ہے۔

صحیح مسلم میں بروایت بریدہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نردشیر (چوسر) کھیلتا ہے وہ گویا خنزیر کے گوشت اور خون میں اپنے ہاتھ رنگتا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ شطرنج میسر یعنی جوئے میں داخل ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا شطرنج تو نردشیر سے بھی زیادہ بری ہے۔

ابتدا اسلام میں شراب کی طرح قمار بھی حلال تھا مکہ میں جب سورہ روم کی آیات غُلِبَتِ الروم نازل ہوئی اور قرآن نے خبر دی کہ اس وقت روم اگر چہ اپنے حریف کسریٰ سے مغلوب ہو گئے لیکن چند سال بعد پھر رومی غالب آجائیں گے اور مشرکین مکہ نے اس کا انکار کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے اسی طرح قمار کی شرط ٹھرائی کہ اگر اتنے سال میں رومی غالب آگئے تو اتنا مال تمہیں دینا پڑیگا یہ شرط مان لی گئی اور واقعہ قرآن کی خبر کے مطابق پیش آیا تو ابوبکر نے یہ مال وصول کیا آنحضرت ﷺ کے پاس لائے آپ نے اس واقعہ پر اظہار مسرت فرمایا مگر مال کو صدقہ کرنے کا حکم دیدیا۔

کیونکہ جو چیز آئندہ حرام ہونے والی تھی اللہ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو حلال ہونے کے زمانے میں بھی محفوظ فرمادیا تھا اسی لئے شراب اور قمار سے ہمیشہ آپ نے اجتناب کیا اور خاص خاص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی ان چیزوں سے ہمیشہ محفوظ رہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جبریل امین علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی چار خصلتیں زیادہ محبوب ہیں آنحضرت ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ میں وہ چار خصلتیں کیا ہیں عرض کیا کہ میں نے اس کا اظہار اب تک کسی سے نہیں کیا تھا مگر جب کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے خبر دیدی تو عرض کرتا ہوں کہ وہ چار خصلتیں یہ ہیں کہ میں نے دیکھا کہ شراب عقل کو زائل کر دیتی ہے اس لئے میں کبھی اس کے پاس نہیں گیا اور میں نے بتوں کو دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں کسی کا نفع وضرر نہیں اس لئے جاہلیت میں بھی کبھی بت پرستی نہیں کی اور مجھے چونکہ اپنی بیوی

www.besturdubooks.net

اورلڑکیوں کے معاملہ میں سخت غیرت ہے اس لئے میں نے کبھی زنا نہیں کیا اور میں نے دیکھا کہ جھوٹ بولنا دنائت اور رذالت کی بات ہے اس لئے کبھی جہالت میں بھی جھوٹ نہیں بولا۔(روح البیان)(۱)

جوے کی مذمت احادیث میں:

جوا کے متعلق احادیث میں بھی بڑی مذمت آئی ہے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: "مَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ : تَعَالَ أُقَامِرُكَ فَلْيَتَصَدَّقْ" (۲)(جو شخص اپنے ساتھی سے کہے کہ آؤ! تمہارے ساتھ جوا کھیلوں تو اسے صدقہ دینا چاہئے۔

اس حدیث مبارک میں نہ صرف جوا کھیلنے؛ بلکہ اس کی دعوت دینے کے عمل کو بھی اس قدر بدتر قرار دیا ہے کہ انسان کو اس کے بدلہ گناہوں سے معافی کے لئے صدقہ دینا چاہئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سفید، سبز اور سرخ مٹکے کے بارے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کے متعلق نبی ﷺ سے سب سے پہلے بنو عبد القیس کے وفد نے سوال کیا تھا، انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں یہ تلچھٹ حاصل ہوتا ہے، ہمارے لیے کون سے برتن حلال ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دبائی، مزفت، نقیر اور حنتم میں کچھ بھی نہ پیو، البتہ مشکیزوں میں پی سکتے ہو، پھر فرمایا کہ اللہ نے شراب، جوا اور کوبہ کو حرام قرار دیا ہے، اسی طرح ہر نشہ آور چیز حرام ہے، سفیان کہتے ہیں کہ میں نے علی بن بذیمہ سے کوبہ کا معنی پوچھا تو انہوں نے اس کا معنی طبل بتایا۔

حضور اکرم ﷺ نے ان تمام تجارتی معاملات کو ممنوع بتایا ہے جس میں جوا اور قمار پایا جاتا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ" وَنَهَى عَنِ الْخَمَرِ وَالْمَيْسِرِ" (۳)"حضور اکرم ﷺ نے جوا اور شراب سے منع فرمایا ہے"۔

---

(۱) معارف القرآن: ۱/۵۳۵ ،ادارۃ المعارف، کراچی

(۲) بخاری: کتاب التفسیر ،حدیث: ۴۸۶۰

(۳) ابوداؤد: باب النهی عن المسکر، حدیث: ۳۶۸۷

www.besturdubooks.net

مسند احمد اور مسلم میں روایت ہے:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: " مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ شِيرِ فَكَأَنَّمَا صَبَغَ يَدَهُ فِي لَحْمِ خِنْزِيرٍ وَدَمِهِ " (۱) جو نردشیر (قمار کی ایک قسم) کھیلتا ہے، گویا وہ خنزیر کے گوشت اور خون میں ہاتھ رنگتا ہے۔

اور ایک روایت میں حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: " مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُولَهُ "(۲) "جس نے نردشیر کھیلا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی"۔

جوا اس لئے بھی حرام ہے کہ یہ دھوکہ اور غش میں داخل ہے اور نبی کریم ﷺ نے دھوکہ اور غش سے منع فرمایا ہے۔

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ پانچ جہنمیوں کا ذکر کرتے ہوئے ان میں سے ایک یہ بھی ذکر فرمایا: وہ آدمی جو صبح و شام صرف تمہیں تمہارے اہل خانہ اور مال کے متعلق دھوکہ دیتا رہتا ہو "وَهُوَ يُخَادِعُكَ عَنْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ "(۳)

اور ایک روایت میں دھوکہ دہی کی مذمت یوں بیان فرمائی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم بدگمانی سے بچو اس لئے کہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے اور کسی کے عیوب کی جستجو نہ کرو اور نہ اس کی ٹوہ میں لگے رہو اور (بیع میں) ایک دوسرے کو دھوکہ نہ دو "وَلَا تَنَاجَشُوا" اور نہ حسد کرو اور نہ بغض رکھو اور نہ کسی کی غیبت کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ۔ (۴)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا فریب

---

(۱) مسلم: باب تحریم اللعب بالنردشیر

(۲) أبوداؤد: باب في النهي عن اللعب بالنرد، حدیث:۴۹۴۰، ابن الملقن نے البدر المنیر: ۶۳۱/۹ میں فرمایا ہے، یہ حدیث صحیح ہے۔

(۳) مسلم: باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا، حدیث:۲۸۶۵

(۴) بخاری: باب یا أیها الذین آمنوا اجتنبوا، حدیث:۵۷۱۹

www.besturdubooks.net

کرنیوالا، بخیل اوراحسان جتانے والا جنت میں داخل نہیں ہوں گے" خَبٌّ وَلَا مَنَّانٌ وَلَا بَخِيلٌ"(۱)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی مومن کو تکلیف دیتا ہے یا دھوکہ دے وہ ملعون ہے:"مَنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا أَوْ مَكَرَ بِهِ فَهُوَ مَلْعُوْنٌ"(۲)

اور نبی کریم ﷺ نے بیع غرر (دھوکہ دہی کی بیع اور خرید وفروخت) سے بھی منع فرمایا:" عَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ وَعَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ" (۳)

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بے شمار خرید وفروخت کو صرف اس میں دھوکہ دہی کی وجہ سے منع فرمایا،جس میں "بیعتین فی بیعة"(دوسرے کی بیع میں بیع) بیع حصاۃ (سامان پر کنکری مارنے سے سامان کی تعیین کی بیع) بیع ملامسۃ (چھونے کی بیع) بیع منابذۃ (پھینکنے کی بیع) بیع مضامین،فحل کے صلب میں موجود نطفہ کی بیع، ملاقیح (یعنی اناث کی پیٹ کے بچے) کی بیع، بیع مزابنہ (کھجور پر موجود کھجور کی بیع تولے ہوئے کھجور سے بیع) بیع محاقلہ (تولے ہوئے غلے کی بیع کھیت میں بالی پر موجود غلے کی بیع) بدو صلاح سے پہلے پھل کی بیع وغیرہ یہ سارے بیع غرر ہیں۔

اس کے علاوہ قمار اور جوے کی حرمت پر صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور فقہاء ومحدثین کا اتفاق ہے، چنانچہ ابوبکر جصاص رازی فرماتے ہیں: "ولا خلاف بين أهل العلم في تحريم القمار، وأن المخاطرة من القمار"(۱) جوے کی حرمت کے تعلق سے اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اور" مخاطر" (یعنی جس معاملہ میں ہار جیت دونوں کا امکان ہو) وہ بھی جوا ہے۔

---

(۱) ترمذی: البخیل، حدیث:۱۹۶۳،امام ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے۔
(۲) ترمذی: الخيانة والغش، حدیث:۱۹۴۱،امام ترمذی نے اس روایت کو غریب کہا ہے۔
(۳) مسلم: باب بطلان بيع الحصاة والبيع الذي فيه، حدیث:۱۵۱۳
(۴) أحكام القرآن للجصاص: باب تحريم الميسر: ۳۹۸/۱

www.besturdubooks.net

جوے کی شکلیں:

۱۔ تمام وہ معاملات اور خرید وفروخت جو خطر پر ہوں، یعنی ان کا وقوع یا عدم وقوع، ان سے منافع کا حصول اور عدم حصول موہوم ہو، امام جصاص کہتے ہیں:

جوے کی حقیقت مال کا خطرے کے ساتھ مالک ہونا، مثلا صدقات، خرید وفروخت کے معاملات یا ہبہ وغیرہ کو خطر پر موقوف رکھے جیسے یوں کہے: میں تم کو بیچوں گا جب زید آئے گا" بِعْتُكَ إِذَا قَدِمَ زَيْدٌ" میں اس کو ہبہ کروں گا عمرو کے نکلنے پر "وَهَبْتُهُ إِذَا خَرَجَ عَمْرٌو"۔(۱)

۲۔ ہر وہ کھیل جو مال کے ساتھ مشروط ہو۔

۳۔ جن عقود میں دھوکہ اور غرر ہو وہ بھی قمار اور جوے میں داخل ہیں۔

قمار کے سماجی اور اجتماعی نقصانات:

قمار یعنی جوئے کے متعلق بھی قرآن کریم نے وہی ارشاد فرمایا جو شراب کے متعلق آیا ہے کہ اس میں کچھ منافع بھی نہیں مگر نفع سے اس کا نقصان وضرر بڑھا ہوا ہے اس کے منافع کو تو ہر شخص جانتا ہے کہ جیت جائے تو بیٹھے بیٹھے ایک فقیر و بدحال آدمی ایک ہی دن میں مالدار اور سرمایہ دار بن سکتا ہے مگر اس کی معاشی، اجتماعی، سماجی اور روحانی خرابیاں اور مفاسد بہت کم لوگ جانتے ہیں:

۱۔ اس کا اجمالی بیان یہ ہے کہ جوئے کا کھیل سارا اس پر دائر ہے کہ ایک شخص کا نفع دوسرے کے ضرر پر موقوف ہے جیتنے والے کا نفع ہی نفع ہارنے والے کا نقصان ہی نقصان اس کا نتیجہ ہوتا ہے کیونکہ اس کاروبار سے کوئی دولت بڑھتی نہیں وہ اسی طرح منجمد حالت میں رہتی ہے اس کھیل کے ذریعے ایک کی دولت سلب ہو کر دوسرے کے پاس پہنچ جاتی ہے اس لئے قمار مجموعی حیثیت سے قوم کی تباہی اور انسانی اخلاق کی موت ہے کہ جس انسان کو نفع رسانی خلق اور ایثار و ہمدردی کا پیکر ہونا چاہئے وہ ایک خونخوار درندہ کی خاصیت اختیار کرلے کہ دوسرے بھائی

---

(۱) أحكام القرآن للجصاص: نهى عن هذا فقال إنما نهى عنه للعوز في ذلك: ۱۲۷/۴

www.besturdubooks.net

کی موت میں اپنی زندگی اس کی مصیبت میں اپنی راحت اس کے نقصان میں اپنا نفع سمجھنے لگے اور اپنی پوری قابلیت اس خودغرضی پر صرف کرے بخلاف تجارت اور بیع وشرا کی جائز صورتوں کے ان میں طرفین کا فائدہ ہوتا ہے اور بذریعہ تجارت اموال کے تبادلہ سے دولت بڑھتی ہے اور خریدنے والا اور بیچنے والا دونوں اس کا فائدہ محسوس کرتے ہیں۔

۲- ایک بھاری نقصان جوئے میں یہ ہے کہ اس کا عادی اصل کمائی اور کسب سے آدمی محروم ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی خواہش یہی رہتی ہے کہ بیٹھے بٹھائے ایک شرط لگا کر دوسرے کا مال چند منٹ میں حاصل کرے جس میں نہ کوئی محنت ہے نہ مشقت بعض حضرات نے جوئے کا نام میسر رکھنے کی یہ وجہ بھی بیان کی ہے کہ اس کے ذریعہ آسانی سے دوسرے کا مال اپنا بن جاتا ہے جوئے کا معاملہ اگر دو چار آدمیوں کے درمیان دائر ہو تو اس میں بھی مذکورہ مضرتیں بالکل نمایاں نظر آتی ہیں لیکن اس نئے دور میں جس کو بعض سطحی نظر والے انسان عاقبت نا اندیشی سے ترقی کا دور کہتے ہیں جیسے شراب کی نئی نئی قسمیں اور نئے نئے نام رکھ لئے گئے سود کی نئی نئی قسمیں اور نئے نئے اجتماعی طریقے بنکنگ کے نام سے ایجاد کر لئے گئے ہیں اسی طرح قمار اور جوئے کی بھی ہزاروں قسمیں چل گئیں جن میں بہت سی قسمیں ایسی اجتماعی ہیں کہ قوم کا تھوڑا تھوڑا روپیہ جمع ہوتا ہے اور جو نقصان ہوتا ہے وہ ان سب پر تقسیم ہو کر نمایاں نہیں رہتا اور جس کو یہ رقم ملتی ہے اس کا فائدہ نمایاں ہوتا ہے اس لئے بہت سے لوگ اس کے شخصی نفع کو دیکھتے ہیں لیکن قوم کے اجتماعی نقصان پر دھیان نہیں دیتے اس لئے ان کا خیال ان نئی قسموں کے جواز کی طرف چلا جاتا ہے حالانکہ اس میں وہ سب مضرتیں موجود ہیں جو دو چار آدمیوں کے جوئے میں پائی جاتی ہیں اور ایک حیثیت سے اس کا ضرر اس قدیم قسم کے قمار سے بہت زیادہ اور اس کے خراب اثرات دور رس اور پوری قوم کی بربادی کا سامان ہیں کیونکہ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ پوری قوم کی دولت سمٹ کر

www.besturdubooks.net

محدود افراد اور محدود خاندانوں میں مرتکز ہو جائے گی جس کا مشاہدہ سٹہ بازار اور قمار کی دوسری قسموں میں روزمرہ ہوتا رہتا ہے اور اسلامی معاشیات کا اہم اصول یہ ہے کہ ہر ایسے معاملے کو حرام قرار دیا جس کے ذریعے دولت پوری ملت سے سمٹ کر چند سرمایہ داروں کے حوال ہو سکے، قرآن کریم نے اس کا اعلان خود تقسیم دولت کا اصول بیان کرتے ہوئے اس طرح فرمادیا ہے "كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الاَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ " (۱) یعنی مال فئے کی تقسیم مختلف طبقوں میں کرنے کا جو اصول قرآن نے مقرر کیا ہے اس کا منشا یہ ہے کہ دولت سمٹ کر صرف سرمایہ داروں میں جمع نہ ہو جائے۔

۳۔ قمار یعنی جوئے کی خرابی یہ بھی ہے کہ شراب کی طرح قمار بھی آپس میں لڑائی جھگڑے اور فتنہ وفساد کا سبب ہوتا ہے ہارنے والے کو طبعی طور پر جیت جانے والے سے نفرت اور عداوت پیدا ہوتی ہے اور یہ تمدن ومعاشرت کے لئے سخت مہلک چیز ہے اسی لئے قرآن حکیم نے خاص طور پر اس مفسدہ کو ذکر فرمایا ہے۔

"إِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُّوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ" (۲)

شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض ونفرت پیدا کر دے اور تم کو اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے۔

۴۔ اسی طرح قمار کا ایک لازمی اثر یہ ہے کہ شراب کی طرح آدمی اس میں مست ہو کر ذکر اللہ اور نماز سے غافل ہو جاتا ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے شراب اور قمار کو ایک ہی جگہ ایک ہی انداز سے ذکر فرمایا ہے کہ معنوی طور پر قمار کا بھی ایک نشہ ہوتا ہے جو آدمی کو اس کے بھلے برے کی فکر سے غافل کر دیتا ہے۔ مذکورہ آیت میں بھی ان دونوں چیزوں کو جمع کر کے دونوں کے یہ مفاسد ذکر

---

(۱) الحشر:۷ (۲) المائدۃ:۹۱

www.besturdubooks.net

فرمائے ہیں کہ وہ آپس کی عداوت وبغض کا سبب بنتی ہیں اور ذکر اللہ اور نماز سے مانع بن جاتی ہیں۔

۵- قمار کی ایک اصولی خرابی یہ بھی ہے کہ یہ باطل طریقہ پر دوسرے لوگوں کا مال ہضم کرنے کا ایک طریقہ ہے کہ بغیر کسی معقول معاوضہ کے دوسرے بھائی کا مال لے لیا جاتا ہے اسی کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں منع فرمایا ہے:

"وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ"(۱)

لوگوں کے مال باطل طریقہ پر مت کھاؤ

۶- قمار میں ایک بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ دفعۃً بہت سے گھر برباد ہو جاتے ہیں لکھ پتی آدمی فقیر بن جاتا ہے جس سے صرف یہی شخص متاثر نہیں ہوتا جس نے جرم قمار کا ارتکاب کیا ہے بلکہ اس کا پورا گھرانہ اور خاندان مصیبت میں پڑ جاتا ہے اور اگر غور کیا جائے تو پوری قوم اس سے متاثر ہوتی ہے کیونکہ جن لوگوں نے اس کے مالی سکھ کو دیکھ کر اس سے معاہدے اور معاملات کئے ہوئے ہیں یا قرض دیئے ہوئے ہیں وہ اب دیوالیہ ہو جائے گا تو ان سب پر اسکی بربادی کا اثر پڑنا لازمی ہے۔

۷- قمار میں ایک مفسدہ یہ بھی ہے کہ اس سے انسان کی قوتِ عمل سست ہو کر وہمی منافع پر لگ جاتی ہے اور وہ بجائے اس کے کہ اپنے ہاتھ یا دماغ کی محنت سے کوئی دولت بڑھاتا رہے اس کی فکر اس بات میں محصور ہو کر رہ جاتی ہے کہ کسی طرح دوسرے کی کمائی پر اپنا قبضہ جمائے۔

۸- جوے کی ایک خرابی یہ ہے کہ انسان میں سے اخلاق حمیدہ نکل جاتے ہیں اور اخلاق رذیلہ اس میں در آتے ہیں، شفقت، رحمت انسانی دل ودماغ سے رخصت ہو جاتی ہے، دل میں حسد، کینہ، بغض جیسی قبیح عادات پیدا ہو جاتی ہیں، دھوکہ دہی، جعل سازی پر انسان اتر آتا ہے۔

---

(۱) البقرۃ:۱۸۸

www.besturdubooks.net

۹- انسان زندگی کے قیمتی وقت کا زیاں شروع کر دیتا ہے، ایسے کھیل میں اپنے قیمتی اوقات کو صرف کرتا ہے جس میں نفع کم نقصان زیادہ ہوتا ہے، اور بسا اوقات انسان اس میں مگن ہو کر اپنے فرائض اور ادائیگی حقوق کا بھی اس کو خیال نہیں رہتا۔

۱۰- اسکے علاوہ جوا باز نفسیاتی اور اعصابی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے، اس کے قلب و دماغ و ذہن اور صحت پر اس کے اثرات پڑتے ہیں، اموال کثیرہ کے ضیاع کی وجہ سے ان کو دل کے دورے بھی پڑتے ہیں۔

۱۱- اس کے علاوہ جوا بازوں کی مجالس بری اور فحش باتوں سے بھری پڑی ہوتی ہیں، تہمت بازی اور دشنام طرازی اور گالی گلوچ ان کا شیوہ اور طرہ ہوتا ہے۔ نوبت بسا اوقات گالی گلوچ سے بڑھ کر مار پیٹ اور ظلم و زیادتی تک آجاتی ہے۔

یہ مختصر فہرست ہے قمار کے مفاسد کی جن سے نہ صرف اس جرم کا مرتکب متاثر ہوتا ہے بلکہ اس کے سب متعلقین اہل و عیال اور پوری قوم متاثر ہوتی ہے اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا: ''وَاِثۡمُهُمَآ اَكۡبَرُ مِنۡ نَّفۡعِهِمَا '' یعنی شراب و قمار کے مفاسد ان کے منافع سے بڑھ کر ہیں۔

www.besturdubooks.net

قرض کے لین دین کے احکام

(۴۲) قرض دینے کی فضیلت

قرض کے لین دین کا ثبوت قرآن سے بھی ہے اور حدیث سے بھی اور اس پر اجماع ہے اور مصلحتِ انسانی کا تقاضا ہے، قرآنِ مجید نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں انفاق کو ''قرضِ حسن'' قرار دیا ہے۔(۱)

اس میں قرض کے جائز ؛ بلکہ مستحب اور مطلوب ہونے کی طرف واضح اشارہ ہے، اور ایک جگہ ''دَین'' کے ساتھ مدت لکھنے کی تاکید فرمائی گئی ہے: (۲)

دَین کا لفظ عام ہے اور قرض بھی اس کے دائرہ میں آتا ہے۔

قرض لینا گو مباح ہے، لیکن قرض دینا مستحب ہے، کیوں کہ یہ نیکی اور بھلائی میں تعاون ہے۔(۳)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ: ایک آدمی جنت میں داخل ہوا تو اس نے جنت کے دروازہ پر لکھا دیکھا کہ صدقہ کا اجر وثواب دس گنا ہے، اور قرض دینے کا اٹھارہ گنا "اَلصَّدَقَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا وَالْقَرْضُ بِثَمَانِيَةَ عَشَرَ" (۴)

---

(۱) البقرة : ۲۴۵ (۲) البقرة :۲۸۲ (۳) الشرح الصغير : ۲۹۲/۲

(۴) ابن ماجة : باب القرض ،حدیث:۲۴۳۱، بوصیری کہتے ہیں کہ:اس کی سند ضعیف ہے،، خالد بن یزید بن عبدالرحمٰن بن ابی مالک ابو ہاشم الھمد انی الدمشقی ان کی احمد، ابن معین، ابوداؤد، نسائی، ابوزرعۃ، ابن جارود، ساجی، عقیلی، دارقطنی وغیرہ نے تضعیف کی اور احمد بن صالح المعری، ابوزرعہ الدمشقی، نے ان کی توثیق کی ہے، ابن حبان نے کہا ہے کہ: یہ شام کے فقہاء میں سے روایت میں صدوق ہیں، لیکن ان سے بہت زیادہ خطا ہوئی ہے اور ان کے والد دمشق کے فقیہ اور مفتی تھے۔(مصباح الزجاجة: كتاب الصدقات: ۴۳/۲)

www.besturdubooks.net

اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کے آخر میں یہ اضافہ ہے کہ: میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ: قرض میں کیا خاص بات ہے کہ وہ صدقہ سے افضل ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ سائل (جس کو صدقہ دیا جاتا ہے) اس حالت میں بھی سوال کرتا اور صدقہ لے لیتا ہے جبکہ اس کے پاس کچھ ہوتا ہے اور قرض مانگنے والا قرض جب ہی مانگتا ہے جب وہ محتاج اور ضرورت مند ہوتا ہے، "وَالْمُسْتَقْرِضُ لَا يَسْتَقْرِضُ إِلَّا مِنْ حَاجَةٍ "(۱)

نیز حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: یہ بات کہ میں دو دینار قرض دوں پھر وہ واپس آجائیں اور میں ان کو کسی کو قرض دوں، یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں ان کو صدقہ کردوں۔(۲)

ضروری تنبیہ: لیکن یہ سمجھ کر کہ قرض میں ثواب صدقہ سے زیادہ ہوتا ہے، یہ نہ کرے کہ صدقہ کی جگہ قرض ہی دینے لگے، یا صدقہ سے بے رغبت ہوجائے اور اس میں نقصان سمجھے، اصل بات یہ ہے کہ مختلف احکام مختلف حیثیتوں کے ہوتے ہیں، سو ایک حیثیت سے جس کا ذکر ہوا قرض کا ثواب زیادہ ہے، مگر دوسری حیثیت سے صدقہ کا ثواب قرض سے بھی زیادہ ہوتا ہے، مثلاً قرض میں واپسی ہوتی ہے اور صدقہ میں واپسی نہیں ہوتی اور اس وجہ سے صدقہ لینے والے کے دل پر بار نہیں ہوتا اور قرض لینے والے کے دل پر بار رہتا ہے۔(۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ: کسی چیز کو قرض میں دینا اس کو صدقہ کرنے سے بہتر ہے "قَرْضُ الشَّيْءِ خَيْرٌ مِنْ صَدَقَتِهِ "(۴)

حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

---

(۱) ابن ماجة: باب القرض، حدیث:۲۴۳۱، اس کی سند پر بحث پچھلی حدیث میں گذرچکی ہے۔

(۲) المغنی: ۴/۲۷

(۳) رشوت، جوا، قرض: ۴۵، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

(۴) السنن الکبری للبیهقی: باب ماجاء فی فضل الاقراض، حدیث:۱۰۷۳۶

www.besturdubooks.net

جس آدمی کا کسی دوسرے بھائی پر کوئی حق (قرضہ وغیرہ) واجب الاداء ہو اور وہ اُس مقروض کو ادا کرنے کیلئے دیر تک مہلت دیدے تو اس کو ہر دن کے عوض صدقہ کا ثواب ملے گا " فَمَنْ أَخَّرَهُ كَانَ لَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ صَدَقَةٌ "(۱)

قرض لینا مباح ہے

خود آپ ﷺ سے قرض لینا ثابت ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ جائز مقصد کیلئے قرض لیا جائے۔

ابن ماجہ کی روایت میں ہے اللہ تعالیٰ قرض لینے والے کے ساتھ ہوتا ہے جب تک وہ ادا نہ کرے، سوائے اس کے کہ کسی ایسے مقصد کیلئے دَین حاصل کرے جو اللہ کو ناپسند ہو، " كَانَ اللّٰهُ مَعَ الدَّائِنِ حَتّٰى يَقْضِيَ دَيْنَهُ، مَالَمْ يَكُنْ فِيمَا يَكْرَهُ اللّٰهُ "(۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: حضور اکرم ﷺ کے پاس جب کوئی جنازہ لایا جاتا تو آپ ﷺ اس آدمی کے عمل کے بارے میں دریافت نہیں فرماتے ؛ بلکہ اس کے قرض کے متعلق پوچھتے، اگر یہ کہا جاتا کہ اس پر قرض ہے تو اس کی نماز نہ پڑھاتے اور اگر یہ کہا جاتا کہ اس پر قرض نہیں ہے تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھتے " وَاِنْ قِيلَ لَيْسَ عَلَيْهِ دَيْنٌ صَلّٰى عَلَيْهِ " (۳)

ابن حیان سے مروی ہے کہ: حضرت لقمان نے فرمایا: میں نے چٹانوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا اور لوہے کو اٹھایا، میں نے قرض سے زیادہ بھاری بوجھ کسی میں نہ پایا" ما رأيت أثقل من الدين "(۴)

اسی لئے احادیث میں قرض سے پناہ مانگنے کی تاکید آئی ہے اور اس سلسلہ کی

---

(۱) مسند احمد: حدیث عمران بن حصین، حدیث: ۱۹۹۹۱، محقق شعیب الارنؤط نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔

(۲) ابن ماجه، باب من أداء الدين، حدیث: ۲۴۰۹، منذری کہتے ہیں کہ: اس کو ابن ماجہ نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ: اس کی سند صحیح ہے اور اس کے شواہد موجود ہیں: الترغیب: کتاب البیوع وغیرھا، حدیث: ۲۷۸۴۔

(۳) قصص العرب: ۱/۶۷ (۴) قصص العرب: ۱/۶۷

www.besturdubooks.net

دعائیں بھی منقول ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نماز میں یہ دعا مانگتے تھے : "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَاثَمِ وَالْمَغْرَمِ (۱) اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے پناہ مانگتا ہوں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ یہ دعا فرماتے: " اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْكُفْرِ وَالدَّیْنِ" (۲) اے اللہ! میں کفر اور قرضہ سے پناہ مانگتا ہوں۔ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ قرض کو کفر کے برابر کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ذکر کرتے ہیں؟ فرمایا: ہاں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ قرض خدا کا جھنڈا ہے زمین میں، وہ جب کسی بندہ کو ذلیل کرنا چاہتا ہے تو اس کی گردن پر قرض کا بوجھ رکھ دیتا ہے "فَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَذِلَّ عَبْدًا وَضَعَهَا فِيْ عُنُقِهِ"(۳)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ان کبیرہ گناہوں کے بعد جن سے اللہ نے سختی سے منع فرمایا ہے جیسے (شرک اور زنا وغیرہ) سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اس حال میں مرے کہ اس پر قرض ہو اور اس کی ادائیگی کا سامان چھوڑ نہ گیا ہو " أَنْ يَمُوْتَ رَجُلٌ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ لَا يَدَعُ لَهُ قَضَاءٌ" (۴)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے، اگر کوئی آدمی راہِ خدا میں یعنی جہاد میں شہید ہو، اور اس کے بعد پھر زندہ ہو جائے اور پھر راہِ خدا میں شہید ہو، اور پھر زندہ ہو، اور اُس کے ذمہ قرض ہو تو وہ

---

(۱) بخاری: باب الدعاء قبل السلام ،حدیث:۸۳۲

(۲) سنن النسائی : الاستعاذة من الدین ،حدیث:۵۳۷۸

(۳) مستدرك حاكم ، حديث اسماعيل بن جعفر ، حدیث:۲۲۱۰،حاکم نے اس کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

(۴) ابوداؤد: باب فی التشدید فی الدین، حدیث:۳۳۴۲

www.besturdubooks.net

جنت میں اس وقت تک نہ جاسکے گا جب تک کہ اُس کا قرض ادا نہ ہوجائے" مَا دَخَلَ الْجَنَّةَ حَتّٰی یُقْضٰی دَیْنُه "(۱)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جنازہ لایا گیا؛ تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نمازِ جنازہ پڑھائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا اس میت پر کسی کا قرض ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی، پھر دوسری میت لائی گئی، اس کے بارے میں بھی یوں دریافت کیا تو اس کے ذمہ قرض ہونے کی بات کہی گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: تم لوگ اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھ لو، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اس کا قرض میں اپنے ذمہ لے لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی نمازِ جنازہ پڑھادی " فَصَلّٰی عَلَیْهِ"(۲)

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَیْنِهِ حَتّٰی یُقْضٰی عَنْهُ" (مسلمان کی جان اپنے قرض کی وجہ سے معلق رہتی ہے یہاں تک کہ اس کا قرض ادا کیا جائے''(۳)

ان سب وعیدوں کا تعلق اُس صورت سے ہے جب کہ قرضہ ادا نہ کرنے میں بدنیتی، غفلت، لاپرواہی کا دخل ہو، اگر ادائیگی کی نیت تھی، لیکن قدرت نہ ہونے کی وجہ سے ادا نہ کرسکا تو امید ہے کہ اللہ اس کو معاف کردے۔

قرض کی ادائیگی میں نیت درست ہو

اگر قرض کی ادائیگی کے سلسلے میں آدمی کی نیت درست ہو اور وہ ادائیگیٔ قرض کیلئے کوشاں ہو تو اللہ عز وجل اس کا قرض ادا کریں گے، اور اس کے قرض کی ادائیگی کی شکلیں

---

(۱) مسند احمد: حدیث محمد بن عبد اللہ بن حجش، حدیث:۲۲۵۴۶، منذری کہتے ہیں کہ: اس کو نسائی، طبرانی نے اوسط میں اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح الاسناد کہا ہے: الترغیب: کتاب البیوع وغیرھا، حدیث:۲۷۷۸۔

(۲) بخاری: باب من تکفّل عن میت، حدیث:۲۲۹۵

(۳) ترمذی: باب ما جاء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث:۱۰۷۸

www.besturdubooks.net

اور صورتیں پیدا فرمادیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی لوگوں سے (قرض اُدھار) مال لے اور اس کی نیت اور ارادہ ادا کرنے کا ہو تو اللہ عزوجل اس سے ادا کردے گا، (یعنی ادائیگی میں اس کی مدد کرے گا اور اگر زندگی میں وہ ادا نہ کرسکا تو آخرت میں اُس کی طرف سے ادا فرما کر اس کو اس سے سبکدوش کردے گا) اور جو کوئی کسی سے (قرض اُدھار) لے اور اس کا ارادہ ہی مار لینے کا ہو تو اللہ عزوجل اس کو تلف اور تباہ کردے گا (یعنی دنیا میں بھی وہ اس بدنیت آدمی کو ادائیگی کی توفیق نہ ہوگی اور وہ آخرت میں بھی عذاب کا مستحق ہوگا) "وَمَنْ أَخَذَ يُرِيدُ اِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللّٰهُ "(۱)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ مقروض کے ساتھ ہیں یہاں تک کہ وہ اپنا قرضہ ادا کرے، بشرطیکہ یہ قرض کسی ایسے کام کے لئے نہ لیا گیا ہو جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے، "اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الدَّائِنِ حَتّٰى يَقْضِىَ دَيْنَهٗ مَا لَمْ يَكُنْ فِيمَا يَكْرَهُ" (۲)

حضور اکرم ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت میمونہؓ قرض لیتیں، تو ان سے کہا گیا: ام المؤمنین! آپ قرض لیتی ہیں حالانکہ اس کو ادا کرنے کی سکت آپ میں نہیں ہوتی، تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جو شخص قرض لے اور وہ اس کو ادا کرنا چاہتا ہو تو اللہ عزوجل اس کی اعانت اور مدد فرماتے ہیں "مَنْ أَخَذَ دَيْنًا وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يُوَدِّيَهُ أَعَانَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ "(۳)

قرض لینے کے سلسلے میں عام کوتاہی:

قرض کے سلسلے میں کئی قسم کی بد پرہیزیاں (یعنی کوتاہیاں) ہوتی ہیں:

---

(۱) بخاری: باب من أخذ أموال النّاس، حدیث:۲۲۵۷

(۲) ابن ماجه، باب من أدَانَ دينار وهو ينوى قضاء ه، حدیث:۲۴۰۹، بوصیری کہتے ہیں کہ: اس کی سند صحیح ہے: مصباح الزجاجۃ: کتاب الصدقات: ۳۹/۲، دار الجنان، بیروت۔

(۳) سنن النسائی: التسهيل فيه، حدیث:۴۶۸۷

www.besturdubooks.net

پہلا: بلاضرورت کسی کا مقروض ہو جانا، عموماً ایسا ہی ہوتا ہے کہ فضول کاموں کے لئے (مثلاً بیاہ شادی کی رسموں کے لئے) قرض لیا جاتا ہے، بہت کم ایسا اتفاق ہوتا ہے جو مصیبت کی وجہ سے قرض لیتے ہوں اور مصیبت زدوں کو ملتا کب ہے؟ اکثر مالداروں اور جائیداد والوں کو ملتا ہے، تو بتلائیے اس پر کیا مصیبت نازل ہوئی ہے کہ خواہ مخواہ بیٹھے بٹھلائے قرضدار ہو گئے اور قرضدار بھی یا تو کسی شادی میں (پیسہ) برباد کرنے کے لئے یا کوئی عالیشان محل تیار کرنے کو یا غمی کی رسموں میں اڑانے کو جو اکثر خلافِ عقل اور خلاف شرع ہیں۔(۱)

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قرض لینے کے تعلق سے فرماتے ہیں:

’’قرض لینا سخت مجبوری کے وقت میں جائز ہے، جیسے جہاد کے لئے، کفن کے لئے یا کپڑے پھٹ گئے ہوں، چھپا ہوا بدن ظاہر ہونے لگے اور اس کے چھپانے کے لئے اور اس جیسی ضرورتوں، مجبوریوں کے لئے ایسے شخص کے حق تعالیٰ قرض ادا ہو جانے کے ذمہ دار ہیں۔(۲)

قرض کی ادائیگی بہترین طریقے پر ہو

بہتر مال اور بہتر بدل سے قرض کی ادائیگی کی کوشش کرے، حضورِ اکرم ﷺ کا بھی یہی معمول تھا، چونکہ یہ اپنی خوشی سے دینا ہے شرط اور معاہدہ کی بناء پر دینا نہیں ہے، اس لئے یہ سود نہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرا رسول اللہ ﷺ پر کچھ قرض تھا تو آپ ﷺ نے جب وہ ادا فرمایا تو (میرا واجبی رقم سے) زیادہ عطا فرمایا" فَقَضٰی لِیُ وَزَادَنِیُ" (۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک اونٹ قرض لیا، پھر آپ ﷺ نے قرض کی ادائیگی میں اس سے بڑی عمر والی اونٹنی عطا فرمائی اور پھر ارشاد

---

(۱) رشوت، جوا، قرض: ۵۰، مکتبۂ زکریا، کراچی (۲) حوالہ سابق: ۵۲

(۳) بخاری: باب حسن القضاء، حدیث: ۲۲۶۴

www.besturdubooks.net

فرمایا: تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو قرض کی ادائیگی میں بہتر ہوں " خِيَارُكُمْ مَحَاسِنُكُمْ قَضَاءً "(۱)

☆ کسی سے قرض لے تو ادائیگی کے وقت اسے دعا بھی دے " بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ "(اللہ عزوجل تمہارے اہل و مال میں برکت عطا فرمائے۔(۲)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص پر احسان کیا گیا اور اس نے احسان کرنے والے کو "جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا " (اللہ تم کو اس کا بہتر بدل عطا فرمائیں) کہا تو اس نے (اس دعا کے ذریعہ) پوری تعریف کی اور شکریہ ادا کردیا " فَقَدْ أَبْلَغَ فِيْ الثَّنَاءِ "(۳)

قرض سے نفع حاصل نہ کیا جائے:

اس کو فرمایا: " كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبَا " ہر وہ قرض جس سے نفع حاصل کیا جائے تو وہ ربا اور سود ہے۔(۴)

قرض دہندہ کو قرض پر نفع حاصل کرنا اور شرط لگانا کہ مقروض اسے اضافے کے ساتھ واپس کرے حرام ہے، اور سود میں داخل ہے، کیوں کہ آپ ﷺ نے قرض پر نفع حاصل کرنے سے منع فرمایا ہے اور بعض روایتوں میں اسے سود قرار دیا گیا ہے "كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبَا"(۵) اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔

---

(۱) مسلم: باب جواز اقتراض الجیران، حدیث:۴۱۱۱

(۲) النسائی: الاستقراض، حدیث:۴۶۸۳

(۳) ترمذی: باب المتشبع بما لم یعطه، حدیث:۲۰۳۵، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن جید کہا ہے۔

(۴) السنن الکبری للبیهقی: باب کل قرض جر منفعة، حدیث:۱۰۷۱۵، اتحاف الخیرة المهرة: باب انما جزاء السلف: ۳۸۰/۳، دارالوطن للنشر، الریاض، بوصیری کہتے ہیں کہ: اس کی سند ضعیف ہے سوار بن مصعب ہمدانی کے ضعف کی وجہ سے، اور اس کا ایک شاہد بھی فضالۃ بن عبید کی حدیث سے موجود ہے، جس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں " فهو وجه من وجوه الربا "اس کو حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے سنن الکبری میں نقل کیا ہے۔

(۵) التلخیص الحبیر: ۳۴/۳

www.besturdubooks.net

مقدار میں اضافہ تو حرام ہے ہی، کیفیت میں عمدگی کی شرط لگانا بھی جائز نہیں، مثلاً معمولی چیز دی اور شرط لگائی کہ اس کے بدلے میں بہتر چیز واپس کرے، یہ بھی درست نہیں۔(۱)

اگر قرض دہندہ نے شرط تو نہ لگائی، لیکن مقروض نے بذاتِ خود عمدہ چیز واپس کی یا زیادہ مقدار کے ساتھ واپس کی، تو ایسا کرنا جائز ہے۔

آج کل بعض ادارے قرض جاری کرتے ہیں اور قرض کے تناسب سے مقروض سے ماہانہ فیس رکنیت وصول کرتے ہیں، یہ صورت بھی جائز نہیں، اور یہ بھی سود میں آتا ہے، ایسے قرض کو غیر سودی قرض کہنا محض دھوکہ ہے۔

فقہاءؒ نے نہ صرف یہ کہ قرض پر اضافہ کو ناجائز قرار دیا اور اس کو نفع اٹھانے کا ذریعہ بنانے سے منع فرمایا ہے بلکہ بالواسطہ طریقہ پر قرض سے نفع حاصل کرنے کا راستہ بھی بند کر دیا، مثلاً قرض دہندہ مقروض آدمی کو کوئی معمولی چیز گراں قیمت میں بیچے، یہ بھی مکروہ ہے۔(۲)

اسی طرح یہ بھی صورت مکروہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص قرض لینے کیلئے آئے تو قرض دہندہ ساٹھ روپیہ تو اسے قرض کے دیدے اور بیس روپیہ کی چیز اسے چالیس روپیہ میں فروخت کر دے؛ تاکہ مقروض کے یہاں اس کے سو روپیہ ہو جائیں گے؟ حالانکہ یہ مقروض کو اسی کا ہی روپیہ حاصل ہوگا۔(۳)

اسی بناء پر فقہاء نے مقروض کے ہدایا اور دعوتوں میں احتیاط کا حکم دیا ہے، حنفیہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جو لوگ پہلے سے دعوت نہ دیتے رہے ہوں یا ہدایا وتحائف کا معمول نہ رہا ہو تو ایسی دعوت وتحفوں کا قبول کرنا جائز نہیں، ہاں معاملۂ قرض سے پہلے اس طرح کا معمول رہا تو اب جائز ہے۔(۴)

---

(۱) الفتاوی الھندیة: ۲۰۲/۳

(۲) الدر المختار مع الرد المحتار: ۱۹۵/۴

(۳) رد المحتار: ۱۹۵/۴ (۴) الفتاوی الھندیة: ۲۰۳/۳

www.besturdubooks.net

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی کو قرض دے اور وہ تم کو کوئی ہدیہ دے تو اسے قبول نہ کرے اور اس کو اپنی سواری یا جانور پر سوار کرے تو سوار نہ ہو؛ البتہ یہ کہ ان کے درمیان ہدایا کے تبادلہ اور اس طرح آپسی احسان وسلوک کا معاملہ پہلے ہی سے ہو' اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ جَرٰی بَیْنَہٗ وَبَیْنَہٗ قَبْلَ ذٰلِکَ " (۱)

قرض کی ادائیگی کی دعائیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے قرضے کے اونٹ کا مطالبہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دے دو، لوگوں نے (دیکھ کر) کہا: ہمارے پاس بطورِ قرض لئے ہوئے اونٹ سے زیادہ اچھی عمر کا ہے (یعنی جو اونٹ قرض پر لیا تھا یہ اس سے عمدہ ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیدو، اس نے وصول کر کے کہا: " اَوْفَیْتَنِیْ اَوْفَ اللّٰہُ لَکَ " (۲) آپ نے مجھے پورا پورا حق دیا، خدا آپ کو بھی پورا حق دے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مکاتب غلام آیا اور کہنے لگا: میں مکاتبت کی رقم ادا کرنے سے عاجز ہو گیا ہوں، میری امداد کیجئے، فرمایا: میں تجھ کو چند کلمات (دعائیہ) نہ بتلا دوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائے ہیں، اگر تیرے اوپر کوہِ ثبیر کے برابر بھی قرض ہو گا تو حق تعالیٰ شانہ ادا فرما دیں گے، یوں کہا کرو:

"اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ، وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ" (۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

---

(۱) ابن ماجۃ: باب القرض، حدیث:۲۴۳۲، بوصیری نے کہا کہ: اس کی سند میں کلام ہے: مصباح الزجاجۃ: کتاب الصدقات: ۴۴/۲، دار الجنان، بیروت۔

(۲) بخاری: باب حسن القضاء، حدیث:۲۲۶۳

(۳) ترمذی: باب، حدیث:۳۵۶۳، امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

www.besturdubooks.net

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: میں تمہیں ایسی دعا نہ بتلاؤں کہ اگر تمہارے اوپر پہاڑ کے برابر قرض ہو تو اس کو بھی حق تعالی ادا کر دیں گے، یوں کہا کرو:

"اَللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ، وتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا تُعْطِيْهَا مَنْ تَشَاءُ وَتَمْنَعُ مَنْ تَشَاءُ ارْحَمْنِيْ رَحْمَةً تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مِنْ سِوَاكَ"(۱)

قرض اور ادھار کے لئے اقرار نامہ لکھنے کی ہدایت اور متعلقہ احکام:

آیات مذکورہ میں قانونِ معاملات جن کو آجکل کے قانون میں معاہدات کہا جاتا ہے اس کے اہم اصول کا بیان ہے اور اس کے بعد ضابطہ شہادت کے خاص اصول کا ذکر ہے۔

آج کل تو زمانہ لکھنے لکھانے کا ہے اور تحریر ہی انسان کی زبان کی قائم مقام بن گئی ہے لیکن آپ چودہ سو سال پہلے زمانہ کی طرف مڑ کر دیکھئے تو اس وقت دنیا کا سب کاروبار صرف زبانی ہوتا تھا لکھنے لکھانے اور دستاویز مہیا کرنے کا اصول نہ تھا سب سے پہلے قرآن نے اس طرف توجہ دلائی اور فرمایا:

یعنی جب تم آپس میں ادھار کا معاملہ کیا کرو کسی معین مدت کے لئے تو اس کو لکھ لیا کرو۔

اس میں ایک اصول تو یہ بتلا دیا کہ ادھار کے معاملات کی دستاویز لکھنی چاہئے تا کہ بھول چوک یا انکار کے وقت کام آئے۔

دوسرا مسئلہ یہ بیان فرمایا گیا کہ ادھار کا معاملہ جب کیا جائے تو اس کی میعاد ضرور مقرر کی جائے غیر معین مدت کے لئے ادھار دینا لینا جائز نہیں کیونکہ اس سے جھگڑے

---

(۱) المعجم الصغیر للطبرانی: من اسمه علی، حدیث:۵۵۸، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے صغیر میں روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

www.besturdubooks.net

فساد کا دروازہ کھلتا ہے اسی وجہ سے فقہا نے فرمایا کہ میعاد بھی ایسی مقرر ہونا چاہئے جس میں کوئی ابہام نہ ہو مہینہ اور تاریخ کے ساتھ معین کی جائے کوئی مبہم میعاد نہ رکھیں، جیسے کھیتی کٹنے کے وقت کیونکہ وہ موسم کے اختلاف سے آگے پیچھے ہوسکتا ہے اور چونکہ لکھنا اس زمانے میں عام نہ تھا اور آج بھی عام ہونے کے بعد دنیا کی بیشتر آبادی وہی ہے جو لکھنا نہیں جانتی تو یہ ممکن تھا کہ لکھنے والا کچھ کا کچھ لکھ دے جس سے کسی کا نفع اور کسی کا نقصان ہو جائے اس لئے اس کے بعد ارشاد فرمایا:

"وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ" یعنی یہ ضروری ہے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا انصاف کے ساتھ لکھے۔

اس میں ایک تو اس طرف ہدایت کی گئی کہ کاتب کسی فریق کا مخصوص آدمی نہ ہو بلکہ غیر جانبدار ہو تاکہ کسی کو شبہ اور خلجان نہ رہے، دوسرے کاتب کو ہدایت کی گئی کہ انصاف کے ساتھ لکھے دوسرے کے فانی نفع کے لئے اپنا دائمی نقصان نہ کرے اس کے بعد کاتب کو اس کی ہدایت کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ ہنر دیا ہے کہ وہ لکھ سکتا ہے اس کا شکرانہ یہ ہے کہ وہ لکھنے سے انکار نہ کرے۔

اس کے بعد یہ بتلایا گیا کہ دستاویز کی کتابت کس کی طرف سے ہو تو فرمایا:

"وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ" یعنی لکھوا دے وہ آدمی جس کے ذمہ حق ہے مثلا سودا خریدا اور قیمت کا ادھار کیا تو جس کے ذمہ ادھار ہے وہ دستاویز کا مضمون لکھوا دے کیونکہ یہ اس کی طرف سے اقرار نامہ ہوگا، اور لکھوانے میں بھی یہ احتمال تھا کہ کوئی کمی بیشی کر دے اس لئے فرمایا: "وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا" یعنی اللہ تعالیٰ سے جو اس کا پروردگار ہے ڈرتا رہے اور حق کے لکھوانے میں ذرہ برابر کمی نہ کرے معاملات میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس شخص پر حق عائد ہو وہ خفیف العقل یا سٹھیایا ہوا بوڑھا یا نابالغ بچہ یا گونگا ہو یا کوئی دوسری زبان بولنے والا ہو جس کو کاتب نہیں سمجھتا اس لئے دستاویز لکھوانے پر اس کو قدرت نہیں ہوتی اس لئے اس کے بعد فرمایا کہ اگر ایسی صورت پیش آئے تو ان کی طرف سے ان کا ولی لکھوا دے مجنون اور نابالغ کی طرف سے تو ولی کا ہونا

www.besturdubooks.net

ظاہر ہے کہ ان کے سارے معاملات ولی ہی کی معرفت ہوا کرتے ہیں اور گونگے یا دوسری زبان بولنے والے کا ولی بھی یہ کام کرسکتا ہے اور اگر وہ کسی کو اپنا وکیل بنادے تو بھی ہوسکتا ہے۔قرآن میں اس جگہ لفظ ولی دونوں معنے پر حاوی ہے۔

(۴۳) ضابطہ شہادت کے چند اہم اصول:

یہاں تک معاملات میں دستاویز لکھنے اور لکھوانے کے اہم اصول کا بیان تھا۔آگے یہ بتلایا گیا کہ دستاویز کی صرف تحریر کو کافی نہ سمجھیں بلکہ اس پر گواہ بھی بنالیں کہ اگر کسی وقت باہمی نزاع پیش آجائے تو عدالت میں ان گواہوں کی گواہی سے فیصلہ ہوسکے، یہی وجہ ہے کہ فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ محض تحریر حجت شرعی نہیں جب تک کہ اس پر شہادت شرعی موجود نہ ہو خالی تحریر پر کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، آج کل کی عام عدالتوں کا بھی یہی دستور ہے کہ تحریر پر زبانی تصدیق وشہادت کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرتیں۔

گواہی کے لئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہونا ضروری ہیں:

اس کے بعد ضابطہ شہادت کے چند اہم اصول بتلائے گئے مثلاً (۱) گواہ دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ہونا ضروری ہیں ایک اکیلا مرد یا صرف دو عورتیں عام معاملات کی گواہی کے لئے کافی نہیں۔

گواہوں کی شرائط:

(۲) دوسرے یہ کہ گواہ مسلمان ہوں، لفظ "مِنْ رِجَالِكُمْ" میں اس کی طرف ہدایت کی گئی ہے (۳) تیسرے یہ کہ گواہ ثقہ اور عادل ہوں جن کے قول پر اعتماد کیا جاسکے فاسق وفاجر نہ ہوں "مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ" میں یہ حکم مذکور ہے۔

گواہی دینے سے بلاعذر شرعی انکار کرنا گناہ ہے:

اس کے بعد لوگوں کو یہ ہدایت کی گئی کہ جب ان کو کسی معاملہ میں گواہ بنانے کے لئے بلایا جائے تو وہ آنے سے انکار نہ کریں کیونکہ شہادت ہی احیائے حق کا ذریعہ اور جھگڑے چکانے کا طریقہ ہے اس لئے اس کو اہم قومی خدمت سمجھ کر تکلیف برداشت کریں اس کے بعد پھر معاملات کی دستاویز لکھنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ معاملہ

www.besturdubooks.net

چھوٹا ہو یا بڑا سب کو لکھنا چاہئے اس میں اکتائیں نہیں کیونکہ معاملات کا قلم بند کر لینا انصاف کو قائم رکھنے اور صحیح لین دین اور شک وشبہ سے بچنے کے لئے بہترین ذریعہ ہے، ہاں اگر کوئی معاملہ دست بدست ہوا دھار نہ ہو اس کو اگر نہ لکھیں تب بھی کچھ حرج نہیں مگر اتنا اس میں بھی کیا جائے کہ معاملہ پر گواہ بنالیں کہ شاید کسی وقت فریقین میں کوئی نزاع واختلاف پیش آ جائے۔ مثلاً بائع کہے کہ قیمت وصول نہیں ہوئی یا مشتری کہے کہ مجھے مبیع پوری وصول نہیں ہوئی تو اس جھگڑے کے فیصلہ میں شہادت کام آئے گی۔

اسلام میں عدل وانصاف قائم کرنے کا اہم اصول کہ گواہوں کو کوئی نقصان یا تکلیف نہ پہونچے:

آیت کے شروع میں لکھنے والوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ لکھنے یا شاہد بننے سے انکار نہ کریں تو یہاں یہ احتمال تھا کہ لوگ ان کو پریشان کریں گے اس لئے آخر آیت میں فرمایا: ”وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ “یعنی کسی لکھنے والے یا گواہی دینے والے کو نقصان نہ پہنچایا جائے یعنی ایسا نہ کریں کہ اپنی مصلحت اور فائدہ کے لئے ان کی مصلحت اور فائدہ میں خلل ڈالیں۔ پھر فرمایا: ”وَإِنْ تَفْعَلُوا فَإِنَّهٗ فُسُوقٌ بِكُمْ“ یعنی اگر تم نے لکھنے والے یا گواہ کو نقصان پہنچایا تو اس میں تم کو گناہ ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ لکھنے والے یا گواہ کو نقصان پہنچانا حرام ہے، اسی لئے فقہا نے فرمایا کہ اگر لکھنے والا اپنے لکھنے کی مزدوری مانگے یا گواہ اپنی آمد ورفت کا ضروری خرچ طلب کرے تو یہ اس کا حق ہے اس کو ادا نہ کرنا بھی اس کو نقصان پہنچانے میں داخل اور ناجائز ہے، اسلام نے اپنے نظامِ عدالت میں جس طرح گواہ کو گواہی دینے پر مجبور کیا ہے اور گواہی چھپانے کو سخت گناہ قرار دیا ہے اسی طرح اس کا بھی انتظام کیا کہ لوگ گواہی سے بچنے پر مجبور نہ ہو جائیں اسی دوطرفہ احتیاط کا یہ اثر تھا کہ ہر معاملہ میں سچے بیغرض گواہ مل جاتے اور فیصلے جلد اور آسان حق کے مطابق ہو جاتے۔ آج کی دنیا نے اس قرآنی اصول کو نظر انداز کر دیا ہے تو سارا نظام عدالت برباد ہو گیا۔ واقعہ کے اصلی اور سچے گواہ ملنا تقریباً مفقود ہو گیا ہر شخص گواہی سے جان چرانے پر مجبور ہو گیا، وجہ یہ کہ جس کا نام گواہی

www.besturdubooks.net

میں آ گیا اگر معاملہ پولیس اور فوجداری کا ہے تو روزانہ وقت بیوقت تھانیدار صاحب اس کو بلا بھیجتے ہیں اور بعض اوقات گھنٹوں بٹھائے رکھتے ہیں، دیوانی عدالتوں میں بھی گواہ کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جاتا ہے جیسے یہ کوئی مجرم ہے پھر روز روز مقدمہ کی پیشیاں بدلتی ہیں تاریخیں لگتی ہیں گواہ بیچارہ اپنا کاروبار اور مزدوری اور ضروریات چھوڑ کر آنے پر مجبور ہے ورنہ وارنٹ کے ذریعہ گرفتار کیا جائے اس لئے کوئی شریف کاروباری آدمی کسی معاملہ کا گواہ بننا اپنے لئے ایک عذاب سمجھنے اور مقدور بھر اس سے بچنے پر مجبور کر دیا گیا صرف پیشہ ور گواہ ملتے ہیں جن کے ہاں جھوٹ سچ میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ قرآن حکیم نے ان بنیادی ضروریات کو اہمیت کے ساتھ بتلا کر ان تمام خرابیوں کا انسداد فرمایا۔ آیت کے آخر میں ارشاد ہے: "وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ" یعنی ڈرو اللہ سے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اصولِ صحیحہ کی تعلیم دیتا ہے (یہ اس کا احسان ہے) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے چونکہ اس آیت میں بہت سے احکام آئے ہیں بعض فقہا نے بیس اہم مسائل فقہی اس آیت سے نکالے ہیں اور قرآن کریم کی عام عادت ہے کہ قانون بیان کرنے سے آگے اور پیچھے خوفِ خدا اور خوف روز جزا دلا کر لوگوں کے ذہنوں کو تعمیل حکم کے لئے آمادہ کرتا ہے، اسی طریقہ کے مطابق اس آیت کا خاتمہ خوف خداوندی پر کیا اور یہ بتلایا کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں اگر تم کسی ناجائز حیلہ سے بھی کوئی خلاف ورزی کرو گے تو خدا کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔

www.besturdubooks.net

کسی کو اجرت اور مزدوری دے کر اپنا کام کرانا، یا استعمال کے لئے کسی کو اپنی چیز دے کر اس کا کرایہ لینا، شریعت اور فقہ کی زبان میں اس کو ''اجارہ'' کہتے ہیں، اجیر (مزدور) ومُوجِر کے احکام بھی اسلام نے بتلائے ہیں، مزدوری میں لینے والے پر مزدور کے کچھ حقوق ہیں اور مزدور اجرت پر لینے والے کے کچھ حقوق ہیں۔

☆ اسلام نے مزدوروں کو بلند اور عظیم مقام عطا کیا ہے اور عام طور پر اس طبقہ کو جو حقیر اور کمتر سمجھا جاتا ہے، اس کی نفی کی ہے۔

۱- آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ سال یا دس سال تک حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس مزدوری کی:

''اَنَّ مُوسٰی اٰجَرَ نَفْسَهُ ثَمَانِیَ سِنِیْنَ أَوْ عَشَرًا، عَلٰی عِفَّةِ فَرْجِهِ، وَطَعَامِ بَطْنِهِ'' (۱)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اللہ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا کیا آپ ﷺ بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہاں میں مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط میں چرایا کرتا تھا۔ ''کُنْتُ أَرْعیٰ عَلٰی قَرَارِیْطَ لِأَهْلِ مَكَّةَ'' (۲)

---

(۱) ابن ماجه : باب اجارة الأجير، حدیث:۲۴۴۴، علامہ بوصیری مصباح الزجاجۃ میں فرماتے ہیں: اس روایت کی سند بقیہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۲) بخاری: باب رعی الغنم علی قراریط، حدیث:۲۱۴۳

www.besturdubooks.net

۲- چھوٹے بچوں، اہل وعیال، ماں باپ اور خود اپنی کفالت کیلئے دوڑ دھوپ اور سعی کرنے کو آپ ﷺ نے اللہ کی راہ میں جدو جہد بتلایا:

"مَنْ سَعٰى عَلٰى وَالِدَيْهِ فَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَمَنْ سَعٰى عَلَى عَيَالِهِ فَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَمَنْ سَعٰى عَلٰى نَفْسِهِ لِيُعِفُّهَا فَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" (۱)

۳- آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے پاکیزہ عمل یہ ہے کہ آدمی خود اپنے ہاتھوں سے کمائے "عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهِ"(۲)

اور اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں ہی کی کمائی سے کھاتے تھے

"اِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوُدُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ" (۳)

۴- اللہ تعالیٰ ایسے مومن بندہ کو پسند کرتا ہے جو صنعت وحرفت سے واقف ہو اور اس سے کام لیتا ہو "اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُحْتَرِفَ"(۴)

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: " خَيْرُ الْكَسْبِ كَسْبُ الْعَامِلِ إِذَا نَصَحَ" (۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہترین کمائی مزدور کی کمائی ہے بشرطیکہ وہ

---

(۱) المعجم الصغير : من اسمه محمد ،حدیث:۴۹۰، ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو بزار، طبرانی نے اوسط میں نقل کیا ہے اور اس میں رباح بن عمر ہیں ان کی ابوحاتم نے توثیق کی ہے اور اس کے بقیہ رجال صحیح کے رجال ہیں: مجمع الزوائد: باب منہ فی البر، حدیث:۱۳۴۱۶۔

(۲) مجمع الزوائد : باب أى الكسب أفضل ،حدیث:۶۲۱۰ ،علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو احمد، بزار، طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں مسعودی ہیں اور یہ ثقہ ہیں؛ لیکن ان کو اختلاط ہو گیا تھا اور احمد کے بقیہ رجال ثقہ ہیں۔

(۳) بخاری: باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، حدیث:۱۹۶۶

(۴) مجمع الزوائد: باب الكسب والتجارة ومحبتهما والحث على طلب الرزق، حدیث: ۶۲۳۱ ،علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں عاصم بن عبید اللہ یہ ضعیف ہیں۔

(۵) مسند احمد: مسند أبی ہریرہ ،حدیث:۸۳۹۳، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

www.besturdubooks.net

خیر خواہی اور بھلائی کے ساتھ کام انجام دے۔

☆ جس کو اجرت پر رکھے یہ خیال ضرور رہے کہ اس کو اتنی اجرت دے کہ اس کی تمام ضروریاتِ زندگی کی تکمیل ہو سکے۔

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ربیعہ! کیا تم نکاح نہیں کرو گے؟ میں نے کہا: نہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نکاح کرنا نہیں چاہتا، نہ تو میرے پاس بیوی کی ضروریات کی تکمیل کی سکت ہے اور نہ ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کسی دوسری چیز میں مشغول ہونا چاہتا ہوں، فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اس بات سے مجھ سے اعراض فرمایا، پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے ربیعہ! کیا تم شادی نہیں کرو گے؟ میں نے کہا: نہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نکاح کرنا نہیں چاہتا، نہ تو میرے پاس بیوی کی ضروریات کی تکمیل کی سکت ہے اور نہ ہی میں آپ کو چھوڑ کر کسی دوسری چیز میں مشغول ہونا چاہتا ہوں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر مجھ سے اعراض فرمایا، کہتے ہیں کہ: پھر میں نے اپنے نفس سے رجوع کیا، پھر میں نے کہا: اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری دنیا اور آخرت کی مصلحت کو زیادہ جاننے والے ہیں، کہتے ہیں: میں نے اپنے دل میں کہا اگر تیسری دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے دریافت کریں تو میں کہوں گا: ہاں، کہتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے تیسری دفعہ کہا: اے ربیعہ! کیا تم شادی نہیں کرو گے؟ کہتے ہیں: میں نے کہا: ضرور، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں، اور جو کچھ آپ کی مرضی ہو، فرمایا: انصار کی بستی میں فلاں کے اہل کے پاس جاؤ "اِنْطَلِقْ اِلیٰ آلِ فَلَانٍ اِلٰی حَیٍّ مِنَ الاَنْصَارِ" (۱)

بلکہ روایتوں میں تو ملازموں کو مالکین کے مساوی اور یکساں زندگی گذارنے کے مطابق اُجرت دینے کا حکم دیا گیا ہے، ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: وہ تمہارے بھائی ہیں، جن کو خدا نے تمہارے ماتحت رکھا ہے؛ لہٰذا خدا نے جس کے ماتحت اس کے بھائی کو رکھا ہے، اس کو چاہیے کہ اس کو وہی کھلائے جو خود کھائے، جو خود پہنے

(۱) المستدرك: كتاب النكاح: حديث: ۲۷۱۸، حاکم کہتے ہیں کہ: یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

www.besturdubooks.net

وہی پہنائے ، اس کو ایسے کام کی تکلیف نہ دے جو اس کیلئے دشوار ہو اور اگر ایسے کام کی ذمہ داری سونپ دی تو پھر اس کی مدد کرے:

" فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَأَعِينُوهُمْ " (۱)

☆ اجرت کی مقدار کی تعیین پہلے ہی کردے، اجرت کو مبہم نہ رکھے:

رسول اللہ ﷺ نے کسی مزدور سے کام لینے سے منع فرمایا یہاں تک کہ اس کی اجرت واضح کردی جائے، "نَهٰى عَنْ اِسْتِجَارَةِ الْأَجِيرِ حَتّٰى يُبَيِّنُ لَهُ أَجْرَهُ" (۲)

حضور ﷺ نے مزدور کو اس کی محنت اور مشقت کے مطابق بغیر کسی ظلم یا ٹال مٹول کے اجرت دینے کا حکم کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: " أَعْطُوا الاَجِيرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَّجِفَّ عَرَقُهُ "(۳)

آپ ﷺ نے فرمایا: تین شخص ایسے ہیں کہ قیامت کے دن میں ان کا دشمن ہوں گا ، ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو کسی مزدور کو اجرت پر رکھے، اس سے پورا کام لے اور اسے اجرت نہ دے:

"رَجُلٌ اِسْتَأْجَرَ اَجِيرًا فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ "(۴)

---

(۱) بخاری: باب قول النبی صلی اللہ علیه وسلم العبید اخوانکم فاطعموهم مما تأكلون، حدیث: ۴۲۰۷

(۲) مسند احمد: مسند ابی سعید الخدری، حدیث: ۱۱۶۹۴، محقق شعیب الارنوط نے اس کی سند کے انقطاع کی وجہ سے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(۳) ابن ماجة: باب أجر الأجراء، حدیث: ۲۴۴۳، علامہ منذری کہتے ہیں کہ: اس روایت کو ابن ماجہ نے عبدالرحمٰن بن اسلم سے روایت کیا ہے اور ان کی توثیق کی گئی ہے، ابن عدی نے کہا ہے کہ: ان کی احادیث حسن درجہ کی ہیں اور لوگوں کو ان کے سلسلے میں شبہ ہوا ہے، بعض نے ان کو صدوق کہا ہے اور بعض نے ان کی تکذیب کی ہے: الترغیب: باب الترهیب من منع الأجیر أجره والأمر بتعجیل اعطائه: ۲۸۹۱۔

(۴) بخاری: باب اثم من باع حرًا، حدیث: ۲۱۱۴

www.besturdubooks.net

بعض لوگ اجرت تو متعین کر دیتے ہیں، لیکن ادائیگی میں من مانی رکاوٹ پریشان کن ترکیبیں اور جبر وظلم کے طریقے اختیار کرتے ہیں، اور مزدور کو وقت پر اس کا معمولی حق محنت بھی نہیں دیتے، اس لئے فرمایا اجرت کی ادائیگی میں ٹال مٹول نہ کرے:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مالدار کا مالداری کے باوجود دوسرے کے ادائے حق میں تاخیر کرنا ظلم ہے: "مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ"(۱)

فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ: اجرت ادا کرنے کی تین صورتیں ہیں: یا تو خود آجر کام سے پہلے اجرت دیدے، یا مزدور نے پیشگی مزدوری دینے کی شرط لگادی ہو، تو اس کو کام سے پہلے مزدوری دینی ہوگی، یا مزدور اپنے کام کی تکمیل کردے تو کام کی تکمیل پر اجرت ادا کرنی ہوگی۔

یہاں ہم ایسی حدیث نقل کئے دیتے ہیں جس سے مزدور کی مزدوری کی اہمیت، اسے وقت پر مزدور کا کسی عذر قید و بند، بیماری، سفر رکاوٹ وغیرہ کی وجہ سے وصول نہ کرسکنا، آجر (مزدور سے کام لینے والے) کا مزدور کی اس اجرت سے سرمایہ کاری کرنے اور یوں اجرت کے مال کو بڑھنے اور اس کی آمد اور مطالبہ پر آجر کا اجرت کو اس کے اضافہ اور منافع کے ساتھ واپس کرنے کو ایک بہت بڑا کار خیر، دعاؤں کی قبول ہونے کا ذریعہ اور بلاؤں اور مصائب کے دور ہونے کا وسیلہ بنایا گیا ہے۔

حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ تین آدمی سفر پر تھے، راستہ میں بادوباراں نے انہیں آن گھیرا، انہوں نے ایک پہاڑ کی تنگ غار میں پناہ لی، ہوا کے تھپیڑوں سے ایک پتھر گرا جو اس غار کے منہ پر آگرا اور وہ غار میں محصور ہوگئے، تینوں نے اپنے نیک اعمال جو صرف رب کریم کی رضا کے لئے کئے تھے، کو یاد کر کے دعائیں کی، پہلے نے رات بھر جاگ کر والدین کو دودھ پلانے، مگر ان کو بے آرامی سے بچانے کے لئے نہ جگانے مگر خود بیداری کی تکلیف اٹھانے کا وسیلہ بنا کر دعا کی تو ایک حصہ پتھر کا ہٹ گیا، دوسرے نے بڑی تگ ودو سے ایک حسین وجمیل عورت کو برائی کے لئے آمادہ کیا مگر اس کے صرف یہ

(۱) بخاری: باب مطل الغنی ظلم، حدیث: ۲۲۷۰

www.besturdubooks.net

کہنے پر کہ اللہ سے ڈر، گناہ سے باز رہا، گناہ کو ترک کرنے کو وسیلہ بنا کر دعا کیا تو دوسرا حصہ بھی غار کے منہ سے ہٹ گیا، اب تیسرے نے کہا: اے اللہ! میں نے مزدوروں کو اجرت پر رکھا، میں نے ان سب کی مزدوری ادا کردی، مگر ان میں سے ایک کسی وجہ سے اپنی مزدوری لئے بغیر چلا گیا، میں نے اس کی مزدوری کی رقم کو سرمایہ کاری میں لگا دیا اور اس سے بہت سارے مال بڑھ گئے، وہ ایک زمانہ کے بعد میرے پاس آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے بندے! میری اجرت دے دے، میں نے کہا: یہ جو کچھ تو دیکھ رہا ہے سارا تیری مزدوری (کا بڑھا ہوا مال) ہے، یہ اونٹ، یہ گائیں، یہ بکریاں بھیڑیں یہ غلام (سب تمہارے ہیں) اس نے (تعجب سے) کہا: اللہ کے بندے! مجھ سے مزاح نہ کر، میں نے عرض کیا: میں تجھ سے مزاح نہیں کر رہا، لہٰذا وہ سارے کا سارا لے گیا اور اس نے (میرے پاس) کچھ بھی نہ چھوڑا، اے اللہ! اگر میں نے یہ سب کچھ محض تیری رضا کے لئے کیا تو ہمیں اس تنگی سے نکال دے، جس میں ہم مبتلا ہیں، پتھر ہٹ گیا اور وہ پاؤں چلتے ہوئے باہر آ گئے "فَخَرَجُوْا يَمْشُوْنَ" (۱)

☆اس کے ساتھ ساتھ کام کی مقدار کا بھی تعین ہو :

آپ ﷺ نے فرمایا: غلام سے کوئی ایسا کام نہ لو جوان کی طاقت اور قوت سے باہر ہو۔(۲)

مثلاً اصولِ صحت کے اعتبار سے جن کاموں کو روزانہ چھ گھنٹے کیا جا سکتا ہے ان کے چھ گھنٹے اور جن کاموں کو آٹھ گھنٹے کیا جا سکتا ہے ان ملازمین کو آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی ہوگی، بعض لوگ کم عمر بچوں اور بوڑھوں سے ان کی طاقت اور قوت سے زیادہ کام لیتے ہیں، یہ قانوناً جرم ہے، مستقل ملازمین کیلئے ہفتہ میں ایک دن تعطیل، بیماری اور رشتہ داروں سے ملاقات کیلئے بھی رخصت ہونا چاہئے۔(۳)

---

(۱) بخاری: باب من استأجر أجيرا فترك أجره فعمل، حدیث:۲۱۵۲

(۲) مؤطا مالک

(۳) رد المحتار :۸۰/۳

www.besturdubooks.net

امام ابن حزم رحمہ اللہ مزدور سے کام (جسمانی یا ذہنی) لینے کا ایک حکیمانہ اصول بتاتے ہیں:

"وليستعملهما فيما يحسّانه ويطيقانه بلا إضرار بهما" کام لینے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ (آزاد یا غلام) دونوں قسم کے اجیروں سے اس حد تک کام لیں کہ وہ اچھی طرح اس کا کام انجام دے سکیں اور بقدرِ طاقت کام لینا چاہئے اور یہ نہ ہو کہ ان کو اتنی محنت کرنی پڑے کہ ان کی صحت وغیرہ کو نقصان ہو۔

☆ مزدوروں کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کیا جائے:

حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: مزدور تمہارے بھائی ہیں" أَنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ " (۱)

قرآنِ کریم نے حضرت شعیب علیہ السلام کے بحیثیتِ آجر (ملازمت پر رکھنے والے) کی یہ صفتیں بیان کی ہیں "مَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ" (۲) میں تم کو تکلیف دینا نہیں چاہتا، انشاء اللہ تم مجھ کو صالح اور نیک لوگوں میں پاؤ گے۔

☆ خادم کو مار پیٹ نہ کرے، خادم کو مار پیٹ کرنا یہ اس کے ساتھ بدسلوکی اور اس کے حق خدمت کے خلاف ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: میں نے اپنے ایک غلام کو مارا، تو میں نے اپنے پیچھے سے یہ آواز سنی، اے ابو مسعود! "اِنَّ اللّٰهَ أَقْدَرُ مِنْكَ عَلَيْكَ" اللہ کو تم پر تمہاری اس پر قدرت اور طاقت سے زیادہ طاقت حاصل ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ حضور ﷺ تھے، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ اللہ کیلئے آزاد ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم نے ایسا نہ کیا ہوتا تو تم کو جہنم کی آگ اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔ (۳)

---

(۱) ابوداؤد: باب في حق المملوك، حدیث: ۵۱۵۷، علامہ بوصیری فرماتے ہیں کہ: اس کی سند صحیح ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں اور ابو عارم الھانی ان کا نام عبداللہ بن غابر ہے۔ (۲) القصص: ۲۷

(۳) مسلم: كتاب الايمان، باب صحبة المماليك و كفارة من لطم عبده، حدیث: ۱۶۵۹

www.besturdubooks.net

اس حوالے سے حضور ﷺ کا خادموں اور نوکروں کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ ہمارے لئے اسوہ اور نمونہ ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''مَا ضَرَبَ ﷺ رَسُوْلُ اللّٰهِ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهِ وَلَا اِمْرَأَةً وَلَا خَادِمًا'' حضور ﷺ نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا نہ اپنی بیوی کو اور نہ ہی خادم کو۔(۱)

حضور ﷺ کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ اس حوالے سے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ اخلاق والے تھے، حضور ﷺ نے ایک دفعہ مجھے کسی ضرورت سے بھیجا، میں نے کہا: اللہ کی قسم! میرا اِرادہ حضور ﷺ کے بتلائے ہوئے کام کیلئے جانے کا تھا، کہتے ہیں: میں گھر سے نکل کر بچوں کے پاس سے گذرا وہ بازار میں کھیل رہے تھے، حضور ﷺ نے میرے پیچھے آ کر میری گدی کو پکڑا، میں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو آپ مسکرانے لگے، اور فرمایا: اے انس! میں نے جس کام کیلئے بھیجا تھا اس کیلئے جاؤ ''اِذْهَبْ حَيْثُ أَمَرْتُكَ'' میں نے کہا: ہاں، اے اللہ کے رسول ﷺ! میں جاؤں گا، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے حضور اکرم ﷺ کی سات سال یا نو سال خدمت کی حضور ﷺ نے کبھی کسی کام کے متعلق یوں کہا ہو کہ: تم نے ایسا ایسا کیوں کیا؟ اور نہ ہی میرے کسی کام کے نہ کرنے پر یوں کہا ہو کہ تم نے ایسا ایسا کیوں نہیں کیا؟ ''هَلَّا فَعَلْتَ كَذَا وَكَذَا؟''(۲)

☆ کام میں اس کا ہاتھ بٹائے، پورے کام کا بوجھ اسی پر نہ ڈالے، مثلاً وہ کسی بوجھ کو اٹھا رہا ہے اور اس کے اٹھانے میں اس کو کافی مشقت ہو رہی ہے تو تھوڑا ہاتھ خود بھی لگائے، آپ ﷺ نے خادم کے کام میں ہاتھ بٹانے پر اجر وثواب کا وعدہ فرمایا ہے، ارشادِ نبوی ہے ''مَا خَفَّفْتَ عَنْ خَادِمِكَ مِنْ عَمَلِهِ كَانَ لَكَ أَجْرًا فِيْ مَوَازِيْنِكَ''(۳)

---

(۱) مسلم: کتاب الفضائل، باب مباعدته للاثام، حدیث: ۲۳۲۸

(۲) مسلم: کتاب الفضائل: باب کان رسول الله أحسن الناس خلقا، حدیث: ۲۳۱۰

(۳) شعب الایمان: الاحسان الی الممالیك، حدیث: ۸۲۲۶

www.besturdubooks.net

☆ اس کے ساتھ یکساں سلوک کرے اس کو نیچ یا کمتر نہ سمجھے حضور ﷺ نے اپنی امت کے خادموں کے ساتھ بھی تواضع اور انکساری کا حکم کرتے ہوئے فرمایا: "مَا اسْتَكْبَرَ مَنْ أَكَلَ مَعَهُ خَادِمُهُ، وَرَكِبَ الْحِمَارَ بِالْأَسْوَاقِ وَاعْتَقَلَ الشَّاةَ فَحَلَبَهَا" وہ شخص کبر سے بری ہے جو اپنے خادم کے ساتھ کھائے، اور گدھے پر سوار ہو کر بازار جائے، اور بکری کو باندھ کر اس کا دودھ دوھے۔(۱)

☆ ملازم کو بھی امانت اور قوت کی صفت سے متصف ہونا چاہئے جو کہ کسی بھی عمل کے انجام دہی کیلئے ضروری ہوتے ہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جس بنیاد پر اپنا ملازم متعین کیا، وہ ان کی صاحبزادی کی یہ اطلاع تھی " يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ "(۲) ابا جان! ان کو مزدور رکھ لیجئے، بہترین مزدور جسے آپ رکھیں گے وہ ہوگا جو طاقتور اور امانت دار ہو۔

یہاں اچھے مزدور کی دو صفات بیان ہوئی ہیں: ایک تو وہ قوت وصلاحیت کا حامل ہو چنانچہ، غیر اہل کو کسی کام کی ذمہ داری سونپی نہ جائے۔

دوسرے یہ کہ وہ اپنے کام کو بحسن وخوبی اور پوری احساسِ ذمہ داری کے ساتھ، متعینہ وقت پر پوری دیانت داری کے ساتھ ادا کرے۔

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "عدل کے ساتھ وزن کرو" میں یہ بھی داخل ہے کہ ملازمین اپنے اوقاتِ ملازمت کا پورا پورا خیال رکھیں۔

امانت میں یہ بھی داخل ہے کہ اپنے مفوضہ کام کی ادائیگی میں رشوت اور الگ سے پیسہ نہ لے، چونکہ رشوت خوری کا یہ عمل شریعت کی نگاہ میں بڑا بھیانک اور دخولِ جہنم کا موجب عمل ہے "اَلرَّاشِيُ وَالْمُرْتَشِيُ كِلَاهُمَا فِي النَّارِ "(۳)

---

(۱) الأدب المفرد: باب الکبر، حدیث:۵۵۰ (۲) القصص :۲۶

(۳) ترمذی: الراشی والمرتشی فی الحکم، حدیث:۱۳۳۶، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

☆ ناجائز ملازمت نہ کرے یا ایسی ملازمت جو گناہ اور معصیت کی وجہ اور سبب بنتی ہو اس سے بھی پرہیز کرے، گناہ کا سبب بننا خود یہ گناہ کرنے کے درجہ میں ہے اس لئے فقہاء نے لکھا ہے: " لَا يَجُوزُ الِاسْتِئْجَارُ عَلٰى شَيْئٍ مِنَ الْغِنَاءِ وَالنَّوْحِ وَالْمَزَامِيرِ وَلَا أَجرَ لَهُمْ " (۱)

مزامیر، نوحہ خوانی اور گانے بجانے وغیرہ کے کاموں پر کسی کو اجیر رکھنا درست نہیں اور وہ اجرت کے حقدار نہیں ہوتے۔

اسی حکم میں سینما ہال کی ملازمت، گانے بجانے کے کام، انشورنس کی ایجنسی اور انشورنس اور بنک کی ایسی ملازمتیں ہیں جن میں سودی کاروبار لکھنا پڑے یا اس میں سود کا لین دین ہو۔

مالک کے حقوق:

کام وہی ذمہ میں وہی لینا چاہئے جس کا وقت اور قابلیت اور بوجھ اٹھانے کی آدمی طاقت رکھتا ہو اور جب بوجھ لے لے تو پھر نبھانا بھی چاہئے، نبی پاک ﷺ نے معراج کی رات میں ایک شخص کو دیکھا جو لکڑیوں کا گٹھر جمع کرتا ہے؛ لیکن اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا، یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ جھوٹی میڈیکل سرٹیفکٹ لگا کر نوکری پر ناغہ کیا جائے، جی لگا کر کام کرنا چاہئے، جب آدمی مالک کا اعتماد جیت لیتا ہے تو پھر اس کے ساتھ خصوصی معاملہ بھی کیا جاتا ہے۔

حکومت کا کارندہ ہو، یا کسی کمپنی کا، یا کسی کے پاس نوکر، یا خادم، یا روزانہ کی اجرت پر کام کر رہا ہوں، اس کو بھی چاہئے کہ وہ مندرجہ مالک کے حقوق کی رعایت کرے۔

جہاں مزدور اور ملازمین کے یہ حقوق ہیں وہیں ان کی ذمہ داریاں اور فرائض بھی بہت اہم ہیں، جن کی طرف قرآن مجید نے دو مختصر لفظوں میں اشارہ کر دیا ہے، حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسی علیہ السلام کو جس بنیاد پر اپنا ملازم متعین کیا وہ ان کی صاحبزادی کی یہ اطلاع تھی کہ:

---

(۱) المبسوط للسرخسی، باب الاجارة الفاسدة: ۳۸/۱۶، دارالمعرفة، بیروت

www.besturdubooks.net

”يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ “(۱)

ابا جان! ان کو مزدور رکھ لیجئے، بہتر مزدور جسے آپ رکھیں گے وہ ہوگا جو طاقتور اور امانت دار ہو۔

یہاں اچھے مزدور کی دو صفات بیان کی گئی ہیں، ایک قوت وصلاحیت اور دوسری امانت ودیانت، اس سے معلوم ہوا کہ اہلیت کے بغیر کسی کام کی ذمہ داری نہ لے، اس لئے فقہاء نے کم عقل اور ناتجربہ کار حکیم وڈاکٹر کو علاج سے روک دینے کا حکم دیا ہے۔(۲)

دوسرے یہ کہ وہ اپنے کام، ذمہ داریوں اور سونپی گئی اشیاء کے معاملہ میں امانت دار اور دیانت دار ہو، اگر مفوضہ کام میں وہ قصداً کوئی نقص رہنے دے یا متعینہ وقت کا اپنی ذمہ داریوں کے لئے پورا پورا استعمال نہ کرے تو یہ بات دیانت کے خلاف ہوگی، چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ عدل وانصاف کے ساتھ وزن کرو میں یہ بھی داخل ہے کہ ملازمین اپنے اوقاتِ ملازمت کا پورا پورا خیال رکھیں۔(۳)

۱- نہایت اچھے طریقے سے کام کو انجام دے

چونکہ ارشاد باری عزوجل ہے:

”إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيْعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلاً“(۴)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ہم بھی اس کا اجر ضائع نہیں کریں گے جس نے اچھے کام کئے۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: ”إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ إِذَا عَمِلَ أَحَدُكُمْ عَمَلًا أَنْ يُتْقِنَهُ“(۵) (بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کو انجام دے تو اس کو اچھے طریقے سے

---

(۱) سورة القصص: ۲۶ (۲) الأشباه والنظائر لابن نجيم: ۱۴۳

(۳) معارف القرآن: ۴۸۰/۵ (۴) الكهف: ۳۰

(۵) المعجم الاوسط، حديث أبي امامة، حديث: ۸۹۷

www.besturdubooks.net

انجام دے)۔

لہٰذا مزدور کو چاہیئے نہایت اخلاص، دیانتداری اور پختگی کے ساتھ کام انجام دے، اپنے کام کے ذریعے مخلوق کی خدمت کی نیت کر لے۔

۲- وقت کی پابندی کرے:

مزدور کو چاہیئے کہ وقتِ مقررہ کی پابندی کرے، اور وقتِ مقررہ میں مفوضہ کام کو انجام دینے کی کوشش کرے، وقت کو یوں ہی ضائع نہ کرے، آج کے کام کو کل پر نہ ڈالے، فراغت کو غنیمت جانے اور اپنے آپ کو نہایت امانداری کے ساتھ کام میں مشغول کرے، چونکہ حدیث شریف میں آیا ہے: "نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ"۔(۱)

۳- نہایت محنت اور چستی کے ساتھ کام انجام، سستی اور کاہلی سے کام نہ لے، اچھا مزدور وہ ہوتا ہے جو پھرتی اور چستی کے ساتھ مفوضہ کام انجام دیتا ہے، سست اور کاہل شخص پسندیدہ نہیں ہوتا۔

نبی کریم ﷺ نے سستی اور کاہلی سے پناہ مانگی ہے:

" اَللّٰهُمَّ، إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ" (۲) اے اللہ! میں عاجزی، سستی اور کاہلی سے پناہ چاہتا ہوں۔

۴-کام میں اللہ کا دھیان رہے:

اور کام اور مزدوری کے تعلق سے اللہ کا دھیان ہمیشہ پیش نظر رکھے جو کام وہ انجام دے رہا ہے، مالک اور باس تو نہیں دیکھ رہا، لیکن اس کی امانت اور خیانت پر اللہ تو گواہ ہے وہ اسے دیکھ رہا ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: "وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ"(۳) اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو اور اللہ اس کو جو تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔

(۱) بخاری: باب ماجاء فی الصحة والفراغ، حدیث:۶۰۴۹

(۲) بخاری: باب ما يتعوذ من الجبن، حدیث:۲۶۶۸ (۳) الحدید: ۴

www.besturdubooks.net

۵- ناجائز اور حرام امور سے بچے:

الف: مثلاً حکومت، یا کمپنی، یا جس کے پاس کام کر رہا ہے ان کی چیزوں کو ناحق نہ لے:

کیوں کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے: "لَا يَأْخُذُ أَحَدٌ مِنْكُمْ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ ، إِلَّا لَقِيَ اللّٰهَ يَحْمِلُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" (۱) اللہ کی قسم تم میں سے جو شخص کوئی چیز ناحق لے گا تو قیامت کے دن اللہ سے اس طرح ملے گا کہ وہ چیز اس پر سوار ہوگی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ: "مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلَى عَمَلٍ فَرَزَقْنَاهُ رِزْقًا فَمَا أَخَذَ بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ غُلُولٌ" (۲) حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے جس کو بھی کسی کام پر مامور کیا تو اس کا وظیفہ اور تنخواہ مقرر کی ہے پھر اس کے بعد جو کچھ وہ اس سے زائد حاصل کرے وہ چوری اور خیانت ہے۔

اور ایک روایت میں ہے:

حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگو! تم میں سے جو شخص ہمارے لیے کوئی کام کرتا ہے اور ہم سے ایک دھاگہ یا اس سے معمولی چیز چھپاتا ہے تو وہ خیانت ہے جس کے ساتھ وہ قیامت کے دن آئے گا، یہ سن کر ایک پکے رنگ کا انصاری کھڑا ہوا، وہ انصاری اب بھی میری نظروں کے سامنے ہے، اور کہنے لگا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے میرے ذمے جو کام سپرد فرمایا تھا، وہ ذمہ داری مجھ سے واپس لے لیجئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ میں نے آپ کو اس اس طرح کہتے ہوئے سنا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو میں اب یہ کہتا ہوں کہ جس شخص کو ہم کسی ذمہ داری پر فائز کریں وہ تھوڑا اور زیادہ سب ہمارے پاس لے کر

---

(۱) بخاری: باب احتيال العامل ليهدى له، حديث:۶۵۷۸

(۲) أبوداؤد: باب فی أرزاق العمال، حدیث:۲۹۴۳،اس روایت کو حاکم نے صحیحین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

آئے، پھراس میں سے جو اسے دیا جائے گا وہ لے لے اور جس سے روکا جائے، اس سے رک جائے: "فَمَا أُوتِیَ مِنْهُ أَخَذَ، وَمَا نُهِیَ عَنْهُ اِنْتَهَی" (۱)

ب- پابندی سے کام کو جائے، کسی شرعی یا قانونی معذوری کی وجہ سے نہ جا سکے تو کوئی حرج نہیں۔

ج- رشوت نہ لے:

ہدیہ لینا تو مستحب ہے، کسی گورنمنٹ اور حکومت کے کارندے کے لوگوں کے کاموں کی انجام دہی کے لئے رشوت لینا صحیح نہیں۔

احادیث میں رشوت کی ممانعت وارد ہوئی ہے، رشوت یہ کبیرہ گناہ، امانت میں خیانت اور حرام کمائی میں داخل ہے" حضرت ابن عمرو ﷺ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا رشوت لینے اور دینے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہو: "لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ" (۲)

ے- اپنے کام پر دوسرے پر رکھ کر خود فارغ نہ کرے:

کیوں کہ کام میں سب یکساں اور برابر نہیں ہوتے، جس اللہ عزوجل نے یوں بیان فرمایا ہے:

"وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً رَّجُلَیْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَهُوَ كَلٌّ عَلٰی مَوْلَاهُ أَیْنَمَا یُوَجِّهْهُ لَا یَأْتِ بِخَیْرٍ هَلْ یَسْتَوِیْ هُوَ وَمَنْ یَّأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ" (۳)

اور اللہ ایک اور مثال دو آدمیوں کی بیان فرماتا ہے ایک ان میں سے گونگا ہے کچھ بھی نہیں کر سکتا اور اپنے آقا پر ایک بوجھ ہے جہاں کہیں اسے بھیجے اس سے کوئی خوبی کی بات بن نہ آئے کیا یہ اور وہ

---

(۱) مسلم: باب تحریم هدایا العمال، حدیث:۱۸۳۳

(۲) سنن ابن ماجة : باب التغلیظ فی الحیف والرشوة، حدیث:۲۳۱۳

(۳) النحل: ۷۶

www.besturdubooks.net

برابر ہے جو لوگوں کو انصاف کا حکم دیتا ہے اور وہ خود بھی سیدھے راستے پر قائم ہے۔

د- کام کو نہایت امانتداری کے ساتھ انجام دے، کام کے اوقات میں بیکاری اوراخبارات کے مطالعہ یا بات چیت وغیرہ میں صرف نہ کرے:

حدیث شریف میں ہے:" لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ، وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَه" (۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کوئی خطبہ ایسا نہیں دیا جس میں یہ نہ فرمایا ہو کہ اس شخص کا ایمان نہیں جس کے پاس امانت داری نہ ہو اور اس شخص کا دین نہیں جس کے پاس وعدہ کی پاسداری نہ ہو۔

ہ- ایک دوسرے کے ساتھ حسن اخلاق کے ساتھ پیش آئے:

چونکہ حدیث شریف میں ہے:" إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا" (تم میں بہتر وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے اچھا ہو)۔(۲)

و- ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور حسن سلوک کا معاملہ کرے:

چونکہ ارشاد باری عزوجل ہے:"وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَاب " (۳) آپس میں نیک کام اور پرہیزگاری پر مدد کرو اور گناہ اور ظلم پر مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے:"وَ اللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ أَخِيْهِ" اللہ عزوجل بندے کی مدد میں ہوتے ہیں جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے۔(۴)

---

(۱) مسند احمد، مسند انس بن مالک، حدیث:۱۲۴۰۶

(۲) بخاری ، باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ،حدیث:۳۳۶۶

(۳) المائدۃ: ۲

(۴) صحیح مسلم: باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن ،حدیث:۲۶۹۹

www.besturdubooks.net

عورت کا تجارت یا ملازمت کرنا

اسلام نے عورت کے لئے کام کا میدان فراہم کیا ہے، عورت کا خرید وفروخت کرنا، یا یہ کہ وہ طبیبہ ہو، مدرّسہ یا مربیہ اس میں کوئی حرج نہیں، اسلامی معاشرے میں ماضی میں ایسی خواتین گذری ہیں جنہوں نے مختلف پیشوں کو اپنایا ہے جیسے تجارت، سوت کاتنا، کپڑا بننا، بیچنے کے لئے کھانا بنانا وغیرہ۔

۱۔ ابوحازم بن دینار روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگ سہل بن سعد ساعدی کے پاس آئے اور وہ اختلاف کر رہے تھے منبر کے متعلق، کہ اس کی لکڑی کس درخت کی تھی، تو ان لوگوں نے ان (سہل بن سعد ساعدی) سے اس کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے جواب دیا کہ واللہ میں جانتا ہوں کہ منبر کس درخت کی لکڑی کا تھا، اور واللہ میں نے پہلے ہی دن اس کو دیکھا، وہ رکھا گیا تھا اور سب سے پہلے دن جب اس پر رسول اللہ ﷺ بیٹھے، رسول اللہ ﷺ نے انصار کی فلاں عورت کا نام سہل نے بیان بھی کیا، کے پاس کہلا بھیجا کہ تم اپنے بڑھئی لڑکے کو حکم دو کہ وہ میرے واسطے ایسی لکڑیاں بنا دے کہ جب میں لوگوں سے مخاطب ہوں، تو اس پر بیٹھوں: "مُرِیْ غُلَامَكِ النَّجَّارِ أَنْ يَّعْمَلَ لِیْ أَعْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ" چنانچہ اس عورت نے اس لڑکے کو اس کے بنانے کا حکم دیا، تو غابہ کے جھاؤ کے درخت کا بنایا، پھر اس عورت کے پاس لے کر آیا تو اس عورت نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کو بھیج دیا آپ ﷺ نے حکم دیا تو وہاں رکھا گیا، پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی اور تکبیر کہی، پھر اسی پر

www.besturdubooks.net

رکوع بھی کیا بعد ازاں الٹے پاؤں پھرے اور منبر کی جڑ میں سجدہ کیا، پھر واپس اپنی جگہ پر گئے، جب فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے لوگو میں نے ایسا اس لئے کیا کہ تم میری اقتدا کرو اور میری نماز سیکھ لو۔(۱)

اس سے پتہ چلا کہ عورت کا پیشوں کو اختیار کرنا اور عورتوں کی جانب سے خرید وفروخت کرنا جائز ہے۔

۲۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میرے پاس حضرت بریرہ آئی اور کہا کہ میرے مالکوں نے مجھے نو اوقیہ نو سالوں میں ہر سال میں ایک اوقیہ ادا کرنے پر مکاتب بنایا ہے آپ (رضی اللہ عنہا) میری مدد کریں تو میں نے اس سے کہا اگر تیرے مالک چاہیں تو میں ان کو یہ بدل کتابت ایک ہی دفعہ ادا کروں اور تجھے آزاد کردوں اور ولا میرے لئے ہو جائے گا تو بریرہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کا اپنے مالکوں سے ذکر کیا انہوں نے انکار کر دیا سوائے اس کے کہ ولا ان کے لئے ہو وہ میرے پاس آئیں اور اس کا ذکر کیا تو میں نے اسے جھڑکا تو اس نے کہا نہیں اللہ کی قسم ایسا نہیں جب اس نے یہ کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا اور مجھ سے پوچھا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس کو خرید اور آزاد کر اور ولا کی شرط انہیں کے لئے کرلے ''اَلْوِلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ''۔(۲)

اس حدیث میں ''اِشْتَرِیْ وَاَعْتِقِیْ'' کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ عورت کو بیچنے اور خریدنے کا حکم دیا ہے۔امام بخاری نے بھی اس پر یہ عنوان باندھا ہے ''البیع والشراء مع النساء'' (عورتوں کے ساتھ خرید وفروخت) اور علامہ ابن حجرؒ نے شرح حدیث میں فرمایا ہے:'' وَإِنَّ الْمَرْأَةَ الرَّشِيْدَةَ تَتَصَرَّفُ لِنَفْسِهَا فِيْ الْبَيْعِ وَغَيْرِهِ وَلَوْ كَانَتْ مُزَوَّجَةً''(۳)

---

(۱) بخاری: باب الخطبة علی المنبر، حدیث:۸۷۵

(۲) بخاری:باب البیع والشراء مع النساء، حدیث:۲۰۴۷

(۳) فتح الباری : باب استعانة المکاتب وسؤاله الناس:۱۹۲/۵،دارالمعرفة،بیروت

www.besturdubooks.net

۳۔ سہل بن سعد ساعدی روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم میں ایک عورت تھی جو اپنے کھیت میں نہر کے کنارے چقندر بویا کرتی ہیں، جب جمعہ کا دن آتا تو چقندر کی جڑوں کو اکھاڑتی اور اسے ہانڈی میں پکاتی، پھر جو کا آٹا پیس کر اس ہانڈی میں ڈالتی، تو چقندر کی جڑیں گویا اس کی بوٹیاں ہو جاتیں، اور ہم جمعہ کی نماز سے فارغ ہوتے تو اس کے پاس جا کر اسے سلام کرتے، وہ کھانا ہمارے پاس لا کر رکھ دیتی اور ہم اسے چاٹتے تھے، اور ہم لوگوں کو اس کے اس کھانے کے سبب سے جمعہ کے دن کی تمنا ہوتی تھی: "وَكُنَّا نَتَمَنّٰى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِطَعَامِهَا ذٰلِكَ" (۱)

۴۔ سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا جوام المساکین کے نام سے جانی جاتی ہیں، ان کا نام ہی اس لئے پڑا تھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے اون کاتتی تھیں، چمڑے کو دباغت دیتیں، لڑیاں پروتیں اور اس کو بازار میں فروخت کرتیں اور اس کی قیمت کو مساکین پر صدقہ کرتیں "وَصَنَّاعًا تُصَدِّقُ بِذَالِكَ كُلِّهِ عَلي الْمَسَاكِيْنِ" (۲)

۵۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ جو ان کے ہاتھ سونے کی چین تھی۔

روایت ہے کہ جو رسول کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے فرمایا فاطمہ جو کہ ھبیرہ کی لڑکی تھیں ایک دن خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئیں ان کے ہاتھ میں بڑے بڑے موٹے چھلے تھے رسول کریم ﷺ نے ان کے ہاتھ پر مارنا شروع کیا۔ وہ حضرت فاطمہ کی خدمت میں پہنچیں جو کہ رسول کریم ﷺ کی صاحبزادی تھیں اور انہوں نے ان سے شکوہ کیا رسول کریم ﷺ کا۔ حضرت فاطمہ نے یہ سن کر اپنے گلے کا ہار نکال دیا جو کہ سونے کا تھا اور کہا یہ مجھ کو ابوالحسن نے تحفہ بخشا ہے (ابوالحسن یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے)۔ اس دوران میں رسول کریم ﷺ تشریف لائے اور وہ ہار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ میں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے فاطمہ! کیا تم پسند کرتی ہو کہ لوگ کہیں کہ رسول کریم ﷺ

(۱) بخاری: كتاب الجمعة ، باب قوله تعالي ، فإذا قضيت الصلاة، حديث: ۹۳۸

(۲) الإصابة : زينت بنت جحش: ۱۵۴/۸، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

www.besturdubooks.net

کی صاحبزادی کے ہاتھ میں ایک آگ کی زنجیر ہے پھر آپ ﷺ تشریف لے گئے اور قیام نہیں کیا۔ حضرت فاطمہ نے وہ زنجیر بازار میں بھیج دی اور اس کو فروخت کر کے ایک غلام خریدا پھر اس کو آزاد کر دیا۔ رسول کریم ﷺ کو اس بات کی اطلاع ملی آپ ﷺ نے فرمایا خداوند قدوس کا شکر و احسان ہے کہ جس نے (حضرت) فاطمہ کو دوزخ کی آگ سے نجات عطا فرمائی۔ "اَلْحَمدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰی فَاطِمَةَ مِنَ النَّارِ"(۱)

ان دونوں قصوں سے پتہ چلا کہ خرید وفروخت میں، غلام و باندی کی آزادی میں عورت کو مکمل اختیار ہے۔

فقہاء کے اقوال:

۱۔ ابن عابدین کہتے ہیں: لِلْوَالِدِ دَفْعُ اِبْنَتِهٖ إِلٰی اِمْرَأَةٍ تُعَلِّمُهَا حِرْفَةً كَالتَّطْرِيْزِ وَالْخِيَاطَةِ وَبِذٰلِكَ تَعُوْلُ نَفْسَهَا مِنْ كَسْبِهَا عِنْدَ الْحَاجَةِ "والد اپنے لڑکے کو ایسی عورت کے حوالہ کر سکتا ہے جو اس کو کوئی پیشہ نقش و نگاری یا ٹیلرنگ وغیرہ سکھائے؛ تاکہ وہ اس کی کمائی سے ضرورت کے وقت میں اپنے عیال واولاد کی پرورش کر سکے" (۲)

علامہ ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں: " وَبَيْعُ الْمَرْأَةِ مُذْ تَبْلُغُ ، وَالْبِكْرُ ذَاتُ الْأَبِ، وَغَيْرُ ذَاتِ الْأَبِ، وَالثَّيِّبُ ذَاتُ الزَّوْجِ وَالَّتِیْ لَا زَوْجَ لَهَا جَائِزٌ وَابْتِيَاعُهَا كَذٰلِكَ"(۳) عورت کا بالغ ہونے کے بعد خرید وفروخت کرنا، اسی طرح باپ والی لڑکی اور یتیم اور شوہر والی ثیبہ اور جس کا شوہر نہ ہو ان کا خرید وفروخت کرنا جائز ہے۔

شوہر یا ولی کو عورت کے گھر کے اندر کام کی ممانعت کا کتنا حق ہے؟

سابقہ احادیث وفقہی عبارات کی روشنی میں اس بات کا پتہ چلا کہ عورت کا کمانا

---

(۱) السنن الکبری للبیهقی: باب سیاق أخبار تدل علی تحریم، حدیث:۷۸۰۶، علامہ منذری ترغیب میں فرماتے ہیں: اس کو نسائی نے صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(۲) حاشیہ رد المحتار : ۵۱۲/۳ (۳) المحلی بالآثار: ۱۴۰/۷، دار الفکر

www.besturdubooks.net

اورکسب ومعاش کی جدوجہد مشروع ہے، اگر عورت کا گھر کا کام ہے تب تو یہ بالکل مشروع اور غیر ممنوع کام ہے، بغیر کسی دلیل اور وجہ کے اس کو گھر کے کام سے منع کرنا درست نہیں، جب تک کہ اس کے کام سے کسی کو نقصان نہ پہنچتا ہو۔

چنانچہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

”وقالوا هنا له أن يمنع امرأته من الغزل، كذا فى الظهيرية، وينبغى عدم تخصيص الغزل، بل له أن يمنعها من الأعمال كلها المقتضية للكسب، لأنها مستغنية عنه لوجوب كفايتها عليه، وكذا من العمل تبرعا لأجنبى بالأولى“(۱)

ان لوگوں نے اس کو اپنے بیوی کو سوت کاتنے سے منع کرنا جائز ہے، جیسا کہ ظہیریہ میں ہے، صرف سوت کاتنے کی ممانعت کے ساتھ مخصوص نہیں؛ بلکہ اس کو کمائی کے تمام کاموں سے منع کیا جائے گا، چونکہ وہ شوہر کے اس کے لئے کفایت کرنے کی وجہ سے کمائی سے مستغنی ہے، تو بطور تبرع کے کسی اجنبی کے لئے کام کرنا تو بدرجہ اولی منع ہوگا۔

اور ابن عابدین ممانعت کے قول پر فرماتے ہیں:

”ثم إن قولهم منعها من الغزل يشمل غزلها لنفسها، فإن كانت العلة فيها السهر والتعب المنقص لجمالها، فله منعها عما يؤدى إلى ذلك، لا ما دونه، وإن كانت العلة استغنائها عن الكسب كما مر، ففيه: أنها قد تحتاج إلى ما لا يلزم الزوج شرائها لها، والذى ينبغى تحريره أن يكون منعها عن كل عمل يؤدى إلى تنقيص حقه أو ضرره، أو إلى خروجها من بيته، أما العمل الذى لا ضرر له فيه، فلا وجه لمنعها عنه

(۱) البحر الرائق: باب النفقة فى اللغة الإنسان على عياله: ۲۱۳/۴، دار المعرفة، بيروت

www.besturdubooks.net

خصوصا فی حال غیبته من بیته، أما العمل الذی لا ضرر له فیه، فلا وجه لمنعها عنه خصوصا فی حال غیبته من بیته، فإن ترك المرأة بلا عمل فی بیتها یؤدی إلی وساوس النفس والشیطان، أو الاشتغال بما لا یعنی مع الأجانب والجیران"(۱)

بہرحال علامہ ابن عابدین شامی کی اس بات عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ اگر عورت کے کام کی وجہ سے اس کے حق زوجیت کی ادائیگی میں کچھ کمی کوتاہی ہوسکتی ہو تو جیسے جاگنے کی وجہ سے اس کے کمزور ہوجانے یا تھک جانے کا اندیشہ ہو جس کا سلبی اور منفی اثر اس کے خوبصورتی وحسن وجمال پر پڑتا ہو یا تھکاوٹ اور کمزوری کی وجہ سے شوہر کے حق زوجیت کی ادائیگی میں نقص کا اندیشہ ہو تو شوہر عورت کو گھر میں کام کرنے سے منع کرسکتا ہے۔

۲۔ صرف اس وجہ سے عورت کو کسب ومعاش سے روکنا کہ شوہر خود اس کی کفایت کرسکتا ہے تو علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ شوہر کو اس کا حق نہیں، چونکہ کبھی عورت کو ایسی اشیاء کی ضرورت درپیش ہوسکتی ہے جو شوہر کے ذمہ واجب نان ونفقہ کے تحت نہ آتی ہوں تو اس ضرورت کے پورا کرنے کے لئے بیوی کسب اور عمل کرسکتی ہے، ہاں یہ ضروری ہے کہ اس کی وجہ سے شوہر کے حقوق زوجیت پر اثر نہ پڑتا ہو، یا شخصی یا گھریلو منافع پر اس کا اثر نہ پڑتا ہو، خصوصا اگر شوہر موجود نہیں ہے تو وہ کمائی کرسکتی ہے اور فرماتے ہیں کہ: بیکاری کی وجہ سے کبھی عورت نفس وشیطان کے بہکاوے میں آسکتی ہے۔

یہی رائے شوافع میں ابن صلاح اور مالکیہ حطاب (۲) کی ہے۔

چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی یہ صناع عورت تھی، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس مال نہیں تھا، وہ عبداللہ بن مسعود اور ان کے لڑکے پر خرچ اپنی کاریگری کے پیسے

---

(۱) رد المحتار: ۶۰۳/۳ (۲) مواهب الجلیل: ۱۶۸/۴

www.besturdubooks.net

خرچ کرتی تھی، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ کیا مجھے اس میں اجر ملے گا؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "أَنفِقِي عَلَيْهِمْ فَلَكِ أَجْرُ مَا أَنفَقْتِ عَلَيْهِمْ" (خروج کرتی رہو تم کو ان پر خرچ کرنے کا ثواب ملے گا) اور ایک روایت میں ہے: ہاں اس کے لئے دو اجر ہیں ایک تو رشتہ دار کا اجر اور دوسرے صدقہ کا اجر۔(۱)

عورت کا گھر کے باہر کام کرنا:

یعنی عورت کا گورنمنٹ محکموں یا کسی بھی میدان میں گھر کے باہر باتنخواہ کام کرنا تو یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ یہ عورتیں تین قسم کی ہوتی ہیں۔

۱۔ ایک قسم تو ان لوگوں کی ہے جو ضرورت کی وجہ سے گھر سے نکلتی ہیں، خود اپنی اور اپنے آل واولاد کی آسائش اور راحت اور ان کی معیشت کو بلند کرنا ان کا مقصود ہوتا ہے، وہ زندگی میں اپنے شریک حیات کا ہاتھ بٹانا چاہتی ہیں، اکثر وبیشتر عورتیں اسی قسم کی ہیں۔

۲۔ دوسری قسم عورتوں کی وہ ہے جو حاجت اور ضرورت کی وجہ سے نہیں، بلکہ اپنی خواہش سے نکلتے ہیں، وہ گھر میں بیٹھے رہنے کو اپنی شخصیت کے لئے نقص باور کرتی ہیں اور اس کو صلاحیتوں کو کمزور کرنے والا عمل گردانتی ہیں۔

۳۔ عورتوں کی تیسری قسم وہ ہے جو عام وطنی مصالح کے پیش نظر گھر سے باہر نکلتی ہیں، وہ اپنی معاشرے میں ذمہ داری ادا کرنا اور اپنا نسوانی دائرے کار میں تدریس یا طبابت اور ڈاکٹری کے ذریعہ حصہ ادا کرنا چاہتی ہیں۔

عورت کے گھر کے باہر کام کرنے کا حکم:

تمام فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ بیوی کا نان ونفقہ شوہر پر واجب ہے اللہ تعالی کے ارشاد کی وجہ سے "وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُنَّ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ" (۲) اس آیت سے پتہ چلا کہ مرد پر اپنی اس مطلقہ بیوی کا نفقہ واجب ہے جو اس کے بچے کو

---

(۱) بخاری: كتاب الزكاة، باب الزكاة على الزوج والأيتام في الحجر، حديث: ۱۴۶۶، ۱۴۶۷

(۲) سورة البقرة: ۲۳۳

www.besturdubooks.net

دودھ پلا رہی ہو۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشادگرامی ہے: "وَلَهُنَّ عَلَيْكُم رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ" (تم پر ان کا رزق اور کپڑا معروف طریقے سے واجب ہے)۔(۱)

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: "وَانْعَقَدَ الأَجْمَاعُ عَلَي الْوُجُوبِ"(۲)

اگر چہ بیوی کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ ہے؛ لیکن اسلام اپنی دوربین نگاہی اور حکیمانہ نظریہ دیکھتا ہے کہ اگر کسی حاجت اور ضرورت سے عورت کو کام کرنا پڑے، یا اس کے کام کرنے میں امت کے لئے مصلحت ہو، تو اسلام اس کے کام کرنے کو منع نہیں کرتا، چونکہ اسلام آسان دین ہے اور اس نے بندوں پر سے حرج اور مشقت کو دور کیا ہے، ارشاد باری عزوجل ہے: " فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ " (۳) قرآن کریم سے اشارۃ یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت ضرورت کے وقت کام کے لئے گھر کے باہر جاسکتی ہے، اسی طرح احادیث سے بھی ضرورت کے وقت عورت کا گھر کے باہر کام کے لئے جانے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

قرآن کریم کے دلائل:

۱- موسی علیہ السلام کا واقعہ جب وہ مصر سے نکلے تھے، ان کی ملاقات اللہ کے نبی شعیب علیہ السلام کے ساتھ ہوئی تھی، جس کو اللہ عزوجل نے یوں فرمایا:

"قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَاءُ وَأَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ،فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰى إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّيْ لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ"(۴)

اس آیت سے پتہ چلا کہ اللہ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنے دونوں لڑکیوں کو گھر کے باہر بکریوں کو چرانے اور مدین کے کنویں پر پانی پلانے کے لئے بھیجا تھا۔ چونکہ حضرت شعیب علیہ السلام بوڑھاپے کی وجہ سے یہ کام انجام نہیں

---

(۱) مسلم: باب حجۃ النبی ﷺ، حدیث:۲۹۲۲ (۲) فتح الباری: ۵۰۰/۹

(۳) البقرۃ: ۱۷۳ (۴) القصص: ۲۳-۲۴

www.besturdubooks.net

دے سکتے تھے، اگر وہ یہ کام خود کر سکتے تو خود کر لیتے ،لڑکیوں کو ضرورت کے وقت اس کی اجازت دی۔

احادیث نبوی کے دلائل:

۱۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری خالہ کو طلاق دی گئی اس نے اپنی کھجوروں کو کاٹنا چاہا تو اسے ایک آدمی نے ڈانٹ دیا کہ وہ نکل جائے وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیوں نہیں تو اپنی کھجور کاٹ کیونکہ قریب ہے کہ تو صدقہ یا اور کوئی نیکی کا کام کرے گی: ”عَسٰی أَنْ تَصَدَّقِی أَوْ تَفْعَلِی مَعْرُوْفًا“(۱)

حضرت اسماء سے مروی ہے کہ جس وقت حضرت زبیر سے میرا نکاح ہوا روئے زمین پر ان کے گھوڑے کے علاوہ کوئی مال یا غلام یا کوئی اور چیز ان کی ملکیت میں نہ تھی میں ان کے گھوڑے کا چارہ تیار کرتی تھی اس کی ضروریات مہیا کرتی تھی اور اس کی دیکھ بھال کرتی تھی اسی طرح ان کے اونٹ کے لئے گٹھلیاں کوٹتی تھی اس کا چارہ بناتی تھی، اسے پانی پلاتی تھی، ان کے ڈول کو سیتی تھی، آٹا گوندھتی تھی، میں روٹی اچھی طرح نہیں پکا سکتی تھی، اس لئے میری کچھ انصاری پڑوسی خواتین مجھے روٹی پکا دیتی تھیں، وہ سچی سہیلیاں تھیں، یاد رہے کہ میں گٹھلیاں حضرت زبیر کی اس زمین سے لایا کرتی تھی جو بعد میں نبی علیہ السلام نے انہیں بطور جاگیر کے دیدی تھی، میں نے انہیں اپنے سر پر رکھا ہوتا تھا اور وہ زمین ہمارے گھر سے ایک فرسخ کے دو تہائی کے قریب بنتی تھی۔ایک دن میں وہاں سے آرہی تھی اور گٹھلیوں کی گٹھڑی میرے سر پر تھی کہ راستے میں نبی علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی، نبی علیہ السلام کے ساتھ کچھ صحابہ بھی تھے، نبی علیہ السلام نے مجھے پکارا اور مجھے اپنے پیچھے سوار کرنے کے لئے اونٹ کو بٹھانے لگے لیکن مجھے مردوں کے ساتھ جاتے ہوئے شرم آئی اور مجھے زبیر اور ان کی غیرت یاد آ گئی کیونکہ وہ بڑے باغیرت آدمی تھے، نبی علیہ السلام یہ بھانپ گئے کہ مجھے شرم آرہی ہے لہٰذا نبی علیہ السلام آگے چل

(۱) مسلم : باب جواز خروج المعتدة، حدیث:۳۷۱۴

www.besturdubooks.net

پڑے، میں گھر پہنچی تو زبیر سے ذکر کیا کہ آج مجھے نبی ﷺ ملے تھے، میرے سر پر کھجوروں کی گٹھلیاں تھیں، نبی علیہ السلام کے ساتھ کچھ صحابہ بھی تھے، نبی ﷺ نے اپنے اونٹ کو بٹھایا تاکہ میں اس پر سوار ہو جاؤں لیکن مجھے حیا آئی، اور آپ کی غیرت کا بھی خیال آیا، انہوں نے فرمایا واللہ تمہارا نبی علیہ السلام کے ساتھ سوار ہونے کی نسبت گٹھلیاں لاد کر لانا مجھ پر اس سے زیادہ شاق گزرتا ہے بالآخر حضرت صدیق اکبر نے اس کے کچھ ہی عرصے بعد میرے پاس ایک خادم بھیج دیا اور گھوڑے کی دیکھ بھال سے میں بری الذمہ ہوگئی اور ایسا لگا کہ جیسے انہوں نے مجھے آزاد کر دیا ہو۔(۱)

کیا شوہر شادی کے بعد کام کرنے والی عورت کو باہر جانے سے روک سکتا ہے؟

اگر کوئی شخص کسی ایسی عورت سے نکاح کرے جو عقد نکاح کے وقت کوئی کام کرتی ہو تو شوہر کو اس کو کام سے روکنے کا حق ہے، اور اگر شوہر اس کو کام سے نہ روکے اور اس سے شادی کر لے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر اس کے اس عمل اور کام سے راضی ہے، اور وہ اپنی بیوی کو مکمل طور روکے رکھنے کے حق سے دستبردار ہو رہا ہے۔

اسی کو بحر الرائق میں یوں فرمایا:

”یجوز للرجل أن یأذن لها بالخروج إلى سبعة مواضع: زیارة الأبوین، ورعایتهما وتعزیتهما، أو أحدهما، وزیارة المحارم، فإن كانت قابلة أو غسالة أو كان لها“ (۲)

یعنی جو عورت شادی سے پہلے ہی قابلہ اور دایہ یا مردوں کے غسل دینے کا کام کرتی ہو تو اگر شوہر نے شادی کے وقت منع نہ کیا ہو پھر بعد میں منع کرے تو وہ شوہر کی اجازت کے بغیر بھی اپنے کام سے جا سکتی ہے، چونکہ یہ کام مصلحت عامہ سے متعلق ہیں۔

---

(۱) بخاری: کتاب النکاح، باب الغیرة، حدیث:۱۱۴۸

(۲) البحر الرائق:۲۱۲/۴

www.besturdubooks.net

عورتیں جن میدانوں میں کام کرسکتی ہے؟

۱- دعوۃ إلی اللہ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، جیسے عورتوں میں وعظ وبیان کرنا اوران کے اصلاح کے لئے کام کرنا۔

خولہ بنت حکیم نے امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کوراستے میں نصیحت کی تھی تو حضرت عمران کی بات کو سننے کے لئے کھڑے ہوگئے تھے۔(۱)

۲- گھریلو کام کرسکتی ہے، فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ اور اسماء بنت ابی بکر گھریلو کام کاج کرتی تھیں۔

۳- جہاد اور غزوات میں وہ کام کرسکتی ہیں جوان کی انوثیت اوران کی فطرت کے مطابق ہوں، زخموں کے علاج ومعالجہ، مجاہدین کو پانی پلانا، ان کا کھانا بنانا اس طرح کے دیگر کا کام۔

۴- ہاتھ کے کام جیسے نقش ونگاری، ٹیلرنگ وغیرہ۔

۵- تعلیم وتدریس کے تمام مراحل میں یہ خدمات انجام دے سکتی ہے جب کہ وہ عورتوں میں یہ کام انجام دے، ہاں اگر بہت زیادہ ضرورت درپیش ہواور باپردہ ہوں اور فتنہ سے امن ہوتو پھر مردوں میں بھی یہ خدمت انجام دے سکتی ہے۔

۶- طب وعلاج کے میدان میں: وہ نرس اور علاج ومعالجہ کا کام انجام دے سکتی ہے، اورعورتوں سے متعلق امراض میں خصوصا کام کرسکتی ہے کہ مسلمان عورتوں کوکسی اجنبی عورت کے سامنے بے پردہ نہ ہونا پڑے۔

۷- عورت کے دائرہ کار میں سماجی خدمات انجام دے سکتی ہے، جیسے بوڑھی عورتوں کی دیکھ ریکھ، یتیم بچیوں کی پرورش وپرداخت وغیرہ۔

۸- اسلامی بنکوں میں عورتوں کے شعبہ میں کام کرنا۔

عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کے شروط وضوابط:

۱- گھر سے کام کے لئے نکلنا یہ ولی یا شوہر کی اجازت سے ہو، اس سلسلے میں ارشاد

(۱) اخبار عمر، علی الطنطاوی: ۳۳۰

www.besturdubooks.net

باری عزوجل ہے:"اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ" (۱) جب مسجد میں جانے کے لئے عورت کا اپنی ولی سے اجازت لینا ہے نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی کی وجہ سے "إِذَا اسْتَأْذَنَتْ الْمَرْأَةُ أَحَدُكُمْ فَلَا يَمْنَعُهَا" (۲)

۲- وہی کام کرے جو اس کی جسمانیت ونسوانیت کے ہم آہنگ ہو، اس کی طبیعت وفطرت سے میل کھاتے ہو، مشقت انگیز کام، تعمیری، لوہے، چوکیداری کہ یہ مردوں کے مناسب ہیں، فقہاء نے اس آیت سے یہ استنباط کیا ہے محنت ومشقت مرد کو کرنا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

"فَقُلْنَا يَا آدَمُ إِنَّ هَذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَىٰ" (۳)

اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے "فتشقی" فرمایا ہے "فتشقیا" نہیں فرمایا۔

۳- عورت مردانہ اختلاط اور میل جول سے پرہیز کرے، چونکہ اس کیوجہ سے مفاسد جنم لے سکتے ہیں، نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:"لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ"(۴)

"اور حضرت ابواسید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دن رسول اکرم ﷺ کو اس وقت جب کہ آپ مسجد سے نکل رہے تھے لوگوں سے دینی ہدایات و احکام شرعی مسائل بیان کرتے ہوئے سنا پھر راستہ میں مرد عورتوں سے مل گئے یعنی مرد اور عورتیں مخلوط ہو کر راستہ میں چلنے لگے آنحضرت ﷺ نے یہ دیکھ کر عورتوں سے فرمایا کہ تم مردوں کے پیچھے چلو اور ان سے الگ رہو کیونکہ تمہارے لیے ضروری ہے کہ تم راستہ کے کنارے پر چلا کرو۔ چنانچہ عورتوں نے آنحضرت ﷺ کے اس حکم پر اس طرح عمل کیا

---

(۱) النساء: ۳۴

(۲) البخاری، کتاب الأذان، باب استئذان المرأة زوجها بالخروج إلى المسجد، حدیث:۸۷۳ (۳) طہ:۱۱۷

(۴) مسلم: باب سفر المرأة مع محرم إلى الحج وغيره، حدیث:۳۲۵۱

www.besturdubooks.net

کہ وہ راستہ چلتیں تو دیواروں سے لگ کر چلا کرتیں یہاں تک کہ بعض اوقات ان کا کپڑا دیوار سے اٹک جاتا تھا" حَتّی إِنَّ ثَوْبَهَا لِيَتَعَلَّقَ بِالْجِدَارِ مِنْ لُصُوقِهَا بِهِ" (۱)

آج کل کمپنیوں، دفتروں وغیرہ میں اختلاط اور مردانہ وزنانہ اختلاط عام ہوگیا ہے جس کی اجازت ہرگز نہیں دی جاسکتی۔

۴- لباس، خوشبو اور کلام اور راستے میں چلنے یا کام کی جگہوں میں فتنہ سے اجتناب کے تمام ذرائع سے اجتناب کرے، بالکل چست اور مکمل ساتر لباس کے ساتھ جائے، اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

"يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ"(۲)

اور راستے چلنے میں بھی اپنی نسوانیت کا اظہار نہ کریں "وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِن"(۳)

۵- عورت کے باہر کے کام کی وجہ سے اس کی گھریلو ذمہ داریوں پر حرج اور خلل واقع نہ ہو، گھر کے تقاضوں اور کام کی ذمہ داریوں میں توازن برقرار رہے۔

عورتوں کا چرخہ کاتنا

۱- عبداللہ بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے لڑکوں کو تیرنا اور تیر اندازی سکھاؤ اور مسلمان عورت کا گھر بیٹھے بہترین مشغلہ چرخہ ہے:

" عَلِّمُوا اَبْنَائَكُمُ السَّبَاحَةَ وَالرِّمَايَةَ ، وَنِعْمَ لَهْوُ الْمُؤْمِنَةِ فِيْ بَيْتِهَا الْمَغْزَلُ"(۴)

---

(۱) سنن أبوداؤد: باب فی مشی النساء، حدیث: ۵۲۷۲

(۲) الاحزاب: ۵۹ (۳) النور: ۳۱

(۴) معرفة الصحابة، بكر بن عبد الله بن ربيع الأنصاري: ۴۴۱/۱، دارالوطن للنشر، ریاض

www.besturdubooks.net

۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورت کا بہترین مشغلہ چرخہ ہے'' " نعم لهو المرأة مغزلها"(۱)

۳- حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں میں سے نیک آدمیوں کا کام سینا ہے اور عورتوں میں سے نیک بیبیوں کا کام چرخہ کاتنا ہے۔

" عَمَلُ الأَبْرَارِ مِنَ الرِّجَالِ الْخِيَاطَةُ وَعَمَلُ الأَبْرَارِ مِنَ النَّسَاءِ الْغَزْلُ"(۲)

۴- خطیب بغدادی اپنی کتاب تاریخ بغداد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی عورتوں کی مجلسوں کو چرخہ سے زینت دو"زَيِّنُوا مَجَالِسَ نِسَاءِ كُمْ بِالْمَغْزَلِ"(۳)

۵- ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز ام المؤمنین حضرت ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ ان کے سامنے ایک چرخہ رکھا ہوا ہے اور وہ کات رہی ہیں، میں نے عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ جب کبھی آپ کے پاس آتا ہوں تو آپ کے سامنے چرخہ دیکھتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ چرخہ شیطان کو دفع کرتا ہے اور دوسرے یہ کہ مجھے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زیادہ ثواب والی عورت وہ ہے جس کا طاقہ زیادہ لانبا ہو"إِنَّ أَعْظَمُكُنَّ أَجْرًا أَطْوَلُكُنَّ طَاقَةً" طاقہ دراصل بٹے ہوئے ڈورے یا رسی کے ایک تار کو کہتے ہیں)(۴) اور حدیث میں اس سے چرخہ کا تار مراد ہے۔(۵)

---

(۱) مسند الفردوس بمأثور الحطاب: باب الميم، حديث:٦٧٨٦

(۲) تاريخ دمشق لابن عساكر، محمد بن عبد الله بن سليمان :۳۴۹/۵۳،دار الفكر، بيروت لبنان،مسند الفردوس بمأثور الحطاب: باب الظاء، حديث:۴۰۹۷

(۳) تاریخ بغداد: محمد بن زیاد، ۳۵۲/۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

(۴) لسان العرب

(۵) تاريخ دمشق : موسى بن عمران: ۸۷/۶۱،مسند الفردوس بمأثور الحطاب: باب الالف، حديث:۱۷۲۵

www.besturdubooks.net

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چرخہ شیطان کو دفع کرتا ہے اور برے وسوسوں کو دور کرتا ہے، وجہ یہ ہے کہ انسان کے نفس کو خاصہ ہے کہ جب تک وہ کسی دھندہ میں لگا رہے تو اس کے خیالات منتشر نہیں ہوتے اور جہاں اسے فرصت ملی اس کے خیالات بلند ہونا شروع ہوئے اور چونکہ انسان کا طبعی میلان گناہوں کی طرف ہے اس لئے بیکار ہونے کی حالت میں خواہ مخواہ انسان گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے، بعض بزرگوں نے فرمایا ہے "اِشْغَلْ نَفْسَكَ فَإِنْ لَمْ تُشْغِلْهُ اِشْتَغَلْتُكَ" نفس کو تم اپنے کاموں میں مشغول رکھو ورنہ وہ تمہیں اپنے میں مشغول کر لے گا (جو شر کے سوا کچھ نہیں) اور عورتوں کے لئے بہترین مشغلہ چرخہ ہے وہ اگر اور کاموں سے فرصت پا کر اس کی طرف لگ جائیں تو انشاء اللہ تعالی بہت سے ان گناہوں سے جن میں وہ مبتلا ہیں بچ جائیں۔

۵- ابن عساکر کی ایک دوسری روایت میں ہے:

زیادہ ابن عبداللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت مہلب ابن ابی صفرۃ کی بیٹی ہندہ کے پاس گیا جو حجاج حاکم عراق کے نکاح میں تھی، میں نے دیکھا کہ ان کے ہاتھوں میں چرخہ ہے اور وہ کات رہی ہیں، میں نے کہا: آپ بادشاہ کی بیگم ہو کر کاتتی ہیں، انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے باپ (یعنی حضرت مہلب ابن ابی صفرۃ) سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جس کا تار زیادہ لانبا ہوگا وہی ثواب زیادہ پانے والی ہے اور چرخہ شیطان کو دفع کرتا ہے اور نفس کے وسوسہ کو دور کرتا ہے:

"أَطْوَلُكُنَّ طَاقَةً أَعْظَمُكُنَّ أَجْرًا وَهُوَ يَطْرُدُ الشَّيْطَانَ وَيَذْهَبُ حَدِيثَ النَّفْسِ"(۱)

فائدہ: ان احادیث سے پتہ چلا کہ سید الانبیاء کی زوجہ مطہرہ حضرت ام سلمہ اور ایک زبردست گورنر کی بیوی ہندہ کی عزت کو خیال کریں اور پھر اپنی عزت کا اس سے

(۱) حوالہ سابق

www.besturdubooks.net

مقابلہ کریں تو معلوم ہوگا کہ واللہ اگر تمام دنیا کی عورتوں کی عزتیں ایک پلہ میں رکھی جائیں اور فقط ام سلمہ یا ہندہ کی عزت ایک پلہ میں تو یقیناً ان کی عزت کا پلہ جھک جائے گا۔

٦- حاکم نے مستدرک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کو بالا خانوں میں نہ رکھو اور ان کو لکھنا نہ سکھاؤ؛ بلکہ چرخہ کاتنا سکھاؤ اور قرآن مجید میں سورہ نور ان کو خصوصیت کے ساتھ پڑھاؤ

"لَا تُسَاكِنُوهُنَّ الْغُرَفَ وَلَا تُعَلِّمُوهُنَّ الْكِتَابَةَ وَعَلِّمُوْا الْمَغْزَلَ وَسُوْرَةَ النُّوْرِ"(١)

(١) المستدرك: المجلد الثاني، حديث: ٣٤٩٤، شعب الإيمان، ذكر سورة الكهف، حديث: ٢٢٢٧، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اور اس میں محمد بن ابراہیم شامی ہیں اور انہیں دارقطنی نے کذاب کہا ہے۔

www.besturdubooks.net

فہرست مراجع

قرآن وتفسیر

القرآن الکریم

احکام القرآن للجصاص	دار الکتب العلمیة، بیروت
تفسیر القرطبی، للقرطبی	دار الکتب المصریة، القاهرة
روح المعانی للآلوسی	دار احیاء التراث العربی،
تفسیر ابن کثیر	دار الفکر بیروت
درِ منثور للسیوطی مرکز هجرة للبحوث	والدراسات العربیة، بیروت
بیان القرآن	مولانا اشرف علی تھانوی

کتبِ حدیث وشروحِ حدیث

بخاری محمد بن اسماعیل البخاری	دار ابن کثیر بیروت
مسلم: لمسلم بن الحجاج القشیری	دار احیاء التراث العربی
ترمذی محمد بن عیسی الترمذی	دار احیاء التراث العربی
ابو داؤد: لسلیمان بن اشعث	دار الفکر بیروت
نسائی لاحمد بن شعیب	مکتبة المطبوعات الاسلامیة
ابن ماجة احمد بن یزید القزوینی	دارالفکر بیروت
مؤطا مالك للامام مالك بن انس	مؤسسة زائد بن سلطان
مسند احمد للامام احمد بن حنبل	مؤسسة قرطبة القاهرة

www.besturdubooks.net

مسند ابویعلی احمد بن علی	دارالمأمون للتراث، دمشق
مسند الشافعی محمد بن ادریس الشافعی	دارالکتب العلمیة بیروت
مسند البزار احمد بن عمر البزار	دار الکتب العلمیة بیروت
دار قطنی لعلی بن عمر	دار المعرفة بیروت
مصنف ابن أبی شیبه ، ابوبکر ابن شیبة	دارالفکر بیروت
المعجم الکبیر	ابوالقاسم سلیمان بن احمد مکتبه العلوم والحکم والموصل
المعجم الاوسط	ابو القاسم سلیمان بن احمد دار الحرمین القاهرة
السنن الکبری، احمد بن حسین البیهقی	دائرة المعارف حیدرآباد
شعب الایمان،احمد بن حسین البیهقی	دارالکتب العلمیة بیروت
المستدرک، ابو عبد اللّٰه حاکم نیشافوری	دارالکتب العلمیة بیروت
الترغیب والترهیب، عبد العظیم المنذری	دارالکتب العلمیة بیروت
کنز العمّال، علی بن حسام الدین المتقی	مؤسسة الرسالة بیروت
مسند الفردوس، ابو شجاع الدیلمی	دار الکتب العلمیة ، بیرت
الطبقات الکبریٰ ، محمد بن سعد بن منیع	دار صلاء بیروت
مجمع الزوائد للهیثمی	دار الفکر بیروت
الأدب المفرد،محمد بن اسماعیل بخاری	دارالبشائر الاسلامیة بیروت
المستدرک ،ابو عبد الله محمد بن عبد العظیم	دار الکتب العلمیة، بیروت
حجة اللّٰه البالغة، شاه ولی اللّٰه محدث الدهلوی	دارالجیل، بیروت
عمدة القاری للعلامة العینی	مطبعة المنیریة، القاهرة
فتح الباری، احمد بن حجر عسقلانی	دار الفکر بیروت

www.besturdubooks.net

بغية الباحث من زوائد مسند الحارث	مركز خدمة السنة والسيرة، المدينة المنورة
حلية الأولياء،ابو نعيم الاصفهانى	دار الكتاب العربى، بيروت
سنن الدارمى، ابو محمد الدارمى	دار الكتاب العربى، بيروت
مرقاة المفاتيح ، على بن سلطان القارى	دارالفكر بيروت
الزهد لامام احمد بن حنبل	دار الريان للتراث القاهرة
عون المعبود، محمد أشرف العظيم آبادى	دار الكتب العلمية، بيروت
كتاب الأم للإمام الشافعى	دار المعرفة، بيروت
مسند الرويانى	مؤسسة قرطبة، قاهرة

کتب تخریج حدیث

تذكرة الموضوعات، محمد بن طاهر الفتنى	ادارة الطباعة المنيرية
مصباح الزجاجة ، شهاب الدين البوصيرى	دارالجنان بيروت
فيض القدير ، عبد الرؤف المناوى	المكتبة التجارية ، مصر
التلخيص الحبير، على بن حجر عسقلانى	دارالكتب العلمية بيروت
تحفة المحتاج، عمر بن علي	دار حراء، مكة المكرمة
كشف الخفاء ، اسماعيل بن محمد الجراحى	دار احياء التراث العلمى
البدر المنير ابن الملقن سراج الدين	دار الهجرة للنشر
المغنى عن حمل الأسفار، ابوالفضل العراقى	مكتبه طبريه رياض
اتحاف المهرة الخيرة احمد بن أبى بكر اسماعيل البوصيرى	دار الوطن للنشر الرياض
البدر المنير ابن الملقن سراج الدين	دار الهجرة للنشر
الترغيب والترهيب للمنذرى	دار الكتب العلمية ـبيروت
نصب الراية، جمال الدين الزيعلى	مؤسسة الريان بيروت

www.besturdubooks.net

کتب فقہ

رد المحتار — مکتبة زکریا دیوبند
ابن عابدين محمد بن امين الدمشقی — دار الكتب العلمية بيروت
الفتاوى الهندية ، نظام الدين واصحابه — مكتبة دار الفكر بيروت
البحر الرائق ، زين الدين ابن نجيم المصرى — دارالمعرفة بيروت
بدائع الصنائع ، علاء الدين الكاسانى — دارالكتب العربى بيروت
المدخل لابن الحاج — دار الفكر، بيروت
الأحكام السلطانية، الماوردى — دار الحديث ، القاهرة
التراتيب الإدارية، الشيخ عبد الحى الكتانى — دارالكتاب العربى
الحث علي التجارة والصناعة — دار البشائر، بيروت
إصلاح المال لابن أبى الدنيا — مؤسسة الكتب الثقافية ، بيروت
الأفكار الاقتصادية عند محمد
الكسب، عبد الهادى، — دمشق
الخراج، للإمام أبى يوسف — المكتبة الأزهرية، القاهرة
المبسوط، محمد بن أحمد — دار المعرفة ، بيروت
شمس الأئمة السرخسى
فتح الملهم، مفتى تقى عثمانى — دار إحياء التراث العربى، بيروت
فقه البيوع، مفتى تقى عثمانى — مكتبة معارف القرآن ، كراچى
مدخل إلي فقه المهن، د، عطيه فياض، — منتدى إقرا الثقافى
أبعاد إدارية واقتصادية، عبد العزير العمرى — مكتبة الفهد الوطنية.
مـا يـحـل وما يحرم من المهن والظائف، الشيخ محى الدين الميس، مجمع فقهاء الشريعة بأمريكا۔
أعمال المرأة الكسبية وأحكامها، د عيسى صالح العمرى

www.besturdubooks.net

الإدارة فی عصر الرسول، احمد عروج الکرمی دار السلام للطباعة والتوزیع والترجمة.
التوبة من المکاسب المحرمة، د۔خالد بن عبد الله الملصح
القمار حقیقته وأحکامه، الدکتور سلیمان بن احمد الملحم، دار کنوز اشبیلیا للنشر والتوزیع۔
الکسب : حقیقته ، حکمه، ضوابطه، مقاصده، علی بن إبراهیم القصیر۔مجلة جامعة الملك سعود
احادیث تعظیم الربا علي الزنا،علی بن عبد الله الصیاح دار ابن الجوزی، بیرت
استیفاء الدیون، مزید بن صالح دار ابن الجوزی ، بیروت

سیرت، تاریخ اور رِجال

الاستیعاب فی معرفة الأصحاب، دار الجیل، بیروت
سیر اعلام النبلاء، الذهبی مؤسسة الرسالة، بیروت
الترتیب المدارك، قاضی عیاض مطبعة فضالة المحمدیة المغرب
الانساب، المزوری دائرة المعارف العثمانیة، بیروت
العبر للذهبی دار الکتب العلمیة، بیروت
اصلاح المال، لابن أبی الدنیا مؤسسة الکتب الثقافیة، بیروت
التمثیل والمحاضرة،عبد الفتاح الحلو الدار العربیة للکتاب
الإصابة للعسقلانی دار الجیل، بیروت
الاشتقاق، لابن درید مکتبة الخانجی، القاهرة، مصرصس
أدب الإملاء والاستملاء، المزوری دار الکتب العلمیة، بیروت
المعارف لابن قتیبة الدینوری الهیئة المصریة العامة للکتاب، القاهرة
تاریخ بغداد، احمد بن علی ابوبکر دارالکتب العلمیة بیروت

www.besturdubooks.net

الخطیب البغدادی

طبقات الحنابلة، محمد حامد القفی دار المعرفة ، بیروت

کتب اخلاقیات

زاد المعاد ، محمد بن ابوبکر ابن قیم مؤسسة لرسالة بیروت

احیاء علوم الدین دارالمعرفة بیروت

اتحاف سادة المتقین دار الکتب العلمیة ، بیروت

أبو حامد محمد بن احمد الغزالی

مکارم الاخلاق، سلیمان بن احمد لطبرانی دارالکتب العلمیة بیروت

جامع الآداب ، ابن القیم الجوزیة دار الوفاء للطباعة والنشر

کتاب الورع،الإمام ابوبکر احمد

بن محمد بن الحجاج المروزی مکتبة المعارف للنشر والتوزیع

کتاب الورع ، ابوبکر عبد الله

بن محمد بن أبی الدنیا دار ابن حزم، بیروت

موسوعة الاخلاق، خالد بن

جمعة بن عثمان الخرّاز مکتبة اهل الاثر، کویت

اُردو کتابیں

معارف القرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

معارف الحدیث، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب دارالاشاعت، کراچی

آداب المعاشرت، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی الامین کتابستان، دیوبند

حقوق المال: حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ادارہ افادات اشرفیہ ہردوئی

احکام المال حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی دارہ افادات اشرفیہ ہردوئی

جواہر الفقہ ، مفتی محمد شفیع صاحب مکتبہ دار العلوم کراچی

www.besturdubooks.net

مجالس مفتی اعظم، مولانا عبدالرؤف سکھروی:۴۶۱ ادارالمعارف کراچی

آسان نیکیاں، مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر لاہور، پاکستان۔

فضائل صدقات، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ صاحب ایم عاشقین اینڈ کمپنی۔

منتخب احادیث، حضرت مولانا یوسف صاحب کاندھلوی

اسلامی معاشیات، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی دارالاشاعت، کراچی۔

تجدید معاشیات، حضرت مولانا عبدالباری ندوی المکتبۃ الاشرفیہ، لاہور

اسلام اور ہماری زندگی، مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

سیرت النعمان، علامہ شبلی نعمانی دارالمصنفین اکیڈمی، اعظم گڈھ

سنن وآداب قرآن وحدیث کی روشنی میں، ابوبکر بن مصطفیٰ پٹنی دارالصدیق ڈابھیل، گجرات

مسنون معاشرت، از مفتی ابوبکر جابر قاسمی و مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی مکتبۃ فیصل دہلی

مسائل تجارت، اسلام الحق اسعدی مظاہری مکتبۃ الاسعدی، سہارنپور

پیغمبر اسلام اور تجارت، حکیم محمود احمد ظفر اریب پبلی کیشنز

سود، رشوت، جوا، قرض کے شرعی احکام، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

ہر شعبہ اور طبقہ میں علماء، مولانا عبداللہ مبارک پوری القمر کمپیوٹر نوارده مبارک پور۔

سیرت النعمان، علامہ شبلی نعمانی

اصلاحی مجالس، مفتی رفیع عثمانی صاحب

جوئے کی مروجہ شکلیں-احکام ومسائل، مفتی محمد عبداللہ سلیمان مظاہری، حیدرآباد

تاجر وجنت میں کیسے جاؤ گے؟ مولانا ارشاد صاحب بھاگلپوری

شرکت، احکام وتطبیقات، ابوعبیدہ قاسمی، ہدایہ کنسلٹنسی سروس، حیدرآباد

مضاربت، احکام وطبیقات، آفتاب غازی قاسمی، المعہد العالی الإسلامی، حیدرآباد

تاجروں کے لئے نبوی ہدایات، مولانا کلیم اللہ صدیقی فرید بک ڈپو، دہلی۔

www.besturdubooks.net